Dr. Hakim Abdul Rashid
Mohl. LAHORE

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ

کتاب

محامدِ خاتم النبیین

سرورِ انبیاء حبیبِ خدا

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مُسمّٰی بہ

دُرِّ یتیم

از تحریرات

حضرت اقدس و امجد میرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام

جسے

حضرت امام ہمام امیر المومنین میرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

کے ایک ادنیٰ غلام خاکسار محمد اسمٰعیل پروفیسر جامعہ احمدیہ قادیان نے حسبِ منشا نظارت تالیف و تصنیف مرتب کر کے اور چھپوا کر ۱۲ جنوری سنہ ۱۹۳۶ء
کو شائع کیا۔

حمدِ الٰہی از حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اے خدا اے کارساز و عیب پوش و کردگار — اے مرے پیارے مرے محسن مرے پروردگار
کس طرح تیرا کروں اے ذوالمنن شکر و سپاس — وہ زباں لاؤں کہاں سے جس سے ہو یہ کاروبار
اے فدا ہو تیری رہ میں میرا جسم و جان و دل — میں نہیں پاتا کہ تجھ سا کوئی کرتا ہو پیار
اس قدر مجھ پر ہوئیں تیری عنایات و کرم — جن کا مشکل ہے کہ تا روزِ قیامت ہو شمار
باغ میں تیری محبت کے عجب دیکھے ہیں پھل — ملتے ہیں مشکل سے ایسے سیب اور ایسے انار
تیرے بن اے میری جاں یہ زندگی کیا خاک ہے — ایسے جینے سے تو بہتر مر کے ہو جانا غبار
گر نہ ہو تیری عنایت سب عبادت ہیچ ہے — فضل پر تیرے ہے سب جہد و عمل کا انحصار
سب پیاسوں سے نکوتر تیرے منہ کی ہے پیاس — جس کا دل ہے اس سے بریاں پا گیا وہ آبشار
جس کو تیری دھن لگی آخر وہ تجھ کو جا ملا — جس کو بے چینی ہے یہ وہ پا گیا آخر قرار
عاشقی کی ہے علامت گریہ و دامانِ دشت — کیا مبارک آنکھ جو تیرے لئے ہو اشکبار
تیری درگہ میں نہیں رہتا کوئی بھی بے نصیب — شرطِ رہ پر صبر ہے اور ترکِ نامِ اضطرار
اے مرے پیارے جہاں میں تو ہی ہے اک بے نظیر — جو ترے مجنوں حقیقت میں وہی ہیں ہوشیار
اس جہاں کو چھوڑنا ہے تیرے دیوانوں کا کام — نقد پا لیتے ہیں وہ اور دوسرے امیدوار
کون ہے جس کے عمل ہوں پاک بے انوارِ عشق — کون کرتا ہے وفا بن اس کے جس کا دل فگار
کون چھوڑے خواب شیریں کون چھوڑے اکل و شرب — کون لے خارِ مغیلاں چھوڑ کر پھولوں کے ہار
عشق ہے جس سے ہوں طے یہ سارے جنگل پُرخطر — عشق ہے جو سر جھکا دے زیرِ تیغِ آبدار
کوئی رہ نزدیک تر راہِ محبت سے نہیں — طے کریں اس راہ سے سالک ہزاروں دشتِ خار
اُس کے پانے کا یہی اے دوستو اک راز ہے — کیمیا ہے جس سے ہاتھ آجائیگا زر بے شمار
ہے یہی اک آگ تا تم کو بچاوے آگ سے — ہے یہی پانی کہ نکلیں جس سے صدہا آبشار
اس سے خود آکر ملے گا تم سے وہ یارِ ازل — اس سے تم عرفانِ حق سے پہنوں گے پھولوں کے ہار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۹۷ و ۱۰۹ و ۱۱۰ و ۱۱۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

فہرست مضامین کتاب محامد خاتم النبییّن صلی اللہ علیہ وسلم

ماخوذ از تحریرات حضرت میرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام

تفصیل مضامین و حوالجات حصہ کلام منثور*

*یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صرف تحریرات کے حوالجات ہیں اور وہ بھی سب نہیں بلکہ بیشتر حصہ۔ خاکسار مرتب

فہرست مضامین حصہ تعلیمات وارشادات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دربارہ درود شریف

تعلیمات و ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ دربارہ درود شریف

درود شریف کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کے ارشادات

فہرست کتب حوالہ بہ ترتیب تاریخ

[1] در مکنون (کلام منظوم قبل از بعثت) [2] براہین احمدیہ حصہ اول ۱۸۸۰ء ص ۷ و ۸ و ص ۸-۱۶ (نظم فارسی) [3] حصہ دوم ص ۹۶ (ایضاً)
و ص ۱۱۶-۱۲۸ مع حاشیہ۔ [4] حصہ سوم ۱۸۸۲ء ص ۱۷۶-۱۸۱ و ص ۲۴۲-۲۴۷ مع حاشیہ در حاشیہ و ص ۲۵۰-۲۶۴۔ [5] حصہ چہارم ۱۸۸۴ء
ص ۲۹۳-۳۰۱ و ص ۵۰۲ و ۵۰۳ و ص ۵۰۸ و ص ۵۲۵-۵۳۴ (نظم فارسی) [6] اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء (نظم فارسی) [7] سرمہ چشم آریہ ص ۲۲۳
و ص ۲۸-۳۰ و ص ۱۹۳ و ۲۵۱۔ [8] حقانی تقریر (سبز اشتہار ۱۸۸۸ء) ص ۱۳ [10] فتح اسلام ۱۸۹۱ء ص ۳۳-۳۷۔ [11] توضیح مرام
[12] ازالہ اوہام ص ۱۶-۱۸ و ص ۱۷۶ و ۱۷۸ (نظم فارسی) و ص ۲۴۹ و ۲۵۰ و ص ۹۴۶ و ۹۴۷۔ [13] آسمانی فیصلہ (طبع دوم) ص ۲۶۔ [illegible]
اسلام ۱۸۹۲ و ۱۸۹۳ء ص ۲۳-۲۸ و ص ۶۵-۶۸ و ص ۷۵ و ۷۶ و ص ۹۰-۹۴ و ص ۱۰۲-۱۰۷ و ص ۱۱۰-۱۱۹ و ص ۱۲۵ و ۱۲۶ و ص ۱۶۰-[illegible]
و ص ۱۷۰-۱۷۳ و ص ۱۸۶-۱۹۸ و ص ۲۰۴-۲۱۳ و ص ۲۲۰-۲۲۲ و ص ۲۲۵ و ۲۲۶ (نظم اردو) و ص ۳۴۲ و ۳۴۳ و ۳۴۴ (قصیدہ عربیہ)
[14] اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء (نظم فارسی) [15] برکات الدعا ص ۷۔ [16] کرامات الصادقین (قصائد عربیہ) [17] شہادۃ القرآن
ص ۵۰۔ [18] حمامۃ البشریٰ ۱۸۹۴ء (قصیدہ عربیہ) [19] نور الحق حصہ اول ص ۱۰۶۔ [20] اشتہار ۱۷ مارچ۔ [21] اتمام الحجہ ص ۲۸
[22] سر الخلافہ ص ۴۳ (قصیدہ عربیہ)۔ [23] انوار الاسلام ص ۳۳ و ۳۴۔ [24] منن الرحمٰن ۱۸۹۵ء ص ۲۰ (قصیدہ عربیہ) و
ص ۲۳ و ۲۴۔ [25] ضیاء الحق (نظم فارسی)۔ [26] نور القرآن حصہ اول ص ۵-۲۸ و ص ۲۸-۳۰۔ [27] حصہ دوم ص ۶ و ۷۔ [28] ست بچن
حاشیہ متعلقہ ص ۱۶۴۔ [29] اشتہار دو عیسائیوں میں محاکمہ ۱۸۹۶ء۔ [30] اسلامی اصول کی فلاسفی ص ۱۲ و ۱۳۔ [31] انجام آتھم ۱۸۹۷ء
(قصیدہ عربیہ) [32] اشتہار ۱۴ جنوری۔ [33] سراج منیر ص ۷۲ و ۷۳ و ضمیمہ ص ج (نظم فارسی) [34] حجۃ اللہ ص ۱۷۔ [35] چار
سوالوں کا جواب ص ۲۶۔ [36] کتاب البریہ ۱۸۹۸ء ص ۱۲۷-۱۲۹۔ [37] ترغیب المؤمنین ص ۲ و ۳۔ [38] ضرورۃ الامام ص ۵ و ۶
[39] نجم الہدیٰ ص ۲-۹۔ [40] ایام الصلح ص ۶۲-۷۰ و ص ۱۴۷-۱۵۰۔ [41] تریاق القلوب ۱۸۹۹ء ص ۵-۷۔ [42] خطبہ الہامیہ ۱۹۰۰ء
ص ۱۷۱-۱۷۷۔ [43] اشتہار ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء۔ [44] رسالہ جہاد ص ۳ و ۴ و ص ۹-۱۱۔ [45] ضمیمہ رسالہ جہاد ص ۵ و ۶۔ [46] اربعین ۱
ص ۳ و ۴۔ [47] اربعین ۲ ص ۱۱ و ۱۲۔ [48] اربعین ۴ ص ۱۳۔ [49] تحفہ گولڑویہ ص ۹۸ و ۹۹ و ص ۱۲۳ و ۱۲۴ و ص ۱۳۳ و ص ۱۴۱ و ۱۴۲
[50] اعجاز المسیح ۱۹۰۱ء ص ۹۶-۱۰۷ و ص ۱۱۲-۱۲۰ و ص ۱۴۶ و ۱۴۷ و ص ۲۰۰۔ [51] دافع البلاء ۱۹۰۲ء ص ۲۰ (نظم اردو)
ص ۱۸۲-۱۸۴ و ص ۱۸۹-۱۹۲ و ص ۱۹۴-۱۹۶ و ص ۲۰۵ و ص ۲۰۹۔ [53] کشتی نوح
[52] عصمت انبیاء (در رسالہ ریویو جلد اول)
ص ۱۳ و ص ۱۵۔ [54] ریویو بر مباحثہ ص ۶ و ۷۔ [55] مواہب الرحمٰن ۱۹۰۳ء ص ۶۶-۶۹۔ [56] نسیم دعوت ص ۱ و ص ۴ و ۵۔ [57] لیکچر سیالکوٹ ۱۹۰۴ء
ص ۳ و ۴۔ [58] دیباچہ براہین حصہ پنجم ۱۹۰۵ء ص ۳۔ [59] ضمیمہ براہین حصہ پنجم ص ۶۱-۶۲ و ص ۱۰۰ و ص ۱۰۷ و ص ۱۳۳ و ص ۲۰۳ و ۲۰۴
و ص ۲۱۴۔ [60] رسالہ الوصیت ص ۱۲ و ۱۳۔ [61] چشمہ مسیحی ۱۹۰۶ء ص ۱۸ و ص ۲۳ و ۲۴ و ص ۶۶ و ص ۷۲-۷۵۔ [62] تجلیات الٰہیہ
ص ۲۴ و ۲۵۔ [63] حقیقۃ الوحی ۱۹۰۷ء ص ۲۶-۲۸ و ص ۶۲-۶۵ و ص ۹۷-۱۰۱ و ص ۱۱۳-۱۱۹ و ص ۲۷۴۔ [64] قادیان کے آریہ اور ہم (نظم)۔ [65] ضمیمہ چشمہ معرفت
ص ۱۱ و ص ۱۶-۲۰ و ص ۲۰۴ و ص ۵۵-۵۷ و ص ۵۹ و ۶۰۔ [66] چشمہ معرفت ۱۹۰۸ء ص ۶۸ و ۶۹ و ص ۱۲۸ و ۱۲۹ و ص ۲۳۳ و ص ۲۴۵-۲۵۳ و ص ۲۸۱-۲۹۰
و ص ۲۹۸ و ۲۹۹ و ص ۳۰۴-۳۰۶ و ص ۳۰۸ و ۳۰۹ و ص ۳۲۴ و ۳۲۵۔ [67] پیغام صلح ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء ص ۳۲-۳۴۔

خاکسار

محمد اسماعیل (پروفیسر جامعہ احمدیہ) قادیان ۲۴ ماہ شوال ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۰ جنوری ۱۹۳۶ء
روز دوشنبہ

یہ کتاب ایشیائی کتب خانہ ... احمدیہ بک ڈپو لاہور و دیگر تمام تاجران کتب قادیان سے بقیمت ایک روپیہ کی وی پی مل سکتی ہے۔ اجرت جلد بندی ۴ر-۸/-۱۲ر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

تمہید

آنحضرت صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی عظمتِ شان

کے بارہ میں

بعض آیات قرآن کریم

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

(۱) وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً۔ (بقرہ رکوع ۴)

(۲) قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ۔ (آل عمران رکوع ۴)

(۳) وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ۔ (آل عمران رکوع ۹)

(۱) اور (اے رسول یاد کرو) جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا۔ کہ میں زمین پر ایک نائب پیدا کرنے والا ہوں۔ (یعنی آدم کی پیدائش اور اسکی خلافت بعثت محمدیہ کے لئے بطور تمہید تھی) (۲) (اے پیغمبر! لوگوں سے) کہدو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو۔ تو میری پیروی کرو۔ (ایسا کروگے) تو خود وہ تم سے محبت کریگا۔ اور تمہارے (عیب) معاف (اور کمزوریاں دور) کردیگا۔ اور اللہ بہت ہی بخشنے والا (اور) نہایت رحم کرنے والا ہے۔ تم (انہیں کہو۔ کہ اللہ کی اور (اس کے) رسول کی فرمانبرداری کرو۔ اور اگر وہ روگردان ہو جائیں۔ تو (وہ یاد رکھیں کہ) اللہ کافروں سے محبت نہیں رکھتا (۳) اور (یاد کرو) جب اللہ نے تمام انبیاء سے عہد لیا۔ کہ میں نے تمہیں جو بھی کتاب اور حکمت دی ہو۔ (وہ خواہ کتنی ہی عظیم الشان کیوں نہ ہو) اس کے بعد تمہارے پاس (یا تمہارے پیرووں کے پاس) جو ایسا رسول آئے کہ وہ میرے اس (کلام کے وعدوں) کو (پورا کرکے اسے) سچا ثابت کرنے والا ہو۔ جو تمہارے پاس ہو تو تمہارے لئے (اور تمہارے

(۴) فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ
لِنْتَ لَهُمْ ۚ (آل عمران رکوع ۱۷)
(۵) فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ
أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى
هٰٓؤُلَآءِ شَهِيدًا ۝ يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ
الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ
لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْأَرْضُ ۖ وَلَا يَكْتُمُونَ
اللّٰهَ حَدِيثًا ۝ (نساء رکوع ۶)
(۶) وَمَآ أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا
لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَلَوْ أَنَّهُمْ
إِذْ ظَّلَمُوٓا أَنْفُسَهُمْ جَآءُوكَ
فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ
الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا
رَّحِيمًا ۝ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ
حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ
ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا
مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝
وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوٓا
أَنْفُسَكُمْ أَوِ اخْرُجُوا مِنْ دِيَارِكُمْ
مَّا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِّنْهُمْ ۖ وَلَوْ
أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ
خَيْرًا لَّهُمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيتًا ۝ وَإِذًا لَّآتَيْنٰهُمْ

پیروؤں کیلئے) اس پر ایمان لانا اور اسکی مدد کرنا لازم اور ضروری ہوگا۔
(۴) (اے نبی) اس عظیم الشان رحمت کی وجہ سے جو تمہیں اللہ کی طرف
سے (عطا ہوئی) ہے۔ تم ان کے لئے نرم دل واقع ہوئے ہو۔ (۵)
جب ہم ہر ایک قوم میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے۔ اور ان (تمام)
پر تمہیں گواہ ٹھیرائیں گے۔ اسوقت ان کی کیا حالت ہوگی۔ اس روز
اس رسول کے منکر اور نافرمان لوگ تمنا کریں گے۔ کہ کاش ہمیں زمین
سے پیوند کر دیا جائے۔ اور وہ اللہ سے کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے۔
(۶) اور ہم نے جو بھی رسول بھیجا ہے۔ اسی لئے (بھیجا ہے) کہ اللہ
کے اذن سے اسکی فرمانبرداری کی جائے۔ اور اگر یہ لوگ (ایسا
کرتے کہ) جب ان سے اپنے آپ پر ظلم ہوا تھا۔ تو (اے رسول) تمہارے
پاس آکر اللہ کی بخشش کے طالب ہوتے اور (اس کا) رسول ان کے لئے
(اس سے) بخشش چاہتا۔ تو وہ یقیناً اللہ کو بہت ہی رجوع برحمت کرنیوالا
اور رحمت پر رحمت کرنے والا پاتے۔ پس (اے رسول) تمہارے
رب کی قسم ہے۔ کہ جبتک کہ وہ ایسا نہیں کریں گے۔ کہ ہر اس نزاع
میں جو ان میں پیدا ہو۔ تم سے فیصلہ کی درخواست کریں۔ پھر جو (بھی)
تم فیصلہ کردو۔ اس کے متعلق اپنے سینوں میں کوئی تنگی نہ پائیں۔ اور (اسے)
پورے طور پر بہت اچھی طرح سے تسلیم کرلیں۔ وہ مومن نہیں بنیں گے۔
اور اگر ہم انہیں حکم دیتے۔ کہ تم ایک دوسرے کو قتل کرو۔ یا اپنے گھروں
(اور اپنے وطن) سے چلے جاؤ۔ تو ان میں سے چند افراد کے سوا کوئی ایسا
نہ کرتا۔ اور اگر یہ لوگ اس نصیحت پر چلتے۔ جو انہیں کی جاتی ہے۔ (اور
نفاق کی راہوں سے دور رہتے) تو ان کے حق میں بہتر ہوتا۔ اور ان کی
ثابت قدمی کا بہت بڑا موجب ہوتا۔ اور اس صورت میں ہم انہیں یقیناً

مِنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ۙ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ
صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ وَمَنْ يُّطِعِ
اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ
اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ
وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ
وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ ذٰلِكَ
الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝ (نساء رکوع ۹)
(۷) وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ
عَظِيْمًا ۝ (نساء رکوع ۱۷)
(۸) يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا
يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ
مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۭ قَدْ
جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ
يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ
سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ
اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى
صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (مائدہ رکوع ۳)
(۹) قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ
وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ لَا شَرِيْكَ
لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ
الْمُسْلِمِيْنَ ۝ (انعام رکوع ۲۰)
(۱۰) اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ

بڑا عظیم الشان اجر دیتے۔ اور ایک درست راستہ پر انہیں قائم کر دیتے۔ اور جو لوگ اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کریں گے۔ وہ ان لوگوں میں شامل ہوں گے۔ جن پر اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہوا ہے۔ یعنی انبیاء۔ صدیقین۔ شہداء اور صالحین اور یہ بہت ہی اچھے رفیق ہیں۔ یہ اللہ ہی کا فضل ہے۔ اور اللہ جاننے والا کافی ہے۔ (۷) (اے رسول) تم پر اللہ کا بہت ہی بڑا فضل ہے۔ (۸) اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارا (موعود) رسول آگیا ہے۔ جو تمہیں (تمہاری) کتاب کی بہت سی باتیں جنہیں تم چھپاتے تھے۔ کھول کر بتاتا ہے۔ اور (تمہاری) بہت سی (قابل مواخذہ) باتیں (تمہیں) معاف کر دیتا ہے (دیکھو!) تمہارے پاس اللہ کا ایک نور آگیا ہے۔ اور (نیز) ایک روشن کتاب (آگئی ہے) جس کے ذریعہ سے اللہ ان لوگوں کو جو اس کی خوشنودی کے مطابق چلتے ہیں۔ سلامتی کی راہیں دکھاتا اور اپنے (دیئے ہوئے) علم کے ذریعہ سے انہیں تمام قسم کی ظلمتوں سے نکال کر نور میں لاتا اور ایک راہ راست پر قائم کر دیتا ہے
(۹) (اے ہمارے رسول لوگوں سے) کہہ دو۔ کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا (سب) اللہ کے لئے ہے۔ جو (تمام اقوام اور) تمام مخلوقات کا رب ہے۔ اس کا کوئی بھی شریک نہیں۔ اور مجھے یہی حکم دیا گیا ہے۔ اور میں (اس کا) سب سے اول (مرتبہ پر) فرمانبردار ہوں۔ (۱۰) جو اس امی رسول اور نبی کی پیروی کرتے ہیں۔ جس (کے ذکر) کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ جو انہیں اچھی

النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ
مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ
وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ
وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ
الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ
وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ
الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا
النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ
هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ
رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا الَّذِيْ
لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ
وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ
بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ
تَهْتَدُوْنَ ○ (اعراف رکوع ۱۹ و ۲۰)

(۱۱) وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (انفال رکوع ۲)

(۱۲) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا
لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ (انفال رکوع ۳)

(۱۳) وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ
اَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ
وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ○ (انفال رکوع ۴)

باتوں کی طرف بلاتا اور بری باتوں سے روکتا ہے۔ اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لئے حلال ٹھیراتا اور بری چیزوں کو ان پر حرام قرار دیتا ہے۔ اور ان کے بوجھوں کو ان پر سے اتارتا ہے۔ اور ان پھندوں کو بھی (ان سے دور کرتا ہے) جن میں وہ پڑے ہوئے تھے۔ سو جو لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اس کی تعظیم و تکریم کرتے اور اسکی مدد کرتے ہیں۔ اور جو نور اس کے ساتھ اتارا گیا ہے۔ اس کی پیروی کرتے ہیں۔ وہی کامیاب ہوں گے۔ (اے رسول لوگوں سے) کہہ دو۔ کہ میں اللہ کی طرف سے جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔ تم سب کی طرف رسول (ہوکر آیا) ہوں۔ اس کے سوا کوئی بھی چیز پرستش کے قابل نہیں ہے۔ وہ جلاتا ہے۔ اور مارتا ہے۔ پس تم اللہ پر اور اس کے اس امی رسول اور نبی پر جو اللہ پر اور اسکی تمام باتوں پر ایمان رکھتا ہے۔ ایمان لاؤ۔ اور اسکی پیروی کرو۔ تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ (۱۱) اور (اے رسول جو تم نے چلایا تھا) جب (بظاہر تم چلا رہے تھے۔ تو اسے (در حقیقت) تم نے نہیں بلکہ اللہ نے چلایا تھا۔ (۱۲) اے مومنو! اللہ کا حکم مانو۔ اور اس کے رسول کا حکم بھی (مانو) جب وہ تمہیں بلائے۔ کیونکہ وہ تمہیں زندگی بخشتا ہے۔ (۱۳) اور (اے پیغمبر) ایسا نہیں ہو سکتا۔ کہ تم ان لوگوں میں موجود ہو۔ اور پھر اللہ انہیں عذاب دے۔ اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ وہ تو استغفار کر رہے ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ انہیں عذاب دیتا چلا جائے۔ (۱۴) اے نبی اللہ تعالیٰ (کی مدد) تمہارے لئے بھی کافی ہے۔ اور ان مومنوں کے لئے بھی جنہوں نے تمہاری پیروی اختیار کر

(۱۴) یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ
اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (انفال ع ۹)
(۱۵) اُذُنُ خَیْرٍ لَّكُمْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَیُؤْمِنُ
لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
مِنْكُمْ ط (توبہ رکوع ۸)
(۱۶) اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ط (توبہ رکوع ۱۳)
(۱۷) لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ
عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ
بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (توبہ ۱۶)
(۱۸) قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰهِ
عَلٰی بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ (یوسف ۱۲)
(۱۹) كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ
مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ
اِلٰی صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ اللّٰهِ الَّذِیْ
لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (ابراہیم ع ۱)
(۲۰) لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ
یَعْمَهُوْنَ (حجر رکوع ۵)
(۲۱) عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا
مَّحْمُوْدًا ہ (اسراء۔ رکوع ۹)
(۲۲) اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَیْكَ كَبِیْرًا (اسراء ع ۱۰)
(۲۳) لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓی اٰثَارِهِمْ
اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا ہ
(کہف رکوع ۱)

لی ہے۔(۱۵) (لوگو اس نبی کا کان، تمہارے حق میں بہتری کا کان
ہے۔وہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے۔اور مومنوں کا کہنا سنتا ہے۔اور
تم میں سے جو لوگ (سچے طور پر) ایمان لائے ہیں۔ان کے لئے
(اس کا وجود مجسم) رحمت ہے۔(۱۶) (اے رسول) تمہاری دعا
ان کے حق میں تسکین کا موجب (اور سہارا) ہے۔(۱۷) (اے لوگو)
تمہارے پاس خود تمہی میں سے ایک رسول آیا ہے۔ جسے تمہاری
تکلیف (سخت) شاق گذرتی ہے۔ وہ تمہاری بھلائی کا بہت ہی
خواہشمند ہے۔(اور) مومنوں پر بہت ہی شفقت اور رحمت رکھتا
ہے۔(۱۸) (اے رسول! لوگوں سے) کہہ دو۔کہ یہ میری راہ ہے
(اور) میں بھی بصیرت پر قائم ہو کر (تمہیں) اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔
اور جو میرے پیرو ہیں وہ بھی۔(۱۹) (اے رسول) اس کتاب کو
ہم نے اس لئے اتارا ہے۔کہ سب لوگوں کو تم ان کے رب کے حکم
سے ظلمتوں میں سے نکال کر نور کی طرف یعنی اس غالب اور تمام
تعریفوں کے مالک اللہ کی راہ کی طرف لاؤ۔ جو آسمانوں اور زمین کی
تمام چیزوں کا مالک ہے۔(۲۰) (اے رسول) تمہاری (پاک) زندگی
کی قسم ہے۔کہ یہ (لوگ بھی) اپنی (بد) مستی میں پڑے بھٹک رہے
ہیں۔(۲۱) (اے رسول) قریب ہے۔کہ تمہارا رب تمہیں مقام
محمود پر کھڑا کرے۔(۲۲) (اے رسول) اس کا تم پر بہت بڑا فضل
ہے۔(۲۳) (اے پیغمبر) اگر یہ (لوگ) ایمان نہ لائے۔تو تم شاید
ان کے پیچھے اور ان کے غم میں اپنے آپ کو ہلاکت تک پہنچا دو۔
(۲۴) اور (اے پیغمبر) ہم نے تمہیں تمام اقوام عالم (اور تمام مخلوق)
کے لئے سراسر رحمت بنا کر بھیجا ہے۔(۲۵) اس کے (یعنی اللہ تعالیٰ

(٢٤) وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (انبیاء رکوع ٧)

(٢٥) مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ
اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا
كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ
مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ
يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ
نَارٌ نُوْرٌ عَلٰي نُوْرٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ
مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ
لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ فِيْ
بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ
فِيْهَا اسْمُهٗ (نور رکوع ٥)

(٢٦) اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (نور ٧)

(٢٧) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ
اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا
اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ
كَثِيْرًا (احزاب رکوع ٣)

(٢٨) مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ
رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ
النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا
كَثِيْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا
هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ

کے) نور کی مثال ایسی ہے۔ جیسے ایک طاق ہو۔ جس میں ایک روشن
چراغ (رکھا) ہو۔ وہ چراغ ایک قندیل میں ہو۔ اور قندیل ایسی ہو کہ گویا وہ موتی کا
سا ایک درخشاں ستارہ ہے۔ اس (چراغ) کو ایک مبارک درخت
(کے تیل) سے روشن رکھا جاتا ہے۔ جو زیتون کا درخت ہے۔ مگر
ایسا کہ نہ مشرق میں اس سا کوئی درخت پایا جاتا ہے۔ نہ مغرب میں
جس کے تیل کو آگ نہ چھوئے تو بھی وہ خود بخود ہی روشن ہو جانے
والا ہے۔ ایک نور پر دوسرا نور (اترا) ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے۔
اپنے نور کا راستہ دکھا دیتا ہے۔ اور یہ باتیں اللہ تعالےٰ لوگوں
کو (سمجھانے) کے لئے بیان کرتا ہے۔ اور اللہ ہر ایک چیز کو کامل
طور پر جانتا ہے۔ (یہ نور) ان گھروں میں (اترا) ہے۔ جن کے
متعلق اللہ تعالےٰ نے حکم دے دیا ہے۔ کہ انہیں رفعت دی جائے
اور ان میں صبح و شام اس کے نام کا ذکر ہو۔ (٢٦) (اے لوگو ہمارے)
رسول کی فرمانبرداری کرو۔ تاکہ تم پر رحمت نازل ہو۔ (٢٧)
(اے لوگو) اللہ کے رسول میں تمہارے لئے ہاں (تم میں سے)
ان لوگوں کے لئے جو اللہ سے اور آخرت کے دن سے ڈرتے ہوں
اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے ہوں۔ بہترین نمونہ (دیا جاتا)
ہے۔ (٢٨) (اے لوگو) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم جسمانی رشتہ
کی رو سے) تم مردوں میں سے کسی کے بھی باپ نہیں ہیں۔
ہاں اللہ کے رسول اور تمام انبیاءؑ کے خاتم ہیں۔ اور اللہ ہر
ایک چیز کو خوب جانتا ہے۔ اے لوگو جو مومن ہو۔ اللہ (کے
اس احسان) کو بہت اچھی طرح اور کثرت سے یاد کیا کرو۔ اور
صبح و شام اس کی تسبیح کیا کرو۔ وہی ہے کہ وہ اور اس کے فرشتے

لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَ
كَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۔ تَحِيَّتُهُمْ
يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۖ وَّاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا
كَرِيْمًا ۔ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا
وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ
وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۔ (احزاب رکوع ۴ و ۵)
(۲۹) اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰۗىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى
النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ
وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ
وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۔ (احزاب رکوع ۷)
(۳۰) اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ۭ وَيُخَوِّفُوْنَكَ
بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ (زمر رکوع ۴)
(۳۱) قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي
اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ
اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ
هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۔ (زمر رکوع ۶)
(۳۲) اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا
وَّنَذِيْرًا ۙ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ
وَتُوَقِّرُوْهُ ۭ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ
يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ
فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ (فتح رکوع ۱)

تم پر درود بھیجتے ہیں۔ تاکہ وہ تمہیں تاریکیوں سے نکال کر نور میں لائے۔ اور وہ مومنوں پر رحمت پر رحمت کرنے والا ہے۔ جس روز وہ اس سے ملیں گے۔ انہیں سلام کا تحفہ ملے گا۔ اور اس نے ان کے لئے (اس نبی کے طفیل) بہت باعزت اجر تیار کر رکھا ہے۔ اے نبی ہم نے تمہیں گواہ۔ بشارت دینے والا (خطرات سے) آگاہ کرنے والا۔ اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور نور بخش چراغ بنا کر بھیجا ہے۔ (۲۹) اللہ اور اس کے تمام فرشتے اس نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ (پس) اے لوگو! جو ایمان رکھتے ہو۔ تم بھی) اس پر درود اور سلام بہت خوبی کے ساتھ بھیجا کرو۔ جو لوگ اللہ کو اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں۔ ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے۔ اور ان کے لئے اس نے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (۳۰) کیا اللہ اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں ہے۔ اور (اے رسول یہ لوگ) تمہیں ان سے ڈراتے ہیں۔ جو اس کے غیر ہیں۔ (۳۱) (اے رسول اپنے سچے پیروؤں سے) کہہ دو۔ کہ اے میری غلامی اختیار کرنے والو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ تم اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو۔ اللہ (تمہارے) تمام گناہ بخش دیگا۔ وہ بہت ہی بخشنے والا (اور) رحمت پر رحمت کرنے والا ہے۔ (۳۲) (اے نبی ہم نے تمہیں (اپنی ہستی کا اور اپنی باتوں کا) گواہ اور (رحمتوں کی) بشارت دینے والا اور (عذاب سے لوگوں کو) آگاہ کرنے والا

(۳۳) اِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا ۔ (طور رکوع ۲)
(۳۴) وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝ مَا
ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝
وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ
هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ عَلَّمَهٗ
شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْ مِرَّةٍ ۝
فَاسْتَوٰى ۝ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝
ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ
قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ فَاَوْحٰى
اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۝ مَا كَذَبَ
الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝ (نجم رکوع ۱)
(۳۵) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا
اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ
كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ
لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ
لَكُمْ ۝ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝
(حدید رکوع ۴)
(۳۶) هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ
رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ
اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ
الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۝ وَاِنْ
كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

بنا کر بھیجا ہے۔ تاکہ (اے لوگو) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ
اور اسکی مدد کرو۔ اور اسکی تعظیم کرو۔ اور صبح و شام اس کی (یعنی
اللہ کی) تسبیح کرو۔ جو لوگ تمہارے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ وہ اللہ
ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہوتا ہے۔ (۳۳)
اے رسول تم ہماری حفاظت میں ہو۔ (۳۴) جب ثریا غروب کی طرف
مائل ہو۔ تو اسکی قسم (یعنی شہادت بتاتی) ہے۔ کہ (یہ) تمہارا رفیق نہ تو کبھی
(اعتقاداً) گمراہ ہوا ہے۔ اور نہ (عملاً) بدراہ ہوا۔ اور نہ ہی وہ نفسانی خواہش
کے ماتحت بولتا ہے۔ (بلکہ جو کچھ وہ بیان کرتا ہے) وہ محض وحی ہے۔ جو اس پر
نازل کی جاتی ہے۔ اسے زبردست قوتوں والے (اور) بڑے طاقت والے
(معلم حقیقی) نے تعلیم دی ہے۔ اس لئے اس نے اس حالت میں اعتدال پایا ہے
(یعنی افراط و تفریط سے بالکل پاک ہوگیا ہے) کہ وہ سب سے بلند تر مقام پر ہے
پھر وہ (اور بھی) قریب ہوا۔ پھر وہ جھک گیا۔ پھر وہ دو کمانوں کے (اتصال سے
پیدا ہونے والے) دائرہ (کے وتر) کی طرح ہوگیا۔ بلکہ اس سے بھی بڑھکر
قریب (ہوگیا یعنی مرکزی نقطہ پر پہنچ گیا) تب اس (معلم حقیقی) نے اپنے
اس (بندہ) پر وحی کے ذریعے جو نازل کرنا چاہا۔ کیا۔ جو کچھ (اس نے) دل کو
نظر آیا۔ اس میں کوئی خطا واقع نہیں ہوئی۔ (۳۵) اے لوگو جو مومن ہو
اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ (تو) ایسا کروگے۔ تو
(اللہ تعالیٰ) تمہیں اپنی رحمت کا دوہرا حصہ دیگا۔ اور تمہیں ایک خاص نور
عطا کریگا۔ جو جدھر جاؤگے تمہارے ساتھ رہے گا۔ اور وہ تمہاری تقصیریں
بخشدیگا اور تمام کمزوریاں دور کردیگا) اور اللہ بہت ہی بخشنے والا (اور)
رحمت پر رحمت کرنے والا ہے۔ (۳۶) وہی ہے۔ جس نے امی لوگوں میں
انہی میں سے ایک رسول بھیجا ہے۔ جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے

وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا
بِهِمْ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ذٰلِكَ
فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ
وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (جمعہ ع ۱)
(۳۷) وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ
وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (قلم رکوع ۱)
(۳۸) لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ
كَادُوْا یَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِ
لِبَدًا (جن رکوع ۱)
(۳۹) وَالضُّحٰی ۙ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۙ مَا
وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ؕ وَلَلْاٰخِرَةُ
خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی ؕ وَ
لَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ
فَتَرْضٰی ؕ (ضحیٰ)
(۴۰) اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۙ
وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۙ الَّذِیْٓ
اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۙ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ؕ (الانشراح)
(۴۱) اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ ؕ فَصَلِّ لِرَبِّكَ
وَانْحَرْ ؕ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ (کوثر)

اور انہیں پاک کرتا ہے۔ اور کتاب اور حکمت کی انہیں تعلیم دیتا ہے۔
اور اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔ اور کچھ
اور لوگوں کو بھی (وہ تعلیم دیگا اور پاک کریگا) جو انہی میں سے ہوں گے۔
وہ ابھی ان سے نہیں ملے۔ اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔ یہ اللہ
کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہیگا دیگا۔ اور اللہ بہت بڑے فضل والا
ہے (۳۷) اور (اے رسول) تمہیں یقیناً ایسا اجر ملے گا۔ جو کبھی بند
نہیں ہوگا۔ اور تم یقیناً نہایت عظیم الشان اخلاق رکھتے ہو (۳۸) جب
اللہ کا بندہ (نماز میں) کھڑا ہو کر اس کے حضور دعا کرتا ہے۔ تو یہ اس
پر کود پڑتے اور (اس) سے آویختہ ہونے کی حد تک پہنچ جاتے ہیں۔
(۳۹) چاشت کے وقت کی اور نیز رات کی جب وہ چھا جاتی ہے
قسم (یعنی شہادت بتاتی) ہے۔ کہ (اے رسول) تمہارے رب نے تمہیں
چھوڑ نہیں دیا۔ اور نہ ہی وہ تجھ سے ناراض ہوا ہے۔ اور (تمہاری) ہر
پیچھے آنے والی گھڑی پہلی گھڑی سے تمہارے حق میں بہتر ہوگی۔ اور تمہارا
رب تم پر اپنی خاص عطا کرے گا۔ جس سے تم خوش ہو جاؤ گے (۴۰) کیا
یہ درست نہیں۔ کہ ہم نے تمہیں شرح صدر بخشا ہے۔ اور تمہارے
اس بوجھ کو تم سے اتار دیا ہے۔ جس نے تمہاری پیٹھ توڑ دی تھی۔
اور ہم نے تمہارے ذکر کو بلند کر دیا ہے۔ (۴۱) (اے رسول) ہم نے
تمہیں بہت ہی خیر و برکت عطا کی ہے۔ پس تم اپنے رب کے لئے
نمازیں پڑھو۔ اور قربانی ادا کرو۔ تمہارا دشمن ہی ابتر رہے گا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ
وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی
اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی عظمت شان

کے متعلق

بعض کلمات طیبہ وحیٔ مقدس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

(۱) "صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ اَلصَّلٰوۃَ۔ ھُوَالْمُرَبِّیْ" (براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۲۴۲)

(ترجمہ از خاکسار مرتب) محمد رسول اللہ اور محمد رسول اللہ کی آل پر ہمیشہ التزام کے ساتھ بہتر سے بہتر طور پر درود بھیجا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حقیقی ذریعہ تربیت اسی کے وجود باجود کو بنایا ہے۔

(۲) "صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ سَیِّدِ وُلْدِ اٰدَمَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ۔ (ترجمہ) درود بھیج محمد اور آل محمد پر۔ جو سردار ہے آدم کے بیٹوں کا اور خاتم الانبیاء ہے"۔ (براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۵۰۲)

(۳) "کُلُّ بَرَکَۃٍ مِّنْ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ فَتَبَارَکَ مَنْ عَلَّمَ وَتَعَلَّمَ۔ (ترجمہ) ہر ایک برکت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ پس بڑا مبارک وہ ہے۔ جس نے تعلیم دی۔ اور جس نے تعلیم پائی"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۰)

(۴) "پاک محمد مصطفٰے نبیوں کا سردار"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۳)

(۵) "کشفی حالت میں میں نے دیکھا۔ کہ دو سقے یعنی ماشکی آئے۔ اور ایک اندرونی راستے سے اور ایک بیرونی راہ سے میرے گھر میں داخل ہوئے ہیں اور ان کے کاندھوں پر نور کی مشکیں ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ ھٰذَا بِمَا صَلَّیْتَ عَلٰی مُحَمَّدٍ"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۸ حاشیہ)

(ترجمہ از خاکسار مرتب) یہ نزول انوار اس درود شریف کی وجہ سے ہے۔ جو تم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر بھیجا ہے۔

(۶) "برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۷۴ حاشیہ)

(۷) "آج ہمارے گھر میں پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم آئے۔ آگئی عزت اور سلامتی"۔ (اخبار بدر جلد ۲ ع ۳۳)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

Dr. Hakim Abdul Rashid Ajmeri

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ـ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ رُسُلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

دُرِّ منظُوم

یعنی محامدِ حضرت سید الاوّلین و الاٰخرین خاتم النبیّین حبیب اللہ المرسل رحمۃً للعالمین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ وذرّیتہٖ وبارک وسلم

از کلام منظوم حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام

بزبانِ عربی

قَصِیْدَۃٌ فِیْ مَدْحِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۵۹۰ - ۵۹۶)

یَا عَیْنَ فَیْضِ اللّٰہِ وَالْعِرْفَانِ	یَسْعٰی اِلَیْکَ الْخَلْقُ کَالظَّمْاٰنِ
اے خدا کے فیض اور عرفان کے چشمے	لوگ تیری طرف پیاسے کی طرح دوڑے آتے ہیں
یَا بَحْرَ فَضْلِ الْمُنْعِمِ الْمَنَّانِ	تَھْوِیْ اِلَیْکَ الزُّمْرُ بِالْکِیْزَانِ
اے منعم و منّان کے فضل کے سمندر	لوگ کوزے لئے تیری طرف بھاگے آرہے ہیں
یَا شَمْسَ مُلْکِ الْحُسْنِ وَالْاِحْسَانِ	نَوَّرْتَ وَجْہَ الْبَرِّ وَالْعُمْرَانِ
اے حسن و احسان کے ملک کے آفتاب	تو نے ویرانوں اور آبادیوں کا چہرہ روشن کردیا
قَوْمٌ رَّاَوْکَ وَاُمَّۃٌ قَدْ اُخْبِرَتْ	مِنْ ذٰلِکَ الْبَدْرِ الَّذِیْ اَصْبَانِیْ
ایک قوم نے تجھے آنکھ سے دیکھا اور ایک قوم نے	اس بدر کی خبریں سنیں جس نے مجھے اپنا دیوانہ بنایا ہے

يَبْكُوْنَ مِنْ ذِكْرِ الْجَمَالِ صَبَابَةً	وَتَأَلُّمًا مِّنْ لَّوْعَةِ الْهِجْرَانِ
وہ آپکے جمال کو یاد کرکے اشتیاق سے روتے ہیں	اور جدائی کی جلن سے دکھ اٹھاکر (چلاتے ہیں)
وَاَرَى الْقُلُوْبَ لَدَى الْحَنَاجِرِ كُرْبَةً	وَاَرَى الْغُرُوْبَ تُسِيْلُهَا الْعَيْنَانِ
میں دلوں کو غم سے گلوں تک آپہنچے ہوئے اور آنسوؤں کے نالے بہتے ہوئے دیکھتا ہوں	اور میں دیکھتا ہوں کہ آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں۔
يَا مَنْ غَدَا فِيْ نُوْرِهٖ وَضِيَائِهٖ	كَالنَّيِّرَيْنِ وَنُوْرِ الْمَلَوَانِ
اے وہ جو اپنے نور اور روشنی میں	آفتاب و مہتاب کی مانند ہی اور جس سے رات اور دن روشن ہوگئے
يَا بَدْرَنَا يَا اٰيَةَ الرَّحْمٰنِ	اَهْدَى الْهُدَاةِ وَاَشْجَعَ الشُّجْعَانِ
اے ہمارے بدر اے رحمان کے نشان	سب ہادیوں سے بڑھ کر ہادی اور سب بہادروں سے بڑھ کر بہادر
اِنِّيْ اَرٰى فِيْ وَجْهِكَ الْمُتَهَلِّلِ	شَأْنًا يَفُوْقُ شَمَائِلَ الْاِنْسَانِ
میں تیرے درخشاں چہرہ میں ایک ایسی شان دیکھتا ہوں	جو انسانی صفات سے بڑھ کر ہے۔
وَقَدِ اقْتَفَاكَ اُولُو النُّهٰى وَبِصِدْقِهِمْ	وَدَعُوْا تَذَكُّرَ مَعْهَدِ الْاَوْطَانِ
دانشمندوں نے تیری پیروی کی اور اپنے صدق کی وجہ سے	مالوف وطنوں کی یاد بھی ترک کردی
قَدْ اٰثَرُوْكَ وَفَارَقُوْا اَحْبَابَهُمْ	وَتَبَاعَدُوْا مِنْ حَلْقَةِ الْاِخْوَانِ
انہوں نے تجھے مقدم کرلیا اور اپنے دوستوں کو چھوڑ دیا	اور اپنے بھائیوں کے حلقہ سے دور ہوگئے۔
قَدْ وَدَّعُوْا اَهْوَاءَهُمْ وَنُفُوْسَهُمْ	وَتَبَرَّءُوْا مِنْ كُلِّ نَشْبٍ فَانٍ
انہوں نے اپنی خواہشوں اور نفسوں کو چھوڑ دیا	اور سب طرح کے فانی مالوں سے بیزار ہوگئے
ظَهَرَتْ عَلَيْهِمْ بَيِّنَاتُ رَسُوْلِهِمْ	فَتَمَزَّقَ الْاَهْوَاءُ كَالْاَوْثَانِ

رسول کریم کی کھلی کھلی دلیلیں ان پر ظاہر ہوئیں اس لئے انکی نفسانی خواہشیں بھی اُن کے بتوں کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہوگئیں

فِيْ وَقْتِ تَرْوِيْقِ اللَّيَالِيْ نُوِّرُوْا	وَاللّٰهُ نَجَّاهُمْ مِّنَ الطُّوْفَانِ
وہ راتوں کی تاریکی کے وقت منور کئے گئے	اور خدا نے ان کو طوفان سے بچا لیا
قَدْ هَاضَهُمْ ظُلْمُ الْاُنَاسِ وَضَيْمُهُمْ	فَتَثَبَّتُوْا بِعِنَايَةِ الْمَنَّانِ
لوگوں کے ظلم وستم نے ان کو چور چور کردیا	مگر وہ خدائے منان کی مہربانی سے ثابت قدم رہے

نَهَبَ اللِّئَامُ نُشُوْبَهُمْ وَعِقَارَهُمْ ‏ فَتَهَلَّلُوْا بِجَوَاهِرِ الْفُرْقَانِ

اوباشوں نے ان کے مال اور جائدادیں لوٹ لیں ‏ اور اسکے عوض فرقان کے موتی پاکر انکے چہرے چمک اٹھے

كَسَحُوْا بُيُوْتَ نُفُوْسِهِمْ وَتَبَادَرُوْا ‏ لِتَمَتُّعِ الْاِيْقَانِ وَالْاِيْمَانِ

انہوں نے اپنے نفسوں کے گھروں کو خوب صاف کیا اور ‏ یقین اور ایمان کی دولت لینے کو آگے بڑھے

قَامُوْا بِاِقْدَامِ الرَّسُوْلِ بِغَزْوِهِمْ ‏ كَالْعَاشِقِ الْمَشْغُوْفِ فِی الْمَيْدَانِ

رسول کریم کی حملہ آوری کے ساتھ میدان میں ‏ لڑائی پر یوں ڈٹ گئے جیسے کوئی عاشق ہوتا ہے

فَدَمُ الرِّجَالِ لِصِدْقِهِمْ فِيْ حُبِّهِمْ ‏ تَحْتَ السُّيُوْفِ اُرِيْقَ كَالْقُرْبَانِ

سو ان پہلوانوں کا خون محبت کی راہ میں ثابت قدمی کی وجہ سے قربانیوں کی طرح تلواروں کے نیچے بہایا گیا

جَاءُوْكَ مَنْهُوْبِيْنَ كَالْعُرْيَانِ ‏ فَسَتَرْتَهُمْ بِمَلَاحِفِ الْاِيْمَانِ

وہ تیرے حضور لُوٹے ہوئے اور ننگے آئے ‏ جس پر تو نے ایمان کی چادریں ان کو پہنائیں

صَادَفْتَهُمْ قَوْمًا كَرَوْثٍ ذِلَّةً ‏ فَجَعَلْتَهُمْ كَسَبِيْكَةِ الْعِقْيَانِ

تو نے گوبر کی طرح ان کو ایک ذلیل قوم پایا ‏ اور سونے کی ڈلی کی طرح بنا دیا

حَتّٰى انْثَنٰى بَرٌّ كَمِثْلِ حَدِيْقَةٍ ‏ عَذْبَ الْمَوَارِدِ مُثْمِرَ الْاَغْصَانِ

یہانتک کہ (عرب کا) جنگل ایک باغ کی مانند ہوگیا ‏ جس کے چشمے شیریں اور درختوں کی شاخیں پھلدار ہیں

عَادَتْ بِلَادُ الْعُرْبِ نَحْوَ نَضَارَةٍ ‏ بَعْدَ الْوَجٰى وَالْمَحْلِ وَالْخُسْرَانِ

عرب کی زمین ویرانی اور خشکی ‏ اور تباہی کے بعد سرسبز ہوگئی

كَانَ الْحِجَازُ مَغَازِلَ الْغِزْلَانِ ‏ فَجَعَلْتَهُمْ فَانِيْنَ فِی الرَّحْمَانِ

ملک حجاز زنان آہو چشم کے عشقیہ مذاکروں کا جولانگاہ بنا ہوا تھا ‏ مگر تو نے ان کو رحمان میں فانی بنا دیا

شَيْئَانِ كَانَ الْقَوْمُ عُمْيًا فِيْهِمَا ‏ حَسْوُ الْعُقَارِ وَكَثْرَةُ النِّسْوَانِ

دو باتیں تھیں جن میں وہ اندھے ہو رہے تھے ‏ شراب کا پینا اور عورتوں کی کثرت

اَمَّا النِّسَاءُ فَحُرِّمَتْ اِنْكَاحُهَا ‏ زَوْجًا لَهُ التَّحْرِيْمُ فِی الْقُرْاٰنِ

عورتوں کی نسبت تو یوں فیصلہ ہوا کہ ان خاوندوں سے ‏ ان کا نکاح حرام کر دیا گیا جنکی حرمت قرآن میں آگئی ہے

وَجَعَلْتَ دَسْكَرَةَ الْمُدَامِ مُخَرَّبًا ۔ وَاَزَلْتَ حَانَتَهَا مِنَ الْبُلْدَانِ

اور شراب خانوں کو تونے ویران کر دیا ۔ اور شراب کی دکانیں شہروں سے اٹھوادیں

كَمْ شَارِبٍ بِالرَّشْفِ دَنًّا طَافِحًا ۔ فَجَعَلْتَهُ فِي الدِّيْنِ كَالنَّشْوَانِ

بہتیرے تھے جو خم کے خم سے پی جاتے تھے ۔ جنہیں تونے دین کے متوالے کر دیا

كَمْ مُحْدِثٍ مُسْتَنْطِقِ الْعِيْدَانِ ۔ قَدْ صَارَ مِنْكَ مُحَدَّثَ الرَّحْمَانِ

بہتیرے بدکردار تھے سارنگیوں سے باتیں کرنیوالے ۔ جو تیرے طفیل رحمان کے ہمکلام ہو گئے

كَمْ مُسْتَهَامٍ لِلرَّشُوْفِ تَعَشُّقًا ۔ فَجَذَبْتَهُ جَذْبًا اِلَى الْفُرْقَانِ

بہتیرے تھے جو خوشبو دہن عورتوں کے عشق میں سرگرداں تھے ۔ تو نے انہیں فرقان کی طرف کھینچ لایا

اَحْيَيْتَ اَمْوَاتَ الْقُرُوْنِ بِجَلْوَةٍ ۔ مَاذَا يُمَاثِلُكَ بِهٰذَا الشَّانِ

تونے صدیوں کے مردوں کو ایک ہی جلوہ سے زندہ کر دیا ۔ کون ہے جو اس شان میں تیرے جیسا ہے

تَرَكُوا الْغَبُوْقَ وَبَدَّلُوْا مِنْ ذَوْقِهٖ ۔ ذَوْقَ الدُّعَاءِ بِلَيْلَةِ الْاَحْزَانِ

انہوں نے شام کی شراب چھوڑ دی اور اسکی ۔ لذت کی بجائے راتوں میں دعا کی لذت اختیار کرلی

كَانُوْا بِرَنَّاتِ الْمَثَانِيْ قَبْلَهَا ۔ قَدْ اُحْصِرُوْا فِيْ شُحِّهَا كَالْعَانِيْ

اس سے پہلے وہ دو تاروں کی سُروں کی محبت میں ۔ قیدیوں کی طرح گرفتار تھے

قَدْ كَانَ مَرْتَعُهُمْ اَغَانٍ دَائِمًا ۔ طَوْرًا بِغِيْدٍ تَارَةً بِدِنَانِ

ہمیشہ انکی فرحت و خوشی کا میدان راگ رنگ تھا ۔ کبھی نازک اندام عورتوں کے اسیر اور کبھی خم مے کے گرفتار

مَا كَانَ فِكْرٌ غَيْرُ فِكْرِ غَوَانٍ ۔ اَوْ شُرْبِ رَاحٍ اَوْ خَيَالِ جِفَانٍ

حسینہ عورتوں سے دلبستگی کے سوا اور کچھ فکر ہی نہ تھی ۔ یا شراب نوشی تھی یا سامان خورد ونوش کا تصور تھا

كَانُوْا كَمَشْغُوْفِ الْفَسَادِ بِجَهْلِهِمْ ۔ رَاضِيْنَ بِالْاَوْسَاخِ وَالْاَدْرَانِ

بیوقوفی سے فساد کے شیفتہ تھے ۔ میل کچیل اور ناپاکی پر خوش تھے

عَيْبَانِ كَانَ شِعَارَهُمْ مِنْ جَهْلِهِمْ ۔ حُمْقُ الْحِمَارِ وَوَثْبَةُ السِّرْحَانِ

جہالت سے دو عیب تو ان کے شامل حال تھے ۔ آہ گدھے کی سی اور حملہ بھیڑیے کا سا

فَطَلَعْتَ یَا شَمْسَ الْهُدٰی نُصْحًا لَّهُمْ ‏ ‏ ‏ لِتُضِیْئَهُمْ مِّنْ وَّجْهِكَ النُّوْرَانِیْ

اتنے میں اے آفتاب ہدایت انکی خیرخواہی کیلئے تو نے طلوع کیا ‏ ‏ ‏ تا اپنے نورانی چہرہ سے انہیں منور کرے

اُرْسِلْتَ مِنْ رَّبٍّ کَرِیْمٍ مُّحْسِنٍ ‏ ‏ ‏ فِی الْفِتْنَةِ الصَّمَّاءِ وَالطُّغْیَانِ

تو خوفناک فتنے اور طغیان کے وقت ‏ ‏ ‏ خداوند کریم کی طرف سے بھیجا گیا

یَا لَلْفَتٰی مَا حُسْنُهٗ وَجَمَالُهٗ ‏ ‏ ‏ رَیَّاهُ یُصْبِی الْقَلْبَ کَالرَّیْحَانِ

واہ کیا ہی خوش شکل اور خوبصورت جوان ہے ‏ ‏ ‏ جسکی خوشبو دل کو ریحان کی طرح شیفتہ کرلیتی ہے

وَجْهُ الْمُهَیْمِنِ ظَاهِرٌ فِیْ وَجْهِهٖ ‏ ‏ ‏ وَشُئُوْنُهٗ لَمَعَتْ بِهٰذَا الشَّانِ

اس کے چہرہ سے خدا کا چہرہ نظر آتا ہے ‏ ‏ ‏ اور اسکی شان سے خدا کی شان نمایاں ہوگئی ہے

فَلِذَا یُحَبُّ وَیَسْتَحِقُّ جَمَالُهٗ ‏ ‏ ‏ شَغَفًا بِهٖ مِنْ زُمْرَةِ الْاَخْدَانِ

اسی لئے وہ محبوب ہے اور اسکا جمال اس لائق ہے کہ تمام ‏ ‏ ‏ دوستوں کو چھوڑکر اسی کے جمال سے دلبستگی پیدا کیجائے

سَمْحٌ کَرِیْمٌ بَاذِلٌ خِلُّ التُّقٰی ‏ ‏ ‏ خِرْقٌ وَّفَاقَ طَوَائِفَ الْفِتْیَانِ

خوش خو کریم سخی عاشق تقوے ‏ ‏ ‏ کریم الطبع اور تمام اسخیاء سے بڑھکر سخی

فَاقَ الْوَرٰی بِکَمَالِهٖ وَجَمَالِهٖ ‏ ‏ ‏ وَجَلَالِهٖ وَجَنَانِهِ الرَّیَّانِ

اپنے کمال اور جمال اور جلال اور تازگی دل کے ‏ ‏ ‏ سبب سے تمام مخلوق سے بڑھا ہوا ہے

لَا شَكَّ اَنَّ مُحَمَّدًا خَیْرُ الْوَرٰی ‏ ‏ ‏ رِیْقُ الْکِرَامِ وَنُخْبَةُ الْاَعْیَانِ

بے شک محمد صلے اللہ علیہ وسلم خیر الورٰی ‏ ‏ ‏ برگزیدہ کرام اور چیدہ اعیان ہیں

تَمَّتْ عَلَیْهِ صِفَاتُ کُلِّ مَزِیَّةٍ ‏ ‏ ‏ خُتِمَتْ بِهٖ نَعْمَاءُ کُلِّ زَمَانٍ

ہر قسم کی فضیلت کی صفتیں آپکے وجود میں اپنے کمال کو پہنچی ہوئی ہیں ‏ ‏ ‏ اور ہر زمانہ کی نعمتیں آپ کی ذات پر ختم ہیں

وَاللّٰهِ اِنَّ مُحَمَّدًا کَرِدَافَةٍ ‏ ‏ ‏ وَبِهِ الْوُصُوْلُ بِسُدَّةِ السُّلْطَانِ

اللہ کی قسم آنحضرت شاہی دربار کے سب سے اعلیٰ افسر کی طرح ہیں اور ‏ ‏ ‏ آپ ہی کے ذریعہ سے دربار سلطانی میں رسائی ہو سکتی ہے

هُوَ فَخْرُ کُلِّ مُطَهَّرٍ وَّمُقَدَّسٍ ‏ ‏ ‏ وَبِهٖ یُبَاهِی الْعَسْکَرُ الرُّوْحَانِیْ

آپ ہر مطہر اور مقدس کا فخر ہیں ‏ ‏ ‏ اور روحانی لشکر کو آپ ہی کے وجود پر ناز ہے

هُوَ خَيْرُ كُلِّ مُقَرَّبٍ مُتَقَدِّمٍ ۔۔۔ وَالْفَضْلُ بِالْخَيْرَاتِ لَا بِزَمَانٍ

آپ ہر آگے بڑھنے والے مقرب سے افضل ہیں ۔۔۔ اور فضیلت کا مدار خوبیوں پر ہوتا ہے نہ کہ زمانہ پر

وَالطَّلُّ قَدْ يَبْدُوْ اَمَامَ الْوَابِلِ ۔۔۔ فَالطَّلُّ طَلٌّ لَيْسَ كَالتَّهْتَانِ

چنانچہ ہلکا مینہ موسلادھار بارش سے پہلے آتا ہے ۔۔۔ لیکن ہلکا مینہ اور جھڑی میں بڑا فرق ہے۔

بَطَلٌ وَحِيْدٌ لَا تَطِيْشُ سِهَامُهٗ ۔۔۔ ذُوْ مُصْمِيَاتٍ مُوْبِقُ الشَّيْطَانِ

آپ یگانہ پہلوان ہیں آپ کے تیر کبھی خطا نہیں جاتے ۔۔۔ آپ نشانہ کی رو تیروں کے مالک ہیں اور شیطان کے ہلاک کنندہ ہیں

هُوَ جَنَّةٌ اِنِّیْ اَرٰی اَثْمَارَهٗ ۔۔۔ وَقُطُوْفُهٗ قَدْ ذُلِّلَتْ لِجَنَانِیْ

آپ ایک باغ ہیں میں دیکھتا ہوں کہ آپ کے پھل ۔۔۔ اور خوشے میرے دل کے قریب کیے گئے ہیں

اَلْفَيْتُهٗ بَحْرَ الْحَقَائِقِ وَالْهُدٰی ۔۔۔ وَرَاَيْتُهٗ كَالدُّرِّ فِی اللَّمَعَانِ

میں نے آپ کو حقائق اور ہدایت کا سمندر پایا ہے ۔۔۔ اور چمک دمک میں موٹے موتیوں کی طرح دیکھا ہے

قَدْ مَاتَ عِيْسٰی مُطْرِقًا وَنَبِيُّنَا ۔۔۔ حَیٌّ وَرَبِّیْ اِنَّهٗ وَافَانِیْ

عیسیٰؑ چپ چاپ گزر گئے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔ زندہ ہیں اور بخدا وہ مجھ سے ملے بھی ہیں

وَاللّٰهِ اِنِّیْ قَدْ رَاَيْتُ جَمَالَهٗ ۔۔۔ بِعُيُوْنِ جِسْمِیْ قَاعِدًا بِمَكَانِیْ

قسم بخدا میں نے آپ کا جمال ۔۔۔ دیدۂ سر سے اپنے مکان میں بیٹھے دیکھا ہے

هَا اِنْ تَظَنَّيْتَ ابْنَ مَرْيَمَ عَائِشًا ۔۔۔ فَعَلَيْكَ اِثْبَاتًا مِنَ الْبُرْهَانِ

دیکھو اگر تم ابن مریم کو زندہ سمجھتے ہو ۔۔۔ تو دلیل سے ثابت کرنا تمہارا فرض ہے

اَفَاَنْتَ لَاقَيْتَ الْمَسِيْحَ بِيَقْظَةٍ ۔۔۔ اَوْ جَاءَكَ الْاَنْبَاءُ مِنْ يَقْظَانٍ

کیا تم کہیں بیداری میں مسیح سے ملے ہو ۔۔۔ یا کسی جیتے جاگتے نے تمہیں خبر دی ہے کہ وہ زندہ ہے

اُنْظُرْ اِلَی الْقُرْاٰنِ كَيْفَ يُبَيِّنُ ۔۔۔ اَفَاَنْتَ تُعْرِضُ عَنْ هُدَی الرَّحْمٰنِ

قرآن کو دیکھو کہ وہ کیسے صاف اسکی موت کا ذکر کرتا ہے ۔۔۔ کیا تم رحمٰن کی ہدایت سے منہ پھیرتے ہو

فَاعْلَمْ بِاَنَّ الْعَيْشَ لَيْسَ بِثَابِتٍ ۔۔۔ بَلْ مَاتَ عِيْسٰی مِثْلَ عَبْدٍ فَانٍ

جان لو کہ اسکی حیات کا کوئی ثبوت نہیں ہے ۔۔۔ بلکہ حضرت عیسیٰ ایک فانی بندہ کی طرح فوت ہو گئے

وَنَبِيُّنَا حَيٌّ وَّاِنِّيْ شَاهِدٌ — وَقَدِ اقْتَطَفْتُ قَطَائِفَ اللُّقْيَانِ

اور ہمارے نبی زندہ ہیں اور میں گواہ ہوں — اور میں آپ کی ملاقات کے ثمرات سے بہرہ مند ہوا ہوں

وَرَأَيْتُ فِيْ رَيْعَانِ عُمْرِيْ وَجْهَهٗ — ثُمَّ النَّبِيُّ بِيَقْظَتِيْ لَاقَانِيْ

میں نے آغاز جوانی میں آپ کا چہرہ دیکھا — پھر آنحضرتؐ بیداری میں بھی مجھ سے ملے

اِنِّيْ لَقَدْ اُحْيِيْتُ مِنْ اِحْيَائِهٖ — وَاهًا لِاِعْجَازٍ فَمَا اَحْيَانِيْ

میں آپ کے زندہ کرنے سے زندہ کیا گیا ہوں — سبحان اللہ کیا ہی اعجاز ہے اور میں بھی کیا خوب زندہ ہوا ہوں

يَا رَبِّ صَلِّ عَلٰى نَبِيِّكَ دَائِمًا — فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا وَبَعْثٍ ثَانِيْ

اے میرے رب تو اس نبی پر ہمیشہ درود بھیج — اس دنیا میں بھی اور دوسرے بعث میں بھی

يَا سَيِّدِيْ قَدْ جِئْتُ بَابَكَ لَاهِفًا — وَالْقَوْمُ بِالْاِكْفَارِ قَدْ اٰذَانِيْ

میرے آقا میں سخت غمزدہ ہو کر تیرے دروازہ پر آیا ہوں — اور قوم نے مجھے کافر کہہ کر سخت ستایا ہے

يَفْرِيْ سِهَامُكَ قَلْبَ كُلِّ مُحَارِبٍ — وَيَشُجُّ عَزْمُكَ هَامَةَ الثُّعْبَانِ

تیرے تیر ہر جنگجو کے دل کو چھیدتے ہیں — اور تیرا عزم اژدہاؤں کے سر کو کچلتا ہے

لِلّٰهِ دَرُّكَ يَا اِمَامَ الْعَالَمِ — اَنْتَ السَّبُوْقُ وَسَيِّدُ الشُّجْعَانِ

آفرین تجھے اے امام جہان — تو سب سے بڑھا ہوا اور شجاعوں کا سردار ہے

اُنْظُرْ اِلَيَّ بِرَحْمَةٍ وَّتَحَنُّنٍ ! — يَا سَيِّدِيْ اَنَا اَحْقَرُ الْغِلْمَانِ

مجھ پر رحم اور محبت کی نظر کر — اے میرے آقا میں تیرا ایک ناچیز غلام ہوں

يَا حِبِّ اِنَّكَ قَدْ دَخَلْتَ مَحَبَّةً — فِيْ مُهْجَتِيْ وَمَدَارِكِيْ وَجَنَانِيْ

اے میرے پیارے تیری محبت میری جان — میرے سر اور دماغ میں رچ گئی ہے

مِنْ ذِكْرِ وَجْهِكَ يَا حَدِيْقَةَ بَهْجَتِيْ — لَمْ اَخْلُ فِيْ لَحْظٍ وَّلَا فِيْ اٰنِ

تیرے منہ کی یاد سے اے میرے خوشی کے باغ — میں کبھی ایک لحظہ بھی خالی نہیں رہتا

جِسْمِيْ يَطِيْرُ اِلَيْكَ مِنْ شَوْقٍ عَلَا — يَا لَيْتَ كَانَتْ قُوَّةُ الطَّيَرَانِ

میرا جسم شوق غالب کے سبب سے تیری طرف اڑا چلا جاتا ہے — اے کاشکہ مجھ میں اڑنے کی قوت ہوتی

ایضاً فی مدح النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(کرامات الصادقین صفحہ ۲۸ و ۲۹)

یا قلبی اذکر احمدا — عین الھدیٰ مفنی العدا

اے میرے دل احمد کا ذکر کر — جو ہدایت کا چشمہ اور دشمنوں کو فنا کرنیوالا ہے

برًّا کریمًا محسنًا — بحر العطایا والجدا

جو مہربان ہے کریم ہے اور محسن ہے — بخششوں اور سخاوت کا سمندر ہے

بدرٌ منیرٌ زاھرٌ — فی کل وصفٍ حُمّدا

چودھویں کا چاند ہے نورانی ہے اور روشن ہے — ہر بات میں اسکی تعریف کی گئی ہے

احسانہ یصبی القلو — ب وحسنہ یروی الصدا

اس کا احسان دلوں کو مائل کرتا ہے — اور اس کا حسن پیاس کو بجھاتا ہے

الظالمون بظلمھم — قد کذّبوہ تمرّدا

ظالموں نے اپنے ظلم کی وجہ سے — اسکو سرکشی سے جھٹلایا

والحقّ لا یسع الوریٰ — انکارہ لمّا بدا

اور حق ایسی چیز ہے کہ ممکن نہیں کہ مخلوقات — اس کا انکار کر سکے جبکہ وہ ظاہر ہو

اُطلب نظیر کمالہ — فستندمنّ ملدّدا

اس کے کمالات کا مثیل طلب کر کے دیکھ لے — تو حیران و سرگردان ہو کر نادم ہوگا

ما ان رأینا مثلہ — للنائمین مسھّدا

ہم نے اس جیسا سوتوں — کو جگانے والا اور کوئی نہیں دیکھا

نورٌ من اللہ الذی — احیی العلوم تجدّدا

(وہ) اللہ کی طرف سے نور ہے — جس نے علوم کو نئے پیرایہ میں زندہ کیا

المصطفیٰ والمجتبیٰ — والمقتدیٰ والمجتدیٰ

(وہ) مصطفیٰ ہے اور مجتبیٰ ہے — اور مقتدا ہے اور اس سے عطا طلب کیجاتی ہے

جُمِعَتْ مَرَابِيْعُ الْهُدٰى

ہدایت کی بارشیں اسکی بارش میں

فِيْ وَبْلِهٖ حِيْنَ النَّدٰى

اسکی سخاوت کے وقت اکھٹی کی گئی ہیں

نَسِيَ الزَّمَانُ رِهَامَهٗ

زمانہ اپنی آہستہ آہستہ مسلسل بارش کو

مِنْ جَوْدِ هٰذَا الْمُقْتَدٰى

اس مقتدا کی بارش کی وجہ سے بھول گیا

اَلْيَوْمَ يَسْعَى النِّكْسُ. اَنْ

آج کمینہ آدمی کوشش کرتا ہے کہ

يُّطْفِيْ هُدَاهُ وَ يُخْمِدَا

اسکی ہدایت کو بجھادے اور ٹھنڈا کردے

وَاللّٰهُ يُبْدِيْ نُوْرَهٗ

اور اللہ تعالیٰ اس کا نور کسی نہ کسی روز

يَوْمًا وَّاِنْ طَالَ الْمَدٰى

ظاہر کردیگا خواہ کتنا ہی لمبا عرصہ ہوجائے

يَا قَطْرَ سَادِيَةٍ وَّغَا

اے رات کو اور دن کو آنیوالے بادل کی بارش

دِ. قَدْ عُصِمْتَ مِنَ الرَّدٰى

تو ہلاکت کے اسباب سے محفوظ و معصوم ہے

رَبَّيْتَ اَشْجَارَ الْاَسِرَّ

تونے نچلی اور اونچی زمین کے درختوں

ةِ. بِالْفُيُوْضِ وَ قَرْدَدَا

کی اپنے فیوض کے ساتھ پرورش کی

اِنَّا وَجَدْنَاكَ الْمَلَا

ہم نے تجھکو جائے پناہ پایا ہے پس ایسی غار

ذَ. فَبَعْدَ كَهْفٍ قَدْ بَدَا

(جائے پناہ) کے بعد جو ظاہر ہوئی

لَا نَتَّقِيْ قَوْسَ الْخُطُوْ

ہم کسی حادثات کی کمان سے نہیں ڈرتے

بِ. وَلَا نُبَالِيْ مُرْهِدَا

اور نہ ہم کسی تیز تلوار کی پرواہ کرتے ہیں

لِلّٰهِ حَمْدٌ ثُمَّ حَمْدٌ

اللہ ہی کے لئے حمد پر حمد ہے کہ

قَدْ عَرَفْنَا الْمُقْتَدٰى

ہم نے اپنا مقتدا پہچان لیا

يَا صَاحِ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ

اے ساتھی بے شک اللہ تعالےٰ نے

اَعْطٰى لَنَا هٰذَا الْجَدَا

ہمکو یہ عطا بخشی ہے

هُوَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ الَّتِيْ

وہ نبی ایسی لیلۃ القدر ہے

تُعْطِيْ نَعِيْمًا مُّخْلَدَا

جو دائمی نعمت دیتی ہے

اَیْضًا فِیْ مَدْحِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

(کرامات الصادقین صفحہ ۲-۳۶لہم)

وَصَلْنَا اِلَی الْمَوْلٰی بِهَدْیِ نَبِیِّنَا
ہم اپنے نبی کی ہدایت سے مولیٰ تک پہنچے ہیں
فَدَعْ مَا یَقُوْلُ الْکَافِرُ الْمُتَنَصِّرُ
پس جو کچھ کافر نصرانی کہتا ہے سب چھوڑ دے

وَفِیْ کُلِّ اَقْوَامٍ ظَلَامٌ مُدَمِّرٌ
سب قوموں میں ہلاک کرنے والی تاریکی ہے
وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ بَدْرٌ مُّنَوِّرٌ
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر نور بخش ہے

وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ مُهْجَةُ مُهْجَتِیْ
اور رسول اللہ ہی میری جان کی جان ہیں
وَمِنْ ذِکْرِہِ الْاَحْلٰی کَاَنِّیْ مُثْمِرٌ
اور آپکے میٹھے ذکر ہی میں ثمردار ہوا ہوں

فَدَعْ کُلَّ مَلْفُوْظٍ بِقَوْلِ مُحَمَّدٍ
پس دوسری ساری باتیں آپکی باتیں لیکر چھوڑ دے
وَقَلِّدْ رَسُوْلَ اللّٰہِ تَنْجُ وَتُغْفَرٗ
اور رسول اللہ کی پیروی کر تو نجات پائیگا اور بخشا جائیگا

وَلَیْسَ طَرِیْقُ الْهُدٰی اِلَّا اتِّبَاعُهٗ
ہدایت کی راہ اسی کی فرمانبرداری ہے
وَمَنْ قَالَ قَوْلًا غَیْرَہٗ فَیُتَبَّرٗ
جس نے اسکے بغیر اور کچھ کہا وہ ہلاک ہوگا

وَمَنْ رَدَّ مِنْ قِلِّ الْحَیَاءِ کَلَامَهٗ
جس نے آپ کے کلام کو بیحیائی سے رد کیا
فَقَدْ رُدَّ مَلْعُوْنًا وَّسَوْفَ یُمَذَّرُ
وہ ملعون ہوکر لوٹیگا اور پریشان کیا جائیگا

وَمَنْ یَّرَ تَقْوٰی غَیْرَ هَدْیِ رَسُوْلِنَا
اور جو شخص ہمارے رسول کے طریق کے سوا کسی اور طریق کو تقوی کی راہ سمجھے
فَذَالِکُمُ الشَّیْطَانُ یَعْتُوْ وَیُشْغَرُ
پس وہ شیطان ہی ہے جو سرکشی کرتا ہے اور نکالا جائیگا۔

رَؤُوْفٌ رَّحِیْمٌ اٰمِرٌ مَانِعٌ مَعًا
مہربان ہے رحمت والا ہے امر و نہی کرنیوالا ہے
بَشِیْرٌ نَذِیْرٌ فِی الْکُرُوْبِ مُبَشِّرٌ
بشارت دینے والا ڈرانیوالا اور دکھوں میں خوشخبری دینے والا ہے

لَهٗ دَرَجَاتٌ لَا شَرِیْکَ لَهٗ بِهَا
اسکا وہ رتبہ ہے کہ کوئی اسمیں اسکا شریک نہیں ہے
لَهٗ فَیْضُ خَیْرٍ لَا تُضَاهِیْهِ اَبْحُرٗ
اسکے افاضۂ خیر کی سمندر بھی برابری نہیں کرسکتے

تَخَیَّرَہُ الرَّحْمٰنُ مِنْ بَیْنِ خَلْقِهٖ
خدا نے اسکو تمام مخلوق میں سے پسند کر لیا ہے
ذُکَاءٌ بِجَلْوَتِهٖ وَبَدْرٌ مُّنَوَّرٌ
وہ اپنے جلوہ کی رو سے سورج اور چودھویں کا روشن چاند ہے

وَكَانَ جَلَالٌ فِي عَرَانِينِ وَبْلِهِ   خَفَى الْفَارَ مِنْ أَنْفَاقِهِنَّ الْمُمْطِرُ

خدا کا جلال اسکے بادل کے اوائل میں ہی درخشاں تھا   بارش نے چوہوں کو بلوں سے نکال دیا

رَؤُوفٌ رَحِيمٌ كَهْفُ أُمَمٍ جَمِيعِهَا   شَفِيعُ الْوَرَى سَلَّى إِذَا مَا أُضْجِرُوا

مہربان ہے رحیم ہے ساری امت کی پناہ ہے   مخلوق کا شافع ہے جب کوئی دل تنگ ہوا اسنے تسلی دی

أَلَا مَا هَرَفْنَا فِي ثَنَاءِ رَسُولِنَا   لَهُ رُتْبَةٌ فِيهِ الْمَدَائِحُ تُحْصَرُ

ہم نے اپنے رسول کی مدح میں مبالغہ نہیں کیا ہے   اسکا رتبہ ایسا ہے کہ مدح ویسے ہی ختم ہو جاتی ہے

وَإِنَّ أَمَانَ اللّٰهِ فِي سُبُلِ هَدْيِهِ   فَطُوبَى لِشَخْصٍ يَقْتَفِي مَا يُؤْمَرُ

اور خدا کی امان اسکے راستہ اور دین میں ہے   مبارک اسکو جسنے اسکے فرمودہ کی پیروی کی

سَقَى فَيْهَجَ الْعِرْفَانِ كُلَّ مُصَاحِبٍ   فَبِنَشْوَةِ الصَّهْبَاءِ سُرُّوا وَابْشَرُوا

اس نے عرفان کا پیمانہ ہر ایک مصاحب کو پلایا   سو اسکی شراب کے نشہ سے سب مسرور اور خوش ہوئے

وَقَدْ رَاحَ وَالْمَخْلُوقُ فِي ظُلُمَاتِهِ   وَجَهَلَاتِهِ مِثْلَ الْأَوَابِدِ يَنْفِرُ

تاریکی کے وقت آیا جبکہ مخلوق تاریکی   اور جہل میں وحشیوں کی طرح بھٹک رہی تھی

فَأَكْمَلَهُمْ قَوْلًا وَفِعْلًا وَمِيسَمًا   وَأَيْقَظَهُمْ فَاسْتَيْقَظُوا وَتَطَهَّرُوا

پس ان لوگوں کو قول اور فعل اور اخلاق میں کامل کردیا   اور انکو بیدار کردیا اور وہ بیدار ہو کر پاک ہو گئے

رَسُولٌ كَرِيمٌ ضَعَّفَ اللّٰهُ شَانَهُ   وَبَدْرٌ مُنِيرٌ لَا يُضَاهِيهِ نَيِّرُ

وہ رسول کریم ہے خدا نے اسکی شان بہت بڑھائی ہے   وہ بدر منیر ہے کوئی سورج اسکا نظیر نہیں ہو سکتا۔

وَكَافَحَ أَمْرَ الْمُسْلِمِينَ بِنَفْسِهِ   وَعَلَّمَهُمْ سُنَنَ الْهُدَى فَتَبَصَّرُوا

مسلمانوں کے دھندوں کی اسنے تکلیف خود اٹھائی   انکو شریعت کے قانون پڑھائے پس وہ اہل بصیرت ہو گئے

بِأُمَّتِهِ أَحْفَى مِنَ الْأَبِ بِابْنِهِ   شَفِيعٌ كَرِيمٌ مُشْفِقٌ وَمُحَذِّرُ

امت پر باپ سے بھی زیادہ مہربان ہے   شفیع صاحب کرم مشفق اور خطرہ سے ڈرانے والا ہے

فَمَنْ جَاءَهُ طَوْعًا وَصِدْقًا فَقَدْ نَجَا   وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ أَحْكَامِهِ فَيُدَمَّرُ

جو صدق اور اطاعت سے اسکے پاس آیا اسنے نجات پائی   جسنے اسکے احکام سے منہ پھیرا وہ ہلاک ہوا۔

وَلَمْ يَتَقَدَّمْ مِثْلُهُ فِي كَمَالِهِ … وَاَخْلَاقِهِ الْعُلْيَا وَلَا يَتَاَخَّرُ

اس کے کمالات و اخلاق عالیہ میں نہ پیشتر … کوئی شریک و مماثل ہوا اور نہ آئندہ ہوگا

فَدَعْ ذِكْرَ مُوسٰى وَاتْرُكَنْ اِبْنَ مَرْيَمَ … وَدَعِ الْعَصَا لَمَّا تَرَاءَى الْمِغْفَرُ

پس موسیٰ کا ذکر چھوڑ اور ابن مریم کی بات ترک کردے … اور عصا کا ذکر بھی جب تلوار آگئی تو اب چھوڑ دے

لَهُ رُتْبَةٌ فِي الْاَنْبِيَاءِ رَفِيْعَةٌ … فَطُوْبٰى لِقَوْمٍ طَاوَعُوْهُ وَخُيِّرُوْا

نبیوں میں اسکی شان برتر ہے … خوشی ہو ان لوگوں کیلئے کہ جنہوں نے اسکی اطاعت کی اور برگزیدہ ہوگئے

وَعَسْكَرُهُ فِي كُلِّ حَرْبٍ مُبَارِزٌ … اِذَا مَا الْتَقَى الْجَمْعَانِ فَانْظُرْ وَنَنْظُرُ

اور اس کا لشکر ہر میدان میں لڑنے والا ہے … جب دونوں فریق ملیں گے تو تم بھی دیکھنا اور ہم بھی دیکھینگے

فِدًا لَكَ رُوْحِي يَا حَبِيْبِي وَسَيِّدِي … فِدًا لَكَ رُوْحِي اَنْتَ وَرْدٌ مُنَضَّرُ

اے میرے حبیب اور سردار تجھ پر میری جان قربان ہو … میری روح تجھپر قربان ہو تو تر و تازہ گلسرخ ہے

وَمَا اَنْتَ اِلَّا نَائِبُ اللّٰهِ فِي الْوَرٰى … وَاَعْطَاكَ رَبُّكَ هٰذِهٖ ثُمَّ كَوْثَرُ

اور تو مخلوق میں خدا کا نائب ہے۔ … خدا نے تجھکو یہ مقام بھی دیا ہے اور کوثر بھی

وَيَعْجِزُ عَنْ تَحْمِيْدِ حُسْنِكَ مُؤْمِنٌ … فَكَيْفَ مُحَمِّدُكَ الَّذِي هُوَ يَكْفُرُ

اور عامی مومن بھی تیرے حسن کی تحمید سے عاجز رہتا ہے … پس جو تیرے پے درپے احسانوں کا شکرگزار ہے اور شانہ تکفیری

(وہ منکرین الزام ہے)

ایضاً فی مدح النبی صلے اللہ علیہ وسلم

(کرامات الصادقین صفحہ ۴۸ - ۵۳)

وَكَمْ لَكَ آيَاتٌ فِي عِبَادٍ حَمِدْتَهُمْ … وَلَا سِيَّمَا عَبْدٌ تُسَمِّيْهِ اَحْمَدَا

جن بندوں کی تونے تعریف کی انمیں تیری بہت نشانیاں ہیں … خاصکر اس بندہ میں جسکا نام تونے احمد رکھا ہے

لَهُ فِي عِبَادَةِ رَبِّهٖ غَلْيُ مِرْجَلٍ … وَفَاقَ قُلُوْبَ الْعَالَمِيْنَ تَعَبُّدَا

رب کی عبادت میں اسکے اندر دیگ کا سا جوش تھا … اور عبادت میں سب مخلوق کے دل پر فائق تھا

وَمِنْ وَجْهِهٖ جَلّٰى بَعِيْدًا وَّ اَقْرَبًا … وَاَصَابَ وَابِلُهٗ تِلَاعًا وَجَدْجَدَا

اور اپنے چہرہ سے اسنے قریب و بعید کو نورانی بنا دیا … اور اسکا مینہ نشیب و فراز پر سب کو پہنچا

لَهٗ اٰيَتَا مُوْسٰى وَرُوْحُ ابْنِ مَرْيَمٍ — وَعِرْفَانُ اِبْرَاهِيْمَ دِيْنًا وَّمَرْصَدًا

اسے حضرت موسیٰ والے دونوں نشان بھی ملے اور عیسیٰ والی روح بھی — اور ابراہیم کا عرفان بھی دین کی رو سے بھی اور صراط مستقیم کی رو سے بھی

وَكَانَ الْحِجَازُ وَمَا سِوَاهُ كَمَيِّتٍ — شَفِيْعُ الْوَرٰى اَحْيٰى وَاَدْنَى الْمُبْعَدَا

حجاز اور دوسرے ملک میت کی طرح تھے — مخلوق کے شافع نے انہیں زندہ کیا اور دور کو نزدیک کر دیا

وَكَانَ مُكَاوَحَةٌ وَفِسْقٌ شِعَارَهُمْ — يُبَاهُوْنَ مَرِحِيْنَ فِيْ سُبُلِ الرَّدٰى

بدگوئی اور بدکاری ان کا طریق تھا — ہلاکت کی راہوں میں فخر کیساتھ مٹک کر چلا کرتے تھے

فَلَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ كَافِرٌ اِلَّا الَّذِيْ — اَصَرَّ بِشِقْوَتِهٖ عَلٰى مَا تَعَوَّدَا

پس ان میں سے کوئی بھی کافر نہ رہا تھا بجز ایسے شخص کے — جو شقاوت سے اپنی عادت پر مصر رہا

شَرِيْعَتُهُ الْغَرَّاءُ مَوْرِدُ مُعْتَبَدٍ — غَيُوْرٌ فَاَحْرَقَ كُلَّ دَيْرٍ وَّجَلْسَدَا

اسکی روشن شریعت راہ آبا دوروال ہی — وہ غیرت والا ہی جس نے ہر مندر میں گویا آگ لگادی اور جلسہ جات کو راکھ کردیا

وَاَتٰى بِصُحُفِ اللّٰهِ لَا شَكَّ اَنَّهَا — كِتَابٌ كَرِيْمٌ يَرْفِدُ الْمُسْتَرْفِدَا

اور خدا اسکا کلام لایا جو — کتاب کریم ہے حاجتمند کی حاجت روائی کرتی ہی

فَمَنْ جَاءَهٗ ذُلًّا لِتَعْظِيْمِ شَانِهٖ — فَيُعْطٰى لَهٗ فِيْ حَضْرَةِ الْقُدْسِ سُؤْدَدَا

اسکی عظمت کی بناپر جو شخص نیازمندی سے آئے — اسے درگاہ خدا سے آپکے طفیل سرداری دیجاتی ہی

فَيَا طَالِبَ الْعِرْفَانِ خُذْ ذَيْلَ شَرْعِهٖ — وَدَعْ كُلَّ مَتْبُوْعٍ بِهٰذَا الْمُقْتَدٰى

پس اے معرفت کے طالب آپکی شرع کا دامن پکڑلے — اور اس پیشوا کے بعد کل پیشواؤں کو چھوڑدے

يُزَكِّيْ قُلُوْبَ النَّاسِ مِنْ كُلِّ ظُلْمَةٍ — وَمَنْ جَاءَهٗ صِدْقًا فَنَوَّرَهُ الْهُدٰى

جو ہر ظلمت سے انسانوں کے دلوں کو پاک کرتا ہی — جو صدق سے اسکے پاس آیا اسکو ہدایت نے منور کیا

وَلَمَّا تَجَلّٰى نُوْرُهُ التَّامُّ لِلْوَرٰى — وَلَوَّحَ وَجْهَ الْمُنْكِرِيْنَ وَسَوَّدَا

اور جب اسکے پورے نور نے مخلوق پر تجلّی کی — اور منکروں کے منہ کو سیاہ کردیا اور جھلس دیا

تَرَاءٰى جَمَالُ الْحَقِّ كَالشَّمْسِ فِي الضُّحٰى — وَلَاحَ عَلَيْنَا وَجْهُهُ الطَّلْقُ سَرْمَدَا

تو حق کا جمال جلوہ گر ہوا جیسے سورج دن میں — اور اسکے بشاش چہرہ نے آنکھوں کو روشن کردیا

وَقَدِ اصْطَفَيْتُ بِمُهْجَتِيْ ذِكْرَ حَمْدِهٖ ۔ وَكَافٍ لَنَا هٰذَا الْمَتَاعُ تَزَوُّدًا

اور میں نے اپنی جان سے اسکی تعریفوں کے ذکر کو پسند کرلیا ہے ۔ اور یہ سامان زاد راہ کے طور پر ہمیں کافی ہے

وَفَوَّضَنِيْ رَبِّيْ اِلٰى فَيْضِ نُوْرِهٖ ۔ فَاَصْبَحْتُ مِنْ فَيْضَانِ اَحْمَدَ اَحْمَدَا

اور مجھے میرے رب نے اسکے نور کے فیض کے سپرد کردیا ہے ۔ اور میں احمدؐ کے فیضان سے احمد بن گیا ہوں

وَهٰذَا مِنَ اللّٰهِ الْكَرِيْمِ الْمُحْسِنِ ۔ وَمَا كَانَ مِنْ اَلْطَافِهٖ مُسْتَبْعَدَا

اور یہ سب اللہ کریم احسان کرنیوالے کے فضل سے ہے ۔ اور اسکے لطف سے ایسا ہونا کچھ بعید نہیں ہے

وَوَاللّٰهِ هٰذَا كُلُّهٗ مِنْ مُحَمَّدٍ ۔ وَيَعْلَمُ رَبِّيْ اَنَّهٗ كَانَ مُرْشِدَا

اور خدا کی قسم یہ سب کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہے ۔ اور خدا ہی جانتا ہے کہ یہ اسی کی رہنمائی کا نتیجہ ہے

وَفِيْ مُهْجَتِيْ فَوْرٌ وَّجَيْشٌ لِاَمْدَحَا ۔ سُلَالَةَ اَنْوَارِ الْكَرِيْمِ مُحَمَّدَا

اور میرے دل میں جوش اور ولولہ ہے کہ مدح کروں ۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جو خدا کے انوار کا خلاصہ ہے

كَرِيْمُ السَّجَايَا اَكْمَلُ الْعِلْمِ وَالنُّهٰى ۔ شَفِيْعُ الْبَرَايَا مَنْبَعُ الْفَضْلِ وَالْهُدٰى

کریم ہے اور علم و عقل میں کامل تر ہے ۔ مخلوق کا شافع اور فضل وہدایت کا چشمہ ہے

تَبَصَّرْ خَصِيْمِيْ هَلْ تَرٰى مِنْ مُّشَاكِهٖ ۔ بِتِلْكَ الصِّفَاتِ الصَّالِحَاتِ بِاَحْمَدَا

اے مدعی دیکھ کوئی شخص تجھکو احمدؐ کا شریک ۔ ان صفات حسنہ میں نظر آتا ہے

بَشِيْرٌ نَذِيْرٌ اٰمِرٌ نَّازِعٌ مَّعًا ۔ حَكِيْمٌ بِحِكْمَتِهِ الْجَلِيْلَةِ يُقْتَدٰى

بشیر ہے نذیر ہے حکم دینے والا نہی کرنے والا ہے ۔ صاحب حکمت ہے اپنی روشن حکمت سے پیشوا بنا ہے

هَدَى الْهَائِمِيْنَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّقَوَّمٍ ۔ وَنَوَّرَ اَفْكَارَ الْعُقُوْلِ وَاَيَّدَا

اُسنے سرگردانوں کو سیدھی راہ کی راہ نمائی کی ہے ۔ اور عاقلوں کے فکروں کو مدد دیکر روشن کردیا ہے

لَهٗ طَلْعَةٌ يَجْلُو الظَّلَامَ شُعَاعُهَا ۔ ذُكَاءٌ مُّنِيْرٌ بُرْجُهٗ كَانَ بُرْجُدَا

اسکے دیدار کا نور تاریکیوں کو اُجلا کردیتا ہے ۔ وہ روشن آفتاب ہے اور اسکا برج ایک کملی تھی

لَهٗ دَرَجَاتٌ لَيْسَ فِيْهَا مُشَارِكٌ ۔ شَفِيْعٌ يُزَكِّيْنَا وَيُدْنِي الْمُبْعَدَا

اسکے درجے ایسے بلند ہیں کہ کوئی ان میں اسکا شریک نہیں ۔ وہ شفیع ہے جو ہمکو پاک کرتا اور راندۂ درگاہ کو مقرب بناتا ہے

وَمَا هُوَ اِلَّا نَائِبُ اللّٰهِ فِي الْوَرٰی	وَفَاقَ جَمِيْعًا رَحْمَةً وَتَوَدُّدًا
وہ خدا کا نائب ہے اس کی مخلوق میں۔	اور رحمت اور مہربانی میں سب سے بڑھ گیا ہے
تَخَيَّرَهُ الرَّحْمٰنُ مِنْ بَيْنِ خَلْقِهٖ	وَاَعْطَاهُ مَا لَمْ يُعْطَ اَحَدٌ مِّنَ النَّدَا
خدائے رحمان نے اسکو مخلوق سے برگزیدہ کیا	اور اسکو وہ انعام دیئے جو کسی کو نہیں دیئے تھے
وَقَدْ كَانَ وَجْهُ الْاَرْضِ وَجْهًا مُّسَوَّدًا	فَصَارَ بِهٖ نُوْرًا مُّنِيْرًا وَّاَغْيَدَا
بتحقیق تمام روئے زمین کالی سیاہ تھی	وہ اسکے ذریعہ سے نور اور نور بخش اور خوبصورت ہوگئی
وَاَرْسَلَهُ الْبَارِيْ بِاٰيَاتِ فَضْلِهٖ	اِلٰی حِزْبِ قَوْمٍ كَانَ لُدًّا وَّمُفْسِدَا
خدا نے اسکو اپنے فضل کے نشانوں کیساتھ بھیجا	ایسی قوم کی طرف جو دشمن اور سخت مفسد تھی اور جھگڑالو تھی
وَمُلْكٍ تَابَّطَ كُلَّ شَرٍّ قَوْمُهٗ	وَكُلٌّ تَلَا بَغْيًا اِذَا رَاحَ اَوْ غَدَا
اور ایسے ملک کی طرف جس کے باشندے کل بدیاں اپنے ساتھ رکھتے تھے	اور صبح و شام سب نافرمانی کی پیروی کرتے تھے
بَلُوْبَةٍ مَكَّةَ ذَاتِ حِقْفٍ عَقَنْقَلٍ	بِلَادٌ تَرٰی فِيْهَا صَفِيْحًا مُّصَمَّدَا
مکہ کی پہاڑی زمین جسمیں ریگ رواں اور کنکریاں تھیں	ایسے ملک میں جسمیں پہاڑیاں اور دامن کوہ ہیں
وَمَا كَانَ فِيْهَا مِنْ زُرُوْعٍ وَّدَوْحَةٍ	تَرٰی كَالظَّلِيْمِ تُرَاهُ اَزْعَرَ اَرْبَدَا
جس میں نہ زراعت تھی اور نہ درخت تھے	جس کی مٹی شتر مرغ کی طرح خاکستری تھی
تَكَنَّفَ عَقْوَةَ دَارِهٖ ذَاتَ لَيْلَةٍ	جَمَاعَةُ قَوْمٍ كَانَ لُدًّا وَّمُفْسِدَا
ایک رات مفسد دشمنوں کی جماعت نے	آپ کے گھر کا احاطہ کر لیا
فَاَدْرَكَهٗ تَاْيِيْدُ رَبٍّ مُّهَيْمِنٍ	وَنَجَّاهُ عَوْنُ اللّٰهِ مِنْ صَوْلَةِ الْعِدَا
پس خدائے حفیظ کی تائید نے آپکی دستگیری کی	اور خدا کی مدد نے آپکو دشمنوں کے حملہ سے نجات دی
تَذَكَّرْتُ يَوْمًا فِيْهِ اُخْرِجَ سَيِّدِيْ	فَفَاضَتْ دُمُوْعُ الْعَيْنِ مِنِّيْ بِمُنْتَدٰی
مجھے وہ دن یاد آیا کہ جسمیں میرے سید و مولیٰ نکالے گئے تھے	تو میرے آنکھوں کے آنسو مجلس میں ہی بہنے لگے
اِلٰی الْاٰنِ اَنْوَارٌ بِبُرْقَةِ يَثْرِبَ	نُشَاهِدُ فِيْهَا كُلَّ يَوْمٍ تَجَدُّدَا
اب تک مدینہ کی پتھریلی زمین میں ایسے انوار ہیں کہ	ہر روز ہم ان میں جدت دیکھتے ہیں۔

فَوَجْهُ الْمَدِيْنَةِ صَارَ مِنْهُ مُنَوَّرًا
وَبَارَكَ حُرَّ الرَّمْلِ وَطْئًا وَّقَدَدًا

پس مدینہ کا چہرہ اس نور سے نورانی ہو گیا۔
اس نے اپنے چلنے پھرنے سے ریتلی و پتھریلی زمین کو منور کر دیا

حَفَافِيْ جَنَانِيْ نُوْرًا مِنْ ضِيَائِهٖ
فَاَصْبَحْتُ ذَا فَهْمٍ سَلِيْمٍ وَّذَا الْهُدٰى

میرے دل کا یمین و یسار اسکی جھلک پڑنے سے نورانی ہو گیا
پس میں صاحب فہم سلیم اور صاحب ہدایت بن گیا

وَاَرْسَلَنِيْ رَبِّيْ لِتَاْيِيْدِ دِيْنِهٖ
فَجِئْتُ لِهٰذَا الْقَرْنِ عَبْدًا مُّجَدِّدًا

اور خدا نے مجھکو اس کے دین کی تائید کیلئے بھیجا
اور میں اس صدی کا مجدد بن کر آیا

لَهٗ صَحْبَةٌ كَانُوْا مَجَانِيْنَ حُبِّهٖ
وَجَعَلُوْا ثَرٰى قَدَمَيْهِ لِلْعَيْنِ اِثْمِدًا

اسکے اصحاب اس کی محبت میں مجنون تھے
اور اسکے قدموں کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ بناتے تھے

اَتَعْرِفُ قَوْمًا كَانَ مَيْتًا كَمِثْلِهِمْ
نُؤُوْمًا كَاَمْوَاتٍ جَهُوْلًا يَلَنْدَدًا

ان جیسی دنیا میں اور کوئی قوم نہیں ہوئی
جو آپکی آمد سے پہلے خواب غفلت میں پڑے تھے۔ اور بڑے جھگڑالو تھے

فَاَيْقَظَهُمْ هٰذَا النَّبِيُّ فَاَصْبَحُوْا
مُنِيْرِيْنَ مَحْسُوْدِيْنَ فِي الْعِلْمِ وَالْهُدٰى

پس ان کو رسول اللہ نے ایسا جگا دیا کہ وہ لوگ
نور بخش ہو گئے اور علم اور ہدایت میں محسود ہو گئے

وَجَاءُوْا وَنُوْرٌ مِّنْ وَّرَاءٍ يَسُوْقُهُمْ
اِلَيْهِ وَنُوْرٌ مِّنْ اَمَامٍ مُّقَوِّدًا

وہ ایسے طور پر آپکے حضور حاضر ہوئے کہ ان کے
پیچھے بھی نور تھا اور آگے بھی نور

وَلَوْ كُشِفَ بَاطِنُهُمْ تَرٰى فِيْ قُلُوْبِهِمْ
يَقِيْنًا كَطَبَقَاتِ السَّمَاءِ مُنَضَّدًا

اگر ان کا باطن کھولا جائے تو دیکھے گا ان کے دلوں میں
آسمانوں کی طرح تہ بتہ یقین

تَدَارَكَهُمْ لُطْفُ الْاِلٰهِ تَفَضُّلًا
وَزَكّٰى بِرُوْحٍ مِّنْهُ فَضْلًا وَّاَيَّدَا

فضل سے خدا کے لطف نے انکی دستگیری کی
اور خدا کی روح القدس سے پاک کیا اور انکی تائید کی

فَفَاقُوْا بِفَضْلِ اللّٰهِ خَلْقَ زَمَانِهِمْ
بِعِلْمٍ وَّاِيْمَانٍ وَّنُوْرٍ وَّبِالْهُدٰى

پس وہ خدا کے فضل سے زمانہ کے لوگوں پر فائق ہو گئے
ایمان علم نور اور ہدایت کی رو سے

وَهٰذَا مِنَ النُّوْرِ الَّذِيْ هُوَ اَحْمَدُ
فِدًى لَّكَ رُوْحِيْ يَا مُحَمَّدُ سَرْمَدَا

یہ سب اس نور کی برکت سے تھا جو احمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم
اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میری جان تجھ پر فدا ہو

أُمِرْتَ مِنَ اللّٰهِ الَّذِيْ كَانَ مُرْشِدًا
فَأَحْرَقْتَ بِدْعَاتٍ وَقَوَّمْتَ مَرْصَدَا

تو نے خدائے ہادی برحق کی طرف سے مامور ہو کر
بدعتوں کو جلا دیا اور راہ کو سیدھا کیا

وَجِئْتَ لِتَنْجِيَةِ الْأَنَامِ مِنَ الْهَوٰى
فَوَاهًا لِّمُنْجٍ خَلَّصَ الْخَلْقَ مِنْ رَّدٰى

تو لوگوں کو خواہشات نفس سے چھڑانے آیا
پس آفرین ایسے منجی پر جس نے دنیا کو ہلاکت سے بچا لیا

وَتَوَرَّمَتْ قَدَمَاكَ لِلّٰهِ قَائِمًا
وَمِثْلُكَ رَجُلًا مَا سَمِعْنَا تَعَبُّدًا

تیرے قدم خدا کی عبادت میں کھڑے کھڑے ورم پذیر ہوئے
تیرے جیسا عابد ہم نے کوئی نہیں سنا

جَذَبْتَ إِلَى الدِّيْنِ الْقَوِيْمِ بِقُوَّةٍ
وَمَا ضَاعَتِ الدُّنْيَا إِذَا الدِّيْنُ شُيِّدَا

تو نے بڑے زور سے لوگوں کو دین قویم کی طرف کھینچا
اور جب دین کی عمارت پختہ ہو تو دنیا بھی ہاتھ سے نہیں جاتی

وَأَرْسَلَكَ الْبَارِيْ بِآيَاتِ فَضْلِهٖ
لِكَيْ تُنْقِذَ الْإِسْلَامَ مِنْ فِتَنِ الْعِدَا

خدا نے تجھ کو اپنے فضل کے نشانوں کیساتھ بھیجا
تاکہ تو اسلام کو دشمنوں کے فتنوں سے بچائے

يُحِبُّ جَنَانِيْ كُلَّ أَرْضٍ وَطِئْتَهَا
فَيَا لَيْتَ لِيْ كَانَتْ بِلَادُكَ مَوْلِدَا

میرا دل ہر اس زمین سے پیار کرتا ہے جس پر آپ نے قدم رکھے ہیں
کاش تیرا وطن ہی میرا زاد بوم ہوتا

أَنَحْنُ نُخَالِفُ سُبُلَ دِيْنِ نَبِيِّنَا
وَقَدْ ضَلَّ سَعْيًا مَنْ قَلٰى دِيْنَ أَحْمَدَا

کیا ہم دین نبی کے راستوں کے مخالف ہیں
حالانکہ جس نے دین احمد سے دشمنی کی وہ گمراہ ہو گیا

سَيُكْشَفُ سِرُّ صُدُوْرِنَا وَصُدُوْرِكُمْ
بِيَوْمٍ يُسَوِّدُ وَجْهَ مَنْ كَانَ مُفْسِدَا

ابھی ہمارے اور تمہارے دلوں کے بھید کھل جائینگے
جس دن مفسدوں کا منہ کالا کیا جاوے گا

أَنَحْنُ نَفِرُّ مِنَ الرَّسُوْلِ وَدِيْنِهٖ
وَيَبْدُوْ لَكُمْ آيَاتُنَا الْيَوْمَ أَوْ غَدًا

کیا ہم رسول سے اور دین سے دور بھاگتے ہیں
اور تم پر ہمارے نشان آج یا کل کھل جائیں گے

وَوَاللّٰهِ لَوْلَا حُبُّ وَجْهِ مُحَمَّدٍ
لَمَا كَانَ لِيْ حَوْلٌ لِأَمْدَحَ أَحْمَدَا

خدا کی قسم اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ ہوتی
تو مجھے طاقت ہی نہ ہوتی کہ احمد کی مدح کر سکتا

فَفِيْ ذَاكَ آيَاتٌ لِكُلِّ مُكَذِّبٍ
حَرِيْصٍ عَلٰى سَبٍّ وَأَلْوٰى كَالْعِدَا

پس اس میں تکذیب کرنیوالے کیلئے نشان ہیں
جو بدگوئی پر حریص ہے اور دشمنوں کی طرح سخت جھگڑالو ہے

وَكَمْ مِنْ مَصَائِبَ لِلرَّسُوْلِ اُذُوْقُهَا	وَكَمْ مِنْ تَكَالِيْفَ سَمِنْتُ تَوَدُّدًا
کسقدر مصیبتیں ہیں جنکا میں رسولؐ کی راہ میں مزے لے رہا ہوں	اور کسقدر تکلیفیں ہیں محبت کی سے سہ رہا ہوں
وَغَمٍّ يَفُوْقُ ظَلَامَ لَيْلٍ مُظْلِمٍ	وَهَوْلٍ كَلَيْلِ السَّلْخِ يُبْدِيْ تَهَدُّدًا
اور کئی ایسے غم ہیں جو کالی رات سے بھی زیادہ تاریک ہیں	اور وہشتیں جو چاند کی سلخ کی رات جیسی ڈراؤنی ہیں
وَضَرٍّ كَضَرْبِ الْفَاسِ اَصْلَتَ سَيْفَهٗ	وَخَوْفٍ كَاَصْوَاتِ الْقَرَاصِرِ قَدْ بَدَا
اور کئی دکھ کلہاڑی کی چوٹ کی طرح بلکہ تلوار نکالے ہوئے	اور کئی خوف آندھیوں کی آواز کی طرح ظاہر ہوئے
فَاَسْئَلُ تِلْكَ الْمِحَنَ مِنْ ذَوْقِ مُهْجَتِيْ	وَاَسْئَلُ رَبِّيْ اَنْ تَزِيْدَ تَشَدُّدًا
پس میں یہ سب مصیبتیں دلی ذوق سے اور بھی مانگتا ہوں	اور خدا سے چاہتا ہوں کہ یہ لطف اور بھی بڑھے اور پختہ ہو
وَمَوْتِيْ بِسُبُلِ الْمُصْطَفٰى خَيْرُ مِيْتَةٍ	فَاِنْ مُتُّ فِيْهَا فَسَاُحْشَرَنْ بِالْمُقْتَدٰى
میری موت مصطفےٰ کے راستہ میں اچھی موت ہوگی	پس اگر میں اسی میں مروں تو اپنے پیشوا کے ساتھ اٹھونگا
سَاُدْخَلُ مِنْ عِشْقِيْ بِرَوْضَةِ قَبْرِهٖ	وَتَعْلَمُ هٰذَا السِّرَّ يَا تَارِكَ الْهُدٰى
عشق کے باعث میں روضہ رسولؐ میں داخل کیا جاؤنگا	اے ہدایت کے دشمن تم ایک دن اسکا راز معلوم کروگے

اَيْضًا فِيْ مَدْحِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(کرامات الصادقین صفحہ ۶۲)

وَلِلصَّابِرِيْنَ يُوَسِّعُ اللّٰهُ رُحْمَهٗ	وَيَفْتَحُ اَبْوَابَ الْجَدٰى وَيُقَرِّبُ
صابروں کے لئے اللہ تعالےٰ اپنے رحم کو وسیع کرتا ہے	اور درہائے عطا کھولتا اور قرب بخشتا ہے
رَاَيْنَاهُ مِنْ نُوْرِ النَّبِيِّ الْمُصْطَفٰى	وَلَوْلَاهُ مَا تُبْنَا وَلَا نَتَقَرَّبُ
ہم نے نور نبی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دیکھا ہے	اور اگر نور نبیؐ نہ ہوتا تو ہم یہ قرب حاصل نہ کرسکتے
لَهٗ دَرَجَاتٌ فِي الْمَحَبَّةِ تَامَّةٌ	لَهٗ لَمَعَاتٌ زَالَ مِنْهَا الْغَيْهَبُ
وہ نبیؐ راہ محبت میں اعلیٰ درجات کمال رکھتا ہے	اور اسکی ایسی شعاعیں ہیں جو تمام تاریکیوں کو مات کرتی ہیں
ذُكَاءٌ مُنِيْرٌ قَدْ اَنَارَ قُلُوْبَنَا	وَلَهٗ اِلٰى يَوْمِ النُّشُوْرِ مُعَقِّبُ
وہ چمکنے والا آفتاب ہے جس نے ہمارے دلوں کو روشن کردیا	اور اس کے قیامت تک جانشین آتے رہیں گے

وَفِي اللَّيْلِ بَعْدَ الشَّمْسِ قَمَرٌ مُنَوِّرٌ ۔۔۔ كَمَا فِي الزَّمَانِ نُشَاهِدَنْ وَنُجَرِّبُ

دیکھو غروب آفتاب کے بعد بدر منیر روشنی دیتا ہے ۔۔۔ جیسا کہ اس دنیا میں مشاہدہ اور تجربہ سے ثابت ہے

وَلِلّٰهِ اَلْطَافٌ عَلٰى مَنْ اَحَبَّهٗ ۔۔۔ فَوَابِلُهٗ فِي كُلِّ قَرْنٍ يُسْكَبُ

اور جو بھی نبی سے محبت کرتا ہے خدا اسپر اپنے الطاف نازل کرتا ہے ۔۔۔ اور اسکے فضل کی بارش ہر زمانہ میں برستی ہے

وَشِيمَتُهٗ قَدْ اُفْرِدَتْ فِي فَضَائِلٍ ۔۔۔ وَقَدْ فَاقَ اَحْلَامَ الْوَرٰى اَفَتَعْجَبُ

اسکی عادات اپنے فضائل میں یکتا ہیں ۔۔۔ وہ تمام جہان کے زیرکوں سے فائق ہے کیا تجھے تعجب ہے

وَدَعٰى وَاَتَى الصَّحْبَ لَبْنًا سَائِغًا ۔۔۔ وَلَيْسَ كَرَاعِي الْغَنَمِ يَرْعٰى وَيَحْلِبُ

وہ تمام جہان کا چوپان بنا اور اس نے اپنے دوستوں کو شیر شیریں پلایا ۔۔۔ وہ معمولی چوپانوں کی طرح نہیں ہے جو بکریاں چراتے اور دوہتے ہیں

وَلَيْسَ التُّقٰى فِي الدِّيْنِ اِلَّا اتِّبَاعُهٗ ۔۔۔ وَكُلُّ بَعِيْدٍ مِّنْ هُدَاهُ يُقَرَّبُ

اصل تقویٰ آپ ہی کی اتباع میں ہے ۔۔۔ اور ہر ایک دور اسکی ہدایت کے ذریعہ سے قریب کیا جاتا ہے

وَلَوْ كَانَ مَاءٌ مِّثْلَ عَسْلٍ بِطَعْمِهٖ ۔۔۔ فَوَاللّٰهِ بَحْرُ الْمُصْطَفٰى مِنْهُ اَعْذَبُ

اور اگر کوئی پانی اپنے مزہ میں شہد کی طرح بھی ہوتا ۔۔۔ تو بخدا مصطفیٰ کا سمندر اس سے زیادہ شیریں ثابت ہوتا

مَدَحْتُكَ يَا مَحْبُوْبُ مِنْ صِدْقِ مُهْجَتِيْ ۔۔۔ وَلَوْلَاكَ مَا كُنَّا اِلَى الشِّعْرِ نَرْغَبُ

اے محبوب میں نے تیری مدح صدق دل سے کی ہے ۔۔۔ اور اگر تیرا وجود نہ ہوتا تو ہم شعر گوئی کی طرف رغبت نہ کرتے

وَاِنَّا لَجِئْنَا فِي عَطَائِكَ رَاغِبًا ۔۔۔ وَمَنْ جَاءَ بَابَكَ سَائِلًا لَا يُتَرَّبُ

ہم تیری عطا کی رغبت کرتے ہوئے آئے ہیں ۔۔۔ اور تیرے در کا سوالی ڈانٹا نہیں جاتا

وَوَاللّٰهِ حُبُّكَ لِلنَّجَاةِ لِمُؤْمِنٍ ۔۔۔ دَلِيْلٌ وَّعُنْوَانٌ فَكَيْفَ نُخَيَّبُ

بخدا تیری محبت ہر ایک مومن کی نجات کا ذریعہ اور عنوان ہے ۔۔۔ تو ہم کس طرح نامراد رہ سکتے ہیں

وَاٰثَرْتُ حُبَّكَ بَعْدَ حُبِّ مُهَيْمِنِيْ ۔۔۔ وَتُصْبِيْ جَنَانِيْ مِنْ سَنَاكَ وَتَجْلِبُ

خدا کی محبت کے بعد میں نے تیری محبت کو مقدم کیا ۔۔۔ اور تو نے میرا دل اپنے نور سے گرویدہ کر لیا ہے

اَيْضًا فِي مَدْحِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(حمامة البشریٰ - صفحہ ۱۰۶ و ۱۰۷)

وَإِنَّ إِمَامِي سَيِّدُ الرُّسْلِ أَحْمَدُ
رَضِينَاهُ مَتْبُوعًا وَرَبِّي يَنْظُرُ

میرا پیشوا سید الرسل احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے
ہم نے اسکو متبوع پسند کرلیا ہے اور میرا رب شاہد ہے

وَلَا شَكَّ أَنَّ مُحَمَّدًا شَمْسُ الْهُدَى
إِلَيْهِ رَغِبْنَا مُؤْمِنِيْنَ فَنَشْكُرُ

اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت کے آفتاب ہیں
اسی کیطرف ہم نے مومن ہوکر رخ کیا اور شکر کرتے ہیں

لَهُ دَرَجَاتٌ فَوْقَ كُلِّ مَدَارِجٍ
لَهُ لَمَعَاتٌ لَا يَلِيْهَا تَصَوُّرُ

آپ کو تمام درجات سے بلند درجات حاصل ہیں
آپ کے ایسے انوار ہیں کہ انسانی تصور ان تک نہیں پہنچ سکتا

أَبَعْدَ نَبِيِّ اللّٰهِ شَيْءٌ يَرُوْقُنِيْ
أَبَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَجْهٌ مُّنَوَّرُ

کیا آنحضرت صلعم کو چھوڑ کر کوئی چیز مجھے خوبصورت لگ سکتی ہے
کیا رسول کریم کے بعد کوئی اور ایسا منور چہرہ ہو سکتا ہے

عَلَيْكَ سَلَامُ اللّٰهِ يَا مَرْجِعَ الْوَرٰى
لِكُلِّ ظَلَامٍ نُوْرُ وَجْهِكَ نَيِّرُ

تجھ پر خدا کا سلام ہو اے مرجع خلائق
ہر ایک اندھیرے کیلئے آپ کا چہرہ سورج ہے

وَيَحْمَدُكَ اللّٰهُ الْوَحِيْدُ وَجُنْدُهُ
وَيُثْنِيْ عَلَيْكَ الصُّبْحُ إِذْ هُوَ يَحْشُرُ

خدائے یکتا آپ کی تعریف کرتا ہے اور اسکا لشکر بھی
اور صبح بھی حضور کی ثنا کہتی ہے جب لوگوں کو اٹھاتی ہے

مَدَحْتُ إِمَامَ الْأَنْبِيَاءِ وَإِنَّهُ
لَأَرْفَعُ مِنْ مَدْحِيْ وَأَعْلٰى وَأَكْبَرُ

میں نے تمام انبیاء کے امام کی تعریف کی لیکن وہ
میری تعریف سے ارفع و اعلیٰ اور اکبر ہے

دَعُوْا كُلَّ فَخْرٍ لِلنَّبِيِّ مُحَمَّدٍ
أَمَامَ جَلَالَةِ شَأْنِهِ الشَّمْسُ أَحْقَرُ

ہر قسم کے فخر کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہی چھوڑ دو
آپکی جلالت شان کے آگے سورج بھی بالکل حقیر ہے

وَصَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا أَيُّهَا الْوَرٰى
وَذَرُوْا لَهُ طُرُقَ التَّشَاجُرِ تُؤْجَرُوْا

اور اس پر صلوٰۃ و سلام بھیجو اے لوگو
اور اس کی خاطر جھگڑے چھوڑ دو تمہیں اجر ملے گا

وَوَاللّٰهِ إِنِّيْ قَدْ تَبِعْتُ مُحَمَّدًا
وَفِيْ كُلِّ آنٍ مِّنْ سَنَاهُ أُنَوَّرُ

اور اللہ کی قسم میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی ہے
اور ہر وقت آپکی روشنی سے ہی میں نور پاتا ہوں

وَفَوَّضَنِيْ رَبِّيْ إِلٰى رَوْضِ فَيْضِهِ
وَإِنِّيْ بِهِ أَجْنِي الْجَنٰى وَأُنَضَّرُ

اور میرے رب نے مجھے آپکے فیض باغوں کے سپرد کردیا ہے
اور میں آپکے ذریعہ ہی پھل چنتا اور تازگی پاتا ہوں

ایضاً فی مدح النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(سر الخلافہ ورق آخر)

نَفْسِي الْفِدَاءُ لِبَدْرٍ هَاشِمِيٍّ عَرَبِيٍّ ۔۔ وَدَادُهُ قُرَبٌ نَاهِيكَ عَنْ قُرَبِ

میری جان اس ہاشمی عربی چاند پر قربان ہو ۔۔ جسکی محبت قرب پر قرب کا ذریعہ ہے جس سے بڑھ کر کوئی قرب نہیں ہو سکتا

نَجَّى الْوَرٰى مِنْ كُلِّ زُوْرٍ وَمَعْصِيَةٍ ۔۔ وَمِنْ فُسُوْقٍ وَمِنْ شِرْكٍ وَمِنْ تَبَبِ

اس نے مخلوق کو ہر قسم کے جھوٹ اور گناہ ۔۔ اور فسق اور شرک اور ہلاکت سے نجات دی

فَنُوِّرَتْ مِلَّةٌ كَانَتْ كَمَعْدُوْمٍ ۔۔ ضُعْفًا وَرُجِمَتْ ذَرَارِي الْجَانِ بِالشُّهُبِ

پس وہ دین جو ضعف سے نابود ہونے کو تھا روشن کیا گیا ۔۔ اور شیطان کی ذریت پر شہابوں سے سنگباری کی گئی

وَزَحْزَحَتْ دُخْنًا غَشّٰى عَلٰى مِلَلٍ ۔۔ وَسَاقَطَتْ لُؤْلُؤًا رُطَبًا عَلٰى حَطَبِ

پس جو تاریکیاں تمام مذاہب پر چھائی ہوئی تھیں اس نے دور کر دیں ۔۔ اور سوکھی لکڑیوں پر موتیوں جیسے تر و تازہ پھل لگائے

وَنَضَّرَتْ شَجَرَ ذِكْرِ اللّٰهِ فِيْ زَمَنٍ ۔۔ مَحْلٍ يُمِيْتُ قُلُوْبَ النَّاسِ مِنْ لَعَبِ

اور خدا کے ذکر کے درختوں کو شاداب کر دیا ۔۔ ایسے خشک سالی کے سمے میں جو کھیل کیا نہ دلوں کو مردہ بناتا تھا

فَلَاحَ نُوْرٌ عَلٰى اَرْضٍ مُكَدَّرَةٍ ۔۔ حَقًّا وَمُزِّقَتِ الْاَشْرَارُ بِالْقُضُبِ

پس دلوں کی مردہ زمینوں پر نور حق پڑا ۔۔ اور شریر لوگ نیزوں سے پارہ پارہ کیے گئے

وَمَا بَقِيَ اَثَرٌ مِنْ ظُلْمٍ وَبِدْعَاتٍ ۔۔ بِنُوْرِ مُهْجَةِ خَيْرِ الْعَجَمِ وَالْعَرَبِ

عرب و عجم کے برتر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نور قلب ۔۔ سے ظلم و بدعت کا نشان بھی نہ رہا

ایضاً فی مدح النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(منن الرحمن صفحہ ۲۷ و ۲۸)

مَنْ مُّخْبِرٌ عَنْ ذِلَّتِيْ وَمُصِيْبَتِيْ ۔۔ مَوْلَايَ خَتْمَ الرُّسُلِ اَهْلَ دَبَاءِ

کون ہے جو میری ذلت اور مصیبت کی خبر دینے والا ۔۔ میرے سردار ختم الرسل کو جو صاحب زیادت فضل ہے

يَا طَيِّبَ الْاَخْلَاقِ وَالْاَسْمَاءِ ۔۔ جِئْنَاكَ مَظْلُوْمِيْنَ مِنْ جُهَلَاءِ

اے پاک اخلاق اور پاک ناموں والے ۔۔ ہم جاہلوں کے ظلم سے آپکی جناب میں فریادی بنکر آئے ہیں

اَنْتَ الَّذِيْ جَمَعَ الْمَحَاسِنَ كُلَّهَا

تو ہی ہے جس میں کل خوبیاں جمع ہیں

اَنْتَ الَّذِيْ قَدْ جَاءَ لِلْاِحْيَاءِ

تو ہی مردوں کو زندہ کرنے کیلئے مبعوث ہوا ہے

اَنْتَ الَّذِيْ تَرَكَ الْهُدُوْنَ لِرَبِّهٖ

تو ہی ہے جس نے آرام اور سکون کو اپنے اوپر حرام کرلیا

وَتَخَيَّرَ الْمَوْلٰى عَلَى الْحَوْبَاءِ

اور اپنی جان پر خدا کو مقدم کر لیا

يَا كَنْزَ نِعَمِ اللهِ وَالْاٰلَاءِ

اے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے خزانے

يَسْعٰى اِلَيْكَ الْخَلْقُ لِلْاِدْكَاءِ

لوگ پناہ کے لئے آپکی جناب میں حاضر ہوتے ہیں

يَا بَدْرَ نُوْرِ اللهِ وَالْعِرْفَانِ

اے خدا کے نور اور عرفان کے بدر

تَهْوِيْ اِلَيْكَ قُلُوْبُ اَهْلِ صَفَاءِ

اہل صفا کے دل آپ کی طرف جھکتے ہیں

يَا شَمْسَنَا يَا مَبْدَءَ الْاَنْوَارِ

اے ہمارے آفتاب اور مبدء الانوار

نَوَّرْتَ وَجْهَ الْمُدْنِ وَالْبَيْدَاءِ

آپ نے شہروں اور جنگلوں کو روشن کردیا

اِنِّيْ اَرٰى فِيْ وَجْهِكَ الْمُتَهَلِّلِ

میں آپ کے نورانی چہرہ میں آفتاب کی شان سے

شَاْنًا يَفُوْقُ شُئُوْنَ وَجْهِ ذُكَاءِ

بالاتر اور بہت بڑھکر شان پاتا ہوں

مَا جِئْتَنَا فِيْ غَيْرِ وَقْتِ ضُرُوْرَةٍ

آپ بے وقت اور بے ضرورت نہیں آئے

قَدْ جِئْتَ مِثْلَ الْمُزْنِ فِي الرَّمْضَاءِ

آپ سخت گرم موسم میں بارش کی طرح عین ضرورت پر آئے

شَمْسُ الْهُدٰى طَلَعَتْ لَنَا مِنْ مَّكَّةٍ

دین کا آفتاب ہم پر مکہ معظمہ سے چڑھا

عَيْنُ النَّدٰى نَبَعَتْ لَنَا بِحِرَاءِ

بخشش کا چشمہ حراسے ہمارے لئے پھوٹا

ضَاهَتْ اَيَاةُ الشَّمْسِ بَعْضَ ضِيَائِهٖ

اس کی ضیاء سے سورج کی شعاعیں کچھ کچھ مشابہ ہیں

فَاِذَا رَاَيْتُ فَهَاجَ مِنْهُ بُكَائِيْ

اس لئے جب میں سورج کو دیکھتا ہوں تو مجھ پر رونا طاری ہو جاتا ہے

هٰذَا رَسُوْلٌ قَدْ اَتَيْنَا بَابَهٗ

یہ وہ رسول ہے جس کے دروازہ پر ہم

بِمَحَبَّةٍ وَّاِطَاعَةٍ وَّرِضَاءِ

محبت و اطاعت اور رضامندی سے حاضر ہوئے ہیں

يَا لَيْتَ شُقَّ جَنَانِيَ الْمُتَمَوِّجُ

کاش میرا دل چیرا جاتا جو موجیں مار رہا ہے

لِاُرِي الْخَلَائِقَ بَحْرَهَا كَالْمَاءِ

تا میں لوگوں کو پانی کی طرح اسکا دریا دکھلا دیتا

انّا قصدنا ظلّه بهواجر — كالطير اذ يأوي الى الدفواء

ہم نے دوپہر کی دھوپ میں اسکے سایہ کا قصد کیا ہے — جیسے پرندے بڑے درخت کی طرف آتے ہیں

يا من يكذّب ديننا ونبيّنا — ويسبّ وجه المصطفى بجفاء

اے وہ شخص کہ جو ہمارے دین اور ہمارے نبی کی تکذیب کرتا ہے — اور مصطفےٰ کی ذات پاک کو بُرا کہتا ہے

والله لستُ بباسلٍ يوم الوغى — ان لم اشنّ عليك يا ابن بغاء

خدا کی قسم جنگ کے روز اگر میں تم پر تباہی نہ ڈالوں — اے کمینہ اور ذلیل آدمی تو میں بڑا ہی بزدل ہونگا

انّا نشاهد حسنه وجماله — وملاحةً في مقلةٍ كحلاء

ہم تو اسکا حسن وجمال دیکھ رہے ہیں — اور اسکی چشم سرگیں کی خوبصورتی بھی

لا يبصر الكفّار نور جماله — والموت خيرٌ من حيوة غشاء

کافر اسکے جمال کا نور نہیں دیکھتے — ایسی غافلانہ زندگی سے تو موت بہتر ہے

ايضاً في مدح النبيّ صلّى الله عليه وسلّم

(از انجام آتھم)

يا طيّب الاخلاق والاسماء — افانت تبعدنا من الآلاء

اے پاک اخلاق اور پاک ناموں والے — کیا تو ہمیں اپنی نعمتوں سے محروم رکھے گا

انت الذي شغف الجنان محبّة — انت الذي كالرّوح في حوبائي

تو وہ ہے جس کی محبت میرے دل کی گہرائی میں بیٹھ گئی ہے — تو وہ ہے کہ گویا میری جان کی جان ہے۔

انت الذي قد جذب قلبي نحوه — انت الذي قد قام للاصباء

تو وہ ہے کہ اسکی طرف میرا دل کشاں کشاں جاتا ہے — تو وہ ہے کہ میری دلبری کے لئے کھڑا ہے

انت الذي بوداده وبحبّه — ايّدتُ بالالهام والالقاء

تو وہ ہے جس کی برکت محبت اور مہربانی سے — الہام اور القاء الٰہی سے میں نے تائید پائی

هيهات كيف نفرّ منك كمفسد — روحي فدتك بلوعةٍ ووفاء

یہ کیونکر ممکن ہے کہ ہم مفسد بن کر تجھ سے گریز کریں — میری جان عشق اور وفا کی سوزش کیساتھ تجھ پر قربان ہے

ایضاً بزبان فارسی

در بارہ عظمتِ شان و کمال فیضان و شفقت و برکاتِ محبت و اتباعِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

در دلم جوشید ثنائے سرورے	۱	آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے
آنکہ جانش عاشقِ یارِ ازل	۲	آنکہ روحش واصلِ آں دلبرے
آنکہ مجذوبِ عنایاتِ حقست	۳	ہمچو طفلے پروریدہ در برے
آنکہ در بِرّ و کرم بحرِ عظیم	۴	آنکہ در لطفِ اتم یکتا دُرے
آنکہ در جُود و سخا ابرِ بہار	۵	آنکہ در فیض و عطا یک خاورے
آں رحیم و رُحمِ حق را آیتے	۶	آں کریم و جُودِ حق را مظہرے
آں رُخِ فرّخ کہ یک دیدارِ او	۷	زشت رو را میکند خوش منظرے
آں دلِ روشن کہ روشن کردہ است	۸	صد درونِ تیرہ را چوں اخترے
آن مبارک پے کہ آمد ذاتِ او	۹	رحمتے زاں ذاتِ عالم پرورے
احمدِ آخر زماں کز نورِ او	۱۰	شد دلِ مردم زخور تاباں ترے

(۱) میرے دل میں ایک سردار کی ثنا جوش مار رہی ہے ـ جو خوبی میں اپنا کوئی ہمسر نہیں رکھتا (۲) جسکی جان یارِ ازل (خدا تعالیٰ) کی عاشق ہے ـ اور جس کی رُوح اس دلبر سے وصل رکھتی ہے (۳) جس کو خدا تعالیٰ کی عنایتوں نے اپنی طرف کھینچ لیا ـ اور بچے کی طرح اپنی گود میں پالا (۴) جو نیکی اور بخشش میں ایک بڑا سمندر ہے اور لُطفِ کامل میں یکتا موتی (کی طرح) ہے (جسکی نظیر نہ ہو) (۵) جو سخاوت کرنے میں موسم بہار کا بادل ہے ـ اور فیض اور عطا (کے آفتاب و ماہتاب) کا مشرق ہے (۶) جو رحیم ہے اور خدا تعالیٰ کی رحمت کا نشان ہے ـ جو کریم ہے اور خدا تعالیٰ کی بخشش اس کے وجود میں ظاہر ہوئی ہے (۷) وہ مبارک چہرہ جسکو ایک دفعہ دیکھ لینا بدصورت کو خوش شکل بنا دیتا ہے (۸) وہ دل روشن جس نے بے شمار ایسے دلوں کو جو سیاہ تھے ستارہ کی طرح روشن کر دیا ـ (۹) وہ مبارک قدم جس کا وجود ربّ العالمین کی طرف سے مجسم رحمت بن کر آیا ہے (۱۰) اس سردار کا نام احمد آخر زماں ہے جس کے نور سے لوگوں کے دل سورج سے بھی زیادہ چمکنے والے بن گئے ـ

از بنی آدم فزوں تر در جمال	۱۱	وز لآلی پاک تر در گوہرے
بر لبش جاری ز حکمت چشمۂ	۱۲	در دلش پر از معارف کوثرے
بہرِ حق داماں ز غیرش بر فشاند	۱۳	تا نیئے او نیست در بحر و برے
آں چراغش داد حق کش تا ابد	۱۴	نے خطرنے غم ز بادِ صرصرے
پہلوانِ حضرتِ ربِّ جلیل	۱۵	بر میاں بستہ ز شوکت خنجرے
تیر او تیزی بہر میداں نمود	۱۶	تیغ او ہر جا نمودہ جوہرے
کرد ثابت بر جہاں عجزِ بتاں	۱۷	وا نمودہ زورِ آں یک قادرے
تا نماند بے خبر از زورِ حق	۱۸	بت ستاؤ بت پرست و بت گرے
عاشقِ صدق و سداد و راستی	۱۹	دشمنِ کذب و فساد و ہر شرے
خواجہ و مر عاجزاں را بندۂ	۲۰	بادشاہ و بیکساں را چاکرے
آں ترحمہا کہ خلق از وے بدید	۲۱	کس ندیدہ در جہاں از مادرے

(۱۱) وہ آدم کی اولاد میں سے سب سے بڑھ کر صاحب جمال ہے۔ اور اپنی اصلیت میں موتیوں سے بھی زیادہ پاک ہے، (۱۲) اس کے ہونٹوں پر حکمت کا چشمہ جاری ہے۔ اس کے دل میں حقائق اور معارف سے بھرا ہوا ایک کوثر ہے (۱۳) خدا کیلئے خدا کے غیر سے اس نے اپنا دامن خالی کر دیا۔ تری اور خشکی میں اسکا کوئی ثانی نہیں ہے (۱۴) خدا تعالے نے اس کو ایک ایسا چراغ دیا ہے۔ کہ ہمیشہ کیلئے اس چراغ کو کسی آندھی سے بجھنے کا کوئی خطرہ اور غم نہیں ہے، (۱۵) وہ خدا تعالیٰ کا پہلوان ہے، اپنی کمر پر شوکت اور رعب کی تلوار باندھے ہوئے ہے (۱۶) لڑائی کے ہر ایک میدان میں اس کے تیر نے اپنی تیزی دکھائی ہے۔ اسکی تلوار نے ہر ایک مقام پر اپنی کاٹ کا جوہر دکھایا۔ (۱۷) تمام دنیا کے لوگوں پر اس نے بتوں کا عاجز ہونا ثابت کر دیا۔ اور خداوند مقتدر کا زور اس نے کھول کر دکھا دیا ہے (۱۸) تاکہ کوئی بتوں کی تعریف اور پرستش کرنے والا۔ اور بت بنانے والا خدا تعالی کی طاقت سے بے خبر نہ رہے (۱۹) سچائی اور راستی اور پکی بات کا عاشق اور جھوٹ اور فساد اور ہر ایک برائی کا دشمن (۲۰) آقا ہو کر عاجزوں کی غلامی اختیار کرنیوالا۔ بادشاہ ہو کر بے کسوں کا خادم (۲۱) جو شفقت اور محبت خلقِ خدا نے اس سے دیکھی ہے دنیا میں کسی نے اپنی ماں کی طرف سے بھی نہیں دیکھی

از شرابِ شوقِ جاناں بیخودے	٢٢	در سرشس بہ خاک بنہادہ سرے
روشنی از روئے بہر قومے رسید	٢٣	نورِ او رخشید بر ہر کشورے
آیتِ رحماں برائے ہر بصیر	٢٤	حجّتِ حق بہرِ ہر دیدہ ورے
ناتواناں را برحمت دستگیر	٢٥	خستہ جاناں را بہ شفقت غمخورے
حسنِ روئیش بہ ز ماہ و آفتاب	٢٦	خاکِ کوئیش بہ ز مشک و عنبرے
آفتاب و مہ چہ ہے مانند بدو	٢٧	در دلش از نورِ حق صد نیّرے
یک نظر بہتر ز عمرِ جاوداں	٢٨	گر فتہ کس را بداں خوش پیکرے
منکہ از حُسنش ہمیدارم خبر	٢٩	جاں فشانم گر دہد دل دیگرے
یادِ آں صورت مرا از خود برد	٣٠	ہر زماں مستم کند از ساغرے
مے پریدم سوئے کوئے او مدام	٣١	من اگر مے داشتم بال و پرے
لالہ و ریحاں چہ کار آید مرا	٣٢	من سرے دارم بآں رُو و سرے

(٢٢) اپنے محبوب کی محبت کے نشہ میں اپنے آپ سے بیخبر۔ اُس کی یاد میں سر بسجود (٢٣) اس کی روشنی ہر ایک قوم کو پہنچی ہے۔ اس کا نور ہر ایک مُلک پر چمکا ہے (٢٤) وہ ہر ایک بینا کے لئے خدا تعالےٰ کا ایک نشان ہے اور ہر ایک دیکھنے والے کے لئے خدا تعالیٰ کی ہستی کی حجت ہے۔ (٢٥) کمزوروں پر رحم کرکے ان کا ہاتھ پکڑنے والا۔ شکستہ دلوں کی شفقت سے غمخواری کرنے والا (٢٦) اس کے چہرہ کا جمال چاند اور سورج سے بڑھ کر ہے۔ اس کی گلی کی مٹی مُشک اور عنبر سے بہتر ہے (٢٧) سورج اور چاند بھلا اس جیسے کہاں ہو سکتے ہیں۔ اس کے دل میں تو خدا تعالےٰ کے نور کے صدہا چاند اور سورج ہیں (٢٨) اس حسین کو ایک دفعہ دیکھ لینا۔ ہمیشہ کی زندگی سے بہتر ہے (٢٩) چونکہ مجھے اُس کے حُسن کا علم ہے۔ اس لئے جہاں دوسروں نے اسے اپنا صرف دل دیا ہے۔ وہاں اس پر میں اپنی جان بھی قربان کرتا ہوں (٣٠) اُس صورت کی یاد مجھے بیخود کر رہی ہے۔ جو مجھے ہر وقت محبت کی شراب سے مست رکھتی ہے (٣١) اگر میرے پر ہوتے تو میں اُڑ کر اُسکی گلی میں پہنچتا (٣٢) لالہ اور ریحان کے پھول میرے کس کام۔ میرا تصور تو اُسی چہرے اور سر کی طرف لگا رہتا ہے۔

خوبئے او دامنِ دل مے کشد	۳۳	مُو کشانم مے برد زور آورے
دیدہ ام کو ہست نُورِ دیدہ ہا	۳۴	در اثر مہرِ شش چو مہرِ انورے
تافت آنروئے گز اں رو سر نتافت	۳۵	یافت آں درماں کہ بگزید آں درے
ہر کہ بے او زد قدم در بحرِ دیں	۳۶	کرد در اول قدم گم معبرے
اُمّی و در علم و حکمت بے نظیر	۳۷	زیں چہ باشد حجّتے روشن ترے
شد عیاں از وے علی الوجہ الاتم	۳۸	جوہرِ انساں کہ بود آں مضمرے
ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال	۳۹	لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے
آفتابِ ہر زمین و ہر زماں	۴۰	رہبرِ ہر اسود و ہر احمرے
مجمع البحرین علم و معرفت	۴۱	جامع الاسمین ابر و خاورے
سالکاں را نیست غیر از وے امام	۴۲	رہرواں را نیست جز وے رہبرے
جائے او جائے کہ طیرِ قدس را	۴۳	سوزد از انوار آں بال و پرے

(۳۳) اسکی خوبی میرے دل کے دامن کو کھینچ رہی ہے۔ اور ایک زوردار چیز مجھے گھسیٹے لئے جا رہی ہے (۳۴) میں نے دیکھ لیا ہے۔ کہ وہی آنکھوں کا نور ہے۔ اس کی محبت تاثیر کے لحاظ سے آفتاب کی طرح ہے۔ (۳۵) اس شخص کا چہرہ روشن ہُوا جس نے اپنا منہ اسکی طرف سے نہیں پھیرا۔ اور اس شخص نے شفا پائی جس نے اس دروازے کو اختیار کر لیا (۳۶) جس شخص نے اس سے الگ ہو کر دین کے سمندر میں قدم مارا اس نے پہلے ہی قدم میں جائے عبور کو گم کر دیا (۳۷) لکھنا پڑھنا نہ جاننے کے باوجود علم و حکمت میں بےنظیر۔ اس سے بڑھ کر اس کے سچا ہونے کی، اور کونسی روشن دلیل ہو سکتی ہے (۳۸) انسانی جوہر کا جو بالکل پوشیدہ تھا اس کے ذریعہ سے پوری طرح پتہ لگا ہے (۳۹) اس کے پاک وجود پر ہر ایک کمال ختم ہُوا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہُوا کہ ہر ایک پیغمبر (کے دور) کا اختتام ہو گیا (۴۰) وہ ہر ایک ملک اور ہر زمانہ کا سورج ہے۔ اور ہر ایک کالے اور گورے کا رہنما (۴۱) وہ علم کے سمندر اور معرفت کے سمندر کے جمع ہونے کی جگہ ہے۔ اور اس کے دو نام ہیں ابر بھی (جو سورج میں حائل ہوتا ہے) اور مشرق بھی (جو اسے نکالتا ہے)، (۴۲) سالکوں کا اس کے سوا اور کوئی امام نہیں اور راہرووں کو اس کے سوا اور کوئی رستہ دکھلانیوالا نہیں (۴۳) اس کا مقام وہ مقام ہے کہ اس کے انوار سے طائرِ قدس کے وہاں جانے سے پر جلتے ہیں۔

خلق را بخشید از حق کامِ جاں	۴۴	وار ہانیدہ ز کامِ اژدرے
یک طرف حیراں ازو شاہانِ وقت	۴۵	یک طرف مبہوت ہر دانشورے
نے بعلمش کس رسید و نے بزور	۴۶	درشکستہ کبر ہر متکبرے
او چہ میدارد بمدح کس نیاز	۴۷	مدح او خود فخر ہر مدحت گرے
ہست او در روضۂ قدس و جلال	۴۸	وز خیالِ مادحاں بالاترے
اے خدا بر وے سلام ما رساں	۴۹	ہم برا خوانش ز ہر پیغمبرے
اوّل آدم آخرِ شاں احمدؐ است	۵۰	اے خنک آنکس کہ بیند آخرے
انبیاءؑ روشن گہر ہستند لیک	۵۱	ہست احمدؐ زاں ہمہ روشن ترے
ما ہمہ پیغمبراں را چاکریم	۵۲	ہمچو خاکے او فتادہ بر درے
ہر رسولے کو طریقِ حق نمود	۵۳	جانِ ما قرباں بر آں حق پرورے
اے خداوندم بہ خیلِ انبیاء	۵۴	کش فرستادی بہ فضلِ اوفرے

(۴۴) مخلوق کو اسکی دلی مراد عطا فرمائی یعنی حق اور راستی - اور اس کو اژدہا کے منہ سے چھڑایا (۴۵) ایک طرف تو بادشاہان وقت اس کے جاہ و جلال کو دیکھ کر حیران ہیں - اور دوسری طرف ہر ایک عقل کا مدعی اسکے علم اور عقل کو دیکھ کر ششدر رہ گیا ہے (۴۶) اس کے علم اور اسکی طاقت کا کوئی مقابلہ نہ کر سکا - ہر ایک متکبر کے غرور کو اس نے توڑ دیا (۴۷) اس کو کیا حاجت ہے کہ کوئی اسکی تعریف کرے - اسکی تعریف کرنا خود تعریف کرنیوالے کیلئے باعث فخر ہے (۴۸) وہ قدس اور جلال کے باغ میں رہتا ہے - اور تعریف کرنیوالوں کے خیالات کی رسائی سے بالاتر ہے (۴۹) اے خدا ہمارا سلام اسکو پہنچا - اور اس کے بھائیوں کو بھی یعنی ہر ایک پیغمبر کو (۵۰) ان میں سے سب سے پہلا آدم ہے اور سب سے آخر احمدؐ ہے - کیا ہی خوش قسمت ہے وہ شخص جسے اس آخر میں آنیوالے کو دیکھنا نصیب ہوا (۵۱) تمام انبیاء روشن گوہر والے ہیں لیکن ان میں سب سے زیادہ روشن احمدؐ ہے (۵۲) ہم تمام پیغمبروں کے خادم ہیں - مٹی کی طرح ان کے دروازے پر پڑے ہوئے ہیں - (۵۳) جس رسول نے بھی خدا تعالےٰ کا رستہ دکھایا - ہماری جان ایسے حق پرور پر قربان ہے (۵۴) اے میرے خدا انبیاءؑ کے گروہ کے طفیل جس کو تو نے اپنے بہت بڑے فضل سے بھیجا ۔

معرفت ہم دہ چو بخشیدی دلم ۵۵ مے بدہ زاں ساں کہ دادی ساغرے
اے خداوندم بنام مصطفےٰ ۵۶ کش شدی در ہر مقامے ناصرے
دست من گیر از رہِ لطف و کرم ۵۷ در مہم باشس یار و یاورے
تکیہ بر زورِ تو دارم گرچہ من ۵۸ ہمچو خاکم بلکہ زاں ہم کمترے

(براہین صفحہ ۱۶-۸)

ایضاً در عظمت شان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

محمد ہست برہانِ محمد ...

محمدؐ ہمیں نقشِ نورِ خداست ۱ کہ ہرگز چنوئے بگیتی نخاست
تہی بود از راستی ہر دیار ۲ بکردارِ آں شب کہ تاریک و تار
خدائیش فرستاد و حق گسترید ۳ زمیں را بداں مقدمے جاں دمید
نہالیست از باغِ قدس و کمال ۴ ہمہ آل او ہمچو گلہائے آل

(براہین احمدیہ صفحہ ۹۶)

ایضاً در عظمت شان و برکات کا اتباع نبویؐ

آں شہِ عالم کہ نامش مصطفےٰ ۱ سیدِ عشاقِ حق شمس الضحےٰ
آنکہ ہر نورے طفیل نورِ اوست ۲ آنکہ منظورِ خدا منظورِ اوست

(۵۵) جب تو نے مجھے دل دیا ہے تو مجھ کو اپنی معرفت بھی دے۔ اور جسطرح تو نے پیالہ دیا ہے اسی طرح شراب بھی دے (جو اس میں ڈالکر پیوں)، (۵۶) اے میرے خدا اس مصطفےٰ کے نام کی طفیل جسکی تو نے ہر مقام میں مدد کی ہے (۵۷) اپنے لطف و کرم سے میری دستگیری کر۔ اور میری مشکل میں میرا مددگار اور حامی ہو (۵۸) مجھے تو تیری ہی طاقت اور زور پر بھروسہ ہے۔ ورنہ میں تو مٹی کیطرح بلکہ اس سے بھی کمتر ہوں ؛

ایضاً (۱) محمدؐ خدا تعالیٰ کے نور کا سب سے بڑا نقش ہے کہ آپ جیسا کوئی فرد کبھی دنیا میں نہیں ہوا (۲) ہر ایک ملک سچائی سے خالی تھا۔ اور اس رات کی طرح تھا جو بالکل تاریک ہو (۳) خدا تعالیٰ نے اس کو بھیجا۔ اور سچائی کو پھیلایا۔ اس (راستی مجسم کی) آمد سے (مردہ) زمین میں جان آگئی (۴) آپ قدس اور کمال کے باغ کا ایک پودا ہیں۔ آپ کی تمام اولاد سرخ پھولوں کی طرح ہے ؛

ایضاً (۱) وہ تمام جہان کا بادشاہ جس کا نام مصطفےٰ ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے عاشقوں کا سردار اور شمس الضحےٰ ہے (۲) وہ کہ ہر ایک نور اس کے نور کے طفیل سے ہے۔ آپکی یہ شان ہے کہ آپکا منظورِ نظر خدا کا منظورِ نظر ہے ؛

آں کہ بہرِ زندگی آبِ رواں	۳	در معارف ہمچو بحرِ بیکراں
آنکہ بر صدق و کمالش در جہاں	۴	صد دلیل و حجتِ روشن عیاں
آنکہ انوارِ خدا بر روئے او	۵	مظہرِ کارِ خدائی کوئے او
آنکہ جملہ انبیاء و راستاں	۶	خادمانش ہمچو خاکِ آستاں
آنکہ مہرش مے رساند تا سما	۷	میکند چوں ماہِ تاباں در صفا
مے دہد فرعونیاں را ہر زماں	۸	چوں یدِ بیضائے موسیٰ صد نشاں
در شبے پیدا شود روزش کند	۹	در خزاں آید دل افروزش کند
مظہرِ انوارِ آں بیچوں بود	۱۰	در خرد از ہر بشر افزوں بود
اتباعش آں دہد دل را کشاد	۱۱	کش نہ بیند کس بصد سالہ جہاد
اتباعش دل فروزد جاں دہد	۱۲	جلوۂ از طاقتِ یزداں دہد
اتباعش سینہ نورانی کند	۱۳	باخبر از یارِ پنہانی کند

(۳) جو زندگی کے لئے آبِ حیات ہے۔ اور حقائق اور معارف میں ناپیدا کنار سمندر ہے (۴) آپ کی سچائی اور آپ کے کمال پر دنیا میں صدہا روشن دلائل اور ثبوت موجود ہیں (۵) آپ کے چہرہ پر خدا تعالےٰ کے انوار برس رہے ہیں۔ آپ کا کوچہ خدائی کاموں کا مظہر ہے (۶) تمام انبیاء اور راست باز خادم بن کر دہلیز کی مٹی کی طرح آپ کے دروازہ پر پڑے ہیں (۷) آپ کی محبت آسمان پر پہنچا دیتی ہے اور صدق وصفا میں چمکنے والے چاند کی طرح بنا دیتی ہے (۸) آپ فرعون کی سیرت والے لوگوں کو ہر دم موسےٰ کے یدِ بیضا کی طرح کر صدہا نشان دکھاتے ہیں (۹) جب آپ رات کے وقت (یعنی تاریکی کے زمانہ میں) اپنا چہرہ دکھائیں تو اسے دن بنا دیتے ہیں۔ اور خزاں کے موسم میں آکر اسے بہار دلکشا بنا دیتے ہیں (۱۰) وہ خدا تعالیٰ کے انوار کا مظہر ہے۔ اور دانائی میں ہر انسان سے بڑھ کر ہے (۱۱) اس کی اتباع دل کو ایسی کشادگی عطا کرتی ہے جو کسی کو سو برس کے مجاہدہ سے بھی حاصل نہیں ہوتی (۱۲) اس کی اتباع دل کو روشن کرتی ہے۔ اور مردوں میں جان ڈالتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی طاقت کا ایک جلوہ دکھاتی ہے (۱۳) اس کی اتباع سینہ کو منور کرتی ہے۔ اور اس وراء الوراء ہستی تک پہنچنے کی راہیں بتا دیتی ہے۔

منطقِ اوازمعارف پُر بود ۱۴ ہر بیانِ او سراسر دُر بود
ازکمالِ حکمت وتکمیلِ دیں ۱۵ پانہند بر اولین و آخریں
وزکمالِ صورت وحُسنِ اتم ۱۶ جملہ خوباں راکنند زیرِقدم
تابعش چوں انبیاء گردد زنور ۱۷ نورِشں افتد برہمہ نزدیک و دور
شیرِحق پرہیبت ازربِّ جلیل ۱۸ دشمناں پیشش چوروباہ ذلیل

ایضًا درعظمت شان وافاضۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (براہین صفحہ ۵۲۵-۵۲۴)

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است ۱ خاکم نثارِ کوچۂ آلِ محمدؐ است
دیدم بعینِ قلب وشنیدم بگوشِ ہوش ۲ درہرمکاں ندائے جمالِ محمدؐ است
ایں چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدادہم ۳ یک قطرۂ زبحرِ کمالِ محمدؐ است
ایں آتشم زآتشِ مہرِمحمدیؐ است ۴ ویں آبِ من زآبِ زلالِ محمدؐ است
(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

ایضًا درعظمت ورفعت شان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

شانِ احمدؐ راکہ داند جز خداوندکریم ۱ آنچناں ازخود جدا شد کز میاں افتاد میم*

(۱۴) اسکا کلام حقائق ومعارف سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ اسکا ہرایک بیان سراسر موتیوں کی لڑی ہوتا ہے (۱۵) حکمت کے کمال اور دین کی تکمیل کی رو سے تمام اولین وآخرین اس کے قدم کے نیچے ہیں (۱۶) اس کے انتہائی جمال اور کمال حسن کی وجہ سے تمام حسین اس کے پاؤں کے نیچے کی مٹی کی طرح ہیں (۱۷) اس کا تابع منور ہوکر انبیاءؑ کی طرح ہو جاتا ہے۔ اسکا نور نزدیک والوں اور دور والوں کو سب کو روشن کرتا ہے (۱۸) خدا تعالےٰ کا پرہیبت شیر ہے۔ اس کے دشمن اس کے آگے ایک ذلیل لومڑی کی طرح ہیں۔ ایضًا (۱) میری جان اور دل محمدؐ کے جمال پر فدا ہے۔ میری خاک محمدؐ کی آل کے کوچے پر نثار ہے (۲) میں نے دل کی آنکھوں سے دیکھا ہے اور ہوش کے کانوں سے سنا ہے کہ ہر ایک مقام میں محمدؐ کے جمال کی ہی آواز گونج رہی ہے (۳) یہ جاری چشمہ جو میں لوگوں کو پلا رہا ہوں محمدؐ کے کمال کے سمندر کا ایک قطرہ ہے (۴) یہ میری آگ محمدؐ کی محبت کی آگ سے روشن شدہ ہے۔ اور یہ میرا پانی محمدؐ کے مصفا پانی سے حاصل شدہ ہے۔ ایضًا (۱) احمدؐ کی شان کو خدا تعالیٰ کے سوا اور کون جانتا ہے۔ وہ خودی سے اس طرح جدا ہوا کہ اس وصف میں یکتا ہوگیا۔

* احدیت سے مراد خدائی یا وصف وجود نہیں۔ بلکہ اس وصف (ازخود جدا شدن) میں یکتائی مراد ہے (از حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ بروایت حکیم مولوی محمد الدین صاحب گوجرانوالوی مہاجر مرحوم رضی اللہ عنہ)

۲ زاں نمط شد محوِ دلبر کز کمالِ اتحاد — پیکرِ او شد سراسر صورتِ ربِّ رحیم
۳ بوئے محبوبِ حقیقی میدمد زاں روئے پاک — ذاتِ حقانی صفاتش مظہرِ ذاتِ قدیم
۴ گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال — چوں دلِ احمدؐ نمی بینم دگر عرشِ عظیم
۵ منتِ ایزد را کہ من بر رغمِ اہلِ روزگار — صد بلا را میخرم از ذوقِ آں عین النعیم
۶ از عنایاتِ خدا و ز فضلِ آں دادارِ پاک — دشمنِ فرعونیانم بہرِ عشقِ آں کلیم
۷ آں مقام و رتبتِ خاصش کہ بر من شد عیاں — گفتمے گر دیدمے طبعے دریں راہے سلیم
۸ در رہِ عشقِ محمدؐ ایں سر و جانم رود — ایں تمنا ایں دعا ایں در دلم عزمِ صمیم

(توضیح مرام صـ ۲۳)

ایضًا در عشقِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱ بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم — گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم
۲ ہر تار و پودِ من بسرائید بعشقِ او — از خود تہی و از غمِ آں دلستاں پُرم
۳ جانم فدا شود برہِ دینِ مصطفےٰؐ — ایں است کامِ دل اگر آید میسرم

(ازالہ اوہام صـ ۱۷۶-۱۷۸)

(۲) وہ دلبر میں کچھ ایسا محو ہوا کہ اس کا کوئی الگ وجود نہ رہا حتیٰ کہ کمال اتحاد کی وجہ سے اس کا وجود خدا تعالیٰ ہی کا وجود ہو گیا (۳) اس پاک چہرہ سے محبوب حقیقی کی خوشبو آتی ہے۔ اسکی خدائی صفات والی ذات خدا تعالیٰ کی مظہر ہے (۴) خواہ کوئی مجھے ملحد اور گمراہ ہی کیوں نہ کہے میں تو یہی کہونگا کہ میں احمدؐ کے دل جیسا کوئی عرش عظیم نہیں جانتا (۵) خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ میں تمام (بدخواہ) لوگوں کے ارادوں اور خواہشوں کے خلاف اس نعمتوں کے چشمہ کے مزے لے رہا ہوں اور اس کے لئے ہر ایک طرح کی مصیبت کو عین راحت سمجھ کر اسے اختیار کر رہا ہوں (۶) خدا تعالیٰ کے فضل اور اسکی عنایتوں سے میں اس موسیٰ کے عشق کی وجہ سے خود موسیٰ بنکر فرعونی گروہ کے مقابل پر کھڑا ہوں (۷) اس کا وہ مقام اور خاص رتبہ جو مجھ پر ظاہر ہوا ہے میں تبلا دیتا اگر اس راہ میں کوئی سلیم طبع والا میں دیکھتا (۸) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عشق میں میرا یہ سر اور جان چلی جائے۔ یہی میری تمنا ہے۔ یہی میری دعا ہے۔ اور یہی میرے دل کا پکا ارادہ ہے *

ایضًا (۱) خدا کے بعد میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عشق میں سرشار ہوں۔ اگر کفر یہی ہوتا ہے تو خدا کی قسم میں سخت کافر ہوں۔

(۲) میرا ہر رگ و ریشہ اس کے عشق کے راگ گاتا ہے میں اپنے آپ سے خالی اور اس محبوب کے غم سے بھرا ہوا ہوں

(۳) میری جان مصطفےٰؐ کے دین کی راہ میں فدا ہو جائے۔ یہ ہے میرا دلی مقصد خدا کرے پورا ہو *

ایضاً در برکاتِ محبت و اتباع و عظمتِ شانِ نبوتی صلی اللہ علیہ وسلم

عجب نوریست در جانِ محمد	۱	عجب لعلیست در کانِ محمد
ز ظلمتہا دلے آنگہ شود صاف	۲	کہ گردد از محبانِ محمد
عجب دارم دلِ آں ناکسانرا	۳	کہ رو تابند از خوانِ محمد
ندانم ہیچ نفسے در دو عالم	۴	کہ دارد شوکت و شانِ محمد
خدا زاں سینہ بیزارست صد بار	۵	کہ ہست از کینہ دارانِ محمد
خدا خود سوزد آں کرمِ دنی را	۶	کہ باشد از عدوانِ محمد
اگر خواہی نجات از مستیٔ نفس	۷	بیا در ذیلِ مستانِ محمد
اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت	۸	بشو از دل ثناخوانِ محمد
اگر خواہی دلیلے عاشقش باش	۹	محمد ہست برہانِ محمد
سرے دارم فدائے خاکِ احمد	۱۰	دلم ہر وقت قربانِ محمد
بگیسوئے رسول اللہ کہ ہستم	۱۱	نثارِ روئے تابانِ محمد

(۱) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان میں عجیب نور ہے۔ محمدؐ کی کان میں عجیب لعل ہے (۲) تاریکیوں سے دل اس وقت صاف ہوتا ہے۔ جب محمدؐ کے عاشقوں میں سے ہو جائے (۳) مجھے ان کمینوں اور نالائقوں کے دل کی حالت پر تعجب آتا ہے جو محمدؐ کے دسترخوان سے منہ پھیرتے ہیں (۴) مجھے دونوں جہان میں ایسا انسان کوئی نظر نہیں آتا جو محمدؐ کی سی شان و شوکت رکھتا ہو (۵) خدا تعالے اس آدمی سے بالکل بیزار ہے جو اپنے دل میں محمدؐ کا کینہ رکھتا ہو۔ (۶) خدا تعالے اس ذلیل کیڑے کو خود ہی تباہ کر دے گا۔ جو محمدؐ کا دشمن ہو۔ (۷) اگر تو نفس کی بدمستی سے نجات پانا چاہتا ہے۔ تو محمدؐ کے مستوں کے ذیل میں آجا (۸) اگر تو چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ تیری تعریف کرے تو تُو جان و دل سے محمدؐ کا ثناخواں ہو جا (۹) اگر تو اس بات کا ثبوت چاہتا ہے تو اس کا عاشق بن جا۔ کیونکہ محمدؐ اپنی دلیل آپ ہے (۱۰) میرا سر محمدؐ کے پاؤں کے غبار پر فدا ہے۔ میرا دل ہر وقت محمدؐ پر قربان ہے (۱۱) رسول اللہ کی زلفوں کی قسم میں محمدؐ کے رخِ تاباں پر نثار ہوں۔

دریں رہ گر کشندم ور بسوزند	۱۲	نتابم رو ز ایوانِ محمدؐ
بکارِ دیں نترسم از جہانے	۱۳	کہ دارم رنگِ ایمانِ محمدؐ
بسے سہل است از دنیا بریدن	۱۴	بیادِ حُسن و احسانِ محمدؐ
فدا شد در رہش ہر ذرّۂ من	۱۵	کہ دیدم حُسنِ پنہانِ محمدؐ
دگر استاد را نامے ندانم	۱۶	کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ
بدیگر دلبرے کارے ندارم	۱۷	کہ ہستم کشتۂ آنِ محمدؐ
مرا آں گوشۂ چشمے بباید	۱۸	نخواہم جز گلستانِ محمدؐ
دلِ زارم بہ پہلویم مجوئید	۱۹	کہ بستیمش بدامانِ محمدؐ
من آں خوش مرغ از مرغانِ قدسم	۲۰	کہ دارد جا بہ بستانِ محمدؐ
تو جانِ ما منوّر کردی از عشق	۲۱	فدایت جانم اے جانِ محمدؐ
دریغا گر دہم صد جاں دریں رہ	۲۲	نباشد نیز شایانِ محمدؐ

(۱۲) اس راہ میں خواہ مجھے قتل کیا جائے خواہ جلایا جائے۔ میں محمدؐ کی بارگاہ سے منہ نہ پھیروں گا (۱۳) دین کے کام میں مَیں سارے جہان کے لوگوں سے بھی نہیں ڈرتا۔ کیونکہ مجھ پر محمدؐ کے ایمان کا رنگ چڑھا ہوا ہے (۱۴) دنیا (کی آلودگی) سے نجات پانا اور اس سے قطع تعلق کرنا محمدؐ کے حُسن اور احسان کی یاد سے بالکل آسان ہو جاتا ہے۔ (۱۵) میرا ہر ذرہ اس کی راہ میں فدا ہو گیا ہے کیونکہ میں نے محمدؐ کے پوشیدہ حُسن کو دیکھ لیا (۱۶) میں کسی دوسرے استاد کا نام نہیں جانتا۔ کیونکہ میں نے محمدؐ کے مدرسہ میں ہی تعلیم پائی ہے (۱۷) مجھے کسی دوسرے دلبر سے واسطہ نہیں۔ میں تو محمدؐ کی ادا کا کشتہ ہوں (۱۸) میں تو اس کی ایک نظر کا طلبگار ہوں خواہ گوشۂ چشم سے ہی کیوں نہ ہو۔ محمدؐ کے باغ کے سوا مجھے کسی اور باغ کی ضرورت نہیں ہے (۱۹) میرے خستہ حال دل کو میرے سینے میں مت ڈھونڈو کیونکہ ہم نے اسے محمدؐ کے پلے سے باندھ دیا ہوا ہے (۲۰) میں قدس کے پرندوں میں سے وہ بہترین پرندہ ہوں جس کا آشیانہ محمدؐ کے باغ میں ہے (۲۱) اے محمد کی جان تو نے اپنے عشق سے ہماری جان کو نورانی کر دیا ہے۔ میری جان تجھ پہ فدا ہو (۲۲) ہائے حسرت اگر میں اس راہ میں مارا جاؤں اور پھر زندہ کر کے دیکھنے کے لئے مارا جاؤں اور اسیطرح سو بار اپنی جان فدا کروں تو پھر بھی یہ محمدؐ کی خدمت کے شایانِ حال نہیں ہوگا

چہ ہیبت ہا بدادند ایں جواں را ۲۳ کہ ناید کس بہ میدان محمدؐ
الا اے دشمن نادان و بے راہ ۲۴ بترس از تیغِ بُرّانِ محمدؐ
رہِ مولیٰ کہ گم کردند مردم ۲۵ بجو در آل و اعوانِ محمدؐ
الا اے منکر از شانِ محمدؐ ۲۶ ہم از نورِ نمایانِ محمدؐ
کرامت گرچہ بے نام و نشان است ۲۷ بیا بنگر ز غلمانِ محمدؐ
(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء)

ایضاً در عظمت شان و ذکر عشق و اوصاف عشق نبویؐ

رہبر ما سید ما مصطفےٰؐ است ۱ آنکہ ندیدست نظیرش سروش
آنکہ خدا مثل رخش نافرید ۲ آنکہ رہش مخزن ہر عقل و ہوش
دشمنِ دیں حملہ بروے کند ۳ حیف بود گر بنشینم خموش
آں نہ مسلماں بتر از کافر است ۴ کش نبود از پئے آں پاک جوش
جاں شود اندر رہ پاکش فدا ۵ مژدہ ہمیں است گر آید بگوش
سر کہ نہ در پائے عزیزش رود ۶ بارِ گران است کشیدن بدوش
(آشتہار ۱۷ مارچ ۱۸۹۶ء)

(۲۳) اس جوان کی کیسی ہیبت ہے۔ اُس کے مقابل پر میدان میں کوئی نہیں آتا۔ (۲۴) اے نادان اور گمراہ دشمن ہوش میں آ۔ محمدؐ کی کاٹنے والی تلوار سے ڈر جا (۲۵) خدا تعالیٰ کا رستہ جو لوگوں نے گم کر دیا ہے اب اس کو محمدؐ کی آل اور اس کے مددگاروں میں ڈھونڈو (۲۶) اے وہ شخص جو محمدؐ کی شان کا اور آپکے بالکل ظاہر نور کا منکر ہے سُن لے (۲۷) کہ کرامت اگرچہ بے نام و نشان ہو چکی ہے۔ آ کر محمدؐ کے غلاموں کے پاس اسے دیکھ لے۔ ایضاً ہمارا رہنما اور ہمارا سردار مصطفےٰؐ ہے جس کا مثیل و نظیر فرشتہ وحی، جبرئیل نے نہیں دیکھا (۲) آپ جیسا کوئی چہرہ اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں کیا۔ آپ کا رستہ ہر عقل و خرد کا خزانہ ہے (۳) دین کا دشمن آپ پر حملہ کرتا ہے۔ یہ افسوس کا مقام ہوگا۔ کہ میں خاموش بیٹھا رہوں (۴) وہ مسلمان نہیں بلکہ کافر سے بدتر ہے جس کو اس پاک کے لئے جوش نہ ہو (۵) آپ کی پاک راہ میں میری جان فدا ہو جائے۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی خوشخبری نہیں ہو سکتی۔ کاش مجھے یہ مژدہ مل جائے اور اس کا سننا مجھے نصیب ہو (۶) جو سر آپکے بزرگ شان قدموں پر قربان نہ ہو جائے اسے اٹھائے پھرنا ایک فضول اور بیفائدہ بوجھ کا اٹھانا ہے

ایضاً در عظمت شان و برکات عشق و اتباع نبوی ﷺ

سید شاں آنکہ نامش مصطفےٰ است	۱	رہبرِ ہر زمرۂ صدق و صفا است
مے درخشد روئے حق در روئے او	۲	بوئے حق آید ز بام و کوئے او
ہر کمالِ رہبری بروے تمام	۳	پاک رو و پاک روُیاں را امام
لے خدا اے چارۂ آزارِ ما	۴	کن شفاعت ہائے او در کارِ ما
ہر کہ مہرش در دل و جانش فتد	۵	ناگہاں جانے در ایمانش فتد
آنکہ او را ظلمتے گیرد براہ	۶	نیستش چوں روئے احمدؐ مہر و مہ
تابعش بحرِ معانی مے شود	۷	از زمینی آسمانی مے شود
ہر کہ در راہ محمدؐ زد قدم	۸	انبیا را شد مثیل آں محترم

(ضیاء الحق ملک)

ایضاً در عظمت شان و برکات اتباع و ذکر عشق نبوی ۳

آں رسولے کش محمدؐ ہست نام	۱	دامنِ پاکش بدستِ ما مدام
مہرِ او با شیر شد اندر بدن	۲	جاں شد و باجاں بدر خواہد شدن

(۱) اس کا سردار جس کا نام مصطفےٰ ہے۔ ہر ایک صدق و صفا والے گروہ کا سردار ہے (۲) آپ کے چہرہ میں خدا تعالیٰ کا چہرہ چمکتا ہے۔ اور آپ کے درو دیوار سے خدا تعالیٰ کی خوشبو آتی ہے۔ (۳) ہادی و رہنما ہونے کا ہر ایک کمال آپ پر ختم ہے۔ آپ پاک رو ہیں اور پاک رُو لوگوں کے امام ہیں (۴) اے خدا اے ہمارے دکھوں کے علاج ہمارے معاملہ میں آپ کی شفاعتیں بیسر اور قبول فرما (۵) جس کے جان و دل میں آپ کی محبت داخل ہو جائے۔ فوراً اس کے ایمان میں جان پڑ جاتی ہے۔ (۶) جس شخص کو دین کے راستہ میں کسی قسم کی ظلمت روک ہو اس کیلئے احمدؐ کے چہرے جیسا نور بخش نہ کوئی سورج ہو سکتا ہے نہ چاند (۷) آپ کا تبع باطنی علوم کا سمندر بن جاتا ہے۔ اور زمینی ہونے کی حالت سے نکل کر آسمانی بنجاتا ہے (۸) جس نے محمدؐ کی راہ میں قدم مارا۔ وہ واجب الاحترام شخص نبیوں کا مثیل بن گیا۔ ایضاً (۱) وہ رسول جس کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ اس کا پاک دامن ہر وقت ہمارے ہاتھ میں ہے (۲) آپکی محبت ماں کے دودھ کے ساتھ یعنی پیدائش کے دن سے میرے وجود کے اندر داخل شدہ ہے اسلئے وہ میری جان بن گئی ہے۔ اور مرنے کے وقت جان کے ساتھ ہی جائیگی۔

۳ هست او خیر الرسل خیر الانام — هر نبوت را برو شد اختتام
۴ ما ازو نوشیم هر آبے که هست — زو شده سیراب سیرابے که هست
۵ آنچه ما را وحی و ایمائے بود — آں نه از خود از همان جائے بود
۶ ما ازو یابیم هر نور و کمال — وصل دلدارِ ازل بے او محال
۷ اقتدائے قولِ او در جان ماست — هرچه زو ثابت شود ایمانِ ماست
۸ الغرض فرقاں مدارِ دین ماست — او انیسِ خاطرِ غمگین است
۹ همچنیں عشقم بروئے مصطفےٰ — دل پرد چوں مرغ سوئے مصطفےٰ
۱۰ تا مرا دادند از حسنش خبر — شد دلم از عشقِ او زیر و زبر
۱۱ منکه مے بینم رُخِ آں دلبرے — جاں فشانم گر دهد دل دیگرے
۱۲ ساقئ من هست آں جاں پرورے — هر زماں مستم کند از ساغرے
۱۳ محو روئے او شد است ایں روئے من — بوئے او آید زبام و کوئے من

(۳) آپ تمام رسولوں سے اور تمام خلقت سے بہتر ہیں۔ نبوت کا ہر ایک شعبہ آپ پر ختم ہے (۴) ہم فیضانِ الٰہی کا ہر ایک پانی ہم آپ کے طفیل پیتے ہیں۔ جو بھی سیراب ہوا ہے آپ ہی سے ہوا ہے (۵) جو بھی ہمیں وحی یا اشارہ ہوتا ہے وہ براہِ راست نہیں بلکہ آپ ہی کے فیضان سے ہوتا ہے (۶) ہر ایک نور اور کمال ہم آپ ہی سے پاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کا وصل بغیر آپ کے ناممکن ہے (۷) آپؐ کے فرمودہ کی پیروی کرنا ہماری جان میں داخل ہے۔ جو بات آپ کی طرف سے ثابت ہو جائے اس پر ہمارا ایمان ہے (۸) الغرض قرآن شریف پر ہمارے دین کا دار و مدار ہے۔ وہ ہمارے غمگین دل کا انیس ہے (۹) اسی طرح مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مجھے عشق ہے۔ میرا دل مصطفےٰ کی طرف پرندے کی طرح پرواز کرتا ہے (۱۰) جب سے میں آپ کے حُسن سے آگاہ ہوا ہوں تب سے میرا دل آپ کے عشق سے پریشان اور سراسیمہ ہے (۱۱) چونکہ میں اس دلبر کا چہرہ دیکھ رہا ہوں۔ اس لئے دوسرا اگر صرف عاشق ہوتا ہے تو میں اپنی جان بھی قربان کرتا ہوں (۱۲) میرا ساقی وہی جاں پرور ہے۔ وہ ہر وقت مجھے نیا جام پلا کر مست کر رہا ہے (۱۳) میرا منہ آپ کے چہرہ کے دیدار کے لئے وقف ہو چکا ہے۔ میرے در و دیوار سے آپ کی خوشبو آ رہی ہے

۱۴	بسکہ من در عشقِ او ہستم نہاں	من ہمانم۔ من ہمانم۔ من ہماں
۱۵	جانِ من از جانِ او یابد غذا	از گریبانم عیاں شد آں ذکا
۱۶	احمدؐ اندر جانِ احمدؑ شد پدید	اسم من گردید آں اسم وحید

(ضمیمہ سراج منیر ص؎)

ایضاً در عظمت شان و ہمدردی خلق و برکات اتباع و عشق نبوی ؐ

۱	چوں زمن آید ثنائے سرورِ عالی تبار	عاجز از مدحش زمین و آسمان و ہر دو دار
۲	آں مقامِ قرب کو دارد بدلدار قدیم	کس نداند شان آں از واصلان کردگار
۳	آں عنایتہا کہ محبوبِ ازل دارد بدو	کس بخوابے ہم ندیدہ مثل آں اندر دیار
۴	سرورِ خاصانِ حق شاہِ گروہ عاشقاں	آنکہ روحش کرد طے ہر منزلِ وصلِ نگار
۵	آں مبارک پے کہ آمد ذاتِ باآیاتِ او	رحمتے زاں ذاتِ عالم پرور و پروردگار
۶	آں کہ دارد قرب خاص اندر جناب پاک حق	آں کہ شانِ او نہ فہمند کس ز خاصان و کبار
۷	احمدِ آخر زماں کو اولین را جائے فخر	آخرین را مقتدا و ملجاء و کہف و حصار

(۱۴) چونکہ میں آپ کے عشق میں اپنے وجود سے فنا شدہ ہوں۔ اس لئے میں وہی ہوں وہی ہوں اور بالکل وہی ہوں (۱۵) میری جان اُسکی جان سے غذا پاتی ہے۔ وہ آفتاب میرے گریبان سے ظاہر ہوا ہے (۱۶) وہ احمدؐ اس احمد میں ہو کر ظاہر ہؤا ہے۔ اور اس یکتا کا نام میرا ہی نام بن گیا ہے۔ ایضاً۔ (۱) مجھ سے اس عالی خاندان سردار کی تعریف کسطرح ہو سکے اس کی تعریف سے تو زمین اور آسمان بلکہ دونوں جہاں عاجز ہیں (۲) اس کے قرب کے مقام کی شان کہ جو وہ خدا تعالیٰ کے پاس رکھتا ہے مقربان الٰہی اور بڑی شان کے لوگوں میں سے بھی کوئی نہیں جانتا (۳) وہ مہربانیاں جو محبوب ازل (خدا تعالیٰ) کی اس پر ہیں۔ دنیا میں اس جیسی مہربانیاں کسی نے خواب میں بھی نہیں دیکھیں (۴) وہ خدا تعالیٰ کے خاص بندوں کا سردار ہے اور عاشقان الٰہی کے گروہ کا بادشاہ۔ اس کی روح نے محبوب کے وصل کی ہر منزل کو طے کیا (۵) وہ مبارک قدم جس کی مجموعہ معجزات ہستی ذات رب العالمین و پروردگار عالم کی طرف سے رحمت بن کر آئی (۶)، جو خدا تعالیٰ کی جناب میں وہ خاص قرب رکھتا ہے جس کی شان کو خاص اور بڑے لوگوں میں سے بھی کوئی نہیں جانتا (۷)، وہ احمد آخر زماں ہے جو پہلوں کے لئے فخر کی جگہ ہے اور پچھلوں کا پیشوا جائے پناہ کہف اور قلعہ

۸	هست درگاهِ بزرگش کشتیٔ عالم پناه	کس نه گردد روزِ محشر جز پناهش رستگار
۹	از همه چیزے فزوں تر در همه نوعِ کمال	آسمانها پیشِ اوجِ همتِ او ذرّه وار
۱۰	مَظهرِ نورے که پنهاں بود از عهدِ ازل	مطلعِ شمسے که بود از ابتدا در استتار
۱۱	صدرِ بزمِ آسمان و حجة الله بر زمیں	ذاتِ خالق را نشانے بس بزرگ و استوار
۱۲	هر رگ و تارِ وجودش خانۂ یارِ ازل	هر دم و هر ذرّه اش پر از جمالِ دوستدار
۱۳	حُسنِ روئے او به از صد آفتاب و ماهتاب	خاکِ کوئے او به از صد نافۂ مشکِ تتار
۱۴	هست او از عقل و فکر و وهم مردم دور تر	کے مجالِ فکر تا آں بحرِ ناپیدا کنار
۱۵	روح او در گفتنِ قولِ بلیٰ اول کسے	آدمِ توحید و پیش از آدمش پیوند یار
۱۶	جانِ خود دادن پئے خلقِ خدا در فطرتش	جاں نثارِ خستہ جاناں بیدلاں را غمگسار
۱۷	اندر آں وقتیکه دنیا پُر ز شرک و کفر بود	ہیچ کس را خوں نشد دل جز دلِ آں شهریار
۱۸	ہیچ کس از خبثِ شرک و رجسِ بُت آگه نشد	ایں خبر شد جانِ احمد را که بود از عشق زار

(۸) اس کی عالیشان بارگاہ جہان کو پناہ دینے والی کشتی ہے۔ قیامت کے دن کوئی بھی اس کی پناہ کے سوا خلاصی نہیں پائیگا (۹) کمال کی ہر ایک قسم میں ہر ایک چیز سے بڑھ کر ہے۔ اسکی ہمت کی بلندی کے سامنے (تمام) آسمان ایک ذرہ کے برابر ہیں (۱۰) وہ اس نور کا مظہر ہے جو ازل سے پوشیدہ تھا وہ اس سورج کا مطلع ہے جو ابتدا سے چھپا ہوا تھا (۱۱) وہ آسمان والوں کی مجلس کا صدر ہے اور زمین پر خدا کی حجت ہے۔ خدا تعالیٰ کی ہستی کا بہت بڑا اور محکم نشان ہے (۱۲) اس کے وجود کا ہر ایک رگ و ریشہ خدا تعالیٰ کا گھر ہے۔ اس کا ہر ایک سانس اور ہر ایک ذرہ محبوب حقیقی کے جمال سے پُر ہے (۱۳) اس کے چہرہ کا حُسن صدہا سورجوں اور چاندوں سے بڑھکر ہے۔ اسکی گلی کی مٹی تاتار کے مشک کے صدہا نافوں سے بہتر ہے (۱۴) وہ لوگوں کی عقل فکر اور وہم سے بالاتر ہے۔ فکر کی کیا مجال ہے کہ اس ناپیدا کنار سمندر تک پہنچ سکے۔ (۱۵) بلیٰ کا لفظ کہنے میں اسکی روح سب سے پہلے تھی۔ وہ توحید کا آدم ہے۔ اور آدم (کی پیدائش) سے بھی پہلے اس کا تعلق خدا تعالیٰ سے تھا (۱۶) خدا کی مخلوق کیلئے اپنی جان دینا اسکی فطرت میں تھا۔ وہ شکستہ دلوں پر اپنی جان قربان کرنیوالا۔ اور بیدلوں کا غمخوار تھا (۱۷) اسوقت جبکہ دنیا شرک اور کفر سے بھری ہوئی تھی۔ اس سرورِ عالم کے دل کے سوا اور کسی کا دل رنج اور غم سے پگھل کر خون نہ ہوا (۱۸) کوئی شخص بھی شرک کی ناپاکی اور بت (پرستی) کی پلیدی سے واقف نہ ہوا۔ اس بات کا صرف احمد کو پتہ لگا۔ جو عشق سے نڈھال تھا۔

کس چہ میداند کہ از زاں نالہ ہا باشد خبر	۱۹	کاں شفیعے کرد از بہر جہاں در کنج غار
من نمیدانم چہ دردے بود و اندوہ و غمے	۲۰	کاندر آں غارے در آوردش حزین و دلفگار
نے ز تاریکی توحش نے ز تنہائی ہراس	۲۱	نے ز مردن غم نہ خوفِ کژدم و نے بیمِ مار
کشتۂ قوم و فدائے خلق و قربانِ جہاں	۲۲	نے بجسم خویش میلش نے بنفسِ خویش کار
نعرہ ہا پُر درد مے زد از پئے خلقِ خدا	۲۳	شد تضرع کار او پیشِ خدا لیل و نہار
سخت شورے بر فلک افتاد زاں عجز و دعا	۲۴	قدسیاں را نیز شد چشم از غم آں اشکبار
آخر از عجز و مناجات و تضرع کردنش	۲۵	شد نگاہ لطفِ حق بر عالمِ تاریک و تار
در جہاں از معصیت ہا بود طوفانِ عظیم	۲۶	بود خلق از شرک و عصیاں کور و کر در ہر دیار
ہمچو وقتِ نوحؑ دنیا بود پُر از ہر فساد	۲۷	ہیچ دل خالی نبود از ظلمت و گرد و غبار
مر شیاطیں را تسلط بود بر ہر روح و نفس	۲۸	پس تجلی کرد بر روحِ محمدؐ کردگار
منتِ او بر ہمہ سرخ دنیا ہے ثابت است	۲۹	آنکہ بہرِ نوعِ انساں کرد جانِ خود نثار

(۱۹) کسی کو اس آہ وزاری کی کیا خبر اور کیا علم ہے۔ جو اس شفیع الوریٰ نے لوگوں کیلئے غار حرا کے گوشہ میں کی (۲۰) میں نہیں جانتا کہ وہ کیسا درد اور دکھ اور غم تھا۔ جو اس کو اس غار میں غمگین اور دلفگار بنا کر لایا (۲۱) نہ تاریکی کی وجہ سے کچھ گھبراہٹ ہوئی نہ تنہائی کی وجہ سے کچھ ڈر پیدا ہوا۔ نہ جان کے خطرہ کی کوئی پرواہ کی۔ اور نہ سانپ یا بچھو کا خوف کیا (۲۲) غم مخلوق کا کشتہ ملک پر فدا اور خلق خدا پر قربان۔ نہ اُسے اپنے جسم کا خیال تھا نہ اپنی جان کی پرواہ تھی (۲۳) خدا کی مخلوق کیلئے درد بھرے نعرے مارتا تھا۔ خدا کے آگے رات دن گڑگڑانا اس کا کام تھا (۲۴) اس عاجزی اور دعاؤں سے آسمان پر سخت شور پڑگیا۔ اس کے غم سے فرشتے بھی رونے لگے (۲۵) آخر کار اس کی عاجزی اور آہ وزاری اور دعاؤں سے خدا تعالیٰ نے اپنی مہربانی کی نگاہ تاریک دنیا پر ڈالی (۲۶) دنیا میں گناہوں کا بہت بڑا طوفان آیا ہوا تھا۔ ہر ملک کے لوگ خدا تعالیٰ کی نافرمانی اور شرک کی وجہ سے اندھے اور بہرے ہو رہے تھے (۲۷) نوحؑ کے زمانہ کی طرح دنیا ہر ایک خرابی سے بھری ہوئی تھی۔ کوئی دل بھی تاریکی اور گرد و غبار سے خالی نہ تھا (۲۸) ہر ایک روح اور جان پر شیطانوں کا ہی قابو تھا۔ ایسے حال میں خدا تعالیٰ نے محمدؐ کی روح پر اپنی تجلی کی (۲۹) دنیا کے تمام لوگوں پر اس کا احسان ثابت ہے۔ جس نے انسان کے لئے اپنی جان قربان کر دی۔

یا نبیؐ اللہ توئی خورشیدِ رہ ہائے ہدیٰ	۳۰	بے تو نارد رو برا ہے عارفِ پرہیزگار
یا نبیؐ اللہ لبِ تو چشمۂ جاں پرور است	۳۱	یا نبیؐ اللہ توئی در راہِ حق آموزگار
آں یکے جوید حدیثِ پاکِ تو از زید و عمرو	۳۲	واں دگر از خود دہانت بشنود بے انتظار
زندہ آں شخصے کہ نوشد جرعۂ از چشمہ ات	۳۳	زیرک آں مردیکہ کرد است اتباعت اختیار
عارفاں را منتہائے معرفت علمِ رخت	۳۴	صادقاں را منتہائے صدق بر عشقت قرار
بے تو ہرگز دولتِ عرفاں نمے یابد کسے	۳۵	گرچہ میرد در ریاضت ہا و جہد بے شمار
تکیہ بر اعمالِ خود بے عشق رویت ابلہی است	۳۶	غافل از رویت نہ بیند روئے نیکی زینہار
در دمے حاصل شود نورے ز عشقِ روئے تو	۳۷	کاں نباشد سالکاں را حاصل اندر روزگار
از عجائب ہائے عالم ہرچہ محبوب و خوش است	۳۸	شانِ آں ہر چیز بینم در وجودت آشکار
خوشتر از دورانِ عشقِ تو نباشد ہیچ دور	۳۹	خوبتر از وصف و مدحِ تو نباشد ہیچ کار
منکہ رہ بردم بخوبی ہائے بے پایانِ تو	۴۰	جاں گذارم بہر تو گر دیگرے خدمتگذار

(۳۰) اے اللہ کے نبی تو ہی ہدایت کی راہوں کا سورج ہے۔ تیرے بغیر کوئی بھی عارف اور پرہیزگار رستہ نہیں پا سکتا (۳۱) اے اللہ کے نبی تیری باتیں جان بخشنے والا چشمہ ہے۔ اے اللہ کے نبی خدا کی راہ کا تو ہی دکھانیوالا ہے (۳۲) ایک وہ شخص ہے جو تیری باتیں زید اور عمرو کے پاس سے ڈھونڈتا ہے اور ایک وہ شخص ہے جو بغیر انتظار کے تیرے منہ سے خود سنتا ہے (۳۳) وہی آدمی زندہ ہے جو تیرے چشمہ سے پانی پیتا ہے۔ وہی آدمی عقلمند ہے جس نے تیری اتباع اختیار کی (۳۴) عارفوں کی معرفت کا انتہا تیرے حسن کا علم ہے۔ سچوں کی سچائی کا کمال تیرے عشق پر استقامت ہے (۳۵) معرفت کی دولت تیرے بغیر کوئی بھی نہیں پاتا۔ خواہ کتنی ہی محنت اور کوشش کرے (۳۶) تیرے عشق کے بغیر اپنے اعمال پر بھروسہ کرنا بیوقوفی ہے۔ جو تجھ سے غافل ہے وہ نیکی کا منہ ہرگز نہ دیکھے گا۔ (۳۷) تیرا عاشق ہوتے ہی فوراً ایسا نور حاصل ہوتا ہے۔ جو سالکوں کو اپنے طور پر ساری عمر میں بھی حاصل نہیں ہوتا (۳۸) دنیا کے عجائبات میں سے جو چیز بھی اچھی ہے اس کی شان تیرے وجود میں میں کھلم کھلا پاتا ہوں (۳۹) جو وقت تیرے عشق میں گذرے اُس وقت سے بہتر اور کوئی وقت نہیں۔ تیری ثنا اور تعریف سے اچھا اور کوئی کام نہیں (۴۰) چونکہ مجھے تیری بے انتہا خوبیوں کا علم حاصل ہو گیا ہے۔ اسلئے اگر دوسرا خدمتگذار ہے تو میں تیرے لئے اپنی جان پیش کرنیوالا ہوں۔

ہر کسے اندر نمازِ خود دعائے مے کند	۴۱	من دعاہائے بروبار تو اے باغ و بہار
یا نبیَّ اللہ فدائے ہر سرِ موئے توام	۴۲	وقف راہ تو کنم گر جاں دہندم صد ہزار
اتباع و عشق رویت از رہ تحقیق چیست	۴۳	کیمیائے ہر دلے اکسیرِ ہر جانِ فگار
دل اگر خوں نیست از ہجرت چہ چیز است آں دلے	۴۴	ور نثارِ تو نگردد جاں کجا آید بہ کار
دل نمے ترسد بمہر تو مرا از موت ہم	۴۵	پائیداری ہا ببیں خوش میروم تا پائے دار
راغب اندر رحمتت یا رحمۃَ اللہ آمدیم	۴۶	ایکہ چوں ما بر درِ تو صد ہزار امیدوار
یا نبیَّ اللہ نثارِ روئے محبوبِ توام	۴۷	وقفِ راہت کردہ ام ایں سر کہ بر دوشم است بار
تا مرا نورِ رسولِ پاک را بنمودہ اند	۴۸	عشق او در دل ہمی جوشد چو آب از آبشار
آتشِ عشق از دمِ من ہمچو برقے مے جہد	۴۹	یک طرف اے ہمدمانِ خام از گردِ جوار
بر سرِ وجد است دل تا دید روئے او بخواب	۵۰	اے بر آں روئے و سرش جان و سر و دیم نثار
صد ہزاراں یوسفے بینم دریں چاہِ ذقن	۵۱	واں مسیحِ ناصری شد از دمِ او بیشمار

(۴۱) ہر شخص اپنی نماز میں کوئی نہ کوئی دعا کرتا ہے لیکن اے باغ و بہار میں تو تیرے ہی پھلوں پھولوں کیلئے دعا کیا کرتا ہوں (۴۲) اے اللہ کے نبی میں تو تیرے رونگٹے رونگٹے پر قربان ہوں۔ اگر مجھے لاکھ جانیں بھی ملیں تو تیری راہ میں وقف کردوں (۴۳) تحقیقات کے بعد یہ بات پختہ طور پر ثابت ہوگئی ہے کہ تیری اتباع اور تیرا عشق ہر ایک دل کے لئے کیمیا ہے۔ اور ہر ایک جلی ہوئی جان کیلئے اکسیر ہے (۴۴) جو دل تیرا عاشق نہ ہو وہ کس کام کا ہے۔ اور جو جان تجھ پر نثار نہ ہو وہ کس کام کی (۴۵) تیری محبت میں میرا دل موت سے بھی نہیں ڈرتا۔ میری ثابت قدمی دیکھ کر کس طرح خوش خوش سولی کیطرف جارہا ہوں (۴۶) اے اللہ کی رحمت ہم تیری رحمت کے امیدوار بنکر تیری طرف آئے ہیں۔ تو وہ ہے کہ ہم جیسے لاکھوں امیدوار تیرے دروازے پر پڑے ہیں (۴۷) اے اللہ کے نبی میں آپؐ کے پیارے چہرے پر قربان ہوں میں نے اپنا سر جو میرے کندھوں پر ہے تیری راہ میں وقف کردیا ہے (۴۸) جب سے رسول پاک کا نور مجھے دکھلایا گیا ہے تب ہی میرے دل میں اسکا عشق ایسا جوش مارتا ہے جیسے آبشار کا پانی (۴۹) اس کے عشق کی آگ میرے سانس سے اسطرح شعلہ مارتی ہے جیسے بجلی اے کچے عاشقو میرے پاس سے ہٹ جاؤ (ایسا نہ ہو کہ جھلسے جاؤ) (۵۰) جب سے میرے دل نے خواب میں اسکی شکل دیکھی ہے تب سے وجد میں ہے میرا سر اور میری جان اور منہ سب کے سب اس کے سر اور منہ پر قربان ہیں (۵۱) میں لاکھوں یوسف اسکے چاہِ ذقن میں دیکھ رہا ہوں اور لاکھوں اس کے دم سے مسیح ناصری بن گئے۔

تاجدار ہفت کشور آفتابِ شرق و غرب	۵۲	بادشاہِ ملک و ملت ملجأ ہر خاکسار
کامراں آں دل کہ زد در راہ او از صدق گام	۵۳	نیک بخت آں سر کہ میدارد سرِ آں شہسوار
یا نبی اللہ جہاں تاریک شد از کفر و شرک	۵۴	وقت آں آمد کہ بنمائی رخِ خورشید وار
بینم انوارِ خدا در روئے تو اے دلبرم	۵۵	مست عشق روئے تو بینم دلِ ہر ہوشیار
اہل دل فہمند قدرت عارفاں دانند حال	۵۶	از دو چشم شپراں پنہاں خورِ نصف النہار
ہر کسے دارد سرے با دلبرے اندر جہاں	۵۷	من فدائے روئے تو اے دلستانِ گلعذار
از ہمہ عالم دِل اندر روئے خوبت بستہ ام	۵۸	بر وجودِ خویشتن کردم وجودت اختیار
زندگانی چیست جاں کردن براہِ تو فدا	۵۹	رستگاری چیست در بندِ تو بودن صیدوار
تا وجودم ہست خواہد بود عشقت در دلم	۶۰	تا دلم دورانِ خوں دارد بہ تو دارد مدار
یا رسول اللہ بہ بیت عہد دارم استوار	۶۱	عشق تو دارم ازاں روزے کہ بودم شیرخوار
ہر قدم کاندر جناب حضرت بیچوں زدم	۶۲	دیدمت پنہاں معین و حامی و نصرت شعار

(۵۲) وہ سات ولایتوں کا تاجدار اور مشرق اور مغرب کا آفتاب ہے۔ ملک اور ملت کا بادشاہ ہے اور ہر ایک خاکسار کی جائے پناہ (۵۳) کامیاب ہے وہ دل جس نے سچائی سے اسکی راہ میں قدم مارا۔ خوش نصیب ہے، وہ سر جسمیں اس شاہسوار کا عشق بھرا ہوا ہے (۵۴) اے اللہ کے نبی دنیا کفر اور شرک سے تاریک ہوگئی ہے اب وقت آگیا ہے۔ کہ آپ اپنا سورج سا چمکتا ہوا چہرہ دکھلائیں (۵۵) اے میرے پیارے میں آپ کے منہ پر خدا تعالیٰ کے انوار دیکھ رہا ہوں ہر ہوشیار کا دل میں آپ کے عشق میں مست دیکھ رہا ہوں (۵۶) آپ کا مرتبہ اور آپکا حال اہل دل اور عارف ہی جانتے ہیں۔ چمگادڑونکو دوپہر کا سورج نظر نہیں آتا (۵۷) دنیا میں ہر کسی کا کوئی نہ کوئی معشوق ہے لیکن اے خوبصورت چہرے والے معشوق میں تجھ پر ہی فدا ہوں (۵۸) سارے جہان سے اپنا دل ہٹاکر میں نے آپکے ساتھ ہی لگالیا ہے اور اپنے وجود پر آپ کے وجود کو میں نے مقدم کر لیا ہے (۵۹) آپ کی راہ میں جان کو فدا کرنا اصل جینا یہی ہے شکار کی طرح آپ کی قید میں رہنا اصل آزادی یہی ہے (۶۰) جب تک میرا وجود ہے آپکا عشق میرے دل میں رہیگا۔ جب تک میرے دل میں خون گردش کرتا رہیگا آپکا ہی عاشق رہے گا (۶۱) اے اللہ کے رسول میں پختہ عہد کے ساتھ آپکے چہرے کا فدائی ہوں میں تو اسدن سے آپکا عاشق ہوں جبکہ ماں کی گود میں دودھ پیتا تھا (۶۲) جو قدم بھی میں نے خدا تعالیٰ کی درگاہ کیطرف اٹھایا ہے۔ اس میں میں نے آپ کو پوشیدہ طور پر اپنا حامی اور مددگار پایا۔

در دو عالم نسبتے دارم بتو از بس بزرگ	۶۳	پرورشم دادی مرا خود ہمچو طفلے در کنار
یاد کن وقتیکہ در کشفم نمودی شکلِ خویش	۶۴	یاد کن ہم وقت دیگر کامدی مشتاق وار
یاد کن آں لطف و رحمتہا کہ با من داشتی	۶۵	واں بشارتہا کہ میدادی مرا از کردگار
یاد کن وقتے چو بنمودی بہ بیداری مرا	۶۶	آں جمالے آں رخے آں صورتے رشکِ بہار

(آئینہ کمالات اسلام صہ ۲۳-۲۴)

ایضاً عظمت شانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

محمدؐ است امام و چراغِ ہر دو جہاں	۱	محمدؐ است فروزندۂ زمین و زماں
خدا نگویمش از ترسِ حق مگر بخدا	۲	خدا نما است وجودش برائے عالمیاں

(کتاب البریہ صہ ۶۸)

ایضاً در اثباتِ حیات النبیؐ

کسے کہ گشت بود مصطفےٰ ؐ رہنما	۱	سر بخت او باشد اندر سما
جہاں جملہ مردہ فتاد است و زار	۲	یکے زندہ او ہست از کردگار
چنین است ثابت بقولِ سروش	۳	اگر راز معنی نیابی خموش
اگر در ہوا ہمچو مرغاں پری	۴	و گر بر سرِ آب ہا بگذری

(۶۳) دونوں جہان میں مَیں آپکے ساتھ بہت بڑی نسبت رکھتا ہوں۔ آپ نے مجھے بچے کیطرح اپنی گود میں پالا ہے (۶۴) اس وقت کو یاد فرمایئے جب کہ آپ نے کشف میں مجھے اپنی شکل دکھائی اور اس دوسرے وقت کو بھی یاد کیجئے جب آپ مشتاق کی طرح میرے پاس آئے (۶۵) اپنی ان عنایتوں اور مہربانیوں کو بھی یاد کیجئے جو آپ مجھ پر کیا کرتے تھے۔ اور ان بشارتوں کو بھی یاد کریں جو آپ مجھ کو خدا کی طرف سے دیا کرتے تھے (۶۶) اس وقت کو بھی یاد کریں جب آپ نے جاگنے کی حالت میں مجھے اپنا رشکِ بہار چہرہ اور جمال اور اپنی صورت دکھلائی تھی۔ ایضاً (۱) محمدؐ دونوں جہان کا امام اور چراغ ہے۔ محمدؐ زمین و زمان کو روشن کرنیوالا ہے (۲) میں خدا کے خوف کی وجہ سے اُسے خدا تو نہیں کہہ سکتا۔ لیکن خدا کی قسم اس کا وجود تمام مخلوق کیلئے خدا نما ہے۔ ایضاً (۱) جس کا رہبر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہو اس کے نصیبے کا سر اپنی بلندی کی وجہ سے آسمان پر پہنچا ہوا ہوتا ہی (۲) تمام جہان مردہ اور خستہ حال پڑا ہے۔ خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے زندہ کیا ہوا ایک وہی ہے (۳) جبرائیل کی لائی ہوئی وحی الٰہی سے ایسا ہی ثابت ہوتا ہے۔ اگر تم حقیقت سے ناآشنا ہو تو اس معاملہ میں خاموش رہو (۴) اگر تو پرندوں کی طرح ہوا میں اڑے یا میدان کی طرح پانی کی سطح پر چل کر دکھائے

وگر ز آتش آئی سلامت بروں	۵	وگر خاک را زر کنی از فسوں
اگر منکری از حیاتِ رسولؐ	۶	سراسر زیان است و کارِ فضول
خدائےش چو خوانده گواهِ جهاں	۷	چرا داندش عاقل از غائباں
بمهرِ منیرش خطاب از خدا است	۸	دریغا ازیں پس گمانها چرا است

ایضاً در محامد نبویہ از دُرِّ مکنون اعنی کلام قبل از زمانۂ بعثت

پایه تا عرشِ کبریائش هست		هفت جنت بزیر پایش هست
هر که در سایه اش فرا گردد		بخدا بهتر از هما گردد
هست آئینه وار آن زیبا		منعکس اندرو صفاتِ خدا
خلق را مے توان شناخت بدو		که نمایاں است نقشِ صدق درد
هر که زو دور از صفا دور است		دلش از صد حجاب مستور است
یار را طور و طرز و وضع جدا است		او نماند بما اگرچه زما است
آں جمالے که هست در دلبر		کس نشانم نمے دهد بقمر
صد نبی شد معطّر از بیچوں		لیک خوشبوئے احمد است افزوں
جنتے هست آں رسولؐ جلال		آلِ او هست جمله چون گل آل
نور او شرق و غرب را بگرفت		آسمانها ز عظمتش بشگفت
من نه گویم ثنا برسم و حجاب		نیستش در کمال دُرِّ خوشاب
هر سرِ مُو گرم زبان گردد		هم کجا نعت او بیان گردد
تا بعرش است نور او تاباں		پیشِ او آفتاب در نقصاں

(۵) یا آگ میں پڑ کر اس سے صحیح سلامت نکل آتا ہو۔ یا کوئی منتر پڑھ کر مٹی کو سونا بنا دیتا ہو (۶) تاہم اگر تو حیات رسولؐ سے منکر ہے تو یہ سب کاروائی سراسر فضول اور موجب نقصان ہوگی (۷) جب خدا تعالےٰ نے اس کا نام گواہِ جہان رکھا ہے۔ تو کوئی عقلمند شخص اسے غائب کیوں سمجھنے لگا (۸) خدا تعالےٰ نے اُسے مہرِ منیر فرمایا ہے۔ پھر اس قسم کی بدگمانیاں کیوں کی جاتی ہیں

از تو صد تشنہ اے امام انام	شربت عذب ریختند بکام
فضل تو ایں بس است اے سرورٗ	کہ چو تو نیست ہادیئے دیگر
کشورِ دیں بنام تو بکشود	قفل ہا را شکست با تو ودود
این سخن را ثبوت ہست آساں	گر بانصاف بنگرند در آں
بے زباناں فصیح از تو شدند	زشت رویاں صبیح از تو شدند
کور چشماں ز تو شدند بصیر	دل سیاہاں شدند ماہِ منیر
اقتداءِ تو ہر کہ کرد بجاں	مدح او آمد است در قرآں
حق ستودہ است بندگاں بسیار	کہ شدند از تو کامل الانوار
صاحب سوز و عشق و درد شدند	جاں فشاندند و مردِ فرد شدند
ہوسِ سیم و زر ز سر بردند	در گلیم کہن بسر بردند
صد ہزار اند این کساں نہ دو چار	کہ مسِ شاں شد از تو زر عیار
در تجلیٔ حق نہاں گشتند	آنچہ ناید بوہم آں گشتند

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَاٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

آں معلّم توئی کہ در دوراں	چون تو دیگر نمے دہند نشاں
شرح خلقش کجا توانم کرد	حسن آں عاجز از بیانم کرد
عالمے را بنورِ حق افروخت	قدم صدق را بخلق آموخت
بود عطرے لطیف در دل او	کہ ازاں تا بہ دور شد خوشبو
مردگاں را حیات بخشید است	ایں اثر را کسے کجا دید است
گل و گلزار کرد خارستاں	مردگاں را دمید در تن جاں
دور دستانِ جہل و شقوت را	عقل و تقوے بداد از تو خدا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا اِبْرَاھِیْمَ وَاٰلِ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝

از پئے شاں کشید رنج و محن
بار او شاں گرفت بر گردن

حق تعالےٰ چو در رسالتِ او
دید آئینِ مہر و شفقتِ او

بر دلِ مشرکانِ سینہ سیہ
نقش زد لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ

مصطفےٰؐ بود گنجِ پُر گوہر
صد درودِ خدا بر اں سرورؐ

ابلہے چند دور از رہِ دیں
غرق در شرک و موردِ نفریں

مصطفےٰؐ بود آفتابِ رشاد
دیدنش از خدا بدادے یاد

اللہ اللہ چہ ریخت از انوار
ہست رشح دگر دراں گفتار

باچناں سیرتِ کج و دلِ تنگ
بنگر آخر چساں بدل شد رنگ

در دو روزے ازاں رسولِؐ امیں
مظہرِ حق شدند و پشتیٔ دیں

از درونہائے عاصیان مدام
زنگِ دیرینہ را زدود تمام

تافت از صحبتش بفضلِ مجید
بر دلِ شاں سرائرِ توحید

گنجِ اسرار را نشاں در داد
مُردگاں را صلائے جاں در داد

داد پیشش از وقوع خوب و تمام
صد خبر از حوادثِ ایام

ہمہ بروقت ہائے خود شد راست
نے فزوں شد زگفتِ او نے کاست

متجاہل زرتبۂ نبویؐ
تف زناں بر چراغِ مصطفویؐ

غضبے بیں کہ خوشش بدیں کیش اند
واز خدا ہیچ گہ نیندیشند

بود وقتِ ظہورِ آں جواد
ہمہ عالم پر از موادِ فساد

آن دو خصمے یہود و نصرانی
یکدگر را چو دشمنِ جانی

بود محتاجِ ثالثِ بالخیر
تا شود قاطعِ خصومت و خیر

خواست حق تا شکوک بردارد
ہمچنیں در نزاع مگذارد

مصطفےٰ را کہ منصفے ست امیں — کرد مرسل برائے نصرتِ دیں
تا شہادت براں دہد کہ بجاست — بنماید بگمرہاں رہِ راست
حق نماید فرا بخاص وعوام — باطل اندیش را دہد الزام
جوش زد عدل وفضل ربّانی — تا برآید رسولِ سبحانی
تیز بود ایں سبب کہ در دوراں — چوں خدا گشتہ بود قدر بتاں
از عرب تا بہ ہند جملہ انام — خواستندے ز بت حوائج وکام
در عرب بود بت بعزّے نام — در گمانِ عرب سرِ اصنام
درخیالاتِ پوچ شاں ایں ظن — کہ ہمہ عزت است زیں الحن
عزت و پایۂ و وقار از وست — خیر و خوبی و کاروبار از وست
ہم در ایراں زمیں زجہل و عما — آتش افروختہ بجائے خدا
ہند ہم نام بت عظیم نہاد — رازق و خالق و کریم نہاد
خویشتن را ز حق جدا کردہ — بندہ ہمچوئے خود خدا کردہ
غرض ایں جملہ شہر و ملک و دیار — بود زشت او فتادہ چوں مردار
یک تنے ہم نبود در دوراں — کہ کند طاعتِ خدائے یگاں
ہمہ دور او فتادہ از رہ راست — ہمہ طوفانِ نوحؑ را میخواست
غلبۂ حق بجشم سرہ بنمود — سوئے آں یک خدا درے بکشود
سیرتِ راست ہمچو سرو چمن — خوئے خوشش ہمچو یاسمین وسمن
نورِ ایماں چکاں زدامنِ پاک — پہلوانِ خدا شہ لولاک
مصطفےٰ بود دوحۂ جنت — پر ز اثمارِ رحمت و برکت
سیرتِ پاک چوں گل و ریحاں — پر ز خوشبوئے راستی دل و جاں
ہمہ اندام او معطر بود — ذاتِ او جملہ وردِ احمر بود

ایضاً در مدح آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم

بر همه هست جود و احسانش | صد هزاران درود بر جانش
بود افزون تر از همه بکرم | سر بسر فیض چون ریاضِ اِرم
در سخا و خلوص لاثانی | محو اندر رِضائے سُبحانی
بود دریائے رحمتِ دادار | کس ندیدش بجود و فیض کِنار
نُطفۂ زار در رحِم بودم | کردی از محضِ لطف موجودم
اندراں جائے مظلم و تارم | بود لطفِ تو ہر زماں یارم
چون بزادم بلطفت اے دادار | هم دراں دم شدی تو ناصر و یار
هم کنونم چو نطفه افتاده | از بدی بر تعفن آماده -
بنواز از کرم دگر بارم | یک نظر کن بحالتِ زارم
صورتِ آدمی بہ بخش زجود | اے کہ الطاف تست نامحدود
بعد زانم بروں فگن زکرم | از مضیق مشیمۂ طبعم
بعد زانم برحمتِ او فر | بسپارم بمهر ور مادر
تا بنوشم ز شیرِ پستانش | فیض یابم زبحرِ فیضانش
مهر ور بر کس از رسولِ تو کیست | بکنارش همیشه باید زیست
جوئے شیرِ هدایت است دلش | شد مخمّر بہ شیر آب و گلش
مادرے مهر ور چو او نبود | کس عدیلش بخُلق و خو نبود
خود بخواندی ورا رؤف و رحیم | مظهر لطف و جود و فضل کریم
خود بلطف و کرم گرفتش دست | خنجر خویش بر میانش بست
جان فشاں در همه مواطنِ خیر | مکن از یار التفات بغیر
مصطفیٰ نائب و رسولِ خدا است | بخدا هست راه او ره راست

هرچه آورد از خدا آورد — قدم خود برون ز حکم نبرد
شد هدایت همه درین محصور — که ز آورده اش بجوئی نور
آنچه در وے ثواب آخرت است — همه مشروط با متابعت است
قدم اندر متابعت نهِ چست — تا پذیرند هرچه کردهٔ تست
هرکه بر وفقِ حکم مشغول است — بر سر خرد هست و مقبول است
بنگر آخر که در غزا و جهاد — کردگارش چگونه نصرت داد
چون ظفر یافت بر همه شاهان — چون درخشید دینش از ادیان
دین اسلام بعد ضُعف و کلال — چون قوی زور شد باسرعِ حال
زود تر بر سر تمام جهان — چون فرا تافت همچو برق یمان
چون بتان را ذلیل کرد و خوار — چون زد آتش بخانهٔ کفّار
چون اثر کرد نورِ او چو قمر — چون برافگند شرک را یکسر
چون جهان را بدینِ حق آراست — چون برآوردشان زهر مار است
لطفِ حق بود روئے تابانش — صد صلواة و سلام بر جانش
آنقدر شیر علم نوشیده — که ز ناخن برون تراویده
علم مکتب نخواند و خط ننوشت — قادرش از ازل بعلم سرشت
تا نباشد مطیعِ آن مسعود — نرسد کس بمنزل مقصود
آن چراغ هدا است دنیا را — وے نماید طریق مولے را
هرکه زو سر کشید شد گمراه — ناگهان او فتاد در تنگِ چاه
آن کلیمے که عرش شد طورش — همه انوار شعبهٔ نورش
تو ازین چشم خود از و بستی — که بصد فتق در گرو هستی
چشم شپّر اگر نه بیند راه — چشمهٔ آفتاب را چه گناه
در بهاران بپرس از اشجار — سنگ را چیست قدر ابر بهار

جانِ ما را ز بندِ جہل کشاد | صد درود خدا بجانش باد

ایضاً

آں عنایت ہا کہ شد بر اولیاء | شد ز یُمنِ اتّباعِ مصطفےٰ
ہر کہ خود را کرد تفویض درش | لطف یزداں میشود خود رہبرش
خوئے شاہاں در رعیت جا کند | چرخِ اخضر خاک را اخضر کند
آں رسولِ مجتبےٰ بود آفتاب | مشرق و مغرب شد از وے فیضیاب
صد ہزاراں شیر بود اندر تنے | ہر دو عالم را ہمہ یدار زنے

ایضاً

ز حق بر رسولے پیاپے سلام | کہ آورد از کردگار ایں کلام
بشکر قدومش کشائم زباں | کنم نعتِ آں سیدِ مرسلاں
بنشتند پیشینیاں ہر مقال | نہ بینم زمینے تہی از نہال
مگر نعت و مدحِ رسولِ خدا | ہنوز است عالی تر از ایقال
لبش چشمہ ہست ز آبِ حیات | رخش آفتاب است و ابرو ہلال
ز بالائے پاکش چہ آرم نظیر | کہ سروے نباشد بدیں اعتدال
ازیں نیلگون است چہرِ فلک | کہ پیشِ کمالش ندارد کمال
چہ آدم چہ نوح و چہ دیگر رسل | ہمہ آمدند از وجودش ظلال
فلک گردد از مہر گرد زمیں | ازیں کش لبود است بروے نعال
چہ شمس و چہ بدر و چہ دیگر نجوم | ہمہ یافتند از جمالش جمال
کسے کو ز فرمانِ او چشم بست | ز دستِ دو عالم خورد گوشمال
نظر یا رسولِ خدا سوئے ما | ندارم جز از تو بکس اشتغال

ثنائے تو از ما نگردد تمام ‎ ‎ بطول زمان و بمرّ اللیال
شمارِ کمالات تو چوں کنم ‎ ‎ کہ بگذشت ہم چند گام از محال
فتادیم بر آستانت چو خاک ‎ ‎ فشاں بر سرم آستینِ نوال
توئی زیورِ ہر دو عالم چو تو ‎ ‎ بگیتی ندارد فلک یک مثال
تو معمارِ دلہائی اے دلستاں ‎ ‎ بنا کردۂ تو نگیرد زوال
تو آں شاہِ پاکاں و با شوکتی ‎ ‎ کہ رعبت نہد بند بر بد خیال
تو آں پاک و پاکیزہ در گوہری ‎ ‎ کہ گوہر ز تو ہست در انفعال
تو ہر چند پیش از جہانی و لے ‎ ‎ توئی آخرین نقشِ آں ذوالجلال
بیا اے رخت چشمۂ زندگی ‎ ‎ دلِ پاکِ تو بحرِ آبِ زلال
بر ایام گر نور تو او فتد ‎ ‎ برد عقدِ شب ہا ز آغوشِ سال
اگر طائرے گردم اے مصطفےٰ ‎ ‎ پرم سوئے شہرت بہ پرہا و بال
بہر شب کنم نالہ ہا پر الم ‎ ‎ بدردِ فراق و بشوقِ وصال
کجا شورِ ما تا جنابت رسد ‎ ‎ کہ ہستی تو در پردہ ہائے جلال
شرابم بدل ریز کز بختِ بد ‎ ‎ نماند است از جام بایک سفال
بیا و نگہ کن در اسرارِ ما ‎ ‎ پر از یادِ تو ہست باغِ خیال
بر اعداءِ تو حملہ ہا میکنم ‎ ‎ مداں خالی ام از غزا و جدال
بشب فکر کلکم کند کارہا ‎ ‎ چو دستِ جواناں بروزِ قتال
بچشم و بسر مے دوم سوئے تو ‎ ‎ ایا بحرِ رحمت فنحوی تعال
توئی در دو عالم ستودہ چمن ‎ ‎ ہمہ آلِ تو ہمچو گلہائے آل

ایضاً بعض ابیات در مدح نبویؐ در ضمن کلام منثور

تا بر دلم نظر شد از مہرِ ماہِ مارا ‎ ‎ کرد است سیم خالص قلبِ سیاہ مارا

لطفِ عمیم دلبر ہر دم مرا بخواند / ہر چند مے زنند ایں اغیار راہِ مارا
در کوئے دلستانم چوں خاکِ کو شب و روز / دیگر نشان چہ باشد اقبال وجاہ مارا
(سرمہ چشم آریہ ص ۱۹۲)

محمدؐ است امام و چراغ ہر دو جہاں / محمدؐ است فروزندہ زمین و زماں۔
خدا نگویمش از ترس حق مگر بخدا / خدا نما ست وجودش برائے عالمیاں
(کتاب البریہ ص ۶۸)

موسیٰؑ و عیسیٰؑ ہمہ خیلِ تو اند / جملہ دریں راہ طفیلِ تو اند
(آئینہ کمالات اسلام ص ۱۶۴)

محمد عربی کا بروئے ہر دو سرا ست / کسے کہ خاکِ درش نیست خاک بر سرِ او
(انوار الاسلام ص ۷)

ایضاً بزبان اُردو

مصطفےٰ پر تیرا بے حد ہو سلام اور رحمت / اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے
ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام / دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے
اس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں / لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے
تیرے منہ کی ہے قسم میرے پیارے احمدؐ / تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے
تیری الفت سے ہے معمور مرا ہر ذرّہ / اپنے سینے میں یہ اک شہر بسایا ہم نے
نقشِ ہستی تری الفت سے مٹایا ہم نے / اپنا ہر ذرّہ تری رہ میں اڑایا ہم نے
شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے / تیرے پانے سے ہی اس ذات کو پایا ہم نے
چھو کے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہے نجات / لاجرم در پہ ترے سر کو جھکایا ہم نے
دلبرا مجھ کو قسم ہے تری یکتائی کی / آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے
بخدا دل سے مرے مٹ گئے سب غیروں کے نقش / جب سے دل میں یہ ترا نقش جمایا ہم نے
دیکھ کر تجھ کو عجب نور کا جلوہ دیکھا / نور سے تیرے شیاطیں کو جلایا ہم نے
ہم ہوئے خیرِ امم تجھ سے ہی اے خیرِ رسلؐ / تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے
آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام / مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے
(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۲۵ و ۲۲۶)

ایضاً

زندگی بخش جامِ احمدؐ ہے / کیا ہی پیارا یہ نامِ احمدؐ ہے

لاکھ ہوں انبیا مگر بخدا
سب سے بڑھ کر مقامِ احمدؐ ہے

باغِ احمدؐ سے ہم نے پھل کھایا
میرا بستاں کلامِ احمدؐ ہے

ابنِ مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلامِ احمدؐ ہے

(دافع البلا صفحہ ۲۰)

ایضاً

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے
اس پر ہر اک نظر ہے بدر الدجیٰ یہی ہے

پہلے تو رہ میں ہارے پار اس نے ہیں اتارے
میں جاؤں اس کے وارے بس ناخدا یہی ہے

پردے جو تھے ہٹائے دلبر کے راہ دکھائے
دل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے

وہ یار لامکانی وہ دلبر نہانی
دیکھا ہے ہم نے اس سے بس رہنما یہی ہے

وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے
وہ طیب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے

حق سے جو حکم آئے اس نے وہ کر دکھائے
جو راز تھے بتائے نعم العطا یہی ہے

آنکھ اس کی دور بیں ہے دل یار سے قریں ہے
ہاتھوں میں شمعِ دیں ہے عین الضیا یہی ہے

جو راز دیں تھے بھارے اس نے بتائے سارے
دولت کا دینے والا فرماں روا یہی ہے

اس نور پہ فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

وہ دلبر یگانہ علموں کا ہے خزانہ
باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے

سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے

ہم تھے دلوں کے اندھے سو سو دلوں پہ پھندے
پھر کھولے جس نے جندے وہ مجتبیٰ یہی ہے

(قادیان کے آریہ اور ہم)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

دُرِّ منثور

یعنی محامد نبویہ از کلام منثور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

※ حمد الٰہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود

"الٰہی تیرا ہزار ہزار شکر کہ تو نے ہم کو اپنی پہچان کا آپ راہ بتایا۔ اور اپنی پاک کتابوں کو نازل کر کے فکر اور عقل کی غلطیوں اور خطاؤں سے بچایا۔ اور درود اور سلام حضرت سیّد الرسل محمد مصطفےٰ اور اُن کی آل و اصحاب پر۔ کہ جس سے خدا نے ایک عالم گم گشتہ کو سیدھی راہ پر چلایا۔ اور وہ مربی اور نفع رساں کہ جو بھولی ہوئی خلقت کو پھر راہِ راست پر لایا۔ وہ محسن اور صاحبِ احسان کہ جس نے لوگوں کو شرک اور بتوں کی بلا سے چھوڑایا۔ وہ نور اور نور افشاں کہ جس نے توحید کی روشنی کو دنیا میں پھیلایا۔ وہ حکیم اور معالجِ زمان کہ جس نے بگڑے ہوئے دلوں کا راستی پر قدم جمایا۔ وہ کریم اور کرامت نشان کہ جس نے مُردوں کو زندگی کا پانی پلایا۔ وہ رحیم اور مہربان کہ جس نے امت کے لئے غم کھایا۔ اور درد اُٹھایا۔ وہ شجاع اور پہلوان جو ہم کو موت کے مُنہ سے نکال کر لایا۔ وہ حلیم اور بے نفس انسان کہ جس نے بندگی میں سر جھکایا اور اپنی ہستی کو خاک سے ملایا۔ وہ کامل موحّد اور بحرِ عرفان کہ جس کو صرف خدا کا جلال بھایا۔ اور غیر کو اپنی نظر سے گرایا۔ وہ معجزۂ قدرتِ رحمٰن کہ جو اُمّی ہو کر سب پر علومِ حقّانی میں غالب آیا۔ اور ہر ایک قوم کو غلطیوں اور خطاؤں کا ملزم ٹھہرایا۔"

(براہین احمدیہ حصّہ اوّل ص۵۰۲)

※ اس مجموعہ کی تمام سرخیاں مرتب لگائی ہوئی ہیں۔ اور حوالے سب کے سب حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کے ہیں۔

سب سے افضل نبی وہ ہے جو دنیا کا مربیٔ اعظم ہے

"اصل حقیقت یہ ہے کہ سب نبیوں سے افضل وہ نبی ہے کہ جو دنیا کا مربئے اعظم ہے یعنی وہ شخص کہ جس کے ہاتھ سے فسادِ اعظم دنیا کا اصلاح پذیر ہوا جس نے توحید گم گشتہ اور ناپدید شدہ، کو پھر زمین پر قائم کیا جس نے تمام مذاہبِ باطلہ کو حجت اور دلیل سے مغلوب کر کے ہر ایک گمراہ کے شبہات مٹائے جس نے ہر ایک ملحد کے وسواس دور کئے۔ اور سچا سامان نجات کا ...... اصول حقہ کی تعلیم سے از سرِ نو عطا فرمایا پس اس دلیل سے کہ اُس کا فائدہ اور افاضہ سب سے زیادہ ہے۔ اُس کا درجہ اور رتبہ بھی سب سے زیادہ ہے۔ اب تواریخ بتلاتی ہے کتابِ آسمانی شاہد ہے اور جن کی آنکھیں ہیں وہ آپ بھی دیکھتے ہیں کہ وہ نبی جو بموجب اِس قاعدے کے سب نبیوں سے افضل ٹھہرتا ہے وہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں"۔ (براہین احمدیہ حصہ دوم ص۱۱۲ حاشیہ)

آنحضرتؐ کے حالات بھی آپ کی سچائی پر زبردست شاہد ہیں

"انبیاء وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے اپنی کامل راست بازی کی قوی حجت پیش کر کے اپنے دشمنوں کو بھی الزام دیا۔ جیسا کہ یہ الزام قرآن شریف میں حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے موجود ہے۔ جہاں فرمایا ہے۔ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (سورۃ یونس الجزو ۱۱) یعنی میں ایسا نہیں کہ جھوٹ بولوں اور افترا کروں۔ دیکھو میں چالیس برس اس سے پہلے تم میں ہی رہتا رہا ہوں۔ کیا کبھی تم نے میرا کوئی جھوٹ یا افترا ثابت کیا۔ پھر کیا تم کو اتنی سمجھ نہیں۔ یعنی یہ سمجھ کہ جس نے کبھی آج تک کسی قسم کا جھوٹ نہیں بولا۔ وہ اب خدا پر کیوں جھوٹ بولنے لگا۔ غرض انبیاء کے واقعاتِ عمری اور ان کی سلامت روشی ایسی بدیہی ووضاحت ہے۔ کہ اگر سب باتوں کو چھوڑ کر اُن کے واقعات کو ہی دیکھا جائے۔ تو اُن کی صداقت ان کے واقعات

سے ہی روشن ہو رہی ہے۔ مثلاً اگر کوئی منصف اور عاقل اُن تمام براہین اور دلائل صدقِ نبوت حضرتِ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے ..... قطع نظر کر کے محض اُن کے حالات پر ہی غور کرے تو بلاشبہ انہیں حالات پر غور کرنے سے اُن کے نبی صادق ہونے پر دل سے یقین کرے گا۔ اور کیونکر یقین نہ کرے۔ وہ واقعات ہی ایسے کمال سچائی اور صفائی سے معطر ہیں۔ کہ حق کے طالبوں کے دِل بلا اختیار اُن کی طرف کھینچے جاتے ہیں۔

خیال کرنا چاہئے۔ کہ کس استقلال سے آنحضرت اپنے دعوئے نبوت پر باوجود پیدا ہو جانے ہزاروں خطرات اور کھڑے ہو جانے لاکھوں معاندوں اور مزاحموں اور ڈرانے والوں کے اول سے اخیر دم تک ثابت اور قائم رہے۔ برسوں تک وہ مصیبتیں دیکھیں۔ اور وہ دُکھ اُٹھانے پڑے۔ جو کامیابی سے بکلّی مایوس کرتے تھے۔ اور روز بروز بڑھتے جاتے تھے۔ کہ جن پر صبر کرنے سے کسی دُنیوی مقصد کا حاصل ہو جانا وہم بھی نہیں گذرتا تھا۔ بلکہ نبوت کا دعوےٰ کرنے سے از دست اپنی پہلی جمعیت کو بھی کھو بیٹھے۔ اور ایک بات کہہ کر لاکھ تفرقہ خرید لیا۔ اور ہزاروں بلاؤں کو اپنے سر پر بُلا لیا۔ وطن سے نکالے گئے۔ قتل کے لئے تعاقب کئے گئے۔ گھر اور اسباب تباہ اور برباد ہو گیا۔ بارہا زہر دی گئی۔ اور جو خیر خواہ تھے وہ بدخواہ بن گئے۔ اور جو دوست تھے وہ دشمنی کرنے لگے۔ اور ایک زمانہ دراز تک وہ تلخیاں اُٹھانی پڑیں۔ کہ جن پر ثابت قدمی سے ٹھیرے رہنا کسی فریبی اور مکّار کا کام نہیں۔

اور پھر جب مدت مدید کے بعد غلبہ اسلام کا ہوا تو اُن دولت اور اقبال کے دنوں میں کوئی خزانہ اکٹھا نہ کیا۔ کوئی عمارت نہ بنائی کوئی بارگاہ تیار نہ ہوئی۔ کوئی سامان شاہانہ عیش و عشرت کا تجویز نہ کیا گیا۔ کوئی اور ذاتی نفع نہ اٹھایا۔ بلکہ جو کچھ آیا وہ سب یتیموں اور مسکینوں اور بیوہ عورتوں اور مقروضوں کی خبرگیری میں خرچ ہوتا رہا اور کبھی ایک وقت بھی سیر ہو کر نہ کھایا اور پھر صاف گوئی اس قدر کہ توحید کا وعظ کر کے سب قوموں اور سارے فرقوں اور تمام جہان کے لوگوں کو جو شرک میں ڈوبے ہوئے تھے۔ مخالف بنا لیا۔ جو اپنے اور خویش تھے۔ اُن کو بت پرستی سے منع کر کے سب سے پہلے دشمن بنایا۔ یہودیوں سے بھی بات بگاڑ لی۔ کیونکہ اُن کو طرح طرح کی مخلوق پرستی اور پیر پرستی اور بداعمالیوں سے روکا۔ حضرت مسیح کی تکذیب

اور توہین سے منع کیا۔ جس سے اُن کا نہایت دِل جل گیا۔ اور سخت عداوت پر آمادہ ہو گئے۔ اور ہر دم قتل کر دینے کی گھات میں رہنے لگے۔ اِسی طرح عیسائیوں کو بھی خفا کر دیا گیا۔ کیونکہ جیساکہ اُن کا اعتقاد تھا حضرت عیسٰی کو نہ خدا نہ خُدا کا بیٹا قرار دیا۔ اور نہ اُن کو پھانسی مِل کر دوسروں کو بچانے والا تسلیم لیا۔ آتش پرست اور ستارہ پرست بھی ناراض ہو گئے۔ کہ اُن کو بھی اُن کے دیوتوں کی پرستش سے مخالفت کی گئی۔ اور مدارِ نجات صرف توحید ٹھیرائی گئی۔

اب جائے انصاف ہے کہ کیا دنیا حاصل کرنے کی یہی تدبیر تھی۔ کہ ہر ایک فرقہ کو ایسی ایسی صاف اور دِل آزار باتیں سنائی گئیں۔ کہ جس سے سب نے مخالفت پر کمر باندھ لی۔ اور سب کے دِل ٹوٹ گئے۔ اور قبل اِس کے کہ اپنی کچھ ذرہ بھی جمعیت بنی ہوتی۔ یا کسی کا حملہ روکنے کے لیئے کچھ طاقت بہم پہنچ جاتی۔ سب کی طبیعت کو ایسا اشتعال دے دیا۔ کہ جس سے وہ خون کرنے کے پیاسے ہو گئے۔ زمانہ سازی کی تدبیر تو یہ تھی۔ کہ جیسا بعضوں کو جھوٹا کہا تھا۔ ویسا ہی بعضوں کو سچا بھی کہا جاتا۔ تا اگر بعض مخالف ہوتے۔ تو بعض موافق بھی رہتے۔ بلکہ اگر عربوں کو کہا جاتا۔ کہ تمہارے ہی لات وعزیٰ سچے ہیں۔ تو وہ تو اُسی دم قدموں پر گر پڑتے۔ اور جو چاہتے۔ اُن سے کراتے۔ کیونکہ سب خویش اور اقارب اور حمیت قومی میں بے مثل تھے۔ اور ساری بات مانی منائی تھی صرف تعلیم بت پرستی سے خوش ہو جاتے۔ اور بدل وجان اطاعت اختیار کرتے لیکن سوچنا چاہیئے۔ کہ آنحضرتؐ کا یک لخت ہر خویش و بیگانہ سے بگاڑ لینا۔ اور صرف توحید کو جو اُن دنوں میں اُس سے زیادہ دنیا کے لیئے کوئی نفرتی چیز نہ تھی۔ اور جس کے باعث سے صدہا مشکلیں پڑتی جاتی تھیں۔ بلکہ جان سے مارے جانا نظر آتا تھا مضبوط پکڑ لینا۔ یہ کس مصلحت دنیوی کا تقاضا تھا۔ اور جب کہ پہلے اُسی کے باعث سے اپنی تمام دنیا اور جمعیت برباد کر چکے تھے۔ تو پھر اُسی بلا انگیز اعتقاد پر اصرار کرنے سے کہ جس کو ظاہر کرتے ہی نومسلمانوں کو قید اور زنجیر اور سخت ماریں نصیب ہوئیں۔ کس مقصد کا حاصل کرنا مراد تھا۔ کیا دنیا کمانے کے لیئے یہی ڈھنگ تھا۔ کہ ہر ایک کو کلمہ تلخ جو اُس کی طبع اور عادت اور مرضی اور اعتقاد کے برخلاف تھا۔ سنا کر سب کو ایک دم کے دم میں جانی دشمن بنا دیا۔ اور کسی ایک آدھ قوم سے بھی پیوند نہ رکھا۔ جو لوگ طامع

اور مکار ہوتے ہیں۔ کیا وہ ایسی ہی تدبیریں کیا کرتے ہیں۔ کہ جس سے دوست بھی دشمن ہو جائیں۔ جو لوگ کسی مکر سے دُنیا کو کمانا چاہتے ہیں۔ کیا اُن کا یہی اصول ہؤا کرتا ہے۔ کہ یکبارگی ساری دُنیا کو عداوت کرنے کا جوش دلا دیں۔ اور اپنی جان کو ہر وقت کی فکر میں ڈال لیں۔

......لیکن واقعات حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر کرنے سے یہ بات نہایت واضح اور نمایاں اور روشن ہے۔ کہ آنحضرتؐ اعلیٰ درجے کے یک رنگ اور صاف باطن اور خدا کے لئے جاں باز اور خلقت کے بیم و اُمید سے بالکل مُنہ پھیرنے والے اور محض خدا پر توکل کرنے والے تھے۔ کہ جنہوں نے خدا کی خواہش اور مرضی میں محو اور فنا ہو کر اس بات کی کچھ بھی پروا نہ کی۔ کہ توحید کی منادی کرنے سے کیا کیا بلا میرے سر پر آوے گی۔ اور مُشرکوں کے ہاتھ سے کیا کچھ دُکھ اور درد اُٹھانا ہوگا۔ بلکہ تمام شدتوں اور سختیوں اور مشکلوں کو اپنے نفس پر گوارا کر کے اپنے مولیٰ کا حکم بجا لائے۔ اور جو جو شرط مجاہدہ اور وعظ اور نصیحت کی ہوتی ہے وہ سب پوری کی۔ اور کسی ڈرانے والے کو کچھ حقیقت نہ سمجھا۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں۔ کہ تمام نبیوں کے واقعات میں ایسے مواضعاتِ خطرات۔ اور پھر کوئی ایسا خدا پر توکل کر کے کھلا کھلے شرک اور مخلوق پرستی سے منع کرنے والا اور اس قدر دشمن اور پھر کوئی ایسا ثابت قدم اور استقلال کرنے والا ایک بھی ثابت نہیں۔ پس ذرہ ایمانداری سے سوچنا چاہئے۔ کہ یہ سب حالات کیسے آنحضرتؐ کی اندرونی صداقت پر دلالت کر رہے ہیں۔

ماسوا اس کے جب عاقل آدمی ان حالات پر اور بھی غور کرے کہ وہ زمانہ جس میں آنحضرتؐ مبعوث ہوئے۔ حقیقت میں ایسا زمانہ تھا۔ کہ جس کی حالتِ موجودہ ایک بزرگ اور عظیم القدر مُصلح ربّانی اور ہادیٔ آسمانی کی اشدّ محتاج تھی۔ اور جو جو تعلیم دی گئی وہ بھی واقعہ میں سچی اور ایسی تھی۔ کہ جس کی نہایت ضرورت تھی۔ اور اُن تمام اُمور کی جامع تھی۔ کہ جس سے تمام ضرورتیں زمانہ کی پوری ہوتی تھیں۔ اور پھر اُس تعلیم نے اثر بھی ایسا کر دکھایا۔ کہ لاکھوں دلوں کو حق اور راستی کی طرف کھینچ لائی۔ اور لاکھوں سینوں پر لا الٰہ الا اللہ کا نقش جما دیا۔ اور جو نبوت کی

عِلّت غائی ہوتی ہے۔ یعنی تعلیم اصول نجات کی اُس کو ایسا کمال تک پہنچایا۔ جو کسی دوسرے نبی کے ہاتھ سے وہ کمال کسی زمانہ میں بہم نہیں پہنچا۔ تو اِن واقعات پر نظر ڈالنے سے بِلا اختیار یہ شہادت دل سے جوش مار کر نکلے گی۔ کہ آنحضرتؐ ضرور خدا کی طرف سے سچے ہادی ہیں۔

جو شخص تعصب اور ضدیت سے انکاری ہو۔ اُس کی مرض تو لاعلاج ہے۔ خواہ وہ خدا سے بھی منکر ہو جائے۔ ورنہ یہ سارے آثارِ صداقت جو آنحضرت میں کامل طور پہ جمع ہیں۔ کسی اور نبی میں کوئی ایک تو ثابت کر کے دکھلاوے تاہم بھی جانیں۔ ..... آج صفحۂ دنیا میں وہ شے کہ جس کا نام توحید ہے بجز اُمتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے اور کسی فرقے میں نہیں پائی جاتی۔ اور بجز قرآنِ شریف کے اور کسی کتاب کا نشان نہیں ملتا کہ جو کروڑہا مخلوقات کو وحدانیتِ الٰہی پہ قایم کرتی ہو۔ اور کمال تعظیم سے اُس سچے خدا کی طرف رہبر ہو۔ ہر یک قوم نے اپنا اپنا مصنوعی خدا بنالیا اور مسلمانوں کا وہی خدا ہے جو قدیم سے لازوال اور غیر مبدّل اور اپنی ازلی صفتوں میں ایسا ہی ہے جو پہلے تھا۔

سو یہ تمام واقعات ایسے ہیں۔ کہ جن سے ہادئے اسلامؐ کا صدقِ نبوت اظہر من الشمس ہے کیونکہ معنے نبوت کے اور علّت غائی رسالت اور پیغمبری کی انہیں کی ذاتِ بابرکات میں ثابت اور متحقق ہو رہی ہے اور جیسا کہ مصنوعات سے صانع شناخت کیا جاتا ہے۔ ویسا ہی عاقل لوگ اصلاح موجودہ سے اُس مصلح ربّانی کی شناخت کر رہے ہیں۔

اِسی طرح ہزارہا ایسے اور بھی واقعات ہیں کہ جن سے آنحضرت کا مؤید بتائید الٰہی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً کیا یہ حیرت انگیز ماجرا نہیں کہ ایک بے زر بے زور بے کس اُمّی یتیم تنہا غریب ایسے زمانے میں کہ جس میں کہ ہر ایک قوم پوری پوری طاقت مالی اور فوجی اور علمی رکھتی تھی ایسی روشن تعلیم لایا کہ اپنی براہین قاطعہ اور حجج واضحہ سے سب کی زبان بند کر دی اور بڑے بڑے لوگوں کی جو حکیم بنے پھرتے تھے اور فیلسوف کہلاتے تھے فاش غلطیاں نکالیں اور پھر باوجود بے کسی اور غریبی کے زور بھی ایسا دکھایا کہ بادشاہوں کو تختوں سے گرا دیا اور انہیں تختوں پر غریبوں کو بٹھایا۔

اگر یہ خدا کی تائید نہیں تھی تو اور کیا تھی؟ کیا تمام دنیا پر عقل اور علم اور طاقت اور زور میں غالب آجانا بغیر تائید الٰہی کے بھی ہوا کرتا ہے۔

خیال کرنا چاہیئے کہ جب آنحضرتؐ نے پہلے پہل مکے کے لوگوں میں منادی کی کہ میں نبی ہوں اس وقت ان کے ہمراہ کون تھا۔ اور کس بادشاہ کا خزانہ اُن کے قبضے میں آگیا تھا کہ جس پر اعتماد کر کے ساری دنیا سے مقابلہ کرنے کی ٹھہر گئی۔ یا کون سی فوج اکٹھی کر لی تھی کہ جس پر بھروسہ کر کے تمام بادشاہوں کے حملوں سے امن ہو گیا تھا۔ ہمارے مخالف بھی جانتے ہیں کہ اس وقت آنحضرتؐ زمین پر اکیلے اور بے کس اور بے سامان تھے۔ صرف اُن کے ساتھ خدا تھا۔ جس نے اُن کو ایک بڑے مطلب کے لئے پیدا کیا تھا۔

پھر ذرہ اس طرف بھی غور کرنی چاہیئے۔ کہ وہ کس مکتب میں پڑھے تھے۔ اور کس سکول کا پاس حاصل کیا تھا۔ اور کب انہوں نے عیسائیوں اور یہودیوں اور آریہ لوگوں وغیرہ دنیا کے فرقوں کی مقدس کتابیں مطالعہ کی تھیں۔ پس اگر قرآن شریف کا نازل کرنے والا خدا نہیں ہے۔ تو کیونکر اس میں تمام دنیا کے علوم حقّہ الٰہیہ لکھے گئے۔ اور وہ تمام ادلہ کاملہ علم الٰہیات کی کہ جن کے باستیفا اور بصحت لکھنے سے سارے منطقی اور معقولی اور فلسفی عاجز رہے۔ اور ہمیشہ غلطیوں میں ہی ڈوبتے مر گئے۔ وہ کس فلاسفر بے مثل و مانند نے قرآن شریف میں درج کر دیں۔ اور کیونکر وہ اعلیٰ درجہ کی مدلل تقریریں کہ جن کی پاک اور روشن دلائل کو دیکھ کر مغرور حکیم یونان اور ہند کے اگر کچھ شرم ہو تو جیتے ہی مر جائیں ایک غریب اُمّی کے ہونٹوں سے نکلیں۔ اس قدر دلائل صدق کے پہلے نبیوں میں کہاں موجود ہیں۔ آج دنیا میں وہ کونسی کتاب ہے جو ان سب باتوں میں قرآن شریف کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ کس نبی پر وہ سب واقعات جو ہم نے بیان کئے مثل آنحضرت کے گذرے ہیں۔" (براہین احمدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۱۶-۱۲۸)

آنحضرتؐ کے صدق اور آپکی افضلیت کی ایک دلیل

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ میں مبعوث ہوئے تھے۔ کہ جب تمام دنیا میں شرک

اور گمراہی اور مخلوق پرستی پھیل چکی تھی۔ اور تمام لوگوں نے اصولِ حقہ کو چھوڑ دیا تھا۔ اور صراطِ مستقیم کو بھول بھلا کر ہر ایک فرقے نے الگ الگ بدعتوں کا راستہ لے لیا تھا۔ عرب میں بت پرستی کا نہایت زور تھا۔ فارس میں آتش پرستی کا بازار گرم تھا۔ ہند میں علاوہ بت پرستی کے اور صدہا طرح کی مخلوق پرستی پھیل گئی تھی۔ اور انہیں دنوں میں کئی پوران اور پستک کہ جن کے رو سے بیسیوں خدا کے بندے خدا بنائے گئے۔ اور اوتار پرستی کی بنیاد ڈالی گئی۔ تصنیف ہو چکے تھے۔ اور بقول پادری بورٹ صاحب اور کئی فاضل انگریزوں کے اُن دنوں میں عیسائی مذہب سے زیادہ اور کوئی مذہب خراب نہ تھا۔ اور پادری لوگوں کی بدچلنی اور بے اعتقادی سے مذہبِ عیسوی پر ایک سخت دھبہ لگ چکا تھا۔ اور مسیحی عقائد میں نہ ایک نہ دو۔ بلکہ کئی چیزوں نے خدا کا منصب لے لیا تھا پس آنحضرتؐ کا ایسی عام گمراہی کے وقت میں مبعوث ہونا۔ کہ جب خود حالت موجودہ زمانہ کی ایک بزرگ معالج اور مصلح کو چاہتی تھی۔ اور ہدایت ربانی کی کمال ضرورت تھی۔ اور پھر ظہور فرما کر ایک عالم کو توحید اور اعمالِ صالحہ سے منوّر کرنا اور شرک اور مخلوق پرستی کا جو اُم الشرور ہے۔ قلع قمع فرمانا اس بات پر صاف دلیل ہے۔ کہ آنحضرتؐ خدا کے سچّے رسول اور سب رسولوں سے افضل تھے۔

سچا ہونا اُن کا تو اس سے ثابت ہے کہ اُس عام ضلالت کے زمانہ میں قانونِ قدرت ایک سچے ہادی کا متقاضی تھا۔ اور سنّت الٰہیہ ایک رہبر صادق کی مقتضی تھی۔ کیونکہ قانون قدیم حضرت ربّ العٰلمین کا یہی ہے کہ جب دنیا میں کسی نوع کی شدت اور صعوبت اپنے انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو رحمت الٰہی اُس کے دور کرنے کی طرف متوجہ ہوتی ہے جیسے جب اِمساکِ باراں سے نہایت درجہ کا قحط پڑ کر خلقت کا کام تمام ہونے لگتا ہے تو آخر خداوند کریم بارش کر دیتا ہے۔ اور جب وبا سے لاکھوں آدمی مرنے لگتے ہیں۔ تو کوئی صورت اصلاح ہوا کی نکل آتی ہے یا کوئی دوا ایسی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جب کسی ظالم کے پنجے میں کوئی قوم گرفتار ہوتی ہے تو آخر کوئی عادل اور فریاد رس پیدا ہو جاتا ہے۔ پس ایسا ہی جب لوگ خدا کا راستہ

بھول جاتے ہیں - اور توحید اور حق پرستی کو چھوڑ دیتے ہیں - تو خداوند تعالیٰ اپنی طرف سے کسی بندہ کو بصیرتِ کامل عطا فرما کر اور اپنے کلام اور الہام سے مشرف کر کے بنی آدم کی ہدایت کے لئے بھیجتا ہے - کہ تا جس قدر بگاڑ ہو گیا ہے - اُس کی اصلاح کرے - اِس میں اصل حقیقت یہ ہے - کہ پروردگار جو قیوم عالم کا ہے - اور بقا اور وجود عالم کا اُسی کے سہارے اور آسرے سے ہے - کبھی اپنی فیضان رسانی کی صفت کو خلقت سے دریغ نہیں کرتا - اور نہ بیکار اور معطّل چھوڑتا ہے - بلکہ ہر یک صفت اُس کی اپنے موقعہ پر فی الفور ظہور پذیر ہو جاتی ہے -

پس جب کہ از روئے تجویز عقلی کے اس بات پر قطع واجب ہوا - کہ ہر یک آفت کا غلبہ توڑنے کے لئے خدا تعالیٰ کی وہ صفت جو اُس کے مقابلہ پر پڑی ہے - ظہور کرتی ہے - اور یہ بات تواریخ سے اور خود مخالفین کے اقرار سے اور خاص فُرقانِ مجید کے بیانِ واضح سے ثابت ہو چکی ہے - کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت میں یہ آفت غالب ہو رہی تھی - کہ دُنیا کی تمام قوموں نے سیدھا راستہ توحید اور اخلاص اور حق پرستی کا چھوڑ دیا تھا - اور نیز یہ بات بھی ہر یک کو معلوم ہے - کہ اُس فسادِ موجودہ کی اصلاح کرنے والے اور ایک عالم کو ظلمات شرک اور مخلوق پرستی سے نکال کر توحید پر قائم کرنے والے صرف آنحضرت ہی ہیں - کوئی دوسرا نہیں - تو ان سب مقدمات سے نتیجہ یہ نکلا - کہ آنحضرت خدا کی طرف سے سچے ہادی ہیں - چنانچہ اس دلیل کی طرف اللہ تعالےٰ نے اپنے پاک کلام میں آپ ارشاد فرمایا ہے - اور وہ یہ ہے -

تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ (سورہ النحل الجز ۱۴)

ہم کو اپنی ذاتِ الوہیت کی قسم ہے (جو مبدءِ فیضانِ ہدایت اور پرورش اور جامع تمام صفاتِ کاملہ ہے) جو ہم نے تجھ سے پہلے دنیا کے کئی فرقوں اور قوموں میں پیغمبر بھیجے -

پس وہ لوگ شیطان کے دھوکا دینے سے بگڑ گئے۔ سو وہی شیطان آج اُن سب کا رفیق ہے۔ اور یہ کتاب اِس لئے نازل کی گئی کہ تا اُن لوگوں کا رفعِ اختلافات کیا جائے۔ اور جو امر حق ہے وہ کھول کر سنایا جائے۔ اور حقیقت حال یہ ہے کہ زمین ساری کی ساری مرگئی تھی۔ خدا نے آسمان سے پانی اُتارا اور نئے سرے اُس مُردہ زمین کو زندہ کیا۔ یہ ایک نشان صداقت اس کتاب کا ہے پر اُن لوگوں کے لئے جو سُنتے ہیں یعنی طالب حق ہیں ۞

اب غور سے دیکھنا چاہئے کہ وہ تینوں مقدمات متذکرۂ بالا کہ جن سے ابھی ہم نے آنحضرتؐ کے سچے ہادی ہونے کا نتیجہ نکالا تھا کس خوبی اور لطافت سے آیاتِ ممدوحہ میں درج ہیں۔ اوّل گمراہوں کے دلوں کو جو صدہا سال کی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔ زمین خشک اور مُردہ سے تشبیہ دیکر اور کلام الٰہی کو مینہ کا پانی جو آسمان کی طرف سے آتا ہے ٹھیرا کر اُس قانون قدیم کی طرف اشارہ فرمایا جو امساکِ باران کی شدت کے وقت میں ہمیشہ رحمتِ الٰہی بنی آدم کو برباد ہونے سے بچا لیتی ہے اور یہ بات جتلا دی کہ یہ قانونِ قدرت صرف جسمانی پانی میں محدود نہیں۔ بلکہ روحانی پانی بھی شدت اور صعوبت کے وقت میں جو پھیل جانا عام گمراہی کا ہے ضرور نازل ہوتا ہے۔ اور اس جگہ بھی رحمتِ الٰہی آفتِ قلوب کا غلبہ توڑنے کے لئے ضرور ظہور کرتی ہے۔ اور پھر انہیں آیات میں یہ دوسری بات بھی جتلا دی کہ آنحضرتؐ کے ظہور سے پہلے تمام زمین گمراہ ہو چکی تھی۔ اور اسی طرح اخیر پر یہ بھی ظاہر کر دیا کہ اُن روحانی مُردوں کو اس کلام پاک نے زندہ کیا اور آخر یہ بات کہہ کر کہ اِس میں اِس کتاب کی صداقت کا نشان ہے۔ طالبین حق کو اِس نتیجہ نکالنے کی طرف توجہ دلائی کہ فُرقان مجید خدا کی کتاب ہے ؛

اور جیسا کہ اِس دلیل سے حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی صادق ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ایسا ہی اِس سے آنحضرتؐ کا دوسرے نبیوں سے افضل ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ آنحضرتؐ کو تمام عالم کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اور جو کام حضرتِ ممدوح کو سپرد ہوا وہ حقیقت میں ہزار دو ہزار نبی کا کام تھا لیکن چونکہ خدا کو منظور تھا جو بنی آدم ایک ہی قوم اور ایک ہی قبیلے کی طرح ہو جائیں اور غیریت اور بیگانگی جاتی رہے۔ اور جیسے یہ سلسلہ وحدت سے شروع ہوا ہے وحدت پر ہی ختم ہو

اس لیئے اُس نے آخری ہدایت کو تمام دنیا کے لئے مشترک بھیجا - اور اس وقت زمانہ بھی وہ آپہنچا تھا کہ بباعث کھل جانے راستوں اور مطلع ہونے ایک قوم کے دوسری قوم سے اور ایک ملک کے دوسرے مُلک سے اتحاد سلسلہ نوعی کی کاروائی شروع ہو گئی تھی - اور بوجہ میل ملاپ دائمی کے خیالات بعض مُلکوں کے بعض مُلکوں میں اثر کرنے لگے تھے - چنانچہ یہ کاروائی اب تک ترقی پر ہے اور سارے سامان جیسے ریل تار اور جہاز وغیرہ ایسے ہی دن بدن نکلتے آتے ہیں کہ جن سے یقیناً یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس قادر مُطلق کا یہی ارادہ ہے کہ کسی دن تمام دنیا کو ایک قوم کی طرح بنا دے - بہر حال پہلے نبیوں کی محدود کوشش تھی کیونکہ اُن کی رسالت بھی ایک قوم میں محدود ہوتی تھی - اور آنحضرتؐ کی غیر محدود اور وسیع کوشش تھی - کیونکہ اُن کی رسالت عام تھی - یہی وجہ ہے جو فرقانِ مجید میں دنیا کے تمام مذاہب باطلہ کا رد موجود ہے اور انجیل میں صرف یہودیوں کی بد چلنی کا ذکر ہے - پس آنحضرتؐ کا دوسرے نبیوں سے افضل ہونا ایسی غیر محدود کوشش سے ثابت ہے -

ماسوا اِس کے یہ بات اجلیٰ بدیہات ہے کہ شرک اور مخلوق پرستی کو دور کرنا اور وحدانیت اور جلال الٰہی کو دلوں پر جمانا سب نیکیوں سے افضل اور اعلیٰ نیکی ہے پس کیا کوئی اس سے انکار کرسکتا ہے کہ یہ نیکی جیسے آنحضرتؐ سے ظہور میں آئی ہے کسی اور نبی سے ظہور میں نہیں آئی - کچ دنیا میں بجز فرقانِ مجید کے اور کونسی کتاب ہے کہ جس نے کروڑہا مخلوقات کو توحید پر قائم کر رکھا ہے - اور ظاہر ہے کہ جس کے ہاتھ سے بڑی اصلاح ہوئی وہی سب سے بڑا ہے ؛

اِس جگہ پادری فنڈر صاحب مُصنِف میزان الحق اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ فی الحقیقت اُس زمانے کے عیسائی کہ جب دینِ اسلام شروع ہوا تھا سخت بدعتوں میں گرفتار تھے اور انجیل پرے اُنکا عمل جاتا رہا تھا اور پھر بعد اس کے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ یہی باعث تھا جو خدا نے اُن کو دین پھیلانے سے نہ روکا - کیونکہ اس وقت خدا کو یہی منظور تھا - جو عیسائیوں کو کہ جنھوں نے انجیل پر عمل کرنا چھوڑ دیا تھا تنبیہ اور سزا دے -

---

اب پادری صاحب کی دیانت اور انصاف اور ایمانداری کو دیکھئے کہ بات کو کہاں سے کہاں گھسیٹ کرلے گئے۔ اپنے عیسائی بھائیوں پر قہرالٰہی نازل کردیا۔ مگر آنحضرتؐ کی رسالت قبول کرنا طبیعت پر گوارا نہ ہوُا۔ واہ رے تیرا تعصب سزا دینے کی خوب کہی۔ افسوس کہ پادری صاحب کو ایسی متعصبانہ رائے ظاہر کرتے ہوئے کچھ خدا کا خوف نہ آیا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ خداتعالےٰ کی نسبت یہ بات مُنہ پر لانا کہ وہ ایک عالم کو گمراہ اور غلطی میں پاکر ان کے لئے ایسا سامان مقرر کرتا ہے۔ کہ جس سے وہ اور بھی گمراہی میں پڑیں نہایت درجہ کا کفر۔ اور پرلے درجے کی بے باکی اور ہٹ دھرمی ہے۔ اور یہ پادری صاحبوں کی ہی نیک بختی اور دینداری ہے۔ کہ آنحضرتؐ کی عداوت کے لئے خُدا کو بھی ہادی ہونے کی صفت سے جواب دیتے ہیں۔ ورنہ کون عاقل اور ایماندار اِس فعل کو خُدا کی طرف نسبت دے سکتا ہے۔ کہ خُدا کو اُس زمانے میں کہ جب گمراہی اور بداعتقادی کمال کو پہنچ گئی تھی۔ اور لوگ سراسر شرک اور مخلوق پرستی میں ڈوب گئے تھے۔ یہی تدبیر سوجھی۔ اور یہی علاج دل کو پسند آیا۔ جو بقول پادری صاحب خلقت کو پہلے سے بھی بدتر کردے۔ اور بجائے پیدا کرنے ایک مُصلح کے ایسے شخص کو خلقت پر مُسلّط کردے۔ جو بزعم پادریوں کے رہی سہی صلاحیت کو بھی دُور کرے۔ یعنی خدا کو لہو اور گندگی میں گُھس آنے سے پاک سمجھے۔ اور تولّد اور موت اور فوت اور درد اور دُکھ سے منزّہ قرار دے۔ کیا کسی کے خیال میں آسکتا ہے یا کسی مُنصف کا انصافِ دلی یہ فتویٰ دیتا ہے۔ جو خدائے کریم و رحیم میں ایسی ہی عادات ہیں۔ اور وہ دنیا کو گمراہ دیکھ کر ایسا ہی بندوبست کیا کرتا ہے۔ جو پہلے سے صدہا درجہ زیادہ گمراہی میں ڈالتا ہے۔ کسی اہلِ انصاف پر اِس بات کا سمجھنا کچھ مشکل نہیں۔ کہ دنیا میں فسادِ عام پھیل جانا ایک مُصلح کو چاہتا ہے۔ اور ہر یک عاقل کو صریح نظر آتا ہے۔ کہ بروقت غلبۂ جہالت اور گمُراہی کے خدا کی صفت رہنمائی کی خلقت پر ظاہر ہونی چاہئے۔ مگر جو شخص تعصب سے اندھا ہوجائے اُس کو کیونکر نظر

آوے۔ کیا کبھی اندھے نے کچھ دیکھا ہے۔ کہ وہ بھی دیکھے۔ افسوس! کہ پادری لوگ ایسی بہادری کر کے پھر روزِ مواخذہ سے ڈرتے نہیں۔ اور کیونکر ڈریں۔ مسیح کے کفارے پر بھروسہ جو ٹھیرا۔ ورنہ عقل ہرگز باور نہیں کر سکتی۔ کہ پادریوں کی ایسی ناقص سمجھ ہے۔ کہ وہ اب تک خدا کے قانون قدیم سے بھی بے خبر ہیں۔ اور وہ خدا کہ جس نے موسیٰ کے وقت میں ایک قوم کو غافل اور ظالم کے ہاتھ میں گرفتار دیکھ کر اپنا پیغمبر بھیجا۔ اور پھر حضرت عیسیٰؑ کے وقت میں یہودیوں کی ذرہ سی بدچلنی پر جھٹ پٹ حضرت مسیح کو بھیج دیا۔ وہ آخری زمانہ میں ایسا سخت دل اور بے رحم ہو گیا کہ باوصفیکہ ساری دنیا شرک اور مخلوق پرستی میں غرق ہو گئی۔ پر اُسے ہدایت نازل کرنے کا کچھ بھی خیال نہ آیا۔ بلکہ اُلٹا گمراہوں کی اور بھی ستیاناس کرنے لگا۔ گویا پہلے زمانوں میں تو اُسے گمراہی بُری معلوم ہوتی تھی۔ اور اب اچھی معلوم ہونے لگی'' (براہین حصہ دوم ۱۲۰-۱۲۸ حاشیہ)

جس طرح ہمارا خدا یکتا معبود ہے اسی طرح ہمارا رسول یکتا مطاع ہے

"اَمَّا بَعْدُ فَیَقُوْلُ عَبْدُ اللّٰہِ الْاَحَدِ اَحْمَدُ عَافَاہُ اللّٰہُ وَاَیَّدَ .... مَا فَھَّمَنِیْ الْاَدَبِیِّ الَّذِیْ ھُوَ خَیْرُ الْمُفْھِمِیْنَ ...... عَلَّمَنِیْ فَاَحْسَنَ تَعْلِیْمِیْ .... وَاَوْحٰی اِلَیَّ اَنَّ الدِّیْنَ ھُوَ الْاِسْلَامُ۔ وَاَنَّ الرَّسُوْلَ ھُوَ الْمُصْطَفٰی السَّیِّدُ الْاِمَامُ۔ رَسُوْلٌ اُمِّیٌّ اَمِیْنٌ فَکَمَا اَنَّ رَبَّنَا اَحَدٌ یَسْتَحِقُّ الْعِبَادَۃَ وَحْدَہٗ فَکَذٰلِکَ رَسُوْلُنَا الْمُطَاعُ وَاحِدٌ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَلَا شَرِیْکَ مَعَہٗ۔ وَاِنَّہٗ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ۔"

اس کے بعد خدائے واحد کا بندہ احمد کہتا ہے (خدا اسے عافیت میں رکھے اور تائید میں رہے) کہ ...... بجز خدا کے مجھکو کسی نہیں سمجھایا اور وہ سب سمجھانے والوں سے بہتر ہے ...... اس نے مجھکو سکھلایا۔ اور اچھا سکھلایا .... اور مجھے الہام کیا۔ کہ دین اللہ اسلام ہی ہے۔ اور سچا رسول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سردار امام ہے۔ جو رسول امی امین ہے۔ پس جیسا کہ عبادت صرف خدا کیلئے مسلم ہے۔ اور وہ واحد لاشریک ہے۔ اسی طرح ہمارا رسول اس بات میں واحد ہے۔ کہ اسکی پیروی کی جاوے۔ اور اس بات میں واحد ہے۔ کہ وہ خاتم الانبیاء ہے۔" (منن الرحمن صفحہ ۱۹ و ۲۰)

آنحضرتؐ کے نورِ فطرت و نورِ اخلاق پر نورِ وحی کا نزول

براہین احمدیہ ۱۸۱، ۱۷۵

"اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ ط اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ ط اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّ لَا غَرْبِیَّۃٍ یَّکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ ط نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ط یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ط وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ط وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ" (الجزو نمبر ۱۸)

خدا آسمان و زمین کا نور ہے۔ یعنی ہر ایک نور جو بلندی اور پستی میں نظر آتا ہے۔ خواہ وہ ارواح میں ہے۔ خواہ اجسام میں اور خواہ ذاتی ہے۔ اور خواہ عرضی۔ اور خواہ ظاہری ہے۔ اور خواہ باطنی۔ اور خواہ ذہنی ہے۔ خواہ خارجی۔ اُسی کے فیض کا عطیہ ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ حضرت رب العالمین کا فیضِ عام ہر چیز پر محیط ہو رہا ہے۔ اور کوئی اس کے فیض سے خالی نہیں۔ وہی تمام فیوض کا مبدء ہے۔ اور تمام انوار کا علّت العلل اور تمام رحمتوں کا سرچشمہ ہے اُسی کی ہستیِ حقیقی تمام عالم کی قیوم اور تمام زیروزبر کی پناہ ہے۔ وہی ہے جس نے ہر یک چیز کو ظلمت خانۂ عدم سے باہر نکالا۔ اور خلعتِ وجود بخشا۔ بجز اُس کے کوئی ایسا وجود نہیں ہے۔ کہ جو فی حدِّ ذاتہٖ واجب اور قدیم ہو۔ یا اُس سے مستفیض نہ ہو۔ بلکہ خاک اور افلاک۔ اور انسان اور حیوان اور حجر اور شجر اور روح اور جسم سب اُسی کے فیضان سے وجود پذیر ہیں۔

یہ تو عام فیضان ہے جس کا بیان آیتِ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں ظاہر فرمایا گیا۔ یہی فیضان ہے جس نے دائرہ کی طرح ہر ایک چیز پہ احاطہ کر رکھا ہے۔ جس کے فائض ہونے کے لئے کوئی قابلیت شرط نہیں۔ لیکن بمقابلہ اس کے ایک خاص فیضان بھی ہے۔ جو مشروط بہ شرائط ہے۔ اور انہیں افرادِ خاصہ پہ فائض ہوتا ہے جن میں اُس کے قبول کرنے کی قابلیت و استعداد موجود ہے۔ یعنی نفوسِ کاملہ انبیاء علیہم السّلام پر جن میں سے افضل و اعلیٰ ذات جامع البرکات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم ہے۔ دوسروں پہ ہرگز نہیں ہوتا۔

اور چونکہ وہ فیضان ایک نہائت باریک صداقت ہے۔ اور دقائقِ حکمیہ میں سے ایک دقیق مسئلہ ہے۔ اس لئے خداوند تعالیٰ نے اوّل فیضانِ عام کو (جو بدیہی الظہور ہے) بیان کر کے پھر اُس فیضانِ خاص کو بہ غرضِ اظہار کیفیت نورِ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ایک مثال میں بیان فرمایا ہے۔ کہ جو اس آیت سے شروع ہوتی ہے۔ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ الخ اور بطور مثال اس لئے بیان کیا۔ کہ تا اس دقیقہ نازک کے سمجھنے میں ابہام اور دقت باقی نہ رہے۔ کیونکہ معانئے معقولہ کو صورِ محسوسہ میں بیان کرنے سے ہر ایک غبی و بلید بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے۔

بقیہ ترجمہ آیاتِ ممدوحہ یہ ہے۔ اس نور کی مثال (فردِ کامل میں جو پیغمبر ہے) یہ ہے جیسے ایک طاق (یعنی سینہ مشروح حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم) اور طاق میں ایک چراغ (یعنی وحی اللہ) اور چراغ ایک شیشہ کی قندیل میں جو نہایت مصفٰی ہے (یعنی نہائت پاک اور مقدس دِل میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دِل ہے۔ جو کہ اپنی اصل فطرت میں شیشۂ سفید اور صافی کی طرح ہر یک طور کی کثافت اور کدورت سے منزّہ اور مطہر ہے۔ اور تعلقات ماسوے اللہ سے بکلّی پاک ہے) اور شیشہ ایسا صاف کہ گویا اُن ستاروں میں سے ایک عظیم النور ستارہ ہے۔ جو کہ آسمان پر بڑی آب و تاب کے ساتھ چمکتے ہوئے نکلتے ہیں۔ جن کو کوکب دری کہتے ہیں (یعنی حضرت خاتم الانبیاء کا دل ایسا صاف کہ کوکب دری کی طرح نہایت متور اور درخشندہ جس کی اندرونی روشنی اُس کے بیرونی قالب پر پانی کی طرح بہتی ہوئی نظر آتی ہے) وہ چراغ زیتون کے شجرۂ مبارکہ سے (یعنی زیتون کے روغن سے) روشن کیا گیا ہے (شجرۂ مبارکۂ زیتون سے مراد وجود مبارک محمدی ہے۔ کہ جو بوجہ نہایت جامعیت و کمال انواع و اقسام کی برکتوں کا مجموعہ ہے۔ جس کا فیض کسی جہت و مکان و زمان سے مخصوص نہیں۔ بلکہ تمام لوگوں کے لئے عام علے سبیل الدوام ہے۔ اور ہمیشہ جاری ہے۔ کبھی منقطع نہیں ہوگا) اور شجرہ مبارکہ نہ شرقی ہے نہ غربی (یعنی طینت پاک محمدی میں نہ افراط ہے نہ تفریط۔ بلکہ نہایت توسط و اعتدال پر واقع ہے۔ اور احسنِ تقویم پر

مخلوق ہے۔

اور یہ جو فرمایا کہ اُس شجرۂ مبارکہ کے روغن سے چراغ وحی روشن کیا گیا ہے۔ سو روغن سے مراد عقلِ لطیف نورانی محمدی مع جمیع اخلاق فاضلہ فطرتیہ ہے۔ جو اُس عقلِ کامل کے چشمۂ صافی سے پرورده ہیں۔ اور وحی کا چراغ لطائفِ محمدیہ سے روشن ہونا ان معنوں کر کے ہے۔ کہ ان لطائف قابلہ پر وحی کا فیضان ہوا۔ اور ظہورِ وحی کا موجب وُہی ٹھہرے۔ اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ فیضان وحی اُن لطائفِ محمدیہ کے مطابق ہوا۔ اور اُنہیں اعتدالات کے مناسب حال ظہور میں آیا۔ کہ جو طینت محمدیہ میں موجود تھے۔

اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ ہر یک وحی نبی منزل علیہ کی فطرت کے موافق نازل ہوتی ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مزاج میں جلال اور غضب تھا۔ توریت بھی موسوی فطرت کے موافق ایک جلالی شریعت نازل ہوئی۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے مزاج میں حلم اور نرمی تھی۔ سو انجیل کی تعلیم بھی حلم اور نرمی پر مشتمل ہے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج بغایت درجہ وضع استقامت پر واقعہ تھا۔ نہ ہر جگہ حلم پسند تھا۔ اور نہ ہر مقام غضب مرغوب خاطر تھا۔ بلکہ حکیمانہ طور پر رعائتِ محل اور موقعہ کی ملحوظ طبیعتِ مبارک تھی۔ سو قرآن شریف بھی اِسی طرزِ موزون و معتدل پر نازل ہوا۔ کہ جامع شدت و رحمت و ہیبت و شفقت و نرمی و درشتی ہے۔ سو اس جگہ اللہ تعالےٰ نے ظاہر فرمایا۔ کہ چراغ وحیٔ فرقان اس شجرۂ مبارکہ سے روشن کیا گیا ہے۔ کہ نہ شرقی ہے۔ اور نہ غربی۔ یعنی طینت معتدلہ محمدیہ کے موافق نازل ہوا ہے۔ جس میں نہ مزاج موسوی کی طرح درشتی ہے۔ نہ مزاج عیسوی کی مانند نرمی۔ بلکہ درشتی اور نرمی اور قہر اور لُطف کا جامع ہے۔ اور مظہرِ کمال اعتدال اور جامع بین الجلال والجمال ہے۔

اور اخلاقِ معتدلۂ فاضلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ جو بمعیتِ عقلِ لطیف روغنِ ظہور روشنیٔ وحی قرار پائے۔ اُن کی نسبت ایک دوسرے مقام میں بھی اللہ تعالےٰ نے آنحضرت کو مخاطب کر کے فرمایا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ نمبر ۲۹ یعنی تو اے نبی خلق عظیم پر مخلوق و مفطور ہے یعنی اپنی ذات میں تمام مکارم اخلاق کا ایسا متمم و مکمل ہے کہ اُس پر

زیادت متصور نہیں۔ کیونکہ لفظ عظیم محاورۂ عرب میں اُس چیز کی صفت میں بولا جاتا ہے جس کو اپنا نوعی کمال پورا پورا حاصل ہو۔ مثلاً جب کہیں۔ کہ یہ درخت عظیم ہے۔ تو اس کے یہ معنے ہوں گے۔ کہ جس قدر طول و عرض درخت میں ہو سکتا ہے۔ وہ سب اس میں موجود ہے۔ اور بعضوں نے کہا ہے۔ کہ عظیم وہ چیز ہے۔ جسکی عظمت اس حد تک پہنچ جائے۔ کہ حیطۂ ادراک سے باہر ہو۔

اور خُلق کے لفظ سے قرآنِ شریف اور ایسا ہی دوسری کُتبِ حکمیہ میں صرف تازہ روئی اور حُسنِ اختلاط یا نرمی و تلطّف و ملائمت (جیسا عوام النّاس خیال کرتے ہیں) مراد نہیں ہے۔ بلکہ خَلق بفتح خا اور خُلق بضم خا دو لفظ ہیں۔ جو ایک دوسرے کے مقابل واقع ہیں۔ خلق بفتح خا سے مراد وہ صورت ظاہری ہے۔ جو انسان کو حضرتِ واہب الصُّوَر کی طرف سے عطا ہوئی۔ جِس صورت کے ساتھ وہ دوسرے حیوانات کی صورتوں سے متمیز ہے۔ اور خُلق بضم خا سے مراد وہ صورتِ باطنی یعنے خواصِ اندرونی ہیں جن کے رُو سے حقیقتِ انسانیہ حقیقتِ حیوانیہ سے امتیازِ کلّی رکھتی ہے۔ پس جس قدر انسان میں من حیث الانسانیت اندرونی خواص پائے جاتے ہیں۔ اور شجرہ انسانیت کو نچوڑ کر نکل سکتے ہیں۔ جو کہ انسان اور حیوان میں من حیث الباطن ما بہ الامتیاز ہیں اُن سب کا نام خُلق ہے۔

اور چونکہ شجرۂ فطرتِ انسانی اصل میں توسّط اور اعتدال پر واقع ہے۔ اور ہر ایک افراط و تفریط سے جو قویٰ حیوانیہ میں پایا جاتا ہے منزّہ ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ الجزو نمبر ۳۰۔ اس لئے خُلق کے لفظ سے جو کسی مذمت کی قید کے بغیر بولا جائے ہمیشہ اخلاقِ فاضلہ مراد ہوتے ہیں۔ اور وہ اخلاقِ فاضلہ جو حقیقتِ انسانیہ ہے تمام وہ خواص اندرونی ہیں جو نفس ناطقہ انسان میں پائے جاتے ہیں۔ جیسے عقل۔ ذکا۔ سرعتِ فہم۔ صفائے ذہن۔ حُسنِ تحفّظ۔ حُسنِ تذکّر۔ عفّت۔ حیا۔ صبر۔ قناعت۔ زہد۔ تورّع۔ جوانمردی۔ استقلال۔ عدل۔ امانت۔ صدقِ لہجہ۔ سخاوت فی محلہ۔ ایثار فی محلہ۔ کرم فی محلہ۔ مروت فی محلہ۔ شجاعت فی محلہ۔ علوِ ہمت فی محلہ۔ حلم فی محلہ۔ تحمل فی محلہ۔ حمیّت فی محلہ۔ تواضع فی محلہ۔ ادب فی محلہ۔ شفقت فی محلہ۔ رأفت فی محلہ۔ رحمت فی محلہ۔ خوفِ الٰہی۔ محبّتِ الٰہیہ۔ اُنس باللہ۔ انقطاع الی اللہ وغیرہ وغیرہ)

اور تیل ایسا صاف اور لطیف کہ بن آگ ہی روشن ہونے پر آمادہ (یعنی عقل اور جمیع اخلاقِ فاضلہ اُس نبی معصوم کے ایسے کمال موزونیت و لطافت و نورانیت پر واقع کہ الہام سے پہلے ہی خود بخود روشن ہونے پر مستعد تھے) نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ نور فائض ہوا نور پر (یعنے جب کہ وجود مبارک حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں کئی نور جمع تھے۔ سو اُن نوروں پر ایک اور نور آسمانی جو وحی الٰہی ہے۔ وارد ہو گیا۔ اور اُس نور کے وارد ہونے سے وجودِ باجود خاتم الانبیاء کا مجمع الانوار بن گیا۔

پس اس میں یہ اشارہ فرمایا۔ کہ نور وحی کے نازل ہونے کا یہی فلسفہ ہے۔ کہ وہ نور پر ہی وارد ہوتا ہے۔ تاریکی پر وارد نہیں ہوتا۔ کیونکہ فیضان کے لئے مناسبت شرط ہے۔ اور تاریکی کو نور سے کچھ مناسبت نہیں۔ بلکہ نور کو نور سے مناسبت ہے۔ اور حکیمِ مطلق بغیر رعایت مناسبت کوئی کام نہیں کرتا۔ ایسا ہی فیضان نور میں بھی اُس کا یہی قانون ہے کہ جس کے پاس کچھ نور ہے اُسی کو اور نور بھی دیا جاتا ہے۔ اور جس کے پاس کچھ نہیں اُس کو کچھ نہیں دیا جاتا۔ جو شخص آنکھوں کا نور رکھتا ہے وہی آفتاب کا نور پاتا ہے۔ اور جس کے پاس آنکھوں کا نور نہیں وہ آفتاب کے نور سے بھی بے بہرہ رہتا ہے۔ اور جس کو فطرتی نور کم ملا ہے۔ اُس کو دوسرا نور بھی کم ہی ملتا ہے۔ اور جس کو فطرتی نور زیادہ ملا ہے۔ اُس کو دوسرا نور بھی زیادہ ہی ملتا ہے۔ اور انبیا منجملہ سلسلہ متفاوتہ فطرت انسانی کے وہ افرادِ عالیہ ہیں جن کو اس کثرت اور کمال سے نور باطنی عطا ہوا ہے کہ گویا وہ نورِ مجسم ہو گئے ہیں۔ اسی جہت سے قرآن شریف میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نور اور سراجِ منیر رکھا ہے۔ جیسا فرمایا ہے۔ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ (الجزو نمبر ۶) وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا۔ (الجزو نمبر ۲۲) یہی حکمت ہے کہ نور وحی جس کے لئے نورِ فطرتی کا کامل اور عظیم الشان ہونا شرط ہے۔ صرف انبیاء کو ملا اور انہیں سے مخصوص ہوا۔

(ایضاً ۱۷۶-۱۸۱)

آنحضرتؐ کی سچی محبت اور اتباع کے برکات

جو شربت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو پلایا گیا وہی آپ کے اتباع کو پلایا جاتا ہے

"دیکھو ایک غریب اور تنہا اور مسکین نے اپنے دین کے پھیلنے کی اور اپنے مذہب کے جڑ پکڑنے کی اس وقت خبر دی کہ جب اُس کے پاس بجز چند بے سامان درویشوں کے اور کچھ نہ تھا۔ اور تمام مسلمان صرف اس قدر تھے۔ کہ ایک چھوٹے سے حجرے میں سما سکتے تھے۔ اور انگلیوں پر نام بنام گنے جا سکتے تھے جن کو ایک گاؤں کے چند آدمی ہلاک کر سکتے تھے۔ جن کا مقابلہ ان لوگوں سے پڑا تھا۔ کہ جو دنیا کے بادشاہ اور حکمران تھے۔ اور جن کو ان قوموں کے ساتھ سامنا پیش آیا تھا۔ کہ جو باوجود کروڑہا مخلوقات ہونے کے اُن کے ہلاک کرنے اور نیست و نابود کرنے پر متفق تھے۔ مگر اب دنیا کی کناروں تک نظر ڈال کے۔ دیکھو۔ کہ کیونکر خدا نے انہیں ناتوان اور قدر قلیل لوگوں کو دنیا میں پھیلا دیا۔ اور کیونکر ان کو طاقت اور دولت اور بادشاہت بخش دی۔ اور کیونکر ہزارہا سال کے تخت نشینوں کے تاج اور تخت ان کے سپرد کئے گئے۔ ایک دن وہ تھا۔ کہ وہ جماعت اتنی بھی نہیں تھی۔ کہ جس قدر ایک گھر کے آدمی ہوتے ہیں۔ اور اب وہی لوگ کئی کروڑ دنیا میں نظر آتے ہیں۔ خداوند نے کہا تھا۔ کہ میں اپنے کلام کی آپ حفاظت کرونگا۔ اب دیکھو کیا یہ سچ ہے یا نہیں۔ کہ وہی تعلیم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ اُس کی کلام کے پہنچائی تھی۔ وہ برابر اس کی کلام میں محفوظ چلی آتی ہے۔ اور لاکھوں قرآن شریف کے حافظ ہیں۔ کہ جو قدیم سے چلے آتے ہیں۔ خدا نے کہا تھا۔ کہ میری کتاب کا کوئی شخص حکمت میں۔ معرفت میں۔ بلاغت میں۔ فصاحت میں احاطۂ علوم ربانیہ میں بیانِ دلائل دینیہ میں مقابلہ نہیں کر سکیگا۔ سو دیکھو کسی سے مقابلہ نہیں ہو سکا۔ اور اگر کوئی اس سے منکر ہے۔ تو اب کر کے دکھلاوے...... اور خدا نے کہا تھا۔ کہ میں ارضِ شام کو عیسائیوں کے قبضے میں سے نکال کر مسلمانوں کو اس زمین کا وارث کروں گا۔ سو دیکھو اب تک مسلمان ہی اس زمین کے وارث ہیں۔ اور یہ سب خبریں ایسی ہیں کہ جن کے ساتھ اقتدار اور قدرتِ الوہیت شامل ہے۔ یہ نہیں کہ نجومیوں کی طرح صرف ایسی ہی خبریں ہوں۔ کہ زلزلے

آویں گے۔ قحط پڑیں گے۔ قوم پر قوم چڑھائی کرے گی۔ وبائیں پھیلیں گی۔ مری پڑے گی وغیرہ وغیرہ۔

اور بہ تبعیّت خدا کے کلام کے اور اُسی کی تاثیر اور برکت سے وہ لوگ کہ جو قرآن شریف کا اتباع اختیار کرتے ہیں۔ اور خدا کے رسولِ مقبول پہ صدق دل سے ایمان لاتے ہیں۔ اور اُس سے محبت رکھتے ہیں۔ اور اُس کو تمام مخلوقات اور تمام نبیوں اور تمام رسولوں اور تمام مقدسوں اور تمام اُن چیزوں سے جو ظہور پذیر ہوئیں۔ یا آئندہ ہوں۔ بہتر اور پاک تر۔ اور کامل تر۔ اور افضل اور اعلیٰ سمجھتے ہیں۔ وہ بھی اُن نعمتوں سے اب تک حصّہ پاتے ہیں۔ اور جو شربت موسیٰؑ اور مسیحؑ کو پلایا گیا۔ وہی شربت نہایت کثرت سے نہایت لطافت سے نہایت لذّت سے پیتے ہیں۔ اور پی رہے ہیں۔ اسرائیلی نور اُن میں روشن ہیں۔ بنی یعقوب کے پیغمبروں کی اُن میں برکتیں ہیں۔ سبحان اللہ ثم سبحان اللہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کس شان کے نبی ہیں۔ اللہ اللہ کیا عظیم الشان نور ہے۔ جس کے ناچیز خادم۔ جس کی ادنیٰ سے ادنیٰ امت۔ جس کے احقر سے احقر چاکر مراتب مذکورہ بالا تک پہنچ جاتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى نَبِيِّكَ وَحَبِيْبِكَ سَيِّدِ الْاَنْبِيَآءِ وَاَفْضَلِ الرُّسُلِ وَخَيْرِ الْمُرْسَلِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

اس زمانے کے پادری اور پنڈت اور برہمو اور آریا اور دوسرے مخالف جو نک نہ اُٹھیں کہ وہ برکتیں کہاں ہیں۔ وہ آسمانی نور کدھر ہیں جن میں اُمّتِ مرحومہ حضرتِ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی مسیحؑ اور موسیٰؑ کی برکتوں میں شریک ہے۔ اور اُن نوروں کی وارث ہے۔ جن سے اور تمام قومیں اور تمام اہل مذاہب محروم اور بے نصیب ہیں۔ ...... طالب حق کے لئے کہ جو اسلام کے فضائل خاصّہ دیکھ کر فی الفور مسلمان ہونے پر مستعد ہے۔ اس کا ثبوت دینے کے ہم آپ ہی ذمہ وار ہیں۔" (ایضاً صفحہ ۲۴۲-۲۴۷)

آنحضرتؐ کے کامل متبعین کی ستائش دراصل آپ کی ہی ستائش ہے

"یہ وسوسہ دل میں نہیں لانا چاہیئے کہ کیونکر ایک ادنیٰ اُمّتی آں رسول مقبول کے اسماء یا صفات یا محامد میں شریک ہو سکے۔ بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ حقیقی طور پر کوئی نبی بھی آں حضرت کے کمالاتِ قدسیہ سے

شریک مساوی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ تمام ملائکہ کو بھی اس جگہ برابری کا دم مارنے کی جگہ نہیں۔ چہ جائے کہ کسی اور کو آنحضرت کے کمالات سے کچھ نسبت ہو۔ مگر اے طالب حق ارشدک اللہ تم متوجہ ہو کر اس بات کو سنو۔ کہ خداوند کریم نے اس غرض سے کہ تا ہمیشہ اس رسولِ مقبول کی برکتیں ظاہر ہوں۔ اور تا ہمیشہ اُس کے نور اور اس کی قبولیت کی کامل شعاعیں مخالفین کو ملزم اور لاجواب کرتی رہیں اِس طرح پہ اپنی کمال حکمت اور رحمت سے انتظام کر رکھا ہے۔ کہ بعض افراد اُمت محمدیہ کہ جو کمال عاجزی اور تذلل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اختیار کرتے ہیں۔ اور خاکساری کے آستانہ پر پڑ کر بالکل اپنے نفس سے گئے گذرے ہوتے ہیں۔ خدا اُن کو فانی اور ایک مصفا شیشے کی طرح پاکر اپنے رسول مقبول کی برکتیں اُن کے وجودِ بے نمود کے ذریعہ سے ظاہر کرتا ہے۔

اور جو کچھ منجانب اللہ اُن کی تعریف کی جاتی ہے یا کچھ آثار اور برکات اور آیات اُن سے ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ حقیقت میں مرجع تام اُن تمام تعریفوں کا۔ اور مصدرِ کامل ان تمام برکات کا رسولِ کریمؐ ہی ہوتا ہے۔ اور حقیقی اور کامل طور پہ وہ تعریفیں اُسی کے لائق ہوتی ہیں۔ اور وہی ان کا مصداقِ اتم ہوتا ہے۔ مگر چونکہ تبع سنن آں سرور کائنات کا اپنی غایت اتباع کی جہت سے اُس شخص نورانی کے لئے کہ جو وجودِ باجود حضرت نبوی ہے۔ مثل ظل کے ٹھہر جاتا ہے۔ اس لئے جو کچھ اُس شخص مقدس میں انوار الٰہیہ پیدا اور ہویدا ہیں۔ اُس کے اس ظل میں بھی نمایاں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور سایہ میں اُس تمام وضع اور انداز کا ظاہر ہونا کہ جو اُس کے اصل میں ہو ایک ایسا امر ہے۔ کہ جو کسی پر پوشیدہ نہیں۔ ہاں سایہ اپنی ذات میں قایم نہیں۔ اور حقیقی طور پر کوئی فضیلت اُس میں موجود نہیں۔ بلکہ جو کچھ اُس میں موجود ہے۔ وہ اُس کے شخص اصلی کی ایک تصویر ہے۔ جو اُس میں نمودار اور نمایاں ہے۔ ...... اس انعکاس انوار سے کہ جو بطریق افاضہ دائمی نفوس صافیہ اُمت محمدیہ پر ہوتا ہے۔ دو بزرگ امر پیدا ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بدرجۂ غایت کمالیت ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ جس چراغ سے دوسرا چراغ روشن ہو سکتا ہے۔ اور ہمیشہ روشن ہوتا ہے۔ وہ ایسے چراغ سے بہتر ہے۔ جس سے دوسرا چراغ روشن نہ ہو سکے۔ دوسرے اِس اُمت کی کمالیت اور دوسری اُمتوں پہ اُس کی فضیلت اس افاضہ

دائمی سے ثابت ہوتی ہے۔ اور حقیقتِ دین اسلام کا ثبوت ہمیشہ تروتازہ ہوتا رہتا ہے۔ صرف یہی بات نہیں ہوتی۔ کہ گذشتہ زمانہ پر حوالہ دیا جائے۔ اور یہ ایک ایسا امر ہے۔ کہ جس سے قرآن شریف کی حقانیت کے انوار آفتاب کی طرح ظاہر ہوجاتے ہیں۔ اور دین اسلام کے مخالفوں پر حجّت اسلام پوری ہوتی ہے ..... حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر شان بزرگ ہے اور اُس آفتاب صداقت کی کیسی اعلیٰ درجے پر روشن تاثیریں ہیں۔ جس کا اتباع کسی کو مومن کامل بناتا ہے۔ کسی کو عارف کے درجے تک پہنچاتا ہے۔ کسی کو آیت اللہ اور حجت اللہ کا مرتبہ عنایت فرماتا ہے اور محامد الٰہیہ کا مورد ٹھہراتا ہے"۔ (ایضاً صفحہ ۲۴۲ - ۲۴۴ و ۲۴۵)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق ایام مصائب اور زمانہ فتوحات میں

"انبیاء اور اولیاء کا وجود اس لئے ہوتا ہے کہ تا لوگ جمیع اخلاق میں ان کی پیروی کریں۔ اور جن امور پر خدا نے اُن کو استقامت بخشی ہے۔ اُسی جادہ استقامت پر سب حق کے طالب قدم ماریں۔ اور یہ بات نہایت بدیہی ہے کہ اخلاق فاضلہ کسی انسان کے اس وقت بہ پایۂ ثبوت پہنچتے ہیں کہ جب اپنے وقت پر ظہور پذیر ہوں۔ اور اسی وقت دلوں پر اُن کی تاثیریں بھی ہوتی ہیں۔ مثلاً عفو وہ معتبر اور قابلِ تعریف ہے۔ کہ جو قدرت انتقام کے وقت میں ہو۔ اور پرہیزگاری وہ قابلِ اعتبار ہے کہ جو نفس پروری کی قدرت موجود ہوتے ہوئے پھر پرہیزگاری قایم رہے۔

غرض خدا تعالیٰ کا ارادہ انبیاء اور اولیا کی نسبت یہ ہوتا ہے۔ کہ اُن کے ہر ایک قسم کے اخلاق ظاہر ہوں۔ اور بہ پایۂ ثبوت پہنچ جائیں۔ سو خدا تعالیٰ اسی ارادے کو پورا کرنے کی غرض سے اُن کی نورانی عمر کو دو حصہ پر منقسم کر دیتا ہے۔ ایک حصہ تنگیوں اور مصیبتوں میں گذرتا ہے۔ اور ہر طرح سے دُکھ دئے جاتے ہیں اور ستائے جاتے ہیں تا وہ اعلیٰ اخلاق انکے ظاہر ہو جائیں کہ جو بجز سخت تر مصیبتوں کے ہرگز ظاہر اور ثابت نہیں ہو سکتے۔ اگر ان پر وہ سخت تر مصیبتیں نازل نہ ہوں تو یہ کیونکر ثابت ہو کہ وہ ایک ایسی قوم ہے۔ کہ مصیبتوں کے پڑنے سے اپنے مولیٰ سے بے وفائی نہیں کرتے۔ بلکہ اور بھی

آگے قدم بڑھاتے ہیں۔ اور خداوند کریم کا شکر کرتے ہیں کہ اُس نے سب کو چھوڑ کر انہیں پر نظر عنایت کی۔ اور انہیں کو اِس لائق سمجھا کہ اُس کے لئے اور اُس کی راہ میں ستائے جائیں۔ سو خدا تعالیٰ اُن پر مصیبتیں نازل کرتا ہے تا اُن کا صبر اُن کا صدقِ قدم اُن کی مردی اُن کی استقامت اُن کی وفاداری اُن کی فتوت شعاری لوگوں پر ظاہر کر کے الاستقامت فوق الکرامت کا مصداق اُن کو ٹھہرا دے کیونکہ کامل صبر بجز کامل مصیبتوں کے ظاہر نہیں ہو سکتا۔ اور اعلیٰ درجے کی استقامت اور ثابت قدمی بجز اعلیٰ درجے کے زلزلے کے معلوم نہیں ہو سکتی۔

اور یہ مصائب حقیقت میں انبیا اور اولیا کے لئے روحانی نعمتیں ہیں جن سے دنیا میں اُن کے اخلاقِ فاضلہ جن میں وہ بے مثل و مانند ہیں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور آخرت میں اُن کے درجات کی ترقی ہوتی ہے۔ اگر خدا ان پر یہ مصیبتیں نازل نہ کرتا تو یہ نعمتیں بھی اُن کو حاصل نہ ہوتیں اور نہ عوام پر اُن کے شمائل حسنہ کا حقہ کھلتے بلکہ دوسرے لوگوں کی طرح اور اُن کے مساوی ٹھہرتے۔ اور گو اپنی چند روزہ عمر کو کیسے ہی عشرت اور راحت میں بسر کرتے پر آخر ایک دن اس دارِ فانی سے گذر جاتے۔ اور اس صورت میں نہ وہ عیش اور عشرت اُن کی باقی رہتی نہ آخرت کے درجاتِ عالیہ حاصل ہوتے نہ دنیا میں اُن کی وہ فتوت اور جوانمردی اور وفاداری اور شجاعت شہرۂ آفاق ہوتی جس سے وہ ایسے ارجمند ٹھہرے جن کا کوئی مانند نہیں۔ اور ایسے یگانہ ٹھہرے جس کا کوئی ہمجنس نہیں اور ایسے فرد الفرد ٹھہرے جن کا کوئی ثانی نہیں۔ اور ایسے غیب الغیب ٹھہرے جن پر کسی ادراک کی رسائی نہیں۔ اور ایسے کامل اور بہادر ٹھہرے کہ گویا ہزارہا شیر ایک قالب میں ہیں۔ اور ہزارہا پلنگ ایک بدن میں جن کی قوت اور طاقت سب کی نظروں سے بلند تر ہو گئی۔ اور جو تقرب کے اعلیٰ درجات تک پہنچ گئے۔

اور دوسرا حصہ انبیاء اور اولیا کی عمر کا فتح میں اقبال میں دولت میں بمرتبہ کمال ہوتا ہے۔ تا وہ اخلاق اُن کے ظاہر ہو جائیں کہ جن کے ظہور کے لئے فتح مند ہونا صاحبِ اقبال ہونا صاحبِ دولت ہونا صاحبِ اختیار ہونا صاحبِ اقتدار ہونا صاحبِ طاقت ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ اپنے دُکھ دینے والوں کے گناہ بخشنا اور اپنے ستانے والوں سے درگذر کرنا اور اپنے دشمنوں سے پیار کرنا اور اپنے بد اندیشوں کی خیر خواہی بجالانا دولت سے دل نہ لگانا۔ دولت سے

مغرور نہ ہونا دولتمندی میں اِمساک اور بخل اختیار نہ کرنا اور کرم اور جود اور بخشش کا دروازہ کھولنا۔ اور دولت کو ذریعۂ نفس پروری نہ ٹھہرانا اور حکومت کو آلۂ ظلم و تعدّی نہ بنانا یہ سب اخلاق ایسے ہیں کہ جن کے ثبوت کے لیئے صاحبِ دولت اور صاحب طاقت ہونا شرط ہے۔ اور اُسی وقت بہ پایۂ ثبوت پہنچتے ہیں کہ جب انسان کے لیئے دولت اور اقتدار دونوں میسّر ہوں۔ پس چونکہ بجز زمانۂ مصیبت و ادبار و زمانۂ دولت و اقتدار یہ دونوں قسم کے اخلاق ظاہر نہیں ہو سکتے۔ اس لیئے حکمتِ کاملہ ایزدی نے تقاضا کیا۔ کہ انبیاء اور اولیا کو اِن دونوں طور کی حالتوں سے کہ جو ہزارہا نعمتوں پر مشتمل ہیں متمتع کرے۔

لیکن ان دونوں حالتوں کا زمانۂ وقوع ہر ایک کے لیئے ایک ترتیب پر نہیں ہوتا۔ بلکہ حکمتِ الٰہیہ بعض کے لیئے زمانۂ امن و آسائش پہلے حصّۂ عمر میں میسّر کر دیتی ہے۔ اور زمانۂ تکالیف پیچھے سے اور بعض پر پہلے وقتوں میں تکالیف وارد ہوتی ہیں۔ اور پھر آخر کار نصرت الٰہی شامل ہو جاتی ہے۔ اور بعض میں یہ دونوں حالتیں مخفی ہوتی ہیں۔ اور بعض میں کامل درجہ پر ظہور و بروز پکڑتی ہیں۔

اور اس بارے میں سب سے اوّل قدم حضرت خاتم الرّسل محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم پر بکمال وضاحت سے یہ دونوں حالتیں وارد ہو گئیں۔ اور ایسی ترتیب سے آئیں کہ جس سے تمام اخلاق فاضلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثل آفتاب کے روشن ہو گئے اور مضمون اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ کا پایۂ ثبوت پہنچ گیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے اخلاق کا دونوں طور پر علی وجہ الکمال ثابت ہونا تمام انبیا کے اخلاق کو ثابت کرتا ہے۔ کیوں کہ آن جناب نے ان کی نبوت اور اُن کی کتابوں کو تصدیق کیا۔ اور ان کا مقرب اللہ ہونا ظاھر کر دیا ہے۔

پس اس تحقیق سے یہ اعتراض بھی بالکل دُور ہو گیا کہ جو مسیح کے اخلاق کی نسبت دلوں میں گذر سکتا ہے۔ یعنے یہ کہ اخلاقِ حضرت مسیح علیہ السّلام دونوں قسم مذکورہ بالا پر علیٰ وجہ الکمال ثابت نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ایک قسم کے رُو سے بھی ثابت نہیں ہیں۔ کیونکہ مسیح نے جو زمانہ مصیبتوں

میں صبر کیا تو کمالیت اور صحت اُس صبر کی تب بہ پایۂ صداقت پہنچ سکتی تھی کہ جب مسیح اپنے تکلیف دہندوں پر اقتدار اور غلبہ پاکر اپنے موذیوں کے گناہ دلی صفائی سے بخشش دیتا۔ جیسا حضرتِ خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں اور دوسرے لوگوں پر بکلّی فتح پاکر اور ان کو اپنی تلوار کے نیچے دیکھ کر پھر ان کا گناہ بخش دیا اور صرف انہیں چند لوگوں کو سزا دی جن کو سزا دینے کے لئے حضرتِ احدیّت کی طرف سے قطعی حکم وارد ہو چکا تھا۔ اور بجز اُن ازلی ملعونوں کے ہر ایک دشمن کا گناہ بخش دیا اور فتح پاکر سب کو لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کہا۔ اور اسی عفو تقصیر کی وجہ سے کہ جو مخالفوں کی نظر میں ایک امر محال معلوم ہوتا تھا۔ اور اپنی شرارتوں پر نظر کرنے سے وہ اپنے تئیں اپنے مخالف کے ہاتھ میں دیکھ کر مقتول خیال کرتے تھے۔ ہزاروں انسانوں نے ایک ساعت میں دین اسلام قبول کر لیا اور حقّانی صبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ جو ایک زمانۂ دراز تک آنجناب نے اُن کی سخت سخت ایذاؤں پر کیا تھا۔ آفتاب کی طرح اُن کے سامنے روشن ہو گیا۔

اور چونکہ فطرتًا یہ بات انسان کی عادت میں داخل ہے کہ اُسی شخص کے صبر کی عظمت اور بزرگی انسان پر کامل طور پر روشن ہوتی ہے کہ جو بعد زمانہ آزارکشی کے اپنے آزار دہندہ پر قُدرتِ انتقام پاکر اُس کے گناہ کو بخش دے۔ اس وجہ سے مسیح کے اخلاق کہ جو صبر اور حلم اور برداشت کے متعلق تھے۔ بخوبی ثابت نہ ہوئے۔ اور یہ امر اچھی طرح نہ کُھلا کہ مسیح کا صبر اور حلم اختیاری تھا یا اضطراری تھا۔ کیونکہ مسیح نے اقتدار اور طاقت کا زمانہ نہیں پایا تا دیکھا جاتا کہ اُس نے اپنے موذیوں کے گناہ کو عفو کیا یا انتقام بر خلاف اخلاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ وہ صدہا مواقع میں اچھی طرح کُھل گئے۔ اور امتحان کئے گئے۔ اور اُن کی صداقت آفتاب کی طرح روشن ہو گئی۔ اور جو اخلاق کرم اور جود اور سخاوت اور ایثار اور فتوت اور شجاعت اور زہد اور قناعت اور اعراض عن الدنیا کے متعلق تھے وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں ایسے روشن اور تابان اور درخشاں ہوئے کہ مسیح کیا بلکہ دنیا میں آنحضرت سے پہلے کوئی بھی ایسا نبی نہیں گذرا جس کے اخلاق ایسی وضاحت تامہ سے روشن ہو گئے ہوں۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے بے شمار خزائن کے دروازے آنحضرت پر کھول دیئے۔ سو آنجناب نے اُن سب کو خدا کی

راہ میں خرچ کیا اور کسی نوع کی تن پروری میں ایک حبہ بھی خرچ نہ ہوا۔ نہ کوئی عمارت بنائی نہ کوئی بارگاہ طیار ہوئی بلکہ ایک چھوٹے سے کچے کوٹھے میں جس کو غریب لوگوں کے کوٹھوں پر کچھ بھی ترجیح نہ تھی۔ اپنی ساری عمر بسر کی۔ بدی کرنے والوں سے نیکی کر کے دکھلائی۔ اور وہ جو دلآزار تھے اُن کو اُن کی مصیبت کے وقت اپنے مال سے خوشی پہنچائی۔ سونے کے لئے اکثر زمین پر بستر اور رہنے کے لئے ایک چھوٹا سا جھونپڑا اور کھانے کے لئے نان جو یا فاقہ اختیار کیا۔ دُنیا کی دولتیں بکثرت اُن کو دی گئیں پر آنحضرت نے اپنے پاک ہاتھوں کو دنیا سے ذرا آلودہ نہ کیا اور ہمیشہ فقر کو تونگری پر اور مسکینی کو امیری پر اختیار رکھا۔ اور اُس دن سے جو ظہور فرمایا تا اُس دن تک جو اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے بجز اپنے مولیٰ کریم کے کسی کو کچھ چیز نہ سمجھا۔ اور ہزاروں دشمنوں کے مقابلے پر معرکہ جنگ میں کہ جہاں قتل کیا جانا یقینی امر تھا۔ خالصاً خدا کے لئے کھڑے ہو کر اپنی شجاعت اور وفاداری اور ثابت قدمی دکھلائی۔

غرض جود اور سخاوت اور زہد اور قناعت اور مردی اور شجاعت اور محبت الٰہیہ کے متعلق جو جو اخلاقِ فاضلہ ہیں وہ بھی خداوندکریم نے حضرت خاتم الانبیاء میں ایسے ظاہر کئے۔ کہ جن کی مثل نہ کبھی دنیا میں ظاہر ہوئی اور نہ آئندہ ظاہر ہوگی۔ لیکن حضرت مسیح علیہ السلام میں اِس قسم کے اخلاق بھی اچھی طرح ثابت نہیں ہوئے۔ کیونکہ یہ سب اخلاق بجز زمانۂ اقتدار اور دولت کے پایۂ ثبوت نہیں پہنچ سکتے۔ اور مسیح نے اقتدار اور دولت کا زمانہ نہیں پایا۔ اس لئے دونوں قسم کے اخلاق اُس کے زیر پردہ رہے۔ اور جیسا کہ شرط ہے ظہور پذیر نہ ہوئے۔

پس یہ اعتراض مذکورۂ بالا جو مسیح کی ناقص حالت پر وارد ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی کامل حالت سے بکلّی مندفع ہوگیا۔ کیونکہ وجود باجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا ہر ایک نبی کے لئے متمم اور مکمّل ہے۔ اور اس ذات عالی کے ذریعہ سے جو کچھ امر مسیح اور دوسرے نبیوں کا مشتبہ اور مخفی رہا تھا وہ چمک اُٹھا۔ اور خدا نے اس ذات مقدس پر انہیں معنوں کر کے وحی اور رسالت کو ختم کیا کہ سب کمالات اُس وجود باجود پر ختم ہو گئے وھذ

افضل اللہ یؤتیہ من یشاء ۔ (ایضاً ۲۵ - ۲۶۳ حاشیہ نمبر ۱)

حقیقی منجی صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

"خدا کی طرف سے سچا نجات دہندہ وہ شخص ہے جس کی متابعت سے سچی نجات حاصل ہو یعنے خدا نے اُس کے وعظ میں یہ برکت رکھی ہو کہ کامل پیرو اُس کا ظلماتِ نفسانیہ اور ادناس بشریہ سے نجات پا جائے۔ اور اُس میں وہ انوار پیدا ہو جائیں جن کا پاک دلوں میں پیدا ہو جانا ضروری ہے۔ ہاں جب تک پیروی کنندہ کی متابعت میں کسر ہو تب تک ظلمات نفسانیہ دور نہیں ہوں گے اور نہ انوار باطنیہ ظاہر ہوں گے۔ لیکن یہ اُس نبی متبوع کا قصور نہیں بلکہ خود وہ مدعی اتباع کا اعراض صوری یا معنوی کی آفت میں گرفتار ہے۔ اور اسی اعراض کی وجہ سے محروم و محجوب ہے۔ یہی حقیقی علامت ہے جس سے انسان گذشتہ قصّوں اور کہانیوں کا محتاج نہیں ہوتا بلکہ خود طالب حق بن کر سچے ہادی اور حقیقی فیض رسان کو شناخت کر لیتا ہے اور اُس تقدّس اور نور کو کہ جو کامل اور فیض رسان ہی کی نسبت اعتقاد کیا گیا ہے نہ صرف اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے بلکہ اپنی استعداد کے موافق اُس کا مزہ بھی چکھ لیتا ہے۔ اور نجات کو نہ صرف خیالی طور پر ایک ایسا امر قرار دیتا ہے کہ جو قیامت میں ظاہر ہوگا بلکہ جہل اور ظلمت اور شک اور شبہ اور نفسانی جذبات کے عذاب سے نجات پا کر اور آسمانی نوروں سے منور ہو کر اسی عالم میں حقیقتِ نجات کو پا لیتا ہے۔

اب جبکہ سچے نجات دہندہ کی یہی علامت ٹھہری اور یہی طالب حق کا مقصودِ اعظم ہے کہ جو اُس کی زندگی کا اصل مقصد اور اُس کے مذہب کے پکڑنے کی علّتِ غائی ہے۔ تو سمجھنا چاہئے کہ یہ علامت صرف حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی ہے۔ اور انہیں کی اتباع سے کہ جو قرآن شریف کی اتباع پر منحصر ہے باطنی نور اور محبتِ الٰہیہ حاصل ہوتی ہے۔ قرآن شریف جو آنحضرت کی اتباع کا مدار علیہ ہے ایک ایسی کتاب ہے جس کی متابعت سے اسی جہان میں آثار نجات کے ظاہر ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ وہی کتاب ہے کہ جو دونوں طریق ظاہری اور باطنی کے ذریعہ سے نفوس ناقصہ کو مرتبۂ تکمیل پہنچاتی ہے۔ اور شکوک اور شبہات سے خلاصی بخشتی ہے۔

ظاہری طریق سے اس طرح پر کہ بیان اُس کا ایسا جامع دقایق و حقایق ہے کہ جس قدر دنیا میں ایسے شبہات پائے جاتے ہیں کہ جو خدا تک پہنچنے سے روکتے ہیں۔ جن میں مبتلا ہو کر صدہا جھوٹے فرقے پھیل رہے ہیں۔ اور صدہا طرح کے خیالاتِ باطلہ گمراہ لوگوں کے دلوں میں جم رہے ہیں۔ سب کا رد معقولی طور پر اُس میں موجود ہے۔ اور جو تعلیم حقہ اور کاملہ کی روشنی ظلمت موجودہ زمانہ کے لئے درکار ہے۔ وہ سب آفتاب کی طرح اُس میں چمک رہی ہے۔ اور تمام امراضِ نفسانی کا علاج اُس میں مندرج ہے۔ اور تمام معارفِ حقہ کا بیان اُس میں بھرا ہوا ہے۔ اور کوئی دقیقہ علم الٰہی نہیں۔ کہ جو آئندہ کسی وقت ظاہر ہو سکتا ہے۔ اور اُس سے باہر رہ گیا ہو۔

اور باطنی طریق سے اِس طور پر کہ اُس کی کامل متابعت دل کو ایسا صاف کر دیتی ہے۔ کہ انسان اندرونی آلودگیوں سے بالکل پاک ہو کر حضرتِ اعلیٰ سے اتصال پکڑ لیتا ہے۔ اور انوارِ قبولیت اُس پر وارد ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور عنایت الٰہیہ اس قدر اُس پر احاطہ کر لیتی ہے۔ کہ جب وہ مشکلات کے وقت دُعا کرتا ہے۔ تو کمال رحمت اور عطوفت سے خداوند کریم اُس کا جواب دیتا ہے۔ اور بسا اوقات ایسا اتفاق ہوتا ہے۔ کہ اگر وہ ہزار مرتبہ ہی اپنی مُشکلات اور ہجوم غموں کے وقت میں سوال کرے۔ تو ہزارہا مرتبہ ہی اپنے مولیٰ کریم کی طرف سے نہایت فصیح اور لذیذ اور متبرک کلام میں محبت آمیز جواب پاتا ہے۔ اور الہام الٰہی بارش کی طرح اس پر برستا ہے اور وہ اپنے دل میں محبت الٰہیہ کو ایسا بھرا ہوا پاتا ہے۔ جیسا ایک نہایت صاف شیشہ ایک لطیف عطر سے بھرا ہوتا ہے۔ اور اُنس اور شوق کی ایک ایسی پاک لذت اُس کو عطا کی جاتی ہے۔ کہ جو اُس کی سخت سخت نفسانی زنجیروں کو توڑ کر اور اُس دخانستان سے باہر نکال کر محبوب حقیقی کی ٹھنڈی اور دلآرام ہوا سے اس کو ہر دم اور ہر لحظہ تازہ زندگی بخشتی رہتی ہے۔ پس وہ اپنی وفات سے پہلے ہی اُن عنایاتِ الٰہیہ کو بچشم خود دیکھ لیتا ہے۔ جن کے دیکھنے کے لئے دوسرے لوگ بعد مرنے کے اُمیدیں باندھتے ہیں۔

اور یہ سب نعمتیں کسی راہبانہ محنت اور ریاضت پر موقوف نہیں۔ بلکہ صرف قرآن شریف کی کامل اتباع سے دی جاتی ہیں۔ اور ہر ایک طالب صادق اُن کو پا سکتا ہے۔ ہاں اُن کے

حصول میں خاتم الرسل اور فخر الرسل کی بدرجۂ کامل محبت بھی شرط ہے۔ تب بعد محبت نبی اللہ کے انسان اُن نوروں میں سے بقدر استعداد خود حصہ پالیتا ہے۔ کہ جو کامل طور پر نبی اللہ کو دی گئی ہیں۔

پس طالب حق کے لئے اس سے بہتر اور کوئی طریق نہیں۔ کہ وہ کسی صاحبِ بصیرت اور معرفت کے ذریعے سے خود اِس دین متین میں داخل ہو کر اور اتباع کلام الہٰی اور محبت رسولِ مقبول اختیار کر کے ہمارے ان بیانات کی حقیقت کو بچشمِ خود دیکھ لے۔ اور اگر وہ اِس غرض کے حصول کے لئے ہماری طرف بصدقِ دل رجوع کرے۔ تو ہم خدا کے فضل اور کرم پر بھروسہ کر کے اُس کو طریق اتباع تبلانے کو تیار ہیں۔ پر خدا کا فضل اور استعدادِ ذاتی درکار ہے۔"

(ایضاً ص ۲۹۳۔ ۲۰۱ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۲)

قرآن کریم و آنحضرتؐ کی اتباع کے برکات

"فرقانِ مجید باوجود اُن تمام کمالات بلاغت و فصاحت و احاطۂ حکمت و معرفت ایک روحانی تاثیر اپنی ذاتِ بابرکات میں ایسی رکھتا ہے۔ کہ اُس کا سچا اتباع انسان کو مستقیم الحال اور منور الباطن اور منشرح الصدر اور مقبول الہٰی اور قابلِ خطاب حضرتِ عزت بنا دیتا ہے۔ اور اُس میں وہ انوار پیدا کرتا ہے۔ اور فیوض غیبی اور تائیدات لاریبی اُس کے شامل حال کر دیتا ہے۔ کہ جو اغیار میں ہرگز پائی نہیں جاتیں۔ اور حضرتِ احدیت کی طرف سے وہ لذیذ اور دلآرام کلام اُس پر نازل ہوتا ہے۔ جس سے اُس پر ہر دم کھلتا جاتا ہے۔ کہ وہ فرقان مجید کی سچی متابعت سے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی پیروی سے اُن مقامات تک پہنچایا گیا ہے کہ جو محبوبانِ الہٰی کے لئے خاص ہیں۔ اور ان ربانی خوشنودیوں اور مہربانیوں سے بہرہ یاب ہو گیا ہے جن سے وہ کامل ایمان دار بہرہ یاب تھے جو اُس سے پہلے گذر چکے ہیں۔ اور نہ صرف مقال کے طور پر بلکہ حال کے طور پر بھی اُن تمام محبتوں کا ایک صافی چشمہ اپنے پُر صدق سینہ میں بہتا ہوا دیکھتا ہے۔ اور ایک ایسی کیفیت تعلق باللہ کی اپنے منشرح سینے میں مشاہدہ کرتا ہے جس کو الفاظ کے ذریعے سے اور نہ کسی مثال کے پیرایہ میں بیان کر سکتا ہے۔ اور نورِ الہٰی کو اپنے نفس پر بارش کی طرح برستے ہوئے

دیکھتا ہے - اور وہ انوار کبھی اخبار غیبیہ کے رنگ میں اور کبھی علوم و معارف کی صورت میں اور کبھی اخلاقِ فاضلہ کے پیرائے میں اُس پر اپنا پرتو ڈالتے رہتے ہیں -

یہ تاثیرات فرقانِ مجید کی سلسلہ وار چلی آتی ہیں - اور جب سے کہ آفتابِ صداقت ذات بابرکات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں آیا اُسی دم سے آج تک ہزارہا نفوس جو استعداد اور قابلیت رکھتے تھے متابعت کلام الٰہی اور اتباع رسولِ مقبول سے مدارج عالیہ مذکورۂ بالا تک پہنچ چکے ہیں اور پہنچتے جاتے ہیں - اور خدا تعالیٰ اس قدر اُن پہ پے در پے علی الاتصال تلطفات و تفضلات وارد کرتا ہے اور اپنی حمائتیں اور عنائتیں دکھلاتا ہے کہ صافی نگاہوں کی نظر میں ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ لوگ منظوران نظرِ احدیت سے ہیں - جن پر لطف ربانی کا ایک عظیم الشان سایہ اور فضل یزدانی کا ایک جلیل القدر پیرایہ ہے - اور دیکھنے والوں کو صریح دکھائی دیتا ہے - کہ وہ انعاماتِ خارقِ عادت سے سرفراز ہیں اور کراماتِ عجیب و غریب سے ممتاز ہیں - اور محبوبیت کے عطر سے معطر ہیں - اور مقبولیت کے فخروں سے مفتخر ہیں اور قادرِ مطلق کا نور اُن کی صحبت میں اُن کی توجہ میں اُن کی ہمت میں اُن کی دعا میں اُن کی نظر میں اُن کے اخلاق میں اُن کی طرزِ معیشت میں اُن کی خوشنودی میں اُنکے غضب میں اُن کی رغبت میں اُن کی نفرت میں اُن کی حرکت میں اُن کے سکون میں اُن کے نطق میں اُنکی خاموشی میں اُن کے ظاہر میں اُن کے باطن میں ایسا بھرا ہوا معلوم ہوتا ہے - کہ جیسے ایک لطیف اور مصفا شیشہ ایک نہایت عمدہ عطر سے بھرا ہوا ہوتا ہے - اور اُن کے فیضِ صحبت اور ارتباط اور محبت سے وہ باتیں حاصل ہو جاتی ہیں کہ جو ریاضتِ شاقہ سے حاصل نہیں ہو سکتیں - اور اُن کی نسبت ارادت اور عقیدت پیدا کرنے سے ایمانی حالت ایک دوسرا رنگ پیدا کر لیتی ہے - اور نیک اخلاق کے ظاہر کرنے میں ایک طاقت پیدا ہو جاتی ہے - اور شوریدگی اور امارگی نفس کی رو بکمی ہونے لگتی ہے - اور اطمینان اور حلاوت پیدا ہو جاتی ہے - اور بقدرِ استعداد اور مناسبت ذوقِ ایمانی جوش مارتا ہے اور اُنس اور شوق ظاہر ہوتا ہے - اور التذاذ بذکر اللہ بڑھتا ہے اور اُن صحبت طویلہ سے بضرورت یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ وہ اپنی ایمانی قوتوں میں اور اخلاقی حالتوں میں اور انقطاع عن الدنیا میں اور توجہ الی اللہ میں اور محبت الٰہیہ میں اور شفقت علی العباد میں اور وفا

اور رضا اور استقامت میں اُس عالی مرتبہ پر ہیں جس کی نظیر دنیا میں نہیں دیکھی گئی اور عقل سلیم فی الفور معلوم کر لیتی ہے کہ وہ بند اور زنجیر اُن کے پاؤں سے اتارے گئے ہیں جن میں دوسرے لوگ گرفتار ہیں۔ اور وہ تنگی اور انقباض اُن کے سینے سے دُور کیا گیا ہے۔ جس کے باعث سے دوسرے لوگوں کے سینے منقبض اور کوفتہ خاطر ہیں۔

ایسا ہی وہ لوگ تحدیث اور مکالمات حضرتِ احدیت سے بہ کثرت مشرف ہوتے ہیں۔ اور متواتر اور دائمی خطابات کے قابل ٹھہر جاتے ہیں۔ اور حق جل و علا اور اُس کے مستعد بندوں میں ارشاد اور ہدایت کے لئے واسطہ گردانے جاتے ہیں۔ اُن کی نورانیت دوسرے دلوں کو منور کر دیتی ہے۔ اور جیسے موسم بہار کے آنے سے نباتی قوتیں جوشزن ہو جاتی ہیں۔ ایسا ہی اُن کے ظہور سے فطرتی نور طبائع سلیمہ میں جوش مارتے ہیں۔ اور خود بخود ہر ایک سعید کا دل یہی چاہتا ہے۔ کہ اپنی سعادت مندی کی استعدادوں کو بکوشش تمام منصۂ ظہور میں لاوے اور خواب غفلت کے پردوں سے خلاصی پاوے۔ اور معصیت اور فسق و فجور کے داغوں سے اور جہالت اور بےخبری کی ظلمتوں سے نجات حاصل کرے۔ سو ان کے مبارک عہد میں کچھ ایسی خاصیت ہوتی ہے۔ اور کچھ اس قسم کا انتشار نورانیت ہو جاتا ہے کہ ہر ایک مومن اور طالب حق بقدر طاقت ایمانی اپنے نفس میں بغیر کسی ظاہری موجب کے انشراح اور شوق دینداری کا پاتا ہے۔ اور ہمت کو زیادت اور قوت میں دیکھتا ہے۔ غرض اُن کے اُس عطر لطیف سے جو اُن کو کامل متابعت کی برکت سے حاصل ہوا ہے۔ ہر ایک مخلص کو بقدر اپنے اخلاص کے حظ پہنچتا ہے۔ ہاں جو لوگ شقی ازلی ہیں وہ اُس سے کچھ حصہ نہیں پاتے بلکہ اور بھی عناد اور حسد اور شقاوت میں بڑھ کر ہاویہ جہنم میں گرتے ہیں۔ اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ۔" (ایضاً ۱۱۴-۲۴۴ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

آنحضرت صلعم کے افاضۂ روحانی کی عظمت

درود بھیج محمد (وحی الٰہی) صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ سَیِّدِ وُلْدِ اٰدَمَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ

اور آلِ محمد پر جو سردار ہے آدم کے بیٹوں کا اور خاتم الانبیا ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ یہ سب مراتب اور تفضلات اور عنایات اُسی کی طفیل سے ہیں اور اُسی سے محبت کرنے کا یہ صلہ ہے۔ سبحان اللہ اُس سرور کائنات کے حضرتِ احدیت میں کیا ہی اعلیٰ مراتب ہیں۔ اور کس قسم کا قرب ہے کہ اُس کا محب خدا کا محبوب بن جاتا ہے۔ اور اُس کا خادم ایک دنیا کا مخدوم بنایا جاتا ہے ؂

ہیچ محبوبے نماند ہمچو یارِ دلبرم | مہر و مہ را نیست قدرے در دیارِ دلبرم
آں کجا روئے کہ دارد ہمچو رویش آب و تاب | واں کجا باغے کہ مے دارد بہارِ دلبرم

اس مقام میں مجھ کو یاد آیا کہ ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اُس سے معطر ہو گیا۔ اُسی رات خواب میں دیکھا کہ آبِ زلال کی شکل پر نور کی مشکیں اس عاجز کے مکان میں لئے آتے ہیں۔ اور ایک نے ان میں سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تو نے محمدؐ کی طرف بھیجی تھیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور ایسا ہی عجیب ایک اور قصہ یاد آیا ہے کہ ایک مرتبہ الہام ہوا جس کے معنے یہ تھے کہ ملاء اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں۔ یعنی ارادۂ الٰہی احیائے دین کے لئے جوش میں ہے۔ لیکن ہنوز ملاء اعلیٰ پر شخص محیی کی تعین ظاہر نہیں ہوئی۔ اس لئے وہ اختلاف میں ہے۔ اسی اثنا میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک محیی کو تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اُس نے کہا:۔

هٰذَا رَجُلٌ يُّحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ط

یعنے یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبت رکھتا ہے۔ اور اس قول سے یہ مطلب تھا کہ شرط اعظم اس عہدے کی محبتِ رسول ہے سو وہ اس شخص میں متحقق ہے۔

اور ایسا ہی الہام متذکرہ بالا میں جو آل رسول پر درود بھیجنے کا حکم ہے۔ سو اس میں بھی یہی سِر ہے کہ افاضۂ انوارِ الٰہی میں محبّت اہل بیت کو بھی نہایت عظیم دخل ہے۔ اور جو شخص حضرت احدیت کے مقربین میں داخل ہوتا ہے وہ انہیں طیبین طاہرین کی وراثت پاتا ہے۔ اور تمام

علوم و معارف میں اُن کا وارث ٹھہرتا ہے۔

اس جگہ ایک نہایت روشن کشف یاد آیا اور وہ یہ ہے۔ کہ ایک مرتبہ نماز مغرب کے بعد عین بیداری میں تھوڑی سی غیبت حس سے جو خفیف سے نشاء سے مشابہ تھی۔ ایک عجیب عالم ظاہر ہؤا۔ کہ پہلے یک دفعہ چند آدمیوں کے جلد جلد آنے کی آواز آئی جیسے بسرعت چلنے کی حالت میں پانو کی جوتی اور موزہ کی آواز آتی ہے۔ پھر اُسی وقت پانچ آدمی نہایت وجیہ اور مقبول اور خوبصورت سامنے آ گئے۔ یعنی جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت علیؓ و حسنین و فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اور ایک نے اُن میں سے اور ایسا یاد پڑتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نہایت محبت اور شفقت سے مادر مہربان کی طرح اس عاجز کا سر اپنی ران پر رکھ لیا۔ پھر بعد اس کے ایک کتاب مجھ کو دی گئی۔ جس کی نسبت یہ بتلایا گیا کہ یہ تفسیر قرآن ہے۔ جس کو علی نے تالیف کیا ہے۔ اور اب علی وہ تفسیر تجھ کو دیتا ہے۔ فالحمد علیٰ ذالک"۔ (ایضاً ۵۰۲-۵۰۳)

آنحضرتؐ کے اخلاق کریمہ کی عظمت

"حضرت موسیٰ بُردباری اور حلم میں بنی اسرائیل کے تمام نبیوں سے سبقت لے گئے تھے۔ اور بنی اسرائیل میں نہ مسیح اور نہ کوئی دوسرا نبی ایسا ہؤا۔ جو حضرت موسیٰ کے مرتبہ عالیہ تک پہنچ سکے۔ توریت سے ثابت ہے جو حضرت موسیٰ رِفق اور حلم اور اخلاق فاضلہ میں سب بنی اسرائیلی نبیوں سے بہتر اور فائق تر تھے جیسا کہ گنتی باب دوازدہم آیت سوم توریت میں لکھا ہے۔ کہ موسیٰ سارے لوگوں سے جو روئے زمین پر تھے زیادہ بُردبار تھا۔ سو خدا نے توریت میں موسیٰ کی بُردباری کی ایسی تعریف کی جو بنی اسرائیل کے تمام نبیوں میں سے کسی کی تعریف میں یہ کلمات بیان نہیں فرمائے۔ ہاں جو اخلاقِ فاضلہ حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن شریف میں ذکر ہے۔ وہ وہ حضرت موسیٰ سے ہزار ہا درجہ بڑھ کر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم تمام اُن اخلاق فاضلہ کا جامع ہے جو نبیوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے۔ اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں فرمایا ہے اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ تو خلق عظیم پر ہے

اور عظیم کے لفظ کے ساتھ جس چیز کی تعریف کی جائے وہ عرب کے محاورہ میں اُس چیز کی انتہائے کمال کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ یہ درخت عظیم ہے تو اس سے یہ مطلب ہوگا کہ جہانتک درختوں کے لیئے طول وعرض اور تناوری ممکن ہے وہ سب اِس درخت میں حاصل ہے۔ ایسا ہی اس آیت کا مفہوم ہے کہ جہانتک اخلاقِ فاضلہ وشمائل حسنہ نفسِ انسانی کو حاصل ہو سکتے ہیں وہ تمام اخلاقِ کاملہ تامہ نفسِ محمدی میں موجود ہیں۔ سو یہ تعریف ایسی اعلیٰ درجے کی ہے جس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔ اور اسی کی طرف اشارہ ہے جو دوسری جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے حق میں فرمایا۔ کَانَ فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکَ عَظِیۡمًا یعنی تیرے پر خدا کا سب سے زیادہ فضل ہے اور کوئی نبی تیرے مرتبے تک نہیں پہنچ سکتا۔ یہی تعریف بطور پیشگوئی زبور باب ۴۵ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی شان میں موجود ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ خدا نے جو تیرا خدا ہے خوشی کے روغن سے تیرے مصاحبوں سے زیادہ تجھے معطّر کیا۔" (ایضاً صفحہ ۵۰۴ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

آنحضرتؐ کی قبول انوار الہیہ میں اکملیت

"چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پاک باطنی وانشراح صدری وعصمت وحیا وصدق وصفا وتوکّل ووفا اور عشق الٰہی کے تمام لوازم میں سب انبیا سے بڑھ کر اور سب سے افضل واعلیٰ واکمل وارفع واجلیٰ واصفٰی تھے۔ اس لیئے خدائے جلشانہٗ نے اُن کو عطرِ کمالات خاصہ سے سب سے زیادہ معطّر کیا۔ اور وہ سینہ اور دل جو تمام اوّلین وآخرین کے سینہ ودل سے فراخ تر وپاک تر ومعصوم تر وروشن تر وعاشق تر تھا وہ اِسی لایق ٹھہرا کہ اس پر ایسی وحی نازل ہو کہ جو تمام اوّلین وآخرین کی وحیوں سے اقویٰ واکمل وارفع واتم ہو کر صفات الٰہیہ کے دکھلانے کے لئے ایک نہایت صاف اور کشادہ اور وسیع آئینہ ہو۔ سو یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف ایسے کمالات عالیہ رکھتا ہے جو اس کی تیز شعاعوں اور شوخ کرنوں کے آگے تمام صحفِ سابقہ کی چمک کالعدم ہو رہی ہے۔ کوئی ذہن ایسی صداقت نکال نہیں سکتا جو پہلے ہی سے اس میں درج نہ ہو۔ کوئی فکر ایسی برہان عقلی پیش نہیں کر سکتا جو پہلے ہی سے اُس نے پیش نہ کی ہو۔ کوئی تقریر ایسا قوی اثر کسی دل پر ڈال

نہیں سکتی جیسے قوی اور پُر برکت اثر لاکھوں دلوں پر وہ ڈالتا آیا ہے۔ وہ بلاشبہ صفاتِ کمالیۂ حق تعالیٰ کا ایک نہایت مصفّٰے آئینہ ہے جس میں سے وہ سب کچھ ملتا ہے۔ جو ایک سالک کو مدارج عالیۂ معرفت تک پہنچنے کے لئے درکار ہے۔" (سرمہ چشم آریہ صفحہ ۲۴۲-۲۴۳ حاشیہ)

آنحضرتؐ کی قوی الاثر قوّتِ قدسیہ ہی صحابہ کرامؓ کی روحانی ترقیات کا باعث تھی

"یہ بات کسی سمجھ دار پر مخفی نہیں ہوگی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زاد بُوم ایک محدود جزیرہ نما ملک ہے جس کو عرب کہتے ہیں جو دوسرے ملکوں سے ہمیشہ بے تعلق رہکر گویا ایک گوشۂ تنہائی میں پڑا رہا ہے۔ اس ملک کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے ظہور سے پہلے بالکل وحشیانہ اور درندوں کی طرح زندگی بسر کرنا اور دین اور ایمان اور حق اللہ اور حق العباد سے بے خبر محض ہونا اور سینکڑوں برسوں سے بُت پرستی و دیگر ناپاک خیالات میں ڈوبے چلے آنا۔ اور عیاشی اور بدمستی اور شراب خواری اور قمار بازی وغیرہ فسق کے طریقوں میں انتہائی درجہ تک پہنچ جانا۔ اور چوری اور قزاقی اور خونریزی اور دختر کشی اور یتیموں کا مال کھاجانے اور بیگانہ حقوق دبا لینے کو کچھ گناہ نہ سمجھنا غرض ہر یک طرح کی بُری حالت اور ہر یک نوع کا اندھیرا اور ہر قسم کی ظلمت و غفلت عام طور پر تمام عربوں کے دلوں پر چھائی ہوئی ہونا ایک ایسا واقعہ مشہورہ ہے کہ کوئی متعصب مخالف بھی بشرطیکہ کچھ واقفیت رکھتا ہو اُس سے انکار نہیں کرسکتا۔

اور پھر یہ امر بھی ہر ایک منصف پر ظاہر ہے کہ وہی جاہل اور وحشی اور یاوہ اور ناپارسا طبع لوگ اسلام میں داخل ہونے اور قرآن کو قبول کرنے کے بعد کیسے ہو گئے۔ اور کیونکر تاثیرات کلام الٰہی اور صحبت نبیؐ معصوم نے بہت ہی تھوڑے عرصہ میں اُن کے دلوں کو یک لخت ایسا مبدّل کر دیا کہ وہ جہالت کے بعد معارف دینی سے مالا مال ہو گئے۔ اور محبّت دنیا کے بعد الٰہی محبّت میں ایسے کھوئے گئے کہ اپنے وطنوں اپنے مالوں اپنے عزیزوں اپنی عزتوں اپنی جان کے آراموں کو اللہ جلشانہ کے راضی کرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ چنانچہ یہ دونوں سلسلے اُن کی پہلی حالت اور اس نئی زندگی کے جو

بعد اسلام انہیں نصیب ہوئے قرآن شریف میں ایسی صفائی سے درج ہیں کہ ایک صالح اور نیک دل آدمی پڑھنے کے وقت بے اختیار چشم پُر آب ہو جاتا ہے۔ پس وہ کیا چیز تھی جو ان کو اتنی جلدی ایک عالم سے دوسرے عالم کی طرف کھینچ کر لے گئی وہ دو ہی باتیں تھیں ایک یہ کہ وہ نبیؐ معصوم اپنی قوّتِ قدسیہ میں نہایت ہی قوی الاثر تھا۔ ایسا کہ نہ کبھی ہوا اور نہ ہوگا۔ دوسری خدائے قادر مطلق حیّ و قیوم کے پاک کلام کی زبردست اور عجیب تاثیریں تھیں کہ جو ایک گروہ کثیر کو ہزاروں ظلمتوں سے نکال کر نور کی طرف لے آئیں۔ بلاشبہ یہ قرآنی تاثیریں خارق عادت ہیں۔ کیونکہ کوئی دنیا میں بطور نظیر نہیں بتلا سکتا کہ کبھی کسی کتاب نے ایسی تاثیر کی۔ کون اس بات کا ثبوت دے سکتا ہے کہ کسی کتاب نے ایسی عجیب تبدیل و اصلاح کی جیسی قرآن شریف نے کی۔"

(ایضاً ص ۲۰۲-۲۰۳ حاشیہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مظہر اتم الوہیت ہیں

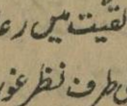
کیا خدا تعالیٰ اپنی مثل بنانے پر قادر ہے؟

"قدرت الٰہی صرف اُن چیزوں کی طرف رجوع کرتی ہے جو اس کی صفاتِ ازلیّہ ابدیّہ کے منافی اور مخالف نہ ہوں...... وہ اپنی ہر ایک قدرت کے اجرا اور نفاذ میں اپنی صفات کمالیہ کا ضرور لحاظ رکھتا ہے۔ کہ آیا وہ امر جسکو وہ اپنی قدرت سے کرنا چاہتا ہے۔ اُس کی صفاتِ کاملہ سے منافی و مبائن تو نہیں۔ مثلاً وہ قادر ہے کہ ایک بڑے پرہیزگار صالح کو دوزخ کی آگ میں جلاوے۔ لیکن اُس کے رحم اور عدل اور مجازات کی صفت اس بات کے منافی پڑی ہوئی ہے کہ وہ ایسا کرے۔ اس لئے وہ ایسا کام کبھی نہیں کرتا۔ ایسا ہی اُس کی قدرت اس طرف ہیں رجوع نہیں کرتی کہ وہ اپنے تئیں ہلاک کرے۔ کیونکہ یہ فعل اُس کی صفت حیات ازلی ابدی کے منافی ہے۔ پس اسی طرح سے سمجھ لینا چاہئیے۔ کہ وہ اپنے جیسا خدا بھی نہیں بناتا۔ کیونکہ اُس کی صفت احدیّتِ اور بے مثل اور مانند ہونے کی جو ازلی ابدی طور پر اُس میں پائی جاتی ہے۔ اس طرف توجّہ کرنے سے اُس کو روکتی ہے۔ پس ذرا آنکھ کھول کر سمجھ لینا چاہئیے۔ کہ ایک کام کے کرنے سے عاجز ہونا اور بات ہے۔ لیکن باوجود قُدرت کے بلحاظ صفات کمالیہ امر منافی صفات کی طرف توجہ نہ کرنا یہ اور بات ہے۔

ہاں اس طرح پر وہ اپنی ذات بے مثل و مانند کا نمونہ پیدا کرتا ہے۔ کہ اپنی ذاتی خوبیاں جن پر اُس کا علم محیط ہے عکسی طور پر بعض اپنی مخلوقات میں رکھ دیتا ہے۔ اور کمالات کا انتہائی درجہ جو حقیقی طور پر اُس کو حاصل ہے ظلّی طور پر اُس مخلوق کو بھی بخش دیتا ہے۔ جیسا کہ اسی کی طرف قرآن شریف میں اشارہ بھی ہے وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ اس جگہ صاحب درجات رفیعہ سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ جن کو ظلّی طور پر انتہائی درجہ کے کمالات جو کمالات الوہیت کے اظلال و آثار ہیں بخشے گئے۔ اور وہ خلافتِ حقّہ جس کے وجود کامل کے تحقّق کے لئے سلسلۂ بنی آدم کا قیام بلکہ ایجاد کُل کائنات کا ہوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود سے اپنے مرتبۂ اتمّ و اکمل میں ظہور پذیر ہو کر آئینہ خدا نما ہوئی +

خدا تعالیٰ اپنے افعال خالقیت میں رعایت وحدت کو دوست رکھتا ہے۔

یہ بحث معارفِ الٰہیہ میں سے نہایت باریک بحث ہے۔ اور ہمارے مخالفین جو اِن نازک نکاتِ عرفانی سے بیگانہ اور اِس کوچۂ اسرار الوہیّت سے ناآشنا محض ہیں وہ تعجب کریں گے۔ کہ کیونکر کروڑہا اور بے شمار مخلوقات میں سے صرف ایک ہی شخص کو مرتبہ کاملہ خلافتِ تامہ حقّہ کا جو ظلِّ مرتبۂ الوہیّت ہے حاصل ہو سکتا ہے۔ سو اگرچہ اس بحث کے طول دینے کا یہ موقع نہیں ہے لیکن تاہم اس قدر بیان کر دینا طالب حق کے سمجھانے کیلئے ضروری ہے۔ کہ عادت اللہ یا تم یونہی سمجھ لو کہ اُس کا قانونِ قدرت جو اُس کی صفت وحدت کے مناسب حال ہے یہی ہے کہ وہ بوجہ واحد ہونے کے اپنے افعالِ خالقیّت میں رعایتِ وحدت کو دوست رکھتا ہے۔ جو کچھ اس نے پیدا کیا ہے اگر ہم اُس سب کی طرف نظر غور سے دیکھیں تو اُس ساری مخلوقات کو جو اُس دستِ قدرت سے صادر ہوئی ہے ایک ایسے سلسلۂ وحدانی اور باترتیب رشتہ میں منسلک پائیں گے کہ گویا وہ ایک خطِ مستقیم ممتد محدود ہے۔ جس کی دونوں طرفوں میں سے ایک طرف ارتفاع اور دوسری طرف انخفاض ہے۔ اس طرح پر ←



اس قدر بیان میں تو ایک موٹی سمجھ کا آدمی بھی میرے ساتھ اتفاق رائے کر سکتا ہے۔ کہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اور دائرۂ انسانیت میں بہت سی متفاوت اور کم و بیش

استعدادیں پائی جاتی ہیں۔ کہ اگر کسی حیثیت کے لحاظ سے ان کو ایک باترتیب سلسلہ میں مرتب کریں۔ تو بلاشبہ اُس سے ایک اُسی خطِ مستقیم ممتد محدود کی صورت نکل آئیگی جو اوپر ثبت کیا گیا ہے۔ طرفِ ارتفاع کے اخیر نقطہ پر اس استعداد کا انسان ہوگا جو اپنی استعداد انسانی میں سب نوع انسان سے بڑھ کر ہے۔ اور طرفِ انخفاض میں وہ ناقص الاستعداد روح ہوگی جو اپنے غائت درجہ کے نقصان کی وجہ سے حیوانات لایعقل کے قریب قریب ہے۔ اور اگر سلسلہ جمادی کی طرف نظر ڈال کر دیکھیں تو اس قاعدہ کو اور بھی اس سے تائید پہنچتی ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے چھوٹے سے چھوٹے جسم سے جو ایک ذرہ ہے لے کر ایک بڑے سے بڑے جسم تک جو آفتاب ہے۔ اپنی صفتِ خالقیت کو تمام کیا ہے۔ اور بلاشبہ خدا تعالیٰ نے اس جمادی سلسلہ میں آفتاب کو ایک ایسا عظیم الشان اور نافع اور ذی برکت وجود پیدا کیا ہے۔ کہ طرفِ ارتفاع میں اس کے برابر کوئی دوسرا ایسا وجود نہیں ہے۔ سو اس سلسلہ کے ارتفاع اور انخفاض پر نظر ڈال کر جو ہر وقت ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ روحانی سلسلہ جو اُسی ہاتھ سے نکلا ہے۔ اور اُسی عادت اللہ سے ظہور پذیر ہوا ہے خود بلاتامل سمجھ میں آتا ہے کہ وہ بھی بلاتفاوت اسی طرح واقعہ ہے۔ اور یہی ارتفاع اور انخفاض اس میں بھی موجود ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے کام یکرنگ اور یکساں ہیں۔ اس لئے کہ وہ واحد ہے اور اپنے اصدارِ افعال میں وحدت کو دوست رکھتا ہے۔ پریشانی اور اختلاف اُس کے کاموں میں راہ نہیں پا سکتا۔ اور خود یہ کیا ہی پیارا اور موزون طریق معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے کام باقاعدہ اور ایک ترتیب سے مرتب اور ایک سلک میں منسلک ہوں ۞

انسان کامل یا روحانی آفتاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اب جبکہ ہم نے ہر طرح سے ثبوت پاکر بلکہ بہ بداہت دیکھ کر خدا تعالیٰ کے اس قانون قدرت کو مان لیا۔ کہ اس کے تمام کام کیا روحانی اور کیا جسمانی پریشان اور مختلف طور پر نہیں ہیں۔ جن میں یونہی گڑبڑ پڑا ہو۔ بلکہ ایک حکیمانہ ترتیب سے مرتب اور ایک ایسے باقاعدہ سلسلہ میں بندھے ہوئے ہیں۔ جو ایک ادنیٰ درجہ سے شروع ہو کر انتہائی درجہ تک پہنچتا ہے۔ اور یہی طریق وحدت اُسے محبوب بھی ہے۔ تو اس قانون قدرت کے ماننے سے ہمیں یہ بھی ماننا پڑا کہ جیسے خدا تعالیٰ نے جمادی

سلسلہ میں ایک ذرہ سے لے کر اُس وجودِ اعظم تک یعنی آفتاب تک نوبت پہنچائی ہے - جو ظاہری کمالات کا جامع ہے جس سے بڑھ کر اور کوئی جسم جمادی نہیں - ایسا ہی روحانی آفتاب بھی کوئی ہوگا جس کا وجود خطِ مستقیم مثالی میں ارتفاع کے اخیر نقطہ پر واقع ہو ؛

اب تفتیش اس بات کی کہ وہ انسانِ کامل جس کو روحانی آفتاب سے تعبیر کیا گیا ہے - وہ کون ہے؟ اور اُس کا کیا نام ہے ؟ یہ ایسا کام نہیں ہے جس کا تصفیہ مجرد عقل سے ہو سکے - کیونکہ بجز خدا تعالیٰ کے یہ امتیاز کس کو حاصل ہے - اور کون مجرد عقل سے ایسا کام کر سکتا ہے - کہ خدا تعالیٰ کے کروڑ ہا اور بے شمار بندوں کو نظر کے سامنے رکھ کر اور اُن کی روحانی طاقتوں اور قوتوں کا موازنہ کر کے سب سے بڑے کو الگ کر کے دکھلا دے - بلاشبہ عقلی طور پر کسی کو اس جگہ دم مارنے کی جگہ نہیں ہاں ایسی بلند اور عمیق دریافت کے لئے کتب الہامی ذریعہ ہیں جن میں خود خدا تعالیٰ نے پیش از ظہور بلکہ ہزار ہا برس پہلے اس انسان کامل کا پتہ و نشان بیان کر دیا ہے - پس جس شخص کے دل کو خدا تعالیٰ اپنی توفیق خاص سے اس طرف ہدایت دیگا کہ وہ الہام اور وحی پر ایمان لاوے - اور اُن پیش گوئیوں پر غور کرے کہ بائیبل میں درج ہیں - تو اُسے ضرور ماننا پڑے گا - کہ وہ انسان کامل جو آفتاب روحانی ہے جس سے نقطہ ارتفاع کا پورا ہوا ہے - اور جو دیوار نبوت کی آخری اینٹ ہے وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ؛

انسان کامل خدا تعالیٰ کی ذات کا نمونہ ہے

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اب بھی مکرر ظاہر کرتے ہیں - کہ انسان کامل خدا تعالیٰ کی ذات کا نمونہ ہے - خدا تعالیٰ دوسرا خدا ہرگز نہیں پیدا کرتا - کہ یہ بات اُس کی صفتِ احدیت کے مخالف ہے - ہاں اپنی صفات کمالیہ کا نمونہ پیدا کرتا ہے اور جس طرح ایک مصفا اور وسیع شیشہ میں صاحب رویت کی تمام و کمال شکل منعکس ہو جاتی ہے - ایسا ہی انسان کامل کے نمونہ میں الٰہی صفات عکسی طور پر آجاتے ہیں - سو خدا تعالیٰ کا اس طرح پر اپنی مثل قائم کرنا معترض کی تسلی کے لئے کافی ہے ؛

اس جگہ واضح رہے کہ اس انتہائی کمال کے وجود باجود کو خدا تعالیٰ کی کتابوں میں مظہر تام الوہیت قرار دیا گیا ہے - اور چونکہ اس مطلب کو کچھ زیادہ تفصیل سے لکھنا موجب افادہ طالبین ہے - اس لئے

ہم کسی قدر اور تحریر کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

اول ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ صاحب انتہائی کمال کا جس کا وجود سلسلۂ خط خالقیت میں انتہائی نقطۂ ارتفاع پر واقع ہے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور اُن کے مقابل پر وہ خسیس وجود جو انتہائی نقطۂ انخفاض پر واقع ہے۔ اُسی کو ہم لوگ شیطان سے تعبیر کرتے ہیں۔ اگرچہ بظاہر شیطان کا وجود مشہود و محسوس نہیں لیکن اس سلسلۂ خط خالقیت پر نظر ڈال کر اس قدر تو عقلی طور پر ضرور ماننا پڑتا ہے کہ جیسے سلسلۂ ارتفاع کے انتہائی نقطہ میں ایک وجود خیر مجسم ہے جو دنیا میں خیر کی طرف ہادی ہو کر آیا۔ اسی طرح اُس کے مقابل پر ذو العقول میں انتہائی نقطۂ انخفاض میں ایک وجود شر انگیز بھی جو شر کی طرف جاذب ہو ضرور چاہئے۔ اسی وجہ سے ہر ایک انسان کے دل میں باطنی طور پر بھی دونو وجودوں کا اثر عام طور پر پایا جاتا ہے۔ پاک وجود جو روح الحق اور نور بھی کہلاتا ہے یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کا پاک اثر بجذبات قدسیہ و توجہات باطنیہ ہر ایک دل کو خیر اور نیکی کی طرف بلاتا ہے۔ جس قدر کوئی اُس سے محبت اور مناسبت پیدا کرتا ہے۔ اُسی قدر وہ ایمانی قوت پاتا ہے اور نورانیت اُس کے دل میں پھیلتی ہے یہاں تک کہ وہ اسی کے رنگ میں آجاتا ہے۔ اور ظلی طور پر اُن سب کمالات کو پالیتا ہے جو اُس کو حاصل ہیں۔ اور جو وجود شر انگیز ہے یعنی وجود شیطان جس کا مقام ذو العقول کی قسم میں انتہائی نقطۂ انخفاض میں واقع ہے۔ اُس کا اثر ہر ایک دل کو جو اُس سے کچھ نسبت رکھتا ہے شرک کی طرف کھینچتا ہے۔ جس قدر کوئی اُس سے مناسبت پیدا کرتا ہے اسی قدر بے ایمانی اور خباثت کے خیال اُس کو سوجھتے ہیں۔ یہاں تک کہ جس کو مناسبت تام ہو جاتی ہے وہ اُسی کے رنگ اور روپ میں آکر پورا پورا شیطان ہو جاتا ہے۔ اور ظلی طور پر اُن سب کمالات خباثت کو حاصل کر لیتا ہے جو اصل شیطان کو حاصل ہیں۔ اسی طرح اولیاء الرحمٰن اور اولیاء الشیطان اپنی اپنی مناسبت کی وجہ سے الگ الگ طرف کھینچے چلے جاتے ہیں۔ اور وجود خیر مجسم جس کا نفسی نقطہ انتہائی درجہ کمال ارتفاع پر واقع ہے یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کا مقام معراج خارجی جو منتہائے مقام عروج (یعنی عرش رب العالمین ہے) بتلایا گیا ہے۔ یہ درحقیقت اُسی انتہائی درجہ کمال ارتفاع کی طرف اشارہ ہے جو اس وجود باجود کو حاصل ہے۔ گویا جو کچھ اس وجود

خیر مجسم کو عالم قضا و قدر میں حاصل تھا وہ عالم مثال میں شہود و محسوس طور پر دکھایا گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اس نبی کریم کی شان رفیع کے بارہ میں فرماتا ہے وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ۔ پس اس رفعِ درجات سے وہی انتہائی درجہ کا ارتفاع مراد ہے جو ظاہری اور باطنی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ اور یہ وجود باوجود جو خیر مجسم ہے مقربین کی تین قسموں سے اعلیٰ و اکمل ہے۔ جو الوہیت کا مظہر اتم کہلاتا ہے

قربِ الٰہی کی تین اقسام اور ان کی مشابہت۔

جاننا چاہیئے کہ قرب الٰہی کی تین قسمیں تین قسم کی تشبیہ پر موقوف ہیں۔ جنکی تفصیل سے مراتب ثلاثہ قرب کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ اوّل قسم قرب کی خادم اور مخدوم کی تشبیہ سے مناسبت رکھتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ یعنی مومن جن کو دوسرے لفظوں میں بندۂ فرمانبردار کہہ سکتے ہیں۔ سب چیز سے زیادہ اپنے مولیٰ سے محبّت رکھتے ہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے جیسے ایک نوکر با اخلاص و با صفا و با وفا بوجہ مشاہدہ احسانات متواترہ و انعامات متکاثرہ و کمالاتِ ذاتیہ اپنے آقا کے اس قدر محبّت و اخلاص و یک رنگی میں ترقی کر جاتا ہے جو بوجہ ذاتی محبت کے جو اُس کے دل میں پیدا ہو جاتی ہے اپنے آقا سے ہم طبیعت و ہم طریق ہو جاتا ہے۔ اور اُس کی مرادات کا ایسا ہی طالب اور خواہاں ہوتا ہے جیسے آقا خود اپنی مرادات کا خواہاں ہے۔ اسی طرح بندۂ وفادار کی حالت اپنے مولیٰ کریم کے ساتھ ہوتی ہے یعنی وہ بھی اپنے خلوص او رصدق و صفا میں ترقی کرتا کرتا اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے کہ اپنے وجود سے بکلّی محو و فنا ہو کر اپنے مولیٰ کریم کے رنگ میں مل جاتا ہے۔

آنجا کہ محبّتے نمک میریزد ✤ ہر پردہ کہ بود از میاں برخیزد
ایں نفسِ دنی کہ صد ہزارش دہن است ✤ خاموش شود چو عشق شور انگیزد
چوں رنگ خودی رود کسے را از عشق ✤ یارش زکرم برنگ خویش آمیزد

سو ایسا خادم جو ہم رنگ اور ہم طبیعتِ مخدوم ہو رہا ہے طبعی طور پر اُن سب باتوں سے متنفر ہو جاتا ہے جو اُس کے مخدوم کو بُری معلوم ہوتی ہیں۔ وہ نافرمانی کو اس جہت سے نہیں چھوڑتا کہ اُس پر سزا مترتب ہو گی۔ اور تعمیل حکم اس وجہ سے نہیں کرتا کہ اس سے انعام ملے گا۔

اور کوئی قول یا فعل اُس کا اپنے اخلاق کاملہ کے تقاضا سے صادر نہیں ہوتا بلکہ محض اپنے مخدوم حقیقی کی اطاعت کی وجہ سے جو اُس کی سرشت میں رچ گئی ہے صادر ہوتا ہے۔ اور بے اختیار اُسی کی طرف اور اُس کی مرضیات کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے۔ وہ ایک گال پر طمانچہ کھاکر دوسری گال کا پھیرنا خواہ نخواہ واجب نہیں جانتا۔ اور نہ طمانچہ کی جگہ طمانچہ مارنا اُس کو لابدّ ضروری معلوم ہوتا ہے بلکہ وہ اپنے یک رنگ دل سے فتویٰ پوچھتا ہے۔ جو اس وقتِ خاص میں اُس کے محبوب حقیقی کی مرضی کیا ہے۔ اور اس بات کے لئے کوئی معقول وجہ تلاش کرتا ہے کہ کس طریق کے اختیار کرنے میں زیادہ خیر ہے جو موجب خوشنودی حضرت باری جلّ شانہ ہے۔ آیا عفو میں یا انتقام میں۔ سو جو عمل موجودہ حالت کے لئے قرین بصواب ہو اسی کو بروئے کار لاتا ہے اسیطرح اُس کی بخشش اور عطا بھی سخاوت جمیلہ کے تقاضا سے نہیں ہوتی بلکہ اطاعت کامل کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اور اسی اطاعت کے جوش سے وقت موجودہ میں خوب سوچ لیتا ہے کہ کیا اس وقت اس طرز کی سخاوت یا ایسے شخص پر احسان و مروّت مقرون برضی مولیٰ ہو سکتی ہے۔ اور اگر نامناسب دیکھتا ہے تو ایک حبّہ خرچ نہیں کرتا اور کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے ہرگز نہیں ڈرتا۔ غرض احمقانہ تقلید سے وہ کوئی کام ہی نہیں کرتا۔ بلکہ سچی اور کامل محبت کی وجہ سے اپنے آقا کا مزاجدان ہو جاتا ہے۔ اور یکرنگی اور اتحاد کی روشنی جو اس کے دل میں ہے وہ ہر ایک تازہ وقت میں تازہ طور پر اُس کو سمجھا دیتی ہے۔ جو اس خاص وقت میں کیونکر اور کس طرز سے کوئی کام کرنا چاہیئے جو مخدوم حقیقی کے منشاء کے مطابق ہو۔ اور چونکہ اُس کو اپنے منعم حقیقی سے ایک تعلق ذاتی پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے اطاعت اور فرمانبرداری اُس کے سر پر کوئی آزار رساں بوجھ نہیں ہوتا بلکہ وہ فرمانبرداری اس کی ایک امر طبعی کے حکم میں ہو جاتی ہے جو بالطبع مرغوب اور بلا تصنع و تکلف اس سے صادر ہوتی رہتی ہے۔ اور جیسے اللہ جلشانہ کو اپنی خوبی اور عظمت محبوب بالطبع ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا جلال ظاہر کرنا اس کے لئے محبوب بالطبع ہو جاتا ہے۔ اور اپنے مخدوم حقیقی کی ہر ایک عادت و سیرت اسکی نظر میں ایسی پیاری ہو جاتی ہے کہ جیسے خود اُس کو پیاری ہے۔ سو یہ مقام ان لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جن کے سینے محبتِ غیر سے بالکل منزّہ و صاف ہو جاتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کی رضامندی کو

ڈھونڈنے کے لئے ہر ایک وقت جان قربان کرنے کو تیار رہتے ہیں ؎

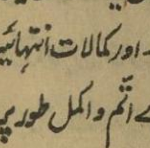
سینہ سے باید تہی از غیر یار ٭ دل ہے باید پرُ از یادِ نگار ٭ جاں ہے باید بر او فداء او سر ہمی باید بپائے او نثار ٭
ہیچ دانی چیست دین عاشقاں ٭ گویمت گر بشنوی عشاق وار ٭ از ہمہ عالم فروبستن نظر ٭ در حِ دل شستن ز غیر دوستدار ٭

قرب کی دوسری قسم ولد اور والد کی تشبہ سے مناسبت رکھتی ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا یعنی اپنے اللہ جلّ شانہٗ کو ایسے دلی جوشِ محبت سے یاد کرو جیسا باپوں کو یاد کیا جاتا ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ مخدوم اس وقت باپ سے مشابہ ہو جاتا ہے جب محبت میں غایت درجہ شدّت واقعہ ہو جاتی ہے۔ اور حُب جو ہر یک کدورت اور غرض سے مُصفّا ہے دل کے تمام پردے چیر کر دل کی جڑھ میں اس طرح سے بیٹھ جاتی ہے۔ کہ گویا اُس کی جُز ہے۔ تب جس قدر جوش محبت اور پیوند شدید اپنے محبوب سے ہے وہ سب حقیقت میں مادرزاد معلوم ہوتا ہے۔ اور ایسا طبیعت سے ہمرنگ اور اُس کی جُز ہو جاتا ہے کہ سعی اور کوشش کا ذریعہ ہرگز یاد نہیں رہتا۔ اور جیسے بیٹے کو اپنے باپ کا وجود تصور کرنے سے ایک روحانی نسبت محسوس ہوتی ہے۔ ایسا ہی اس کو بھی ہر وقت باطنی طور پر اس نسبت کا احساس ہوتا رہتا ہے اور جیسے بیٹا اپنے باپ کا حُلیہ اور نقوش نمایاں طور پر اپنے چہرہ پر ظاہر رکھتا ہے۔ اور اس کی رفتار اور کردار اور خو اور بُو بصفائے تام اُس میں پائی جاتی ہے علیٰ ہٰذا القیاس یہی حال اس میں ہوتا ہے ٭

اور اس درجہ اور قرب اوّل کے درجہ میں فرق یہ ہے۔ کہ قرب اوّل کا درجہ جو خادم اور مخدوم سے تشبیہ رکھتا ہے۔ وہ بھی اگرچہ اپنے کمال کے رُو سے اس درجہ ثانیہ سے نہایت مشابہ ہے لیکن یہ درجہ اپنی نہایت صفائی کی وجہ سے تعلق مادرزاد کے قائم مقام ہو گیا ہے۔ اور جیسا باعتبار نفس انسانیت کے دو انسان مساوی ہوتے ہیں۔ لیکن بلحاظ شدّت وضعف خواص انسانی کے ظہورِ آثار میں متفاوت واقع ہوتے ہیں۔ ایسا ہی ان دونوں درجوں میں تفاوت درمیان ہے۔ غرض اس درجہ میں محبت کمالِ لطافت تک پہنچ جاتی ہے۔ اور مناسبت اور مشابہت بال بال میں ظاہر ہو جاتی ہے۔ خیال کرنا چاہیئے کہ اگرچہ ایک شخص کمال عشق کی حالت میں اپنے معشوق سے ہمرنگ ہو جاتا ہے مگر جو شخص اپنے باپ سے جس سے وہ نکلا ہے مشابہت رکھتا ہے۔ اُس کی مشابہت اور ہی

آب و تاب رکھتی ہے +

تیسری قسم کا قرب ایک ہی شخص کی صورت اور اُس کے عکس سے مشابہت رکھتا ہے یعنی جیسے ایک شخص آئینہ صاف و وسیع میں اپنی شکل دیکھتا ہے۔ تو تمام شکل اُس کی مع اپنے تمام نقوش کے جو اس میں موجود ہیں عکسی طور اُس آئینہ میں دکھائی دیتی ہے۔ ایسا ہی اس قسمِ ثالثِ قرب میں تمام صفات الٰہیہ صاحب قرب کے وجود میں بتمامتر صفائی مُنعکس ہو جاتی ہیں۔ اور یہ انعکاس ہر یک قسم کی تشبیہ سے جو پہلے اس سے بیان کیا گیا ہے اتم و اکمل ہے۔ کیونکہ صاف ظاہر ہے کہ جیسے ایک شخص آئینہ صاف میں اپنا مُنہ دیکھ کر اُس شکل کو اپنی شکل کے مطابق پاتا ہے۔ وہ مطابقت اور مشابہت اس کی شکل سے نہ کسی غیر کو کسی حیلہ یا تکلف سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اور نہ کسی فرزند میں ایسی ہو بہو مطابقت پائی جاتی ہے اور یہ مرتبہ کس کیلئے مُیسّر ہے؟۔ اور کون اس کامل درجۂ قرب سے موسوم ہے؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ یہ اُسی کو میسّر آتا ہے کہ جو اُلوہیت و عبودیت کے دونوں قوسوں کے بیچ میں کامل طور پر ہو کر دونوں قوسوں سے ایسا شدید تعلق پکڑتا ہے کہ گویا ان دونوں کا عین ہو جاتا ہے۔ اور اپنے نفس کو بکلّی درمیان سے اُٹھا کر آئینہ صاف کا حکم پیدا کر لیتا ہے۔ اور وہ آئینہ ذوجہتین ہونے کی وجہ سے ایک جہت سے صورت الٰہیہ بطور ظلی حاصل کرتا ہے۔ اور دوسری جہت سے وہ تمام فیض حسب استعداد طبائع مختلفہ اپنے مقابلین کو پہنچاتا ہے اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی پھر نزدیک ہوا (یعنی اللہ تعالیٰ سے)، پھر نیچے کی طرف اُترا (یعنی مخلوق کی طرف تبلیغ احکام کے لئے نزول کیا)۔ پس اسی جہت سے کہ وہ اوپر کی طرف صعود کرکے انتہائی درجہ قرب تام کو پہنچا۔ اور اُس میں اور حق میں کوئی حجاب نہ رہا۔ اور پھر نیچے کی طرف اُس نے نزول کیا۔ اور اس میں اور خلق میں کوئی حجاب نہ رہا یعنی چونکہ وہ اپنے صعود اور نزول میں اتم و اکمل ہوا۔ اور کمالات انتہائیہ تک پہنچ گیا۔ اس لئے دو قوسوں کے بیچ میں یعنی وتر کی جگہ میں جو قطرِ دائرہ ہے اتم و اکمل طور پر اُس کا مقام ہوا بلکہ وہ قوسِ الوہیت اور قوسِ عبودیت کی طرف اس سے بھی زیادہ تر جو خیال و گمان و قیاس میں نہیں آ سکتا نزدیک ہوا۔ مثلاً صورت اُن دو قوسوں کی یہ ہے



اس شکل میں جو خط مرکزِ دائرہ کو قطع کرتا ہے۔ جو قطرِ دائرہ ہے وہی قاب قوسین یعنی دونوں قوسوں کا وتر ہے۔
جاننا چاہیئے کہ دونوں قسم وجود واجب اور ممکن کے ایک ایسے دائرہ کی طرح ہیں کہ جو خط گزرندہ بر مرکز سے دو قوسوں پر منقسم ہو۔ وہی خط جو قطر دائرہ ہے۔ جس کو قرآن شریف میں قاب قوسین سے تعبیر کیا ہے۔ اور عام بول چال علم ہندسہ میں اس کو وتر قوسین کہتے ہیں وہ ذات مُفیض اور مستفیض میں بطور برزخ واقع ہے کہ جو اپنے اخص کمال میں جو انتہائی۔ درجہ کمالات کا ہے نقطہ مرکز دائرہ سے جو وتر قوس کا درمیانی نقطہ ہے مشابہت رکھتا ہے۔ یہی نقطہ تمام کمالات انسان کامل کا دل ہے جو قوسِ الوہیت وعبودیت کی طرف بخطوط مساویہ نسبت رکھتا ہے۔ اور یہی نقطہ ارفع نقاط اُن خطوط عمودیہ کا ہے جو محیط سے قطر دائرہ تک کھینچے جائیں۔ اگرچہ وتر قوسین اور بہت سے ایسے نقاط سے تالیف یافتہ ہے جو درحقیقت کمالات روحانیہ صاحب وتر کے صور محسوسہ ہیں لیکن بجز ایک نقطہ مرکز کے اور جس قدر نقاطِ وتر ہیں اُن میں دوسرے انبیاء و رسل وارباب صدق وصفا بھی شریک ہیں۔

دائرہ کا مرکزی نقطہ حقیقت محمدیہ ہے۔

اور نقطہ مرکز اس کمال کی صورت ہے کہ جو صاحب وتر کو بہ نسبت جمیع دوسرے کمالات کے اعلیٰ وارفع واخص وممتاز طور پر حاصل ہے۔ جس میں حقیقی طور پر مخلوق میں سے کوئی اس کا شریک نہیں۔ ہاں اتباع و پیروی سے ظلی طور پر شریک ہو سکتا ہے۔ اب جاننا چاہیئے کہ دراصل اسی نقطہ وسطی کا نام حقیقت محمدیہ ہے۔ جو اجمالی طور پر جمیع حقائق عالم کا منبع واصل ہے۔ اور درحقیقت اسی ایک نقطہ سے خطِ وتر انبساط وامتداد پذیر ہوا ہے۔ اور اسی نقطہ کی روحانیت تمام خط وتر میں ایک ہویتِ ساریہ ہے جس کا فیض اقدس اس سارے خط کو تعین بخش ہو گیا ہے۔ عالم جس کو متصوفین اسماء اللہ سے بھی تعبیر کرتے ہیں اس کا اوّل واعلیٰ مظہر جس ہے۔ وہ علی وجہ التفصیل حدود پذیر ہوا ہے۔ یہی نقطہ درمیانی ہے جسکو اصطلاحات اہل اللہ میں نفسی نقطہ احمد مجتبےٰ و محمد مصطفےٰ نام رکھتے ہیں۔ اور فلاسفہ کی اصطلاحات میں عقل اوّل کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے۔

اس نقطہ کو فلاسفہ عقل اوّل کہتے ہیں

اور اس نقطہ کو دوسرے وتری نقاط کی طرف وہی نسبت ہے

جو اسم اعظم کو دوسرے اسمائے الٰہیہ کی طرف نسبت واقعہ ہے۔ غرض چشمۂ رموزِ غیبی و مفتاح کنوز لاریبی اور انسان کامل دکھلانے کا آئینہ یہی نقطہ ہے۔ اور تمام اسرار مبدء و معاد کی علت غائی اور ہر یک زیر و بالا کی پیدائش کی لمیت یہی ہے۔ جس کے تصوّر بالکنہ وتصوّر بکنہہٖ سے تمام عقول و افہام بشریہ عاجز ہیں۔ اور جس طرح ہر ایک حیات خدا تعالیٰ کی حیات سے مستفاض اور ہر یک وجود اس کے وجود سے ظہور پذیر اور ہر یک تعین اس کے تعین سے خلعت پوش ہے۔ ایسا ہی نقطۂ محمدیہ جمیع مراتب اکوان اور حظائر امکان میں باذنہٖ تعالیٰ حسب استعدادات مختلفہ وطبائع متفاوتہ مؤثر ہے اور چونکہ یہ نقطہ جمیع مراتب الٰہیہ کا ظلّی طور پر اور جمیع مراتب کونیہ کا منبع اور اصلی طور پہ جامع بلکہ انہیں دونوں کا مجموعہ ہے۔ اس لئے ہر یک مرتبہ کونیہ پر جو عقول ونفوس کلیہ وجزئیہ ومراتب طبعیہ الیٰ آخر تنزلات وجود سے مراد ہے اجمالی طور پر احاطہ رکھتا ہے ایسا ہی ظلّ الوہیت ہونے کی وجہ سے مرتبہ الٰہیہ سے اس کو ایسی مشابہت ہے جیسے آئینہ کے عکس کو اپنے اصل سے ہوتی ہے۔ اور امہات صفات الٰہیہ یعنی حیوٰۃ علم ارادہ۔ قدرت۔ سمع۔ بصر کلام مع اپنے جمیع فروع کے اتم و اکمل طور پر اس میں انعکاس پذیر ہیں۔ اس نقطۂ مرکز کو جو برزخ بین اللّٰہ وبین الخلق ہے یعنی نفسی نقطہ حضرت سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجرّد کلمۃ اللہ کے مفہوم تک محدود نہیں کر سکتے۔ جیساکہ مسیح کو اس نام سے محدود کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ نقطہ محمدیہ ظلّی طور پر مستجمع جمیع مراتب الوہیت ہے۔ اسی وجہ سے تمثیلی بیان میں حضرت مسیح کو ابن سے تشبیہ دی گئی ہے۔ بباعث اسی نقصان کے جو اُن میں باقی رہ گیا ہے۔ کیونکہ حقیقت عیسویہ مظہر اتم صفات الوہیت نہیں ہے بلکہ اُس کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے برخلاف حقیقت محمدیہ کے کہ وہ جمیع صفات الٰہیہ کا اتم و اکمل مظہر ہے۔ جس کا ثبوت عقلی و نقلی طور پر کمالی درجہ پہ پہنچ گیا ہے۔ سو اسی وجہ سے تمثیلی بیان میں ظلّی طور پہ خدائے قادر ذوالجلال سے آنحضرتؐ کو آسمانی کتابوں میں تشبیہ دی گئی ہے جو ابن کے لئے بجائے اَب ہے۔ اور حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم کا اضافی طور پہ ناقص ہونا۔ اور قرآنی تعلیم کا سب الہامی تعلیموں سے اکمل و اتم ہونا وہ بھی درحقیقت اسی بنا پہ ہے۔ کیونکہ ناقص پہ ناقص فیضان ہوتا ہے اور اکمل پہ اکمل۔

اور جو تشبیہات قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ظلّی طور پہ خداوند قادر مطلق

سے دی گئی ہیں اُن میں سے ایک یہی آیت ہے جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی یعنی وہ (حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی ترقیات کاملہ قرب کی وجہ سے دو قوسوں میں بطور وتر کے واقع ہے بلکہ اس سے نزدیک تر۔ اب ظاہر ہے کہ وتر کی طرفِ اعلیٰ میں قوسِ الوہیت ہے۔ سو جبکہ نفس پاک محمدی اپنے شدت قرب اور نہایت درجہ کی صفائی کی وجہ سے وتر کی حد سے آگے بڑھا اور دریائے الوہیت سے نزدیک تر ہوا۔ تو اُس ناپیدا کنار دریا میں جا پڑا۔ اور الوہیت کے بحرِ اعظم میں ذرہ بشریت گم گیا۔ اور یہ بڑھنا نہ مستحدث اور جدید طور پر بلکہ وہ ازل سے بڑھا ہوا تھا۔ اور ظلی اور استعارہ طور پر اس بات کے لائق تھا کہ آسمانی صحیفے اور الہامی تحریریں اُس کو مظہر اتم الوہیت قرار دیں اور آئینہ حق نما اس کو ٹھہراویں۔ پھر دوسری آیت قرآن شریف کی جس میں یہی تشبیہ نہایت اصفیٰ و اجلیٰ طور پر دی گئی ہے یہ ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ۔ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ یعنی جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ خدا کا ہاتھ ہے جو اُن کے ہاتھوں پر ہے۔ واضح ہو کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرتے تھے وہ آنحضرتؐ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کیا کرتے تھے۔ اور مردوں کے لئے یہی طریق بیعت کا ہے۔ سو اس جگہ اللہ تعالیٰ نے بطریق مجاز آنحضرتؐ کی ذات بابرکات کو اپنی ذات اقدس ہی قرار دے دیا۔ اور ان کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔ یہ کلمہ مقام جمع میں ہے جو بوجہ نہایت قرب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بولا گیا ہے۔ اور اسی مرتبہ جمع کی طرف جو محبت تامہ دو طرفہ پر موقوف ہے اس آیت میں بھی اشارہ ہے مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی تو نے نہیں چلایا خدا نے ہی چلایا۔ جبکہ تو نے چلایا ایسا ہی یہ اشارہ اس دوسری آیت میں پایا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا یعنی ان کو کہہ دے کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر اسراف کیا (یعنی ارتکاب کبائر کیا) تم خدا کی رحمت سے نومید مت ہو وہ تمہارے سب گناہ بخش دے گا۔ اب ظاہر ہے کہ بنی آدم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تو بندے نہیں ہیں بلکہ سب نبی و غیر نبی خدا تعالیٰ کے بندے ہیں۔ لیکن چونکہ آنحضرتؐ کو اپنے مولیٰ کریم سے

قرب اتم یعنی تیسرے درجہ کا قرب حاصل تھا۔ سو یہ سخن بھی مقام جمع سے سرزد ہوُا۔ اور مقام جمع قاب قوسین کا مقام ہے۔ جس کی تفاصیل کتب تصوف میں موجود ہے۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ نے مقام جمع کے لحاظ سے کئی نام آنحضرتؐ کے ایسے رکھ دئیے ہیں جو خاص اس کی صفتیں ہیں۔ جیسا کہ آنحضرتؐ کا نام محمدؐ رکھا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ نہایت ہی تعریف کیا گیا۔ سو یہ غایت درجہ کی تعریف حقیقی طور پر خدا تعالیٰ کی شان کے لائق ہے مگر ظلی طور پر آنحضرتؐ کو دی گئی۔ ایسا ہی قرآن شریف میں آنحضرتؐ کا نام نور جو دنیا کو روشن کرتا ہے اور رحمت جس نے عالم کو زوال سے بچایا ہوُا ہے آیا ہے۔ اور رؤف اور رحیم جو خدا تعالیٰ کے نام ہیں ان ناموں سے بھی آنحضرتؐ پکارے گئے ہیں۔ اور کئی مقام قرآن شریف میں اشارات و تصریحات سے بیان ہوُا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مظہر اتم الوہیت ہیں

مظہر اتم الوہیت ہیں۔ اُن کا کلام خدا کا کلام۔ اور ان کا ظہور خدا کا ظہور۔ اور اُن کا آنا خدا کا آنا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں اس بارے میں ایک یہ آیت بھی ہے قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا کہ حق آیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل نے بھاگنا ہی تھا۔ حق سے مراد اس جگہ اللہ جل شانہٗ اور قرآن شریف اور آنحضرتؐ ہیں۔ اور باطل سے مراد شیطان اور شیطان کا گروہ اور شیطانی تعلیمیں ہیں۔ سو دیکھو اپنے نام میں خدا تعالےٰ نے آنحضرتؐ کو کیونکر شامل کر لیا ہے۔ اور آنحضرتؐ کا ظہور فرمانا خدا تعالیٰ کا ظہور فرمانا ہوُا۔ ایسا جلالی ظہور جس سے شیطان مع اپنے تمام لشکروں کے بھاگ گیا۔ اور اُس کی تعلیمیں ذلیل اور حقیر ہو گئیں۔ اور اُس کے گروہ کو بڑی بھاری شکست آئی۔ اسی جامعیت تامہ کی وجہ سے سورۃ آل عمران جزو تیسری میں مفصل یہ بیان ہے کہ تمام نبیوں سے عہد و اقرار لیا گیا کہ تم پر واجب و لازم ہے کہ عظمت و جلالیت شان خاتم الرسل پر جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ایمان لاؤ۔ اور اُن کی اس عظمت اور جلالیت کی اشاعت کرنے میں بدل و جان مدد کرو۔ اسی وجہ سے حضرت آدم صفی اللہ سے لے کر حضرت مسیح کلمۃ اللہ جس قدر نبی و رسول گذرے ہیں، وہ سب کے سب عظمت و جلالیت آنحضرتؐ کا اقرار کرتے آئے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے توریت میں یہ بات کہہ کر کہ خدا سینا سے آیا اور سعیر سے طلوع ہوُا اور فاران کے پہاڑ سے اُن پر چمکا صاف

جتلا دیا کہ جلالیت الٰہی کا ظہور فاران پہ آکر اپنے کمال کو پہنچ گیا۔ اور آفتاب صداقت کی پوری پوری شعاعیں فاران پر ہی آکر ظہور پذیر ہوئیں۔ اور وہی توریت ہم کو بتلاتی ہے۔ کہ فاران مکہ معظمہ کا پہاڑ ہے۔ جس میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جدّ امجد آنحضرتؐ کے سکونت پذیر ہوئے اور یہی بات جغرافیہ کے نقشوں سے بپایہ ثبوت پہنچتی ہے۔ اور ہمارے مخالف بھی جانتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں سے بجز آنحضرتؐ کوئی رسول نہیں اُٹھا۔ سو دیکھو حضرت موسیٰؑ کیسی صاف صاف شہادت دے گئے ہیں۔ کہ وہ آفتاب صداقت جو فاران کے پہاڑ سے ظہور پذیر ہوگا۔ اُس کی شعاعیں سب سے زیادہ تیز ہیں اور سلسلہ ترقیات نور صداقت اُسی کی ذات جامع برکات پر ختم ہے۔

اسی طرح حضرت داؤد علیہ السّلام نے آنحضرتؐ کی جلالیت و عظمت کا اقرار کر کے زبور پینتالیس ۴۵ میں یوں بیان کیا ہے (۲) تو حسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے۔ تیری لبوں میں نعمت بتائی گئی ہے۔ اسی لئے خدا نے تجھ کو ابد تک مبارک کیا (۳) اے پہلوان تو جاہ و جلال سے اپنی تلوار حمائل کر کے اپنی ران پر لٹکا (۴) امانت اور حلم اور عدالت پر اپنی بزرگواری اور اقبال مندی سے سوار ہو کہ تیرا دہنا ہاتھ تجھے ہیبت ناک کام دکھائے گا۔ (۵) بادشاہ کے دلوں میں تیرے تیر تیزی کرتے ہیں۔ لوگ تیرے سامنے گر جاتے ہیں (۶) اے خدا تیرا تخت ابدالآباد ہے (یہ فقرہ اُسی مقام جمع سے ہے جو قرآن شریف میں کئی مقام میں آنحضرتؐ کے حق میں بولا گیا ہے) تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے (۷) تو نے صدق سے دوستی اور شر سے دشمنی کی۔ اسی لئے خدا نے جو تیرا خدا ہے خوشی کے روغن سے تیرے مصاحبوں سے زیادہ تر تجھے معطر کیا۔ بادشاہوں کی بیٹیاں تیری عزت والی عورتوں میں ہیں۔

حضرت رسول اللہ مظہر اتم الوہیت ہیں یسعیاہ

اسی طرح حضرت یسعیاہ نبی نے آنحضرتؐ کی جلالیت و عظمت و مظہر تام الوہیت ہونے کے بارے میں اپنے صحیفہ کے باب بیالیس ۴۲ میں بطور پیشگوئی وحی پا کر یوں بیان کیا ہے۔ دیکھو میرا بندہ جسے میں سنبھالوں گا۔ میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے۔ میں نے اپنی رُوح اس پر رکھی۔ وہ قوموں پر راستی ظاہر کرے گا۔ وہ نہ گھٹے گا اور نہ تھکے گا۔ جب تک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے۔ بیابان اور اس کی بستیاں کیدار (یعنی عرب)

کے آباد دیہات (جس سے کہ مغل وغیرہ مراد ہیں) اپنی آواز بلند کریں۔ خداوند ایک بہادر کی مانند نکلے گا (خداوند سے مراد ظلّی طور پر آنحضرتؐ ہیں کیونکہ وہ مظہرِ اتم الوہیت اور درجہ سوم قرب پر ہیں۔ جیساکہ کئی دفعہ ہم بیان کر چکے ہیں) وہ اپنے تئیں اپنے دشمنوں پر قوی دکھلائیگا۔ قدیم سے میں خاموش رہا ہوں اور ستایا اور آپ کو روکے گیا۔ پر اب میں اُس عورت کی طرح جو دردِ زِہ میں ہو چلاؤنگا میں پہاڑوں اور ٹیلوں کو ویران کر ڈالوں گا۔ اور اندھوں کو اُس راہ سے جسے وے نہیں جانتے لے جاؤں گا۔

یوحنا نبی کی پیشگوئی

ایسا ہی یوحنا نبی نے آنحضرتؐ کی جلالیت وعظمت ظاہر کرنے کے لئے بطور پیشگوئی گواہی دی جو انجیل متی باب سوم میں اس طرح پر درج ہے

(۱۱) میں تو تمہیں توبہ کے لئے پانی سے بپتسما دیتا ہوں۔ لیکن وہ جو میرے بعد آتا ہے مجھ سے قوی تر ہے کہ میں اس کی جوتیاں اٹھانے کے لائق نہیں۔ وہ تمہیں روح قدس اور آگ سے بپتسما دے گا۔ اس پیشگوئی پر محض نادانی کی راہ سے عیسائی لوگ خصومت کرتے ہیں۔ کہ یہ حضرت مسیحؑ کے حق میں ہے۔ مگر یہ دعویٰ سراسر باطل و بے بنیاد ہے۔ اوّل تو حضرت مسیح حضرت یوحنا کے ہمعصر تھے نہ کہ بعد میں آنے والے یا بعد میں ابنیت کا منصب پانے والے۔ ماسوا اس کے ہر ایک شخص آزما سکتا ہے کہ دائمی طور پر سچے طالبوں کو روح قدس اور آتشِ محبت سے بپتسما دینے والا آسمان کے نیچے صرف ایک ہی ہے۔ یعنی جناب سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم جس کے جلال تام کا حضرت مسیح اپنی پیشگوئیوں میں آپ اقرار کرتے ہیں۔ اور اسی روح کے بپتسما کی طرف اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اشارہ بھی فرمایا ہے۔ جیساکہ وہ فرماتا ہے وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ یعنی خداتعالیٰ مومنوں کو روح قدس سے تائید کرتا ہے۔ اور پھر فرماتا ہے صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً یعنی یہ خدا کا بپتسما ہے۔ اور کون سا بپتسما اُس سے بڑھ کر خوبصورت ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جو قوم روح القدس سے کسی وقت تائید دی گئی ہے۔ وہ اب بھی دی جاتی ہے۔ کیونکہ اب بھی وہی خدا ہے جو پہلے تھا۔ اور قوم بھی وہی ہے جو پہلے تھی۔ سو اگر حضرات عیسائیوں کو اس بات میں کچھ شک ہو کہ اس پیشگوئی کا مصداق آنحضرتؐ ہیں حضرت مسیح

نہیں ہیں تو نہایت صاف اور سہل طریق فیصلہ کرنے کا یہ ہے کہ چالیس دن تک کوئی ایسے پادری صاحب جو اپنی قوم میں نہایت بزرگ اور روح قدس کا بپتسما پانے کے لائق خیال کئے جاتے ہوں۔ اور ان کی بزرگواری اور خدا رسیدہ ہونے پر اکثر عیسائیوں کو اتفاق ہو۔ وہ اس امر کی آزمائش ومقابلہ کے لئے کہ روح قدس کی تائیدات سے کونسی قوم عیسائیوں اور مسلمانوں میں سے فیضیاب ہے۔ کم سے کم چالیس دن تک اس عاجز کی رفاقت اور مصاحبت اختیار کریں۔ پھر اگر کسی کرشمۂ روح القدس کے دکھلانے میں وہ غالب آجائیں تو ہم اقرار کرلیں گے کہ یہ پیشگوئی حضرت مسیحؑ کے حق میں ہے۔ اور نہ صرف اقرار بلکہ اُس کو چند اخباروں میں چھپوا بھی دیں گے۔ لیکن اگر ہم غالب آگئے تو پادری صاحب کو بھی ایسا ہی اقرار کرنا پڑے گا۔ اور چند اخباروں میں چھپوا بھی دینا ہوگا کہ پیشگوئی حضرت محمدؐ کے حق میں نکلی۔ مسیح کو اس سے کچھ علاقہ نہیں بلکہ اس تصفیہ کے لئے ہماری صحبت میں بھی رہنا کچھ ضروری نہیں ...... سوا بہ کوئی ایسا عیسائی جو قوم میں بزرگوار اور واقعی نیک بخت ہو اس کا مقابلہ کرکے دکھادے ورنہ کون دانا ہے جو بے امتحان ان کی روح القدس کے بپتسما کا قائل ہوگا۔

چوں گمانے کنم اینجا مدد روح قدس ✤ کہ مرا در دل شاں دیو نظر مے آید

ایں مدد ہاست در اسلام چو خورشید عیاں ✤ کہ بہر عصر مسیحائے دگر مے آید

اب ہم پھر اصل کلام کی طرف رجوع کرکے کہتے ہیں کہ شان جلیل و عظیم آنحضرتؐ جو مظہر اتم اُلوہیت ہے۔ جیسے تمام نبی ابتدا سے بیان کرتے آئے ہیں۔ ایسا ہی حضرت مسیحؑ نے اس شان عالی کا اقرار کیا ہے۔ یہ اقرار جابجا انجیلوں میں موجود ہے۔ بلکہ اسی اقرار کے ضمن میں حضرت مسیحؑ اقرار کرتے ہیں کہ میری تعلیم ناقص ہے۔ کیونکہ ہنوز لوگوں کو کامل تعلیم کی برداشت نہیں۔ مگر وہ روحِ راستی جو نقصان سے خالی ہے (یعنی سیدنا حضرت محمدؐ جس کا قرآن شریف میں بھی نام حق آیا ہے) وہ کامل تعلیم لائیگا۔ اور لوگوں کو نئی باتوں کی خبر دیگا۔

انجیل برناس میں پیشگوئی بنام محمد صلی اللہ علیہ وسلم

انجیل برناس میں تو صریح نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو محمدؐ ہے درج ہے۔ اور اس کے ٹالنے کے لئے یہ ناکارہ عذر

پیش کیا جاتا ہے۔ کہ مسلمانوں نے کسی زمانہ میں یہ نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کتاب برنباس میں درج کر دیا ہوگا یا خود کتاب تالیف کر دی ہوگی۔ گویا مسلمان لوگ کسی رات کو اتفاق کر کے مسیحی کتب خانوں میں جا گھسے۔ اور اپنی طرف سے برنباس کی انجیلوں میں جا بجا محمدؐ نبی نام درج کر دیا یا خود یونانی یا عبرانی زبانوں میں اپنی طرف سے انجیل برنباس بنا کر اور کئی ہزار نسخے اُس کے لکھ کر پوشیدہ طور پر جبکہ عیسائی سوتے تھے وہ کتابیں اُن کے کتب خانوں میں رکھ آئے۔ لیکن ایک انگریز فاضل عیسائی٭ جس نے کچھ تھوڑا عرصہ ہوا قرآن شریف کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ اُس نے

٭ **حاشیہ** :- اس انگریز کا نام جارج سیل صاحب ہے۔ جو اکابر علماء عیسائیوں سے ہے۔ انکا ترجمہ قرآن شریف جوان کی طرف سے شائع ہو کر مطبع لنڈن فریڈرک وارن اینڈ کمپنی میں چھپا ہے۔ اُس کے پہلے دیباچہ میں مؤلف موصوف نے یہ عجیب تذکرہ کہ ایک بزرگ راہب انجیل برنباس پڑھ کر اور اس میں پیشگوئی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کھلے کھلے طور پر پا کر مسلمان ہو گیا تھا۔ اس طور سے (جو نیچے لکھا جاتا ہے) بیان کیا ہے۔

فرامیرنیو جو ایک عیسائی مانک یعنی ایک بزرگ راہب تھا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ اتفاقیہ مجھ کو ایک تحریر ایرنس صاحب کی (جو ایک فاضل مسیحیوں میں سے ہے) منجملہ اس کی اور تحریروں کے جن میں وہ پولوس کے برخلاف ہے نظر سے گذری اس تحریر میں ایرنس صاحب (جو پولوس عیسائی کے مخالف ہیں) اپنے بیان کی صداقت کی بابت انجیل برنباس کا حوالہ دیتے ہیں۔ تب میں اس بات کا نہایت شائق ہوا کہ انجیل برنباس کو میں بھی دیکھوں اور اتفاقاً تقریب یہ نکل آئی کہ خدائے تعالیٰ کے فضل و کرم نے پوپ پنجم کا مجھ سے اتحاد دوستانہ کرا دیا۔ ایک روز جبکہ پوپ موصوف کے کتب خانہ میں ہم دونوں اکٹھے تھے۔ اور پوپ صاحب سو گئے تھے میں نے دل بہلانے کو ان کی کتابوں کا ملاحظہ کرنا شروع کیا۔ سو سب سے پہلے جس کتاب پہ میرا ہاتھ پڑا وہ وہی انجیل برنباس تھی۔ جس کا میں متلاشی تھا۔ اُس کے مل جانے سے مجھے نہایت درجہ کی خوشی پہنچی۔ اور میں نے یہ چاہا کہ ایسی نعمت کو آستین کے نیچے چھپا رکھوں۔ تب میں پوپ صاحب کے جاگنے پر اُن سے رخصت ہو کر وہ آسمانی خزانہ اپنے ساتھ لے گیا جس کے پڑھنے سے مجھے دین اسلام نصیب ہوا۔ دیکھو صفحہ دہم سطر چہارم ترجمہ قرآن شریف جارج سیل صاحب پھر صفحہ ۵۰ سطر ۲۴۔ اسی ترجمہ میں جارج سیل صاحب اپنے عیسائی تعصب کے جوش سے بے دلیل اور مہمل رائے لکھتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ انجیل برنباس میں لفظ پیری قلیط (جس کا ترجمہ محمدؐ ہے) مسلمانوں نے داخل کر دیا ہوگا۔ مگر یقین کیا جاتا ہے کہ یہ کتاب اصلی جعل مسلمانوں کا نہیں یعنے مسلمانوں نے اُس میں صرف اس قدر جعل کیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی پیشگوئی بتصریح نام انہیں لکھ دی ہے۔ اور جعل یہ اسلئے ٹھہرا کہ یہ پیشگوئی صریح صریح اس میں موجود ہے جس کا ماننا حضرات عیسائیوں کو کسی طرح سے منظور ہی نہیں اور لطف یہ کہ آپ ہی اقراری ہیں کہ اس پیشگوئی کو پڑھ کر بڑے بڑے نیک بخت اور فاضل راہب مسلمان ہوتے رہے ہیں۔ فتدبر منہ

اپنے دیباچہ میں اس تقریب کے بیان میں کہ انجیل برنباس میں پیشگوئی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں موجود ہے یہ قصہ تحریر کیا ہے ۔ برنباس کی انجیل پوپ پنجم کے کتب خانہ میں تھی۔ اور ایک راہب جو اُس پوپ کا دوست تھا۔ اور مدت سے اس انجیل کی تلاش میں تھا وہ پوپ کی الماری میں جبکہ پوپ سویا ہؤا تھا اس انجیل کو پاکر بہت خوش ہؤا۔ اور کہا کہ یہ میری وہ مراد ہے جو مدت کے بعد پوری ہوئی اور اس انجیل کو اپنے دوست پوپ کی اجازت سے لے گیا۔ اور نام آنحضرتؐ کا یعنی محمدؐ رسول اللہ کُھلا کُھلا انجیل میں لکھا ہؤا دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ پس اس فاضل انگریز کی اس تحریر سے جو ہمارے پاس موجود ہے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہمیشہ یہ کتاب پوپوں کے کتب خانوں میں چاروں انجیلوں میں شامل کرکے عزت کے ساتھ رکھی جاتی تھی تب ہی تو ایسے ایسے بزرگ اور فاضل راہب اس انجیل کو پڑھ کر مسلمان ہوتے تھے۔ پادری صاحبوں نے مدت تک اپنی کتابوں میں جو ہندوستان میں اگر اردو میں تالیف کیں اس انجیل کا کسی کتاب میں تذکرہ نہیں کیا۔ اور مسلمانوں اور ہندوؤں میں سے ایسے لوگ بہت کم ہوں گے جن کو یہ معلوم ہوگا کہ عیسائیوں کے پاس ان چار انجیلوں کے علاوہ پانچویں انجیل بھی ہے جس کو پڑھ کر بڑے بڑے فاضل اور خدا ترس راہب مسلمان ہوتے رہے ہیں۔ لیکن اب پادری صاحبوں نے اس قدر اپنے مُنہ سے اقرار کرنا شروع کر دیا ہے کہ محمدؐ صاحب کا نام ہماری انجیل برنباس میں لکھا ہؤا تو ضرور ہے مگر خیال کیا جاتا ہے کہ کسی مسلمان نے لکھ دیا ہوگا۔ چنانچہ پادری ٹھاکر داس نے بھی اپنی اظہار عیسوی کے صفحہ ۳۳۲ میں کسی قدر عبارت انجیل برنباس کی جس میں نام آنحضرتؐ یعنی محمدؐ رسول اللہ ایک پیشگوئی حضرت مسیح میں لکھا ہؤا ہے نقل کر کر آخر میں یہی ناکارہ اور فضول عذر پیش کر دیا ہے کہ یہ یا تو کسی عیسائی کا اور یا کسی مسلمان کا جعل ہے لیکن اب تک عیسائی لوگ مسلمانوں کے ان سوالات کے مدیون ہیں کہ وہ جعل کس مسلمان نے کیا اور کب کیا اور کس کس کے روبرو کیا۔ اور کیوں وہ جعلی کتابیں پوپوں کے متبرک کتب خانوں میں الہامی کتابوں کے ساتھ بعزت تمام رکھی گئیں۔ اور کیوں بڑے بڑے راہب اور فاضل پادری اُن کتابوں کو پڑھ کر اور فی الحقیقت سچ سمجھ کر دین اسلام قبول کرتے رہے۔ اگر در خانہ کس است حرفے بس است۔

ایک بڑی پیشگوئی حضرت مسیح کی جو انجیل متی باب ۲۱ میں لکھی ہے۔ آنحضرتؐ کی جلالیت نامہ اور

مظہر تام الوہیت ہونے میں ان لوگوں کے لئے بڑا قوی ثبوت ہے جو ذرہ آنکھیں کھول کر اس پیشگوئی کو پڑھیں۔ کیونکہ اس پیشگوئی میں جو آیت ۳۳ سے شروع ہوتی ہے اُن تینوں قسموں کے قرب کی خوب ہی تصریح کی گئی ہے جنکا ثابت کرنا اس حاشیہ کا اصلی مدعا ہے۔ سو حضرت مسیح علیہ السلام نے اُن نبیوں کو جو شریعت موسوی کی حمایت کے لئے اُن سے پہلے آئے تمثیلی طور پر قرب کے درجہ میں بطور نوکروں کے بیان کیا ہے جو پہلا درجہ ہے اور پھر اپنے لئے قرب کے دوم درجہ کا اشارہ کر کے بیٹے کے لفظ سے اپنے اس مقام قرب کو ظاہر فرمایا ہے۔ اور پھر تیسرا درجہ قرب کا جو مظہر اتم الوہیت ہے وہ شخص قرار دیا جو بیٹے کے مارے جانے کے بعد آئیگا۔ جو باغ کا مالک اور نوکروں کا آقا اور اُس بیٹے کا باپ مجازی طور پر ہے۔*

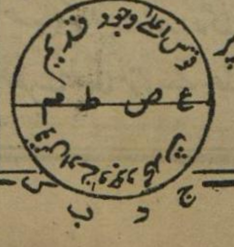
یہ بات نہایت صاف طور پر ظاہر ہے کہ جس طرح نوکروں کے آنے اور بیٹے کے آنے سے مراد وہ نبی تھے جو وقتاً فوقتاً آتے گئے۔ اسی طرح اس تمثیل میں مالک باغ کے آنے سے بھی مراد ایک بڑا نبی ہے جو نوکروں اور بیٹے سے بڑھ کر ہے جس پر تیسرا درجہ قرب کا ختم ہوتا ہے وہ کون ہے؟ وہی نبی ہے جس کا اسی انجیل متی میں فارقلیط کے لفظ سے وعدہ دیا گیا ہے۔ اور جس کا صاف اور صریح نام محمد رسول اللہ انجیل برنباس میں موجود ہے۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ مسیح جیسا ایک نبی قرب کے تینوں درجوں کے بیان کرنے میں صرف دو ٹکڑے اُس میں سے بیان کر کے رہ جائے۔ اور تیسرے ٹکڑہ کے مصداق کی طرف کچھ بھی اشارہ نہ کرے۔ بے شک ہر ایک عاقل اِس پیشگوئی پر غور کر کے بہ یقین کامل سمجھ لے گا۔ کہ یہ تین تمثیلیں تینوں قسم کے نبیوں کی طرف اشارات ہیں۔ اور خود تین قسم کا قرب ایک ایسی ضروری اور شاندار صداقت ہے کہ بجز اس خاص شخص کے جس کی عقل کو طوفان تعصب بکلی تحت الثرا میں لے گیا ہو ہر ایک فرقہ اور قوم کا آدمی معارف یقینیہ سمجھتا ہے۔

---

* حاشیہ:۔ بعض آثار میں آیا ہے کہ حضرت مریم صدیقہ والدہ حضرت مسیح علیہ السلام عالم آخرت میں زوجہ مطہرہ آنحضرت کی ہوگی۔ یہ قول غالباً اُسی مناسبت بیٹے اور باپ سے پیدا ہوا ہے کہ جب عالم تمثیل میں حضرت مسیح آنحضرت کے بطور بیٹے کے ٹھہرے تو اُنکی والدہ بطور زوجہ کے ہوئی۔ منہ

Dr. Hakim Abdul Rashid Arshad
Said Mitha LAHORE

اور یہ بات کیونکر اور کس طرح معلوم ہوا کہ انسان کامل جو سب کاملین سے اکمل اور مظہر اتم مراتب الوہیت اور حقیقی طور پر درجہ سوم قرب سے ممتاز ہے وہ درحقیقت تمام بنی آدم میں سے ایک ہی ہے جو حضرت سیدنا و مولانا محمدؐ ہیں۔ اور باقی سب رُسل و غیر رُسل اُس سے مراتب میں کم ہیں ہاں بعض طبائع ظلّی طور پر حسب اندازہ دائرہ استعداد اپنی کے اُس کمال کو پاتے ہیں مگر حقیقی و اتم و اکمل و اشد و اجلٰی و اصفٰی و ارفع و اعلیٰ طور پر کمال مرتبہ ثالثہ اُسی کو حاصل ہے۔ اس سوال کے جواب میں ہم پہلے بھی کسی قدر تحریر کر آئے ہیں کہ وجدان صحیح اور دلائل معقولہ اس بات کو چاہتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ جو واحد لاشریک ہے اور وحدت کو دوست رکھتا ہے وہ مُصدرِ وحدت ہو یعنی اُس کا طرز پیدائش متفرق اور پریشان طور پر نہ ہو۔ بلکہ اُس نے مخلوقات کے تمام افراد کو ایک احسن انتظام وحدت سے ظہور پذیر کیا ہو۔ اور اِسی پر ہمارا ذاتی مشاہدہ بھی شہادت دے رہا ہے۔ جب ہم چھوٹے چھوٹے کیڑوں سے لے کر انسان تک نظر پہنچاتے ہیں یا ہم ایک ایسے آدمی سے جس کی علمی و عملی قوتیں نہایت ہی ضعیف یا پُر ظلمت ہیں ایک اعلیٰ درجہ کی فطرت پر نگاہ ڈالتے ہیں۔ تو تمام سلسلہ مخلوقات کا ہمیں یوں نظر آتا ہے کہ گویا وہ ایک خط مستقیم عمودی ہے، جس کی ایک طرف ارتفاع اور دوسری طرف انخفاض ہے۔ سو ہمیں اس خط پر نظر ڈالنے سے بناچاری ماننا پڑتا ہے کہ یہ سلسلہ مخلوقات ادنیٰ مخلوق سے لیکر ایک اعلیٰ مخلوق تک پہنچتا ہے۔ اور ایسی عمدہ ترتیب سے یہ سلسلہ اوپر کو چڑھتا جاتا ہے کہ بعض حیوان درمیان میں ایسے آگئے ہیں کہ اُن پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا وہ انسان اور حیوان میں برزخ ہیں۔ مثلاً بندر اور یہ دقیقہ کہ تمام کامل انسانوں میں سے ایک ہی اکمل و اتم انسان پہ اختتام سلسلۂ کائنات ہوتا ہے یہ ایک ایسے دائرہ کے کھینچنے سے جو دو قوسوں پر مشتمل ہو سمجھ میں آسکتا ہے۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ وجودِ واجب و ممکن جس تناسب سے روحانی طور پر واقعہ ہے۔ اگر اس امر معقول کو ایک صورت محسوسہ میں دکھلایا جائے۔ تو ایک ایسے دائرہ کی شکل نکل آئے گی جس کا انقسام دو قوسوں پر ہو گا۔ جن میں سے ایک قوس اعلیٰ اور دوسرا قوس ادنیٰ ہو گا۔ اس طرح پر



قوس اعلیٰ التقسیم و انقسام سے بکلّی منزہ۔ اور درک عقل و فہم و قیاس

وگمان سے بالاتر ہیں لیکن قوس ادنیٰ جو موجودات ممکن الوجود کا قوس ہے وہ باعتبار شدّت وضعف وزیادت ونقصان مراتب متفاوتہ ومختلفہ پر مشتمل ہے۔ کیونکہ یہ بات نہایت ظاہر ہے۔ کہ انسانی ترقیات کا سارا سلسلہ وتر کے کسی ایک ہی نقطہ پر ختم نہیں ہوسکتا۔ وجہ یہ کہ جس نقطہ فطرتیہ سے کوئی نفس اوپر کو ترقی کرنا شروع کرے گا۔ اُس کی سیدھی رفتار اسی نقطہ انتہائی تک ہوگی جو اس کی جبلت اور استعداد کے پیش رُو پڑا ہؤا ہے۔ اب فرض کرو کہ مثلاً نقاط ج د ب ک جو استعدادات مختلفہ انسانیہ کے فطرتی نقطے ہیں نقاط ع ص ط م تک جو ان کے پیش رو نقاط پڑے ہیں جن کی طرف وہ بخط مستقیم قدم بڑھا سکتے ہیں ترقی کریں تو یہ خطوط مستقیمہ ترقی کی اپنی عمودی حالت میں وتر کے اُن ان نقاط کو جاملیں گے جو ٹھیک ٹھیک اُن کے محاذات میں پڑے ہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس سفلی قوس میں ایک نقطہ ایسا بھی ضرور ہے جو ٹھیک ٹھیک نقطہ مرکز کے محاذی ہے۔ اب فرض کرو کہ وہ نقطہ ج ہے جو مرکز ع کے محاذی ہے اسیطرح نقطہ د کا خط ص اور نقطہ ب کا خط ط اور نقطہ ک کا خط م کا محاذی ہے۔ جبکہ یہ امر بہ بداہت ظاہر ہے تو اب ہم کہتے ہیں کہ ثبوت ہندسی سے باستعانت اُنیسویں [۱۹] شکل مقالہ اوّل اقلیدس وستائیسویں [۲۷] شکل مقالہ مذکورہ بپایۂ صداقت پہنچ سکتا ہے۔ کہ اگر کسی طرف محیط کے کئی نقاط فرض کرکے قطر دائرۂ تک خطوط مستقیمہ عمودی حالت میں کھینچے جائیں تو سب سے بڑا وہ خط مستقیم ہوگا جو نقطہ مرکز تک پہنچیگا اور یہ امر اس بات کو ثابت کرنیوالا ہے کہ نقطہ مرکز تمام نقاط وتر قوسین کی نسبت جو ترقیات انسانیہ کے انتہائی نشان ہیں ارفع واعلیٰ ہے۔ پس اس سے بالضرورت ماننا پڑتا ہے کہ جسقدر مختلف استعدادیں قوس بشریت میں داخل ہیں انمیں سے صرف ایک ہی ایسی استعداد ہے جو سب استعدادات کی نسبت بلندتر وکامل تر ہے۔

اور ثبوت اس بات کا جو صاحب اس استعداد کامل کا اصلی وحقیقی طور پر جناب سیدنا ومولنا حضرت محمد مصطفےٰ ؐ ہیں ان پیشگوئیوں سے ہوسکتا ہے جن میں سے بعض کو ہم نے اسی حاشیہ میں لکھدیا ہے۔ اور نیز ایک عمدہ ثبوت اس بات کا قرآن شریف سے بھی مل سکتا ہے۔ کیونکہ کمالیتِ وحی حسب کمالیت مورد وحی ہؤا کرتی ہے جس قدر کسی مورد وحی کی استعداد بلند ہوتی ہے جوہر فطرت مصفا ہوتا ہے۔ جذبات محبت نمایاں ہوتے ہیں۔ اور حرکت شوقیہ میں تیزی اور گرمی

ہوتی ہے اور وفا اور صدق میں قیام اور استحکام ہوتا ہے اُسی قدر اس کی وحی میں کمال ہوتا ہے۔
اب ہماری طرف سے یہ دعویٰ ہے جس کو ہم بمقابل ہر ایک فریق کے ثابت کرنے کو تیار ہیں۔ کہ وحی قرآنی اپنی تعلیم اور اپنے معارف اور برکات اور علوم میں ہر یک وحی سے اقویٰ و اعلیٰ ہے۔ اور اس کے اثبات میں کسی قدر ہم کتاب براہین میں لکھ بھی چکے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور ہم نے اپنی کتاب براہین میں جس کے ساتھ دس ہزار روپیہ کا اشتہار ہے نہایت معقول اور مدلل طور پر ثابت کر دیا ہے کہ فی الحقیقت قرآن شریف اپنے معارف اور حکمتوں اور پُر برکت تاثیروں اور بلاغتوں میں اس حد تک پہنچا ہوا ہے جس تک پہنچنے سے انسانی طاقتیں عاجز ہیں۔ اور جس کا مقابلہ کوئی بشر نہیں کر سکتا۔ اور نہ کوئی دوسری کتاب کر سکتی ہے

قرآن مجید نبی کریمؐ کی رسالت کے ثبوت میں ایک معجزہ ہے۔

اور حقیقی اور کامل معجزہ اپنے نبی کریمؐ کی رسالت ثابت کرنے کے لئے یہی بڑا بھاری معجزہ اہل اسلام کے ہاتھ میں ہمیشہ کے لئے قیامت تک ہے جواب بھی ایسا ہی تازہ بتازہ موجود ہے جیسے آنحضرتؐ کے وقت میں موجود تھا۔ اور اب بھی مخالفوں کو ایسا ہی لاجواب اور رسوا کر رہا ہے جیسے وہ پہلے کرتا تھا۔
اب اس تمام تقریر کا مدعا و خلاصہ یہ ہے کہ عند العقل قرب الٰہی کے مراتب تین قسم پر منقسم ہیں۔
اور تیسرا مرتبہ قرب کا جو مظہر اتم الوہیت اور آئینہ خدا نما ہے حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰؐ کے لئے مسلم ہے۔ جس کی شعاعیں ہزارہا دلوں کو منور کر رہی ہیں اور بے شمار سینوں کو اندرونی ظلمتوں سے پاک کر کے نور قدیم تک پہنچا رہی ہیں۔ وللہ در القائل ؎

محمدؐ عربی بادشاہِ ہر دو سرا ٭ کرے ہے روح قدس جسکے در کی دربانی
اُسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پہ کہتا ہوں ٭ کہ اسکی مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی

کیا ہی خوش نصیب وہ آدمی ہے جس نے محمد مصطفیٰؐ کو پیشوائی کے لئے قبول کیا اور قرآن شریف کو رہنمائی کے لئے اختیار کر لیا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰی قَلْبَنَا لِحُبِّہٖ وَلِحُبِّ رَسُوْلِہٖ

وجمیع عبادہ المقربین۔

تا بروئے من نظر شد از مہر ماہِ مارا	کردست سیم خالص قلبِ سیاہ مارا
لطفِ عمیم دلبر ہر دم مرا بخواند	ہر چند مے زنند ایں اغیار راہ مارا
در کوئے دلستانم چوں خاک کوشب و روز	دیگر زنشاں چہ باشد اقبال و جاہ مارا

(ایضاً ۱۸۳-۲۵۱ حاشیہ)

آنحضرتؐ کے انوار صحبت کا اثر صحابہ کرامؓ پر

"کون اس جماعت کثیر کا دوسری جگہ وجود دکھلا سکتا ہے جو تعداد میں دس ہزار سے بھی زیادہ بڑھ گئی تھی۔ اور کمال اعتقاد اور انکسار اور جانفشانی اور پوری محویت سے سچائی کے حاصل کرنے اور راستی کے سیکھنے کے لئے آستانہ نبوی پر دن رات پڑی رہتی تھی۔ بے شک حضرت موسیٰؑ کو بھی ایک جماعت ملی تھی۔ مگر وہ کیسی اور کس قدر سرکش اور متمرّد اور روحانی صحبت اور صدق قدم سے دُور اور مہجور رہنے والی تھی۔ اس بات کو بائبل کو پڑھنے والے اور یہودیوں کی تاریخ پر نظر ڈالنے والے خوب جانتے ہیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت نے اپنے رسول مقبول کی راہ میں ایسا اتحاد اور ایسی روحانی یگانگت پیدا کر لی تھی کہ اسلامی اخوت کی رُو سے سچ مچ عضو واحد کی طرح ہو گئی تھی۔ اور ان کے روزانہ برتاؤ اور زندگی اور ظاہر و باطن میں انوار نبوت ایسے رچ گئے تھے کہ گویا وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عکسی تصویریں تھے۔ سو یہ بھاری معجزہ اندرونی تبدیلی کا جس کے ذریعہ سے فحش بت پرستی کرنیوالے کامل خدا پرستی تک پہنچ گئے۔ اور ہر دم دنیا میں غرق رہنے والے محبوب حقیقی سے ایسا تعلق پکڑ گئے کہ اُس کی راہ میں پانی کی طرح اپنے خونوں کو بہا دیا۔ یہ دراصل ایک صادق اور کامل نبی کی صحبت میں مخلصانہ قدم سے عمر بسر کرنے کا نتیجہ تھا۔"

(فتح اسلام ص ۲۳-۳۷)

آنحضرتؐ کا مرتبہ اور مقام قرب الٰہی

"جناب سیدنا و مولانا سید الکل و افضل الرسل حضرت خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کے لئے...... ایک اعلیٰ مقام اور برتر مرتبہ ہے۔ جو اُسی ذات کامل الصّفات پر ختم ہو گیا ہے جس کی کیفیت کو پہنچنا بھی کسی دوسرے کا کام نہیں۔ چہ جائیکہ وہ کسی اور کو حاصل ہو سکے۔

شانِ احمدؐ را کہ داند جز خداوندِ کریم | آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم*
زاں نمط شد محوِ دلبر کز کمالِ اتحاد | پیکرِ او شد سراسر صورتِ ربِّ رحیم
بوئے محبوبِ حقیقی میدمد زاں روئے پاک | ذاتِ حقانی صفاتش مظہرِ ذاتِ قدیم
گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال | چوں دلِ احمدؐ نمے بینم دگر عرشِ عظیم
منّت ایزد را کہ من بر رغمِ اہلِ روزگار | صد بلا را میخرم از ذوقِ آں عین النعیم
از عنایاتِ خدا و از فضلِ آں دادارِ پاک | دشمنِ فرعونیانم بہرِ عشقِ آں کلیم
آں مقامِ قُرب خاصش کہ بمن شد عیاں | گفتنے گر دیدمے طبعے دریں راہے سلیم
در رہِ عشقِ محمدؐ ایں سر و جانم رود | ایں تمنا ایں دعا ایں در دلم عزمِ صمیم

اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ عالیہ کی شناخت کے لئے اس قدر لکھنا ضروری ہے کہ مراتبِ قرب و محبّت باعتبار اپنے روحانی درجات کے تین قسم پر منقسم ہیں۔

سب سے ادنیٰ درجہ جو درحقیقت وہ بھی بڑا ہے یہ ہے کہ آتشِ محبتِ الٰہی لوحِ قلبِ انسان کو گرم تو کرے۔ اور ممکن ہے کہ ایسا گرم کرے کہ بعض آگ کے کام اس محرورسی ہو سکیں لیکن یہ کسر باقی رہ جائے کہ اُس متاثر میں آگ کی چمک پیدا نہ ہو۔ اس درجہ کی محبّت پر جب خدا تعالیٰ کی محبت کا شعلہ واقع ہو تو اس شعلہ سے جس قدر روح میں گرمی پیدا ہوتی ہے اس کو سکینت و اطمینان اور کبھی فرشتہ و ملک کے لفظ سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

دوسرا درجہ محبت کا وہ ہے..... جس میں دونوں محبتوں کے ملنے سے آتشِ محبتِ الٰہی لوحِ قلب انسان کو اس قدر گرم کرتی ہے کہ اس میں آگ کی صورت پر ایک چمک پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن اس چمک میں کسی قسم کا اشتعال یا بھڑک نہیں ہوتی۔ فقط ایک چمک ہوتی ہے جس کو روح القدس کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

* احدیّت سے مراد اس جگہ خدائی نہیں بلکہ صفت از خود جدا شدن میں یکتا ہونا مراد ہے۔ از حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بروایت حکیم محمد الدین صاحب مرحوم گوجرانوالوی مہاجرؓ۔ خاکسار مرتب

تیسرا درجہ محبت کا وہ ہے جسمیں ایک نہایت افروختہ شعلہ محبت الٰہی کا انسانی محبت کے مستعد فتیلہ پر پڑکر اُس کو افروختہ کر دیتا ہے۔ اور اُس کے تمام اجزا اور تمام رگ و ریشہ پر استیلاء پکڑ کر اپنے وجود کا اتم اور اکمل مظہر اُس کو بنا دیتا ہے۔ اور اس حالت میں آتشِ محبت الٰہی لوحِ قلب انسان کو نہ صرف ایک چمک بخشتی ہے بلکہ معاً اس چمک کے ساتھ تمام وجود بھڑک اُٹھتا ہے۔ اور اُس کی لوئیں اور شعلے اردگرد کو روز روشن کی طرح روشن کر دیتے ہیں۔ اور کسی قسم کی تاریکی باقی نہیں رہتی۔ اور پورے طور پر اور تمام صفات کاملہ کے ساتھ وہ سارا وجود آگ ہی آگ ہو جاتا ہے۔ اور یہ کیفیت جو ایک آتش افروختہ کی صورت پر دونوں محبتوں کے جوڑ سے پیدا ہو جاتی ہے۔ اُس کو روحِ امین کے نام سے بولتے ہیں۔ کیونکہ یہ ہر یک تاریکی سے امن بخشتی ہے۔ اور ہر یک غبار سے خالی ہے۔ اور اس کا نام شدید القوٰی بھی ہے۔ کیونکہ یہ اعلیٰ درجہ کی طاقتِ وحی ہے جس سے قوی تر وحی متصوّر نہیں۔ اور اس کا نام ذو الافق الاعلیٰ بھی ہے۔ کیونکہ یہ وحی الٰہی کے انتہائی درجہ کی تجلّی ہے۔ اور اسکو رأی مارأی کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کیفیت کا اندازہ تمام مخلوقات کے قیاس اور گمان اور وہم سے باہر ہے۔

اور یہ کیفیت صرف دنیا میں ایک ہی انسان کو ملی ہے جو انسان کامل ہے جس پر تمام سلسلہ انسانیہ کا ختم ہو گیا ہے۔ اور دائرہ استعداداتِ بشریہ کا کمال کو پہنچا ہے۔ اور وہ درحقیقت پیدائش الٰہی کے خط ممتد کی اعلیٰ طرف کا آخری نقطہ ہے جو ارتفاع کے تمام مراتب کا انتہا ہے۔ حکمت الٰہی کے ہاتھ نے ادنیٰ سے ادنیٰ خلقت سے اور اسفل سے اسفل مخلوق سے سلسلہ پیدائش کا شروع کر کے اس اعلیٰ درجہ کے نقطہ تک پہنچا دیا ہے جس کا نام دوسرے لفظوں میں محمدؐ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ نہایت تعریف کیا گیا۔ یعنی کمالات تامہ کا مظہر۔ سو جیسا کہ فطرت کی رُو سے اس نبی کا اعلیٰ اور ارفع مقام تھا۔ ایسا ہی خارجی طور پر بھی اعلیٰ و ارفع مرتبہ وحی کا اُس کو عطا ہوا۔ اور اعلیٰ و ارفع مقام محبت کا ملا۔ یہ وہ مقام عالی ہے۔ کہ میں اور مسیحؑ دونوں اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے۔ اس کا نام مقام جمع اور مقام وحدت تامہ ہے۔ پہلے نبیوں نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر دی ہے۔ اسی پتہ و نشان پر

خبر دی ہے۔ اور اسی مقام کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اور جیسا مسیح اور اس عاجز کا مقام ایسا ہے کہ اس کو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ ایسا ہی یہ وہ مقام عالیشان مقام ہے کہ گذشتہ نبیوں نے استعارہ کے طور پر صاحبِ مقام ہذا کے ظہور کو خدا تعالیٰ کا ظہور قرار دے دیا ہے۔ اور اُس کا آنا خدا تعالیٰ کا آنا ٹھہرایا ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح نے بھی ایک مثال کو پیش کر کے فرمایا ہے کہ انگورستان کا پھل لینے کے لئے اوّل باغ کے مالک نے (جو خدا تعالیٰ ہے) اپنے نوکروں کو بھیجا۔ یعنی ابتداء کے قرب والوں کو جس سے مراد وہ تمام صلحا ہیں جو حضرت مسیح کے زمانہ میں اور اسی صدی میں مگر کسی قدر ان سے پہلے آئے۔ پھر جب باغبانوں نے باغ کا پھل دینے سے انکار کیا۔ تو باغ کے مالک نے تاکید کے طور پر اپنے بیٹے کو اُن کی طرف روانہ کیا تا اُس کو بیٹا سمجھ کر باغ کا پھل اُس کے حوالہ کریں۔ بیٹے سے مراد اس جگہ مسیحؑ ہے جن کو دوسرا درجہ قرب اور محبت کا حاصل ہے۔ مگر باغبانوں نے اُس بیٹے کو بھی باغ کا پھل نہ دیا۔ بلکہ اپنے زعم میں اُسے قتل کر دیا۔ بعد اس کے حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں کہ اب باغ کا مالک خود آئیگا یعنی خدا تعالیٰ خود ظہور فرمائے گا تا باغبانوں کو قتل کر کے باغ کو ایسے لوگوں کو دیدے کہ اپنے وقت پر پھل دے دیا کریں۔ اس جگہ خدا تعالیٰ کے آنے سے مراد حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا ہے۔ جو قرب اور محبت کا تیسرا درجہ اپنے لئے حاصل رکھتے ہیں*۔

---

* ہمارے سید و مولیٰ جناب مقدس خاتم الانبیاء کی نسبت صرف حضرت مسیح نے ہی بیان نہیں کیا کہ آنجناب کا دنیا میں تشریف لانا درحقیقت خدا تعالیٰ کا ظہور فرمانا ہے۔ بلکہ اس طرز کا کلام دوسرے نبیوں نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اپنی اپنی پیشگوئیوں میں بیان کیا ہے۔ اور استعارہ کے طور پر آنجناب کے ظہور کو خدا تعالیٰ کا ظہور قرار دیا ہے۔ بلکہ بوجہ خدائی کے مظہر اتم ہونے کے آنجناب کو خدا کر کے پکارا ہے۔ چنانچہ حضرت داؤد کی زبور میں لکھا ہے تو حسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے۔ تیرے لبوں میں نعمت بنائی گئی۔ اس لئے خدا نے تجھ کو ابد تک مبارک کیا (یعنی خاتم الانبیاء ٹھہرا) اے پہلوان تو جاہ و جلال سے اپنی تلوار حمائل کر کے اپنی ران پر لٹکا۔ امانت اور حلم اور عدالت پر اپنی بزرگواری اور اقبال مندی سے سوار ہو کر تیرا دہنا ہاتھ تجھے ہیبت ناک کام دکھائیگا۔ بادشاہ کے دشمنوں کے

اور یہ سب روحانی مراتب ہیں کہ جو استعارہ کے طور پر مناسب حال الفاظ میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہ نہیں کہ حقیقی ابنیت اس جگہ مراد ہے یا حقیقی الوہیت مراد لی گئی ہے۔"

(توضیح مرام صفحہ ۲۳-۲۹)

ابوطالب کا اظہار کمزوری اور آنحضرتؐ کا استقلال و ثبات

جُب یہ آیتیں اتریں کہ مشرکین رجس ہیں پلید ہیں شرّ البریہ ہیں سُفہا ہیں اور ذریت شیطان

بقیہ حاشیہ :۔ دلوں میں تیرے تیر تیزی کرتے ہیں۔ لوگ تیرے سامنے گر جاتے ہیں! اے خدا تیرا تخت ابدالآباد ہے۔ تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے۔ تو نے صدق سے دوستی اور شر سے دشمنی کی ہے۔ اسی لئے خدا نے جو تیرا خدا ہے خوشی کے روغن سے تیرے مصاحبوں سے زیادہ تجھے معطر کیا ہے۔ دیکھو زبور ۴۵:

اب جاننا چاہیئے کہ زبور کا یہ فقرہ کہ اے خدا تیرا تخت ابدالآباد ہے۔ تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے یہ محض بطور استعارہ ہے جس سے غرض یہ ہے کہ جو روحانی طور پر شان محمدی ہے اُس کو ظاہر کر دیا جائے۔

پھر یسعیاہ نبی کی کتاب میں بھی ایسا ہی لکھا ہے چنانچہ انکی عبارت یہ ہے دیکھو میرا بندہ جسے میں سنبھالونگا۔ میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے میں نے اپنی روح اس پر رکھی۔ وہ قوموں پر راستی ظاہر کریگا وہ نہ چلائیگا۔ اور اپنی صدا بلند نہ کریگا۔ اور اپنی آواز بازاروں میں نہ سنائیگا۔ وہ مسلی ہوئی سینٹھی کو نہ توڑے گا اور سن کو جس سے دھوآں اٹھتا ہے نہ بجھائیگا۔ جب تک کہ راستی کو امن کے ساتھ ظاہر نہ کرے۔ وہ نہ گھٹیگا نہ تھکیگا۔ جب تک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے۔ اور جزیرے اسکی شریعت کے منتظر ہوویں ..... خداوند خدا ایک بہادر کی مانند نکلے گا۔ وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت کو اکسائیگا۔ الخ

اب جاننا چاہیئے کہ یہ فقرہ کہ خداوند خدا ایک بہادر کی مانند نکلیگا یہ بھی بطور استعارہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پرہیبت ظہور کا اظہار کر رہا ہے۔ دیکھو یسعیاہ نبی کی کتاب باب ۴۲۔

اور ایسا ہی اور کئی نبیوں نے اسی استعارہ کو اپنی پیشگوئیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں استعمال کیا ہے مگر چونکہ ان سب مقامات کے لکھنے سے طول ہو جاتا ہے اس لئے بالفعل اسی قدر پر کفایت کرتا ہوں۔ اور میں نے جو اس جگہ تین مراتب قرب اور محبت کے لکھ کر تیسرا مرتبہ جو بزرگترین مراتب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ثابت کیا ہے۔ یہ میری طرف سے ایک اجتہادی خیال نہیں بلکہ الہامی طور پر خدا تعالیٰ نے مجھ پر کھول دیا ہے منہ۔"

ہیں۔ اور اُن کے معبود وَقُودُ النَّارِ حَصَبُ جَہَنَّمَ ہیں۔ تو ابو طالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر کہا کہ اے میرے بھتیجے اب تیری دشنام دہی سے قوم سخت مشتعل ہو گئی ہے۔ اور قریب ہے کہ تجھ کو ہلاک کریں اور ساتھ ہی مجھ کو بھی تو نے اُن کے عقلمندوں کو سفیہ قرار دیا۔ اور اُن کے بزرگوں کو شر البریہ کہا۔ اور اُن کے قابل تعظیم معبودوں کا نام ہیزم جہنم اور وقود النار رکھا۔ اور عام طور پر ان سب کو رجس اور ذریت شیطان اور پلید ٹھہرایا۔ میں تجھے خیر خواہی کی راہ سے کہتا ہوں کہ اپنی زبان کو تھام اور دشنام دہی سے باز آجا۔ ورنہ میں قوم کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں کہا۔ کہ اے چچا یہ دشنام دہی نہیں ہے بلکہ اظہار واقعہ اور نفس الامر کا عین محل پر بیان ہے۔ اور یہی تو کام ہے جس کے لئے میں بھیجا گیا ہوں۔ اگر اس سے مجھے مرنا درپیش ہے تو میں بخوشی اپنے لئے اس موت کو قبول کرتا ہوں۔ میری زندگی اسی راہ میں وقف ہے۔ میں موت کے ڈر سے اظہار حق سے رُک نہیں سکتا۔ اور اے چچا اگر تجھے اپنی کمزوری اور اپنی تکلیف کا خیال ہے تو تُو مجھے پناہ میں رکھنے سے دست بردار ہو جا۔ بخدا مجھے تیری کچھ بھی حاجت نہیں۔ میں احکام الٰہی کے پہنچانے سے کبھی نہیں رکوں گا۔ مجھے اپنے مولیٰ کے احکام جان سے زیادہ عزیز ہیں۔ بخدا اگر میں اس راہ میں مارا جاؤں تو چاہتا ہوں کہ پھر بار بار زندہ ہو کر ہمیشہ اسی راہ میں مرتا رہوں۔ یہ خوف کی جگہ نہیں بلکہ مجھے اس میں بے انتہا لذت ہے کہ اُس کی راہ میں دُکھ اٹھاؤں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ تقریر کر رہے تھے اور چہرہ پر سچائی اور نورانیت سے بھری ہوئی رقت نمایاں ہو رہی تھی۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ تقریر ختم کر چکے۔ تو حق کی روشنی دیکھ کر بے اختیار ابو طالب کے آنسو جاری ہو گئے۔ اور کہا کہ میں تیری اس اعلیٰ حالت سے بے خبر تھا۔ تو اور ہی رنگ میں اور اور ہی شان میں ہے۔ جا اپنے کام میں لگا رہ۔ جب تک میں زندہ ہوں جہاں تک میری طاقت ہے میں تیرا ساتھ دوں گا۔ اب حاصل ٭ کلام یہ ہے کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

٭ یہ سب مضمون ابو طالب کے قصہ کا اگرچہ کتابوں میں درج ہے۔ مگر یہ تمام عبارت الہامی ہے۔ جو خدا تعالیٰ نے اس عاجز کے دل پر نازل کی۔ صرف کوئی کوئی فقرہ تشریح کے لئے اس عاجز کی طرف سے ہے اس الہامی عبارت سے ابو طالب کی ہمدردی اور دلسوزی ظاہر ہے۔ لیکن بکمال یقین یہ بات ثابت ہے کہ یہ ہمدردی پیچھے

ابو طالب کے اعتراض کا خود اپنی زبان مبارک سے جواب دیا۔ درحقیقت وہی جواب ہر ایک معترض کے ساکت کرنے کے لئے کافی و وافی ہے۔ کیونکہ دشنام دہی اور چیز ہے۔ اور بیان واقعہ کا گو وہ کیسا ہی تلخ اور سخت ہو دوسری شئے ہے ۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۱۶-۱۹)

بقیہ حاشیہ۔ سے انوار نبوت و آثار استقامت دیکھ کر پیدا ہوئی تھی ہمارے سید و مولی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑا حصہ عمر کا جو چالیس برس ہے بےکسی اور پریشانی اور یتیمی میں بسر کیا تھا کسی خویش یا قریب نے اس زمانہ تنہائی میں کوئی حق خویشی اور قرابت کا ادا نہیں کیا تھا۔ یہانتک کہ وہ روحانی بادشاہ اپنی صغر سنی کی حالت میں لاوارث بچوں کی طرح بعض بیابان نشین اور خانہ بدوش عورتوں کے حوالہ کیا گیا۔ اور اسی بیکسی اور غریبی کی حالت میں اس سید الانام نے شیر خواری کے دن پورے کئے۔ اور جب کچھ سن تمیز پہنچا تو یتیم اور بیکس بچوں کی طرح جن کا دنیا میں کوئی بھی نہیں ہوتا۔ اُن بیابان نشین لوگوں نے بکریاں چرانے کی خدمت اُس مخدوم العالمین کے سپرد کی۔ اور اس تنگی کے دنوں میں بجز ادنےٰ قسم کے اناجوں یا بکریوں کے دودھ کے اور کوئی غذا نہ تھی۔ جب سن بلوغ پہنچا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کے لئے کسی چچا وغیرہ نے باوجود آنحضرت کے اوّل درجہ کے حسن و جمال کے کچھ فکر نہیں کی بلکہ پچیس ۲۵ برس کی عمر ہونے پر اتفاقی طور پر محض خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک مکہ کی رئیسہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لئے پسند کر کے آپ سے شادی کر لی۔ یہ نہایت تعجب کا مقام ہے کہ جس حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا ابو طالب اور حمزہ اور عباس جیسے موجود تھے۔ اور بالخصوص ابو طالب رئیس مکہ اور اپنی قوم کے سردار بھی تھے اور دنیوی جاہ و حشمت و دولت و مقدرت بہت کچھ رکھتے تھے۔ مگر باوجود ان لوگوں کی ایسی امیرانہ حالت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ایام بڑی مصیبت اور فاقہ کشی اور بے سامانی سے گذرے یہانتک کہ جنگلی لوگوں کی بکریاں چرانے تک نوبت پہنچی۔ اور اس دردناک حالت کو دیکھ کر کسی کے آنسو جاری نہیں ہوئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شباب پہنچنے کے وقت کسی چچا کو خیال تک نہیں آیا کہ آخر ہم بھی تو باپ ہی کی طرح ہیں۔ شادی وغیرہ امور ضروریہ کیلئے کچھ فکر کریں۔ حالانکہ انکے گھر میں اور انکے دوسرے اقارب میں بھی لڑکیاں تھیں۔ سو اس جگہ بالطبع یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسقدر بے مہری اُن لوگوں سے کیوں ظہور میں آئی۔ اسکا واقعی جواب یہی ہے کہ اُن لوگوں نے ہمارے سید و مولی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک لڑکا یتیم ہے جسکا باپ نہ ماں ہے بے سامان ہے جس کے پاس کسی قسم کی جمعیت نہیں نادار ہے جس کے ہاتھ پلے کچھ بھی نہیں ایسے مصیبت زدہ کی ہمدردی سے فائدہ ہی کیا ہے۔ اور اسکو اپنا داماد بنانا تو گویا اپنی لڑکی کو تباہی میں ڈالنا ہے۔ مگر اس بات کی خبر نہیں تھی کہ وہ ایک شہزادہ اور روحانی بادشاہوں کا سردار ہے جس کو دنیا کے تمام خزانوں کی کنجیاں دی جائیں گی ۔ منہ "

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آسمانی زندگی

"یہ بات باتفاق جمیع کتب الٰہیہ ثابت ہے کہ انبیاء و اولیا مرنے کے بعد پھر زندہ ہوجایا کرتے ہیں یعنی ایک قسم کی زندگی انہیں عطا کی جاتی ہے جو دوسروں کو نہیں عطا کی جاتی۔ اسی طرف وہ حدیث اشارہ کرتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ مجھے قبر میں میت رہنے نہیں دے گا* اور زندہ کر کے اپنی طرف اٹھالے گا۔" (ازالہ اوہام ص ۲۴۸-۲۵۰)

*حاشیہ:۔ "اصل ترجمہ حدیث کا یہ ہے کہ میری عزت خدا تعالیٰ کی جناب میں اس سے زیادہ ہے کہ مجھے چالیس دن تک قبر میں رکھے۔ یعنی میں اس مدت کے اندر اندر زندہ ہو کر آسمان کی طرف اٹھایا جاؤں گا۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر میں زندہ ہو جانے اور پھر آسمان کی طرف اٹھائے جانے کی نسبت مسیحؑ کے اٹھائے جانے میں کونسی زیادتی ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ عیسیٰ بن مریم کی حیات حضرت موسیٰؑ کی حیات سے بھی درجہ میں کمتر ہے اور اعتقاد صحیح جس پر اتفاق سلف صالح کا ہے اور نیز معراج کی حدیث بھی اس کی شاہد ناطق ہے۔ یہی ہے کہ انبیاء بحیات جسمی مشابہ بحیات جسمی دنیاوی زندہ ہیں۔ اور شہدا کی نسبت ان کی زندگی اکمل و اقویٰ ہے اور سب سے زیادہ اکمل و اقویٰ و اشرف زندگی ہمارے سید و مولیٰ فداہ نفسی و ابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ حضرت مسیح تو صرف دوسرے آسمان میں اپنے خالہ زاد بھائی اور نیز اپنے مرشد حضرت یحییٰ کے ساتھ مقیم ہیں۔ لیکن ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اعلیٰ مرتبہ آسمان میں جس سے بڑھ کر اور کوئی مرتبہ نہیں تشریف فرما ہیں عِندَ سِدرَةِ المُنتَهٰی بِالرَّفِیقِ الاَعلٰی اور امت کے سلام و صلوات برابر آنحضرت کے حضور میں پہنچائے جاتے ہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَکثَرَ مِمَّا صَلَّیتَ عَلٰی اَحَدٍ مِّن اَنبِیَائِکَ وَبَارِکْ وَسَلِّم۔"

آنحضرتؐ کے بعض اقتداری معجزات

اُس درجۂ لقا میں بعض اوقات انسان سے ایسے امور صادر ہوتے ہیں کہ جو بشریت کی طاقتوں سے بڑھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ اور الٰہی طاقت کا رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں جیسے ہمارے سیّد و مولیٰ سیّد الرسل حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں ایک سنگریزوں کی مٹھی کفار پر چلائی اور وہ مٹھی کسی دُعا کے ذریعہ سے نہیں بلکہ خود اپنی رُوحانی طاقت سے چلائی۔ مگر اُس مٹھی نے خدائی طاقت دکھلائی۔ اور مخالف کی فوج پر ایسا خارق عادت اسکا اثر پڑا کہ کوئی اُن میں سے ایسا نہ رہا کہ جس کی آنکھ پر اس کا اثر نہ پہنچا ہو۔ اور وہ سب اندھوں کی طرح ہو گئے۔ اور ایسی سراسیمگی اور پریشانی ان میں پیدا ہو گئی کہ مدہوشوں کی طرح بھاگنا شروع کیا۔ اسی معجزہ کی طرف اللہ جلشانہٗ اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۔ یعنی جب تو نے اُس مٹھی کو پھینکا وہ تُو نے نہیں پھینکا بلکہ خدا تعالیٰ نے پھینکا۔ یعنی در پردہ الٰہی طاقت کام کر گئی۔ انسانی طاقت کا یہ کام نہ تھا۔

اور ایسا ہی دوسرا معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو شق القمر ہے اسی الٰہی طاقت سے ظہور میں آیا تھا کوئی دعا اُس کے ساتھ شامل نہ تھی۔ کیونکہ وہ صرف انگلی کے اشارہ سے جو الٰہی طاقت سے بھری ہوئی تھی وقوع میں آگیا تھا۔ اور اس قسم کے اور بھی بہت سے معجزات ہیں جو صرف ذاتی اقتدار کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھلائے جن کے ساتھ کوئی دُعا نہ تھی۔ کئی دفعہ تھوڑے سے پانی کو جو صرف ایک پیالہ میں تھا۔ اپنی انگلیوں کو اُس پانی کے اندر داخل کرنے سے اس قدر زیادہ کر دیا کہ تمام لشکر اور اونٹوں اور گھوڑوں نے وہ پانی پیا اور پھر بھی وہ پانی ویسا ہی اپنی مقدار پر موجود تھا۔ اور کئی دفعہ دو چار روٹیوں پر ہاتھ رکھنے سے ہزارہا بھوکوں پیاسوں کا ان سے شکم سیر کر دیا۔ اور بعض اوقات تھوڑے دُودھ کو اپنے لبوں سے برکت دے کر ایک جماعت کا پیٹ اُس سے

بھر دیا۔ اور بعض اوقات شور آب کنوئیں میں اپنے منہ کا لعاب ڈال کر اُس کو نہایت شیریں کر دیا اور بعض اوقات سخت مجروحوں پر اپنا ہاتھ رکھ کر ان کو اچھا کر دیا۔ اور بعض اوقات آنکھوں کو جن کے ڈیلے لڑائی کے کسی صدمہ سے باہر جا پڑے تھے اپنے ہاتھ کی برکت سے پھر درست کر دیا۔ ایسا ہی اور بھی بہت سے کام اپنے ذاتی اقتدار سے کئے۔ جن کے ساتھ ایک چھپی ہوئی طاقت الٰہی مخلوط تھی" (آئینہ کمالات اسلام ص۶۵ و ۶۶)

"ہمارے ہادی و مقتدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اقتداری خوارق نہ صرف آپ ہی دکھلائے بلکہ ان خوارق کا ایک لمبا سلسلہ روز قیامت تک اپنی امت میں چھوڑ دیا جو ہمیشہ اور ہر زمانہ میں حسبِ ضرورتِ زمانہ ظہور میں آ رہا ہے۔ اور اس دنیا کے آخری دنوں تک اسی طرح ظاہر ہوتا رہے گا۔ اور الٰہی طاقت کا پرتوہ جس قدر اس اُمت کی مقدس رُوحوں پر پڑا ہے اس کی نظیر دوسری اُمتوں میں ملنی مشکل ہے۔ پھر کس قدر بیوقوفی ہے کہ ان خارق عادت امور کی وجہ سے کسی کو خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیا جائے۔ اگر ایسے ہی خوارق سے انسان خدا بن سکتا ہے تو پھر خداؤں کا کچھ انتہا بھی ہے؟

لیکن یہ بات اس جگہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اس قسم کے اقتداری خوارق گو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتے ہیں مگر پھر بھی خدا تعالیٰ کے اُن خاص افعال سے جو بلا توسط ارادہ غیرے ظہور میں آتے ہیں کسی طور سے برابری نہیں کر سکتے اور نہ برابر ہونا اُن کا مناسب ہے اسی وجہ سے جب کوئی نبی یا ولی اقتداری طور پر بغیر توسط کسی دُعا کے کوئی ایسا امر خارق عادت دکھلاوے جو انسان کو کسی حیلہ او تدبیر اور علاج سے اُس کی قوت نہیں دی گئی تو نبی کا وہ فعل خدا تعالیٰ کے اُن افعال سے کم رتبہ پر رہے گا جو خود خدا تعالیٰ علانیہ اور بالجہر اپنی قوتِ کاملہ سے ظہور میں لاتا ہے۔ یعنی ایسا اقتداری مُعجزہ بہ نسبت دوسرے الٰہی کاموں کے جو بلاواسطہ اللہ جلّشانہ سے ظہور میں آتے ہیں ضرور کچھ نقص اور کمزوری اپنے اندر موجود رکھتا ہوگا تا سرسری نگاہ والوں کی نظر میں تَشَابُهٌ فِي الْخَلْقِ واقع نہ ہو۔ اسی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا باوجود اس کے کہ کئی دفعہ سانپ بنا۔ لیکن آخر عصا کا عصا ہی رہا۔ اور

حضرت مسیح کی چڑیاں باوجودیکہ معجزہ کے طور پر اُن کا پرواز قرآن کریم سے ثابت ہے مگر پھر بھی مٹّی کی مٹی ہی تھیں اور کہیں خدا تعالیٰ نے یہ نہ فرمایا کہ وہ زندہ بھی ہوگئیں۔ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتداری خوارق میں چونکہ طاقت الٰہی سب سے زیادہ بھری ہوئی تھی کیونکہ وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تجلّیات الٰہیہ کے لئے اتم و اعلیٰ و ارفع و اکمل نمونہ تھا۔ اس لئے ہماری نظریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتداری خوارق کو کسی درجۂ بشریت پر مقرر کرنے سے قاصر ہیں مگر تاہم ہمارا اس پر ایمان ہے کہ اس جگہ بھی اللہ جلّشانہ اور اس کے رسولِ کریم کے فعل میں مخفی طور پر کچھ فرق ضرور ہوگا۔" (ایضاً صفحہ ۶۸،۶۷)

رُوح القدس ہمیشہ آنحضرتؐ کے ساتھ رہا

"ذرہ خوفِ الٰہی کو اپنے دل میں جگہ دے کر سوچنا چاہیئے کہ کیا یہی ادب اور یہی ایمان اور عرفان ہے اور یہی محبّتِ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اِس نقص اور تنزّل کی حالت کو روا رکھا جائے کہ گویا رُوح القدس آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے مدّتوں تک علیحدہ ہو جاتا تھا۔ اور نعوذ باللہ ان مدّتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انوارِ قدسیہ سے جو رُوح القدس کا پرتوہ ہے محروم ہوتے تھے۔ غضب کی بات ہے کہ عیسائی لوگ تو حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت یقینی اور قطعی طور پر یہ اعتقاد رکھیں* کہ رُوح القدس جب سے حضرت مسیح پر نازل ہوا کبھی اُن سے جدا نہیں ہوا۔ اور وہ ہمیشہ اور ہر دم رُوح القدس سے تائید یافتہ تھے۔ یہانتک کہ خواب میں بھی اُن سے رُوح القدس جدا نہیں ہوتا تھا۔ اور اُن کا رُوح القدس کبھی آسمان پر اُن کو اکیلا اور مہجور چھوڑ کر نہیں گیا اور نہ رُوح القدس کی روشنی ایک دم کے لئے بھی کبھی اُن سے جدا ہوئی لیکن مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رُوح القدس آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا بھی ہو جاتا تھا۔ اور اپنے دشمنوں

---

*نوٹ: حضرت مسیح کی نسبت مسلمانوں کا یہی اعتقاد ہے۔ دیکھو تفسیر ابن جریر و ابن کثیر و معالم و فتح البیان و کشاف و تفسیر کبیر و حسینی وغیرہ بموجب آیت وایدناہ بروح القدس افسوس افسوس افسوس منہ

کے سامنے بصراحتِ تمام یہ اقرار کریں کہ رُوح القدس کی دائمی رفاقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عیسیٰؑ کی طرح نصیب نہیں ہوئی ؛

اب سوچو کہ اس سے زیادہ تر اور کیا بے ادبی اور گستاخی ہوگی کہ آنحضرت صلعم کی صریح توہین کی جاتی ہے اور عیسائیوں کو اعتراض کرنے کے لئے موقعہ دیا جاتا ہے۔ اس بات کو کون نہیں جانتا کہ رُوح القدس کا نزول نورانیت کا باعث اور اُس کا جُدا ہو جانا ظلمت اور تاریکی اور بدخیالی اور تفرقۂ ایمان کا موجب ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ اسلام کو ایسے مسلمانوں کے شر سے بچاوے جو کلمہ گو کہلا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم پر ہی حملہ کر رہے ہیں۔ عیسائی لوگ تو حواریوں کی نسبت بھی یہ اعتقاد نہیں رکھتے کہ کبھی اُن سے رُوح القدس جُدا ہوتا تھا۔ بلکہ اُن کا تو یہ عقیدہ ہے کہ وہ لوگ رُوح القدس کا فیض دوسروں کو بھی دیتے تھے۔ لیکن یہ لوگ مسلمان کہلا کر اور مولوی اور محدث اور شیخ الکل نام رکھا کر پھر جناب ختم المرسلین خیر الاولین والآخرین کی شان میں ایسی بدگمانی کرتے ہیں اور اس قدر سخت بدزبانی کر کے پھر خاصے مسلمان کے مسلمان اور دوسرے لوگ انکی نظر میں کافر ہیں ؛ (ایضاً صـــ۷۵،۷۶)

" ان مولویوں نے بات بات میں حضرت عیسیٰؑ کو بڑھایا اور ہمارے سیّد و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی۔ غضب کی بات ہے کہ ان کا عقیدہ حضرت مسیح کی نسبت تو یہ ہو۔ کہ کبھی رُوح القدس ان سے جُدا نہیں ہوتا تھا اور مسِ شیطان سے وہ بری تھے اور یہ دونو باتیں انہیں کی خصوصیت تھی لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی نسبت اُن کا یہ اعتقاد ہو کہ نہ رُوح القدس ہمیشہ اور ہر وقت اُن کے پاس رہا اور نہ وہ نعوذ باللہ نقل کُفر کُفر نباشد مسِ شیطان سے بری تھے۔ باوجود ان باتوں کے یہ لوگ مسلمان کہلاویں ان کی نظر میں ہمارے سیّد و مولیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مُردہ مگر حضرت عیسیٰؑ اب تک زندہ اور عیسیٰؑ کے لئے رُوح القدس دائمی رفیق مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ اس نعمت سے بے بہرہ۔ اور حضرت عیسیٰؑ مسِ شیطان سے محفوظ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم محفوظ نہیں۔ جن لوگوں کے یہ عقائد ہوں اُن کے ہاتھ سے جس قدر دین اسلام کو اس زمانہ میں نقصان پہنچ رہا ہے

کون اُس کا اندازہ کر سکتا ہے۔ یہ لوگ چھپے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے دشمن ہیں۔ چاہیئے کہ ہر یک مسلمان اور سچا عاشقِ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ان سے پرہیز کرے۔ سلف صالح کو سراسر شرارت کی راہ سے اپنے اقوالِ مردُودہ کے ساتھ شامل کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اپنی نابینائی کی وجہ سے سلف صالح کے اقوال کو سمجھ نہیں سکتے اور نہ احادیث نبویہ کی اصل حقیقت تک پُہنچ سکتے ہیں صرف دھوکہ دینے کی راہ سے کہتے ہیں کہ اگر ہمارا یہ حال ہے تو یہی عقیدہ سلف صالح کا ہے۔

اے نادانوں! یہ سلف صالح کا ہرگز طریقہ نہیں۔ اگر صحابہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی نسبت یہ اعتقاد رکھتے کہ کبھی یا مدتوں تک آپ سے رُوح القدس جُدا بھی ہوجاتا تھا تو وہ ہرگز ہر یک وقت اور ہر یک زمانہ کی احادیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے اخذ نہ کرتے۔ ان کی نظر تو اِس آیت پر تھی وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ اگر صحابہ تمہاری طرح مسِّ شیطان کا اعتقاد رکھتے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو سیّد المعصومین کیوں قرار دیتے۔ خدا تعالیٰ سے ڈرو کیوں افترا پر کمر باندھی ہے۔

مصطفیٰؐ را چوں فروتر شد مقام
از مسیحِ ناصری اے طفلِ خام

آنکہ دستِ پاک او دستِ خداست
(ید اللہ فوق ایدیھم ۱۲)
چوں تواں گفتن کہ از روحش جُداست
(یعنی از روح القدس ۱۲)

آنکہ ہر کردار و قولش دینِ ماست
یکدم از جبریل بُعدش چوں رواست

بر امامِ انبیاء ایں افترا
چوں نمے ترسید از قہرِ خُدا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی نسبت صحابہ کا بلا شُبہ یہ اعتقاد تھا کہ آنجناب کا کوئی فعل اور کوئی قول وحی کی آمیزش سے خالی نہیں گو وہ وحی مجمل ہو یا مفصل۔ خفی ہو یا جلی۔ بیّن ہو یا مشتبہ یہانتک کہ جو کچھ آنحضرت صلعم کے خاص معاملات و مکالمات خلوت اور سرمیں بیویوں سے تھے یا جس قدر اکل اور شرب اور لباس کے متعلق اور معاشرت کی ضروریات میں روزمرہ کے خانگی امور تھے سب اِسی خیال سے احادیث میں داخل کئے گئے کہ وہ تمام کام اور کلام رُوح القدس کی روشنی سے ہیں۔ چنانچہ ابوداؤد وغیرہ میں یہ حدیث موجود ہے اور امام احمد

بحیدو سائط عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ نے کہا کہ میں جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا تھا لکھ لیتا تھا تا میں اُس کو حفظ کر لوں۔ پس بعض نے مجھ کو منع کیا کہ ایسا مت کر کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں کبھی غضب سے بھی کلام کرتے ہیں۔ تو میں یہ بات سُن کر لکھنے سے دستکش ہو گیا اور اس بات کا رسول اللہ صلعم کے پاس ذکر کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ اُس ذات کی مجھ کو قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ جو مجھ سے صادر ہوتا ہے خواہ قول ہو یا فعل وہ سب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ انہیں احادیث کی کتابوں میں بعض امور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجتہادی غلطی کا بھی ذکر ہے۔ اگر کل قول و فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وحی سے تھا تو پھر وہ غلطی کیوں ہوئی۔ گو آنحضرتؐ اس پر قائم نہیں رکھے گئے۔ تو اس کا یہ جواب ہے کہ وہ اجتہادی غلطی بھی وحی کی روشنی سے دُور نہیں تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے قبضہ سے ایک دم جُدا نہیں ہوتے تھے۔ پس اُس اجتہادی غلطی کی ایسی ہی مثل ہے۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں چند دفعہ سہو واقع ہُوا تا اُس سے دین کے مسائل پیدا ہوں سو اسی طرح بعض اوقات اجتہادی غلطی ہوئی تا اُس سے بھی تکمیل دین ہو۔ اور بعض باریک مسائل اس کے ذریعہ سے پیدا ہوں۔ اور وہ سہو بشریت بھی تمام لوگوں کی طرح سہو نہ تھا بلکہ دراصل ہمرنگِ وحی تھا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص تصرّف تھا جو نبی کے وجود پر حاوی ہو کر اُس کو کبھی ایسی طرف مائل کر دیتا تھا جس میں خدا تعالیٰ کے بہت مصالح تھے۔ سو ہم اُس اجتہادی غلطی کو بھی وحی سے علیحدہ نہیں سمجھتے۔ کیونکہ وہ ایک معمولی بات نہ تھی بلکہ خدا تعالیٰ اس وقت اپنے نبی کو اپنے قبضہ میں لے کر مصالحِ عام کے لئے ایک نور کو سہو کی صورت میں یا غلط اجتہاد کے پیرایہ میں ظاہر کر دیتا تھا۔ اور پھر ساتھ ہی وحی اپنے جوش میں آ جاتی تھی۔ جیسے ایک چلنے والی نہر کا ایک مصلحت کے لئے پانی روک دیں اور پھر چھوڑ دیں۔ پس اِس جگہ کوئی عقلمند نہیں کہہ سکتا کہ نہر سے پانی خشک ہو گیا یا اُس میں سے اُٹھا لیا گیا۔ یہی حال انبیاء کی اجتہادی غلطی کا ہے کہ رُوح القدس تو کبھی اُن سے علیحدہ نہیں

ہوتا۔ مگر بعض اوقات خداتعالیٰ بعض مصالح کے لئے انبیاء کے فہم اور ادراک کو اپنے قبضہ میں لے لیتا ہے تب کوئی قول یا فعل سہو یا غلطی کی شکل پر اُن سے صادر ہوتا ہے۔ اور وہ حکمت جو ارادہ کی گئی ہے ظاہر ہو جاتی ہے تب پھر وحی کا دریا زور سے چلنے لگتا ہے اور غلطی کو درمیان سے اُٹھا دیا جاتا ہے گویا اُس کا کبھی وجود نہیں تھا۔ حضرت مسیح ایک انجیر کی طرف دوڑے گئے کہ تا اس کا پھل کھائیں اور رُوح القدس ساتھ ہی تھا۔ مگر رُوح القدس نے یہ اطلاع نہ دی کہ اس وقت انجیر پر کوئی پھل نہیں۔ باایں ہمہ یہ سب لوگ جانتے ہیں کہ شاذ و نادر معدوم کے حکم میں ہوتا ہے پس جس حالت میں ہمارے سیّد و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دس لاکھ کے قریب قول و فعل میں سراسر خدائی کا ہی جلوہ نظر آتا ہے اور ہر بات میں حرکات میں سکنات میں اقوال میں افعال میں رُوح القدس کے چمکتے ہوئے انوار نظر آتے ہیں۔ تو پھر اگر ایک آدھ بات میں بشریت کی بھی بُو آوے تو اس سے کیا نقصان۔ بلکہ ضرور تھا کہ بشریت کے تحقق کے لئے کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تا لوگ شرک کی بلا میں مبتلا نہ ہو جائیں ۔

بالآخر ہم چند اقوال پر اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سلف صالح کا ہرگز یہ عقیدہ نہ تھا کہ رُوح القدس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر خاص خاص وقتوں پر نازل ہوتا تھا۔ اور دوسرے اوقات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس سے نعوذ باللہ بکلّی محروم ہوتے تھے۔ از انجملہ وہ قول ہے جو شیخ عبدالحقؔ محدّث دہلوی نے اپنی کتاب مدارجؔ النبوۃ کے صفحہ ۲۴ میں لکھا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ ملائکِ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دائمی رفیق اور قرین ہیں۔ چنانچہ وہ جامع الاصول اور کتاب الوفا سے نقل کرتے ہیں کہ ابتدائے نبوت سے تین برس برابر حضرت اسرافیل ملازم صحبتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رہے۔ اور پھر حضرت جبرائیل دائمی رفاقت کے لئے آئے اور بعد اس کے صاحب سفر السعادت سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سات سال کے تھے جب حضرت اسرافیل کو اللہ جلشانہ کی طرف سے حکم ہُوا کہ آنحضرت صلعم کے ملازم خدمت رہیں۔ پس اسرافیل ہمیشہ اور ہر وقت آنحضرت صلعم کے پاس رہتا تھا اور آنحضرت صلعم کی عمر کا گیارھواں سال پورا ہوتے تک یہی حال تھا۔ مگر اسرافیل بجز کلمہ دو کلمہ کے

اور کوئی بات وحی کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں نہیں ڈالتا تھا۔ ایسا ہی میکائیل بھی آنحضرت کا قرین رہا۔ پھر بعد اس کے حضرت جبرائیل کو حکم ہوا۔ اور وہ پورے اُنتیس سال قبل از وحی ہر وقت قرین اور مصاحبِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ پھر بعد اس کے وحیِ نبوت شروع ہوئی؛

اِس بیان سے ہر یک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ جن بزرگوں نے مثلاً حضرت جبرائیل کی نسبت لکھا ہے کہ وہ نبوت سے پہلے بھی اُنتیس سال تک ہمیشہ اور ہر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی رفیق تھا اُن کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں ہو سکتا تھا کہ جبرائیل کسی وقت آسمان پر بھی چلا جاتا تھا کیونکہ کسی وقت چھوڑ کر چلا جانا دوامِ قرب اور معیتِ غیر منقطع کے منافی ہے۔ لیکن جب ان بزرگوں کا دوسرا عقیدہ بھی دیکھا جائے کہ جبرائیل علیہ السلام کا قرار گاہ آسمان ہی ہے اور وہ ہر ایک وحی آسمان سے ہی لاتا ہے تو ان دونو عقیدوں کے ملانے سے جو تناقض پیدا ہوتا ہے اُس سے رہائی پانے کے لئے بجز اس کے اور کوئی راہ نہیں مل سکتی کہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ جبرائیل علیہ السلام کا آسمان سے اُترنا حقیقی طور پر نہیں بلکہ تمثلی ہے۔ اور جب تمثلی طور پر اُترنا ہوا تو اس میں کچھ حرج نہیں کہ جبرائیل علیہ السلام اپنے تمثلی وجود سے ہمیشہ اور ہر وقت اور ہر دم اور ہر طرفۃ العین انبیاء علیہم السلام کے ساتھ رہے۔ کیونکہ وہ اپنے اصلی وجود کے ساتھ تو آسمان پر ہی ہے" (ایضاً صـ۱۱۱-۱۱۹)

"جو شخص احوال صحابہ میں تامل کرے کہ وہ کیونکہ ہر یک امر اور قول اور فعلِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حجتِ دین سمجھتے تھے۔ اور کیونکر وہ آنحضرت کے ہر یک زمانہ اور ہر یک وقت اور ہر یک دم کو وحی میں مستغرق جانتے تھے۔ تو اس اعتقاد کے رکھنے سے کہ کبھی جبرائیل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر آسمان پر چلا جاتا تھا خدا تعالیٰ سے شرم کرے گا اور ڈریگا کہ ایسا وہم بھی اُس کے دل میں گذرے۔ مگر افسوس کہ ہمارے یہ علماء جو محدّث بھی کہلاتے ہیں کچھ بھی ڈرتے نہیں۔ اگر اُن کے ایسے عقیدوں کو ترک کرنا کفر ہے تو ایسا کفر اگر ملے تو زہے سعادت۔ ہم اُن کے ایسے ایمان سے سخت بیزار ہیں اور خدا تعالیٰ کی طرف اُنکے

ایسے اقوال سے دا رخواہ ہیں جن کی وجہ سے سخت اہانت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفوں میں ہو رہی ہے۔ ان لوگوں کے حق میں کیا کہیں اور کیا لکھیں جنہوں نے کفار کو ہنسی اور ٹھٹھہ کا موقع دیا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کو حضرت عیسیٰؑ کی نسبت ایسا اور اس قدر گھٹا دیا کہ جس کے تصور سے بدن پر لرزہ پڑتا ہے " (ایضاً ص۱۲۵ و ۱۲۶)

" جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں یہ بات نہایت احتیاط سے اپنے حافظہ میں رکھ لینی چاہیئے کہ مقربوں کا رُوح القدس کی تاثیر سے علیحدہ ہونا ایک دم کے لئے بھی ممکن نہیں کیونکہ ان کی نئی زندگی کی رُوح یہی رُوح القدس ہے۔ پھر وہ اپنی رُوح سے کیونکر علیحدہ ہو سکتے ہیں۔ اور جس علیحدگی کا ذکر احادیث اور بعض اشارات قرآن کریم میں پایا جاتا ہے اُس سے مراد صرف ایک قسم کی تجلّی ہے کہ بعض اوقات بوجہ مصالح الٰہی اُس قسم کی تجلّی میں کبھی دیر ہو گئی ہے اور اصطلاح قرآن کریم میں اکثر نزول سے مراد وہی تجلّی ہے ورنہ ذرہ سوچنا چاہیئے کہ جس آفتاب صداقت کے حق میں یہ آیت ہے مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی یعنی اُس کا کوئی نطق اور کوئی کلمہ اپنے نفس اور ہوا کی طرف سے نہیں وہ تو سراسر وحی ہے جو اس کے دل پر نازل ہو رہی ہے اس کی نسبت کیا ہم خیال کر سکتے ہیں کہ وہ مدتوں نورِ وحی سے بکلّی خالی ہی رہ جاتا تھا۔ مثلاً یہ جو منقول ہے کہ بعض دفعہ چالیس[۴۰] دن اور بعض دفعہ بیس[۲۰] دن اور بعض دفعہ اس سے زیادہ ساٹھ دن تک بھی وحی نازل نہیں ہوئی اگر اس عدمِ نزول سے یہ مراد ہے کہ فرشتہ جبرائیل بکلّی آنحضرت صلعم کو اس عرصہ تک چھوڑ کر چلا گیا تو یہ سخت اعتراض پیش آئے گا کہ اس مدت تک جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باتیں کیں کیا وہ احادیث نبویہ میں داخل نہیں تھیں اور کیا وحی غیر متلو اُن کا نام نہیں تھا۔ اور کیا اس عرصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی خواب بھی نہیں آتی تھی جو بلاشبہ وحی میں داخل ہے اور اگر . . . . یہ بات صحیح ہے کہ ضرور مدتوں جبرائیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھی چلا جاتا تھا اور آنحضرت بکلّی وحی سے خالی رہ جاتے تھے تو بلاشبہ ان دنوں کی احادیث . . . . قابل اعتبار نہیں ہوں گی کیونکہ وحی کی روشنی سے خالی ہیں

"......... ان دنوں میں خوابوں کا سلسلہ بھی کلّی بند تھا..... وہ آفتاب صداقت جس کا کوئی دل کا خطرہ بھی بغیر وحی کی تحریک کے نہیں اُس کے بارے میں ان لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ گویا وہ نعوذ باللہ مدتوں ظلمت میں بھی پڑا رہتا تھا اور اس کے ساتھ کوئی روشنی نہ تھی۔ اس عاجز کو اپنے ذاتی تجربہ سے یہ معلوم ہے کہ رُوح القدس کی قدسیت ہر وقت اور ہر دم اور ہر لحظہ بلافصل ملہم کے تمام قویٰ میں کام کرتی رہتی ہے۔ اور وہ بغیر روح القدس اور اُس کی تاثیر قدسیت کے ایک دم بھی اپنے تئیں ناپاکی سے بچا نہیں سکتا۔ اور انوار دائمی اور استقامت دائمی اور محبت دائمی اور عصمت دائمی اور برکات دائمی کا یہی سبب ہوتا ہے کہ رُوح القدس ہمیشہ اور ہر وقت اُن کے ساتھ ہوتا ہے پھر امام المعصومین اور امام المتبرکین اور سید المقربین کی نسبت کیونکر خیال کیا جائے کہ نعوذ باللہ کسی وقت ان تمام برکتوں اور پاکیزگیوں اور روشنیوں سے خالی رہ جاتے تھے۔ افسوس کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰؑ کی نسبت یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ تینتیس ۳۳ برس رُوح القدس ایک دم کے لئے بھی اُن سے جدا نہیں ہؤا مگر اس جگہ اس قُرب سے منکر ہیں۔"

(ایضاً حاشیہ ۹۳-۹۴)

جو نور آنحضرتؐ کو ملا وہ اور کسی کو نہیں ملا

"وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسان کامل کو وہ ملائک میں نہیں تھا۔ نجوم میں نہیں تھا۔ قمر میں نہیں تھا۔ آفتاب میں بھی نہیں تھا۔ وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا۔ صرف انسان میں تھا یعنی انسان کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سیّد و مولیٰ سیّد الانبیاء سیّد الاحیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سو وہ نُور اس انسان کو دیا گیا اور حسب مراتب اُس کے تمام ہمرنگوں کو بھی یعنی اُن لوگوں کو بھی جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے ہیں..... اور یہ شان اعلیٰ اور اکمل اور اتم طور پر ہمارے سیّد ہمارے مولیٰ ہمارے ہادی نبی امّی صادق مصدوق محمد مصطفےٰ صلی اللہ

علیہ وسلم میں پائی جاتی تھی جیسا کہ خود خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْھِیَ لِلّٰہِ۔ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۔

یعنی ان کو کہہ دے کہ میری نماز اور میری پرستش میں جد و جہد اور میری قربانیاں اور میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا سب خدا کے لئے اور اس کی راہ میں ہے وہی خدا جو تمام عالموں کا رب ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں اول المسلمین ہوں یعنی دنیا کی ابتدا سے اُس کے اخیر تک میرے جیسا اور کوئی کامل انسان نہیں جو ایسا اعلیٰ درجہ کا فنافی اللہ ہو جو خدا تعالیٰ کی ساری امانتیں اُس کو واپس دینے والا ہو۔

اس آیت میں اُن نادان موحدوں کا رد ہے جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسرے انبیاء پر فضیلت کلی ثابت نہیں اور ضعیف حدیثوں کو پیش کرکے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ مجھ کو یونس بن متّی سے بھی زیادہ فضیلت دی جائے۔ یہ نادان نہیں سمجھتے کہ اگر وہ حدیث صحیح بھی ہو تب بھی وہ بطور انکسار اور تذلل ہے جو ہمیشہ ہمارے سید صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی۔ ہر ایک بات کا ایک موقعہ اور محل ہوتا ہے۔ اگر کوئی صالح اپنے خط میں احقر عباد اللہ لکھے تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ شخص درحقیقت تمام دنیا یہاں تک کہ بُت پرستوں اور تمام فاسقوں سے بدتر ہے اور خود اقرار کرتا ہے کہ وہ احقر عباد اللہ ہے کس قدر نادانی اور شرارت نفس ہے ؛

غور سے دیکھنا چاہئے کہ جس حالت میں اللہ جلشانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اوّل المسلمین رکھتا ہے اور تمام مطیعوں اور فرمانبرداروں کا سردار ٹھہراتا ہے اور سب سے پہلے امانت کو واپس دینے والا آنحضرت صلعم کو قرار دیتا ہے تو پھر کیا بعد اس کے کسی قرآن کریم کے ماننے والے کو گنجایش ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اعلیٰ میں کسی طرح کا

جرح کر سکے۔ خدا تعالیٰ نے آیت موصوفہ بالا میں اسلام کے لئے کئی مراتب رکھ کر سب مدارج سے اعلیٰ درجہ وہی ٹھہرایا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت کو عنایت فرمایا سبحان اللہ ما اعظم شانک یا رسول اللہ ؎

موسیٰؑ و عیسےٰؑ ہمہ خیلِ تواند ؛ جملہ دریں راہ طفیل تواند

پھر بقیہ ترجمہ یہ ہے کہ اللہ جلشانہ اپنے رسول کو فرماتا ہے کہ اِن کو کہہ دے کہ میری راہ جو ہے وہی راہ سیدھی ہے سو تم اُسی کی پیروی کرو اور اَور اَور راہوں پر مت چلو کہ وہ تمہیں خدا تعالیٰ سے دُور ڈال دیں گی۔ ان کو کہہ دے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو آؤ میرے پیچھے پیچھے چلنا اختیار کرو۔ یعنی میرے طریق پر جو اسلام کی اعلیٰ حقیقت ہے قدم مارو تب خدا تعالیٰ تم سے بھی پیار کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ ان کو کہہ دے کہ میری راہ یہ ہے۔ کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ اپنا تمام وجود خدا تعالیٰ کو سونپ دوں اور اپنے تئیں رب العالمین کے لئے خالص کر لوں یعنے اُس میں فنا ہو کر جیسا کہ وہ رب العالمین ہے میں خادم العالمین بنوں۔ اور ہمہ تن اُسی کا اور اُسی کی راہ کا ہو جاؤں۔ سو میں نے اپنا تمام وجود اور جو کچھ میرا تھا خدا تعالےٰ کا کر دیا ہے اب کچھ بھی میرا نہیں جو کچھ میرا ہے وہ سب اس کا ہے۔"

(ایضاً صفحہ ۱۶۰-۱۶۵)

آنحضرت صلعم کبھی گمراہ نہیں ہوئے

تفسیر آیت وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ط

"جو شخص قرآن کریم کے اسالیبِ کلام کو بخوبی جانتا ہے اُس پر یہ پوشیدہ نہیں کہ بعض اوقات وہ کریم و رحیم جلشانہ اپنے خواص عباد کے لئے ایسا لفظ استعمال کر دیتا ہے کہ بظاہر بدنما ہوتا ہے مگر معنےً نہایت محمود اور تعریف کا کلمہ ہوتا ہے جیسا کہ اللہ جلشانہ نے اپنے نبی کریم کے حق میں فرمایا وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى اب ظاہر ہے کہ ضال کے معنے مشہور اور متعارف جو اہلِ لغت کے مُنہ پر چڑھے ہوئے ہیں گمراہ کے ہیں جس کے اعتبار سے آیت کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے (اے رسول اللہ) تجھ کو گمراہ پایا اور ہدایت دی - حالانکہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی گمراہ نہیں ہوئے اور جو شخص مسلمان ہو کر یہ اعتقاد رکھے کہ کبھی آنحضرت صلعم نے اپنی عمر میں ضلالت کا عمل کیا تھا تو وہ کافر بیدین اور حد شرعی کے لائق ہے بلکہ آیت کے اس جگہ وہ معنے لینے چاہیئے جو آیت کے سیاق اور سباق سے ملتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ جلشانہٗ نے پہلے آنحضرت صلعم کی نسبت فرمایا اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی وَوَجَدَکَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی یعنی خدا تعالیٰ نے تجھے یتیم اور بے کس پایا اور اپنے پاس جگہ دی اور تجھ کو ضال (یعنی عاشق وجہ اللہ) پایا پس اپنی طرف کھینچ لایا۔ اور تجھے درویش پایا پس غنی کر دیا ان معنوں کی صحت پر یہ ذیل کی آیتیں قرینہ ہیں جو ان کے بعد آتی ہیں یعنی یہ کہ فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْھَرْ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْھَرْ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ۔ کیونکہ یہ تمام آیتیں لف نشر مرتب کے طور پر ہیں۔ اور پہلی آیتوں میں جو مدعا مخفی ہے دوسری آیتیں اُسکی تفصیل اور تصریح کرتی ہیں۔ مثلاً پہلے فرمایا اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی اسکے مقابل پر یہ فرمایا فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْھَرْ یعنی یاد کر کہ تو بھی یتیم تھا اور ہم نے تجھکو پناہ دی ایسا ہی تو بھی یتیموں کو پناہ دے۔ پھر بعد اس آیت کے فرمایا وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی اس کے مقابل پر یہ فرمایا وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْھَرْ۔ یعنی یاد کر کہ تو بھی ہمارے وصال اور جمال کا سائل اور ہمارے حقائق اور معارف کا طالب تھا سو جیسا کہ ہم نے باپ کی جگہ ہو کر تیری جسمانی پرورش کی ایسا ہی ہم اُستاد کی جگہ ہو کر تمام دروازے علوم کے تجھ پر کھول دئیے اور اپنے لقا کا شربت سب سے زیادہ عطا فرمایا۔ اور جو تو نے مانگا سب ہم نے تجھ کو دیا۔ سو تو بھی مانگنے والوں کو رد مت کر اور انکو مت جھڑک اور یاد کر کہ تو عائل تھا۔ اور تیری معیشت کے ظاہری اسباب بکلّی منقطع تھے سو خدا خود تیرا متولّی ہوا اور غیروں کی طرف حاجت لے جانے سے تجھے غنی کر دیا۔ نہ تو والد کا محتاج ہوا نہ والدہ کا نہ اُستاد کا اور نہ کسی غیر کی طرف حاجت لے جانیکا بلکہ یہ سارے کام تیرے خدا تعالیٰ نے آپ ہی کر دیئے۔ اور پیدا ہوتے ہی اُس نے تجھ کو آپ سنبھال لیا سو اُس کا شکر بجا لا اور حاجتمندوں سے تو بھی ایسا ہی معاملہ کر۔ اب ان تمام آیات کا مقابلہ کر کے صاف طور پر کھلتا ہے کہ اس جگہ ضالّ کے معنے گمراہ نہیں ہے بلکہ انتہائی درجہ کے تعشق کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ حضرت یعقوبؑ کی نسبت اِسی کے مناسب یہ آیت ہے

اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ؕ (ایضاً صفحہ ۱۷۰-۱۷۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام فنا فی اللہ

تفسیر آیت قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ

"اللہ تعالیٰ جلشانہٗ قرآن کریم میں فرماتا ہے ..... قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا - یعنی اے میرے رب تو مجھے اپنی عظمت اور معرفتِ شئون اور صفات کا علم کامل بخش - اور پھر دوسری جگہ فرمایا وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ان دونوں آیتوں کے ملانے سے معلوم ہوا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو اول المسلمین ٹھہرے تو اس کا یہی باعث ہوا کہ اوروں کی نسبت علوم معرفت الٰہی میں اعلم ہیں یعنے علم ان کا معارف الٰہیہ کے بارے میں سب سے بڑھ کر ہے - اس لئے اُن کا اسلام بھی سب سے اعلیٰ ہے اور وہ اول المسلمین ہیں - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس زیادہ علم کی طرف اس دوسری آیت میں بھی اشارہ ہے جیسا کہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا الجزو ۵ - یعنی خدا تعالیٰ نے تجھ کو وہ علوم عطا کئے جو تو خود بخود نہیں جان سکتا تھا - اور فضل الٰہی سے فیضان الٰہی سب سے زیادہ تیرے پر ہوا یعنے تو معارف الٰہیہ اور اسرار اور علوم ربانی میں سب سے بڑھ گیا اور خدا تعالیٰ نے اپنی معرفت کے عطر کے ساتھ سب سے زیادہ تجھے معطر کیا - غرض علم اور معرفت کو خدا تعالیٰ نے حقیقت اسلامیہ کے حصول کا ذریعہ ٹھہرایا ہے اور اگرچہ حصول حقیقت اسلام کے وسائل اور بھی ہیں جیسے صوم و صلوٰۃ اور دعا اور تمام احکام الٰہی جو چھ سو سے بھی کچھ زیادہ ہیں لیکن علم عظمت و وحدانیت ذات اور معرفت شئون و صفات جلالی و جمالی حضرت باری عزاسمہ وسیلۃ الوسائل اور سب کا موقوف علیہ ہے - کیونکہ جو شخص غافل دل اور معرفت الٰہی سے بکلی بے نصیب ہے، وہ کب توفیق پا سکتا ہے کہ صوم اور صلوٰۃ بجا لاوے یا دعا کرے یا اور خیرات کی طرف مشغول ہو - ان سب اعمال صالح کا محرک تو معرفت ہی ہے - اور یہ تمام دوسرے وسائل در اصل اسی کے پیدا کردہ اور اسی کے

بنین و بنات ہیں۔ اور ابتدا اس معرفت کی پرتوۂ اسم رحمانیت سے ہے نہ کسی عمل سے نہ کسی دُعا سے بلکہ بلا علّت فیضان سے صرف ایک موہبت ہے یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَیُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ مگر یہ معرفت اعمال صالحہ اور حُسن ایمان کے شمول سے زیادہ ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ آخر الہام اور کلام الہٰی کے رنگ میں نزول پکڑ کر تمام صحن سینہ کو اُس نور سے منوّر کر دیتی ہے جس کا نام اسلام ہے۔ اور اس معرفت تامہ کے درجہ پر پہنچ کر اسلام صرف لفظی اسلام نہیں رہتا بلکہ وہ تمام حقیقت اُس کی جو ہم بیان کر چکے ہیں حاصل ہو جاتی ہے۔ اور انسانی رُوح نہایت انکسار سے حضرت احدیّت میں اپنا سر رکھ دیتی ہے تب دونو طرف سے یہ آواز آتی ہے کہ جو میرا ہے سو تیرا ہے۔ یعنی بندہ کی رُوح بھی بولتی ہے اور اقرار کرتی ہے کہ یا الہٰی جو میرا ہے سو تیرا ہے۔ اور خدا تعالیٰ بھی بولتا ہے اور بشارت دیتا ہے کہ اے میرے بندے جو کچھ زمین و آسمان وغیرہ میرے ساتھ ہے وہ سب تیرے ساتھ ہے۔ اسی مرتبہ کی طرف اشارہ اس آیت میں ہے قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا۔ الجزو ۲۴ سُورۃ الزمر یعنے کہہ اے میرے غلامو جنہوں نے اپنے نفسوں پر زیادتی کی ہے کہ تم رحمت الہٰی سے ناامید مت ہو خدا تعالیٰ سارے گناہ بخش دے گا۔ اب اس آیت میں بجائے قُلْ یٰعِبَادَ اللّٰہِ کے جس کے یہ معنے ہیں کہ کہہ اے خدا تعالیٰ کے بندو یہ فرمایا قُلْ یٰعِبَادِیْ۔ یعنی کہہ اے میرے غلامو۔ اس طرز کے اختیار کرنے میں بھید یہی ہے کہ یہ آیت اِس لئے نازل ہوئی ہے کہ تا خدا تعالیٰ بے انتہا رحمتوں کی بشارت دیوے۔ اور جو لوگ کثرت گناہوں سے دل شکستہ ہیں ان کو تسکین بخشے سو اللہ جلّشانہٗ نے اس آیت میں چاہا کہ اپنی رحمتوں کا ایک نمونہ پیش کرے اور بندہ کو دکھلاوے کہ میں کہاں تک اپنے وفادار بندوں کو انعامات خاصہ سے مشرف کرتا ہوں سو اُس نے قُلْ یٰعِبَادِیْ کے لفظ سے یہ ظاہر کیا کہ دیکھو یہ میرا پیارا رسول دیکھو یہ برگزیدہ بندہ کہ کمال طاعت سے کس درجہ تک پہنچا کہ اب جو کچھ میرا ہے وہ اُس کا ہے۔ جو شخص نجات چاہتا ہے

وہ اُس کا غلام ہو جائے یعنی ایسا اُس کی طاعت میں محو ہو جائے کہ گویا اُس کا غلام ہے۔ تب وہ گو کیسا ہی پہلے گنہگار تھا بخشا جائے گا۔ جاننا چاہیئے کہ عبد کا لفظ لغت عرب میں غلام کے معنوں پر بھی بولا جاتا ہے جیسا کہ اللہ جلّشانہ فرماتا ہے وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ اور اِس آیت میں اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص اپنی نجات چاہتا ہو وہ اس نبی سے غلامی کی نسبت پیدا کرے یعنی اُس کے حکم سے باہر نہ جائے اور اُس کے دامنِ طاعت سے اپنے تئیں وابستہ جانے جیسا کہ غلام جانتا ہے تب وہ نجات پائے گا۔

اِس مقام میں اُن کور باطن نام کے موحّدوں پر افسوس آتا ہے کہ جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم سے یہاں تک بُغض رکھتے ہیں کہ اُن کے نزدیک یہ نام کہ غلام نبی۔ غلام رسولؐ۔ غلام مصطفےٰؐ۔ غلام احمدؐ۔ غلام محمدؐ شرک میں داخل ہیں۔ اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ مدارِ نجات یہی نام ہیں۔ اور چونکہ عبد کے مفہوم میں یہ داخل ہے کہ ہر ایک آزادگی اور خود روی سے باہر آجائے اور پورا متّبع اپنے مولیٰ کا ہو۔ اس لئے حق کے طالبوں کو یہ رغبت دی گئی کہ اگر نجات چاہتے ہیں تو یہ مفہوم اپنے اندر پیدا کریں اور درحقیقت یہ آیت اور یہ دوسری آیت قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ازروئے مفہوم کے ایک ہی ہیں کیونکہ کمال اتباع اُس محویت اور اطاعت تامہ کو مُستلزم ہے جو عبد کے مفہوم میں پائی جاتی ہے یہی سرّ ہے کہ جیسے پہلی آیت میں مغفرت کا وعدہ بلکہ محبوب الٰہی بننے کی خوشخبری ہے گویا یہ آیت قُلْ يٰعِبَادِيَ دوسرے لفظوں میں اِس طرح پر ہے کہ قُلْ يٰمُتَّبِعِيَّ یعنے اے میری پیروی کرنے والو جو بکثرت گناہوں میں مبتلا ہو رہے ہو رحمت الٰہی سے نومید مت ہو کہ اللہ جلّشانہٗ بہ برکت میری پیروی کے تمام گناہ بخش دے گا اور اگر عباد سے صرف اللہ تعالیٰ کے بندے ہی مراد لئے جائیں تو معنے خراب ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ ہرگز درست نہیں کہ خدا تعالیٰ بغیر تحقّق شرط ایمان اور بغیر تحقّق شرط پیروی تمام مشرکوں اور کافروں کو یونہی بخش دیوے ایسے معنے تو نصوص بیّنہ

قرآن سے صریح مخالف ہیں ؛
اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ ماحصل اِس آیت کا یہ ہے کہ جو لوگ دل و جان سے تیرے یا رسُول اللہ غلام بن جائیں گے اُن کو وہ نور ایمان اور محبّت اور عشق بخشا جائیگا کہ جو اُنکو غیر اللہ سے رہائی دے دیگا اور وہ گناہوں سے نجات پا جائیں گے اور اسی دنیا میں ایک پاک زندگی اُن کو عطا کی جائے گی اور نفسانی جذبات کی تنگ و تاریک قبروں سے وُہ نکالے جائیں گے اسی کی طرف یہ حدیث اشارہ کرتی ہے اَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیْ یعنی میں وہ مُردوں کو اٹھانیوالا ہوں جس کے قدموں پر لوگ اُٹھائے جاتے ہیں۔ واضح ہو کہ قرآن کریم اس محاورہ سے بھرا پڑا ہے کہ دُنیا مرچکی تھی اور خدا تعالیٰ نے اپنے اِس نبی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر نئے سرے دُنیا کو زندہ کیا جیسا کہ وہ فرماتا ہے اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا یعنی اس بات کو سُن رکھو کہ زمین کو اُس کے مرنے کے بعد خدا تعالیٰ زندہ کرتا ہے۔ پھر اسی کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں فرماتا ہے وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ یعنی انکو روح القدس کیساتھ مدد دی۔ اور روح القدس کی مدد یہ ہے کہ دلوں کو زندہ کرتا ہے اور روحانی موت سے نجات بخشتا ہے اور پاکیزہ قوتیں اور پاکیزہ حواس اور پاک علم عطا فرماتا ہے اور علوم یقینیہ اور براہین قطعیہ سے خدا تعالیٰ کے مقام قرب تک پہنچا دیتا ہے کیونکہ اُس کے مقرّب وہی ہیں جو یقینی طور پر جانتے ہیں کہ وُہ ہے اور یقینی طور پر جانتے ہیں کہ اُس کی قدرتیں اور اُسکی رحمتیں اور اُس کی عقوبتیں اور اس کی عدالتیں سب سچ ہے اور وہ جمیع فیوض کا مبدء اور تمام نظام عالم کا سرچشمہ اور تمام سلسلہ مؤثرات اور متاثرات کا علّت العلل ہے مگر متصرف بالارادہ جس کے ہاتھ میں کُل مَلَکُوْتُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے اور یہ علوم جو مدار نجات ہیں یقینی اور قطعی طور پر بجز اُس حیات کے حاصل نہیں ہو سکتے جو بتوسط رُوح القدس انسان کو ملتی ہے۔ اور قرآن کریم کا بڑے زور شور سے یہ دعوے ہے کہ وہ حیات رُوحانی صرف متابعت اس رسُول کریمؐ سے ملتی ہے اور تمام وہ لوگ جو اس نبی کریمؐ کی متابعت سے سرکش ہیں وُہ مردے

ہیں جن میں اس حیات کی رُوح نہیں ہے -

اور حیاتِ رُوحانی سے مراد انسان کے وہ علمی اور عملی قویٰ ہیں جو رُوح القدس کی تائید سے زندہ ہو جاتے ہیں اور قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ جن احکام پر اللہ جلشانہ انسان کو قائم کرنا چاہتا ہے وہ چھ سو ہیں ایسا ہی اس کے مقابل پر جبرائیل علیہ السلام کے پر بھی چھ سو ہیں اور بیضۂ بشریت جب تک چھ سو حکم کو سر پر رکھ کر جبرائیلؑ کے پروں کے نیچے نہ آوے اُس میں فنافی اللہ ہونے کا بچہ پیدا نہیں ہوتا اور انسانی حقیقت اپنے اندر چھ سو بیضہ کی استعداد رکھتی ہے۔ پس جس شخص کا چھ سو بیضۂ استعداد جبرائیلؑ کے چھ سو پر کے نیچے آگیا وہ انسان کامل اور یہ تولّد اس کا تولّد کامل اور یہ حیات حیات کامل ہے -

اور غور کی نظر سے معلوم ہوتا ہے کہ بیضہ بشریت کے روحانی بچے جو رُوح القدس کی معرفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی برکت سے پیدا ہوئے وہ اپنی کمیّت اور کیفیت اور صورت اور نوع اور حالت میں تمام انبیاء کے بچوں سے اتم اور اکمل ہیں - اِسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ یعنی تم سب اُمّتوں سے بہتر ہو جو لوگوں کی اصلاح کے لئے پیدا کئے گئے ہو اور درحقیقت جس قدر قرآنی تعلیم کے کمالات خاصہ ہیں وہ اُس امّت مرحومہ کے استعدادی کمالات پر شاہد ہیں کیونکہ اللہ جلشانہٗ کی کتابیں ہمیشہ اسی قدر نازل ہوتی ہیں جس قدر اُس اُمّت میں جو تعمیل کتاب کی مکلّف ہے استعداد ہوتی ہے۔ مثلاً انجیل کی نسبت تمام محققین کی یہ رائے ہے کہ اس کی تعلیم کامل نہیں ہے اور وہ ایک ہی پہلو پر چلی جاتی ہے اور دوسرے پہلو کو بکلّی چھوڑ رہی ہے۔ لیکن دراصل یہ قصور اُن استعدادوں کا ہے جن کے لئے انجیل نازل ہوئی تھی چونکہ خدا تعالیٰ نے انسانی استعدادوں کو تدریجاً ترقی دی ہے اس لئے اوائل زمانوں میں اکثر ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے کہ جو غبی اور بلید اور کم عقل اور کم فہم اور کم دل اور کم ہمّت اور کم یقین اور پست خیال اور دنیا کے لالچوں میں پھنسے ہوئے تھے۔ اور دماغی اور دلی قوتیں اُن کی نہایت ہی کمزور تھیں مگر ان زمانوں کے بعد ہمارے سیّد و مولیٰ

نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کا وہ زمانہ آیا جس میں رفتہ رفتہ استعدادیں ترقی کر گئیں گویا دُنیا نے اپنے فطرتی قویٰ میں ایک اور ہی صورت بدل لی پس اُن کی کامل استعدادوں کے موافق کامل تعلیم نے نزول فرمایا ؟" (ایضاً ص ۱۸۶-۱۹۸)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مُردوں کو زندہ کرنا

(ازالہ وہم نور افشاں ۱۳ ر اکتوبر ۱۸۹۲ء)

" انجیل یوحنا ۱۱ باب ۲ آیت میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کا قول یہ لکھا ہے کہ قیامت اور زندگی میں ہی ہوں جو مجھ پر ایمان لاوے اگرچہ وہ مرگیا ہو تو بھی جئے گا یعنی گناہ اور نافرمانی اور غفلت اور کُفر کی موت سے نجات پاکر اطاعت الٰہی کی رُوحانی زندگی حاصل کرے گا۔ انجیل کے اِس فقرہ پر اڈیٹر نور افشاں نے اپنے پرچہ ۱۳ اکتوبر ۱۸۹۲ء میں کم فہمی کی راہ سے لکھا ہے کہ آدم سے تا ایندم کوئی شخص دنیا کی تواریخ میں ایسا نہیں ہوا جس نے ایسا بھاری دعویٰ کیا ہو اور اپنے حق میں ایسے لفظ استعمال کئے ہوں کہ قیامت اور زندگی میں ہوں۔ اور اگر کوئی ایسا کہتا تو اُس کے مطابق ثابت کر دینا غیر ممکن ہوتا لیکن خداوند مسیح نے جیسا دعویٰ اپنے حق میں کیا ویسا ہی اُس کو ثابت بھی کر دکھلایا۔ فقط ۔

ایڈیٹر صاحب کا یہ مقولہ جس قدر راستی اور صداقت سے دُور ہے کسی حقیقت شناس پر مخفی نہیں رہ سکتا۔ واقعی امر یہ ہے کہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام ایسا دعویٰ کرتے کہ زندگی اور قیامت میں ہوں تو چونکہ وہ سچے نبی تھے اس لئے ضرور تھا کہ اس دعویٰ کی سچائی ظاہر ہو جاتی اور حضرت مسیح کی زندگی میں اور بعد اُنکے رُوحانی حیات دُنیا میں بذریعہ ان کے پھیل جاتی ...... حضرت مسیح کی نسبت یہ گمان کرنا کہ اُنہوں نے رُوحانی مُردوں کے زندہ کرنے میں قیامت کا نمونہ دکھلایا سراسر خیال محال اور دعویٰ بے دلیل ہے بلکہ یہ قیامت کا نمونہ رُوحانی حیات کے بخشنے میں اُس ذات کامل الصفات نے دکھلایا جس کا نام نامی محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم ۔ سارا قرآن اوّل سے آخر تک یہ شہادت دے رہا ہے کہ یہ

رسولؐ اس وقت بھیجا گیا تھا کہ جب تمام قومیں دُنیا کی رُوح میں مر چکی تھیں اور فسادِ رُوحانی نے بر و بحر کو ہلاک کر دیا تھا تب اس رسولؐ نے آکر نئے سرے سے دُنیا کو زندہ کیا اور زمین پر توحید کا دریا جاری کر دیا۔ اگر کوئی مُنصف فکر کرے کہ جزیرۂ عرب کے لوگ اوّل کیا تھے اور پھر اس رسولؐ کی پیروی کے بعد کیا ہو گئے اور کیسی اُن کی وحشیانہ حالت اعلیٰ درجہ کی انسانیت تک پہنچ گئی اور کس صدق و صفا سے انہوں نے اپنے ایمان کو اپنے خونوں کے بہانے سے اور اپنی جانوں کے فدا کرنے اور اپنے عزیزوں کو چھوڑنے اور اپنے مالوں اور عزتوں اور آراموں کو خدا تعالیٰ کی راہ میں لگانے سے ثابت کر دکھلایا تو بلاشُبہ ان کی ثابت قدمی اور اُن کا صدق اور اپنے پیارے رسُول کی راہ میں اُن کی جانفشانی ایک اعلیٰ درجہ کی کرامت کے رنگ میں اُس کو نظر آئیگی وہ پاک نظر اُن کے وجودوں پر کچھ ایسا کام کر گئی کہ وہ اپنے آپ سے کھوئے گئے اور انہوں نے فنافی اللہ ہو کر صدق اور راستبازی کے وہ کام دکھلائے جس کی نظیر کِسی قوم میں ملنا مُشکل ہے اور جو کچھ اُنہوں نے عقائد کے طور پر حاصل کیا تھا وہ یہ تعلیم نہ تھی کہ کِسی عاجز انسان کو خدا مانا جائے یا خدا تعالیٰ کو بچوّں کا محتاج ٹھہرایا جائے بلکہ انہوں نے حقیقی خدائے ذُوالجلال کو جو ہمیشہ سے غیر متبدّل اور حیّ قیوم اور ابن اور اب ہونے کی حاجات سے منزّہ اور موت اور پیدایش سے پاک ہے بذریعہ اپنے رسول کریمؐ کے شناخت کر لیا تھا اور وہ لوگ سچ مچ موت کے گڑھے سے نکل کر پاک حیات کے بلند مینار پر کھڑے ہو گئے تھے اور ہر ایک نے ایک تازہ زندگی پالی تھی اور اپنے ایمانوں میں ستاروں کی طرح چمک اُٹھے تھے سو درحقیقت ایک ہی کامل انسان دُنیا میں آیا جس نے ایسے اتم اور اکمل طور پر یہ روحانی قیامت دکھلائی اور ایک زمانہ دراز کے مُردوں اور ہزاروں برسوں کے عظم رمیم کو زندہ کر دکھلایا۔ اُس کے آنے سے قبریں کُھل گئیں اور بوسیدہ ہڈیوں میں جان پڑ گئی اور اُس نے ثابت کر دکھلایا کہ وہی حاشر اور وہی روحانی قیامت ہے جس کے قدموں پر ایک عالم قبروں میں سے نکل آیا اور بشارت وَرَأَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا تمام جزیرۂ عرب پر اثر انداز ہو گئی اور پھر اس قیامت کا نمونہ صحابہ

تک ہی محدود نہ رہا بلکہ اُس خداوند قادر قدیر نے جس نے ہر قوم اور ہر زمانہ اور ہر ملک کے لئے اُس بشیر و نذیر کو مبعوث کیا تھا ہمیشہ کے لئے جاودانی برکتیں اُس کے سچے تابعداروں میں رکھ دیں اور وعدہ کیا کہ وہ نور اور وہ رُوح القدس جو اُس کامل انسانؐ کے صحابہ کو دیا گیا تھا آنے والے متبعین اور صادق الاخلاص لوگوں کو بھی ملے گا جیسا کہ اُس نے فرمایا هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ یعنے وہ رحیم خدا وہ خدا ہے جس نے امیوں میں انہیں میں سے ایک رسُول بھیجا جو اُن پر اُس کی آیتیں پڑھتا ہے اور اُنہیں پاک کرتا ہے اور اُنہیں کتاب اور حکمت سکھلاتا ہے اگرچہ وہ پہلے اس سے صریح گمراہ تھے اور ایسا ہی وہ رسولؐ جو ان کی تربیت کر رہا ہے ایک دوسرے گروہ کی بھی تربیت کرے گا جو انہیں میں سے ہو جائیں گے اور انہیں کے کمالات پیدا کرلیں گے مگر ابھی وہ اُن سے ملے نہیں اور خدا غالب ہے اور حکمت والا ۔

اس جگہ یہ نکتہ یاد رہے کہ آیت وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ میں آخرین کا لفظ مفعول کے محل پر واقع ہے گویا تمام آیت معہ اپنے الفاظ مقدرہ کے یوں ہے هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَیُعَلِّمُ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ یعنی ہمارے خالص اور کامل بندے بجز صحابہ رضی اللہ عنہم کے اور بھی ہیں جن کا گروہ کثیر آخری زمانہ میں پیدا ہو گا اور جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تربیت فرمائی ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس گروہ کی بھی باطنی طور پر تربیت فرمائیں گے یعنی وہ لوگ ایسے زمانہ میں آئیں گے کہ جس زمانہ میں ظاہری افادہ اور استفادہ کا سلسلہ منقطع ہو جائیگا اور مذہب اسلام بہت سی غلطیوں اور بدعتوں سے پُر ہو جائیگا اور فُقرا کے دلوں سے بھی باطنی روشنی جاتی رہے گی تب خدا تعالیٰ کسی نفسِ سعید کو بغیر وسیلہ ظاہری سلسلوں اور طریقوں کے صرف نبی کریمؐ کی روحانیت کی تربیت سے کمال

روحانی تک پہنچاوے گا اور اس کو ایک گروہ بنائے گا اور وہ گروہ صحابہ کے گروہ سے نہایت شدید مشابہت پیدا کرے گا کیونکہ وہ تمام و کمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی زراعت ہوگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان ان میں جاری و ساری ہوگا اور صحابہؓ سے وہ ملیں گے یعنی اپنے کمالات کے رُو سے اُن کے مشابہ ہو جائیں گے اور اُن کو خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہی موقعہ ثواب حاصل کرنے کے حاصل ہو جائیں گے جو صحابہؓ کو حاصل ہوئے تھے اور بباعث تنہائی اور بیکسی اور پھر ثابت قدمی کے اُسی طرح خدا تعالیٰ کے نزدیک صادق سمجھے جائیں گے کہ جس طرح صحابہ سمجھے گئے تھے کیونکہ یہ زمانہ بہت سی آفتوں اور فتنوں اور بے ایمانی کے پھیلنے کا زمانہ ہوگا اور راستبازوں کو وہی مشکلات پیش آجائیں گی جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو پیش آئی تھیں۔ اس لئے وہ ثابت قدمی دکھلانے کے بعد صحابہ کے مرتبہ پر شمار ہوں گے لیکن درمیانی زمانہ فیج اعوج ہے جس میں بباعث رُعب اور شوکت سلاطین اسلام اور کثرت اسباب تنعم صحابہ کے قدم پر قدم رکھنے والے اور اُن کے مراتب کو ظلی طور پر حاصل کرنے والے بہت ہی کم تھے مگر آخری زمانہ اوّل زمانہ کے مشابہ ہوگا۔ کیونکہ اس زمانہ کے لوگوں پر غربت طاری ہو جائے گی اور بجز ایمانی قوت کے اور کوئی سہارا ابتلاؤں کے مقابلہ پر ان کے لئے نہ ہوگا سو اُن کا ایمان خدا تعالیٰ کے نزدیک ایسا مضبوط اور ثابت ہوگا کہ اگر ایمان آسمان پر چلا جاتا تب بھی وہ اُس کو زمین پر لے آتے یعنی اُن پر زلزلے آئیں گے اور وہ آزمائے جائیں گے اور سخت فتنے اُن کو گھیریں گے لیکن وہ ایسے ثابت قدم نکلیں گے کہ اگر ایمان افلاک پر بھی ہوتا تب بھی اُس کو نہ چھوڑتے سو یہ تعریف کہ وہ ایمان کو آسمان پر سے بھی لے آتے اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ وہ ایسے زمانہ میں آئیں گے کہ جب چاروں طرف بے ایمانی پھیلی ہوئی ہوگی اور خدا تعالیٰ کی سچی محبت دلوں سے نکل جائے گی مگر اُن کا ایمان ان دنوں میں بڑے زور میں ہوگا۔ اور خدا تعالیٰ کے لئے بلاکشی کی اُن میں بہت قوت ہوگی اور صدق اور ثبات بے انتہا ہوگا۔ نہ کوئی خوف اُن کے لئے مانع ہوگا اور نہ کوئی دنیوی امید اُن کو سُست کرے گی اور ایمانی

قُوت انہیں باتوں سے آزمائی جاتی ہے کہ ایسی آزمائشوں کے وقت اور بے ایمانی کے زمانہ میں ثابت نکلے سو اس حدیث میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ اُس گروہ کا اُسی وقت میں آنا ضروری ہے جبکہ اُس کی آزمائش کے لئے ایسے ایسے اسباب موجود ہوں اور دنیا حقیقی ایمان سے ایسی دُور ہو کہ گویا خالی ہو"۔ (ایضاً صـ ۱۹۹-۲۱۳)

"اب پھر ہم پرچہ نور افشاں کے بے بُنیاد دعویٰ کے ابطال کی غرض سے لکھتے ہیں کہ اگر اس محرّف مبدّل انجیل کی نسبت جو عیسائیوں کے ہاتھ میں ہے خاموش رہ کر اس فقرہ کو صحیح بھی سمجھا جائے کہ حضرت مسیحؑ نے ضرور یہ دعویٰ کیا ہے کہ قیامت اور زندگی میں ہوں تو اس سے کچھ حاصل نہیں کیونکہ ایسا دعویٰ جو اپنے ساتھ اپنا ثبوت نہیں رکھتا کسی کے لئے موجب فضیلت نہیں ہو سکتا۔ اگر ایک انسان ایک امر کی نسبت دعویٰ تو نہ کرے مگر وہ امر کر دکھلائے تو اُس دوسرے انسان سے بدرجہا بہتر ہے کہ دعویٰ تو کرے مگر اثبات دعویٰ سے عاجز رہے انجیل خود شہادت دے رہی ہے کہ حضرت مسیحؑ کا دعویٰ اوروں کی نسبت تو کیا خود حواریوں کی حالت پر نظر ڈالنے سے ایک معترض کی نظر میں سخت قابل اعتراض ٹھہرتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح اپنے حواریوں کو بھی نفسانی قبروں میں ہی چھوڑ گئے۔ اور جب ہم حضرت مسیح کے اس دعویٰ کو حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ سے مقابلہ کرتے ہیں تو اُس دعویٰ اور اس دعویٰ میں ظُلمت اور نُور کا فرق دکھائی دیتا ہے۔ حضرت مسیحؑ کا دعویٰ عدم ثبوت کے ایک تنگ و تاریک گڑھے میں گرا ہوا ہے اور کوئی نور اپنے ساتھ نہیں رکھتا لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ آفتاب کی طرح چمک رہا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جاودانی زندگی پر یہ بھی بڑی ایک بھاری دلیل ہے کہ حضرتؐ ممدوح کا فیضِ جاودانی جاری ہے اور جو شخص اس زمانہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہے وہ بلاشبہ قبر میں سے اُٹھایا جاتا ہے اور ایک روحانی زندگی اس کو بخشی جاتی ہے نہ صرف خیالی طور پر بلکہ آثار صحیحہ صادقہ اُس کے ظاہر ہوتے ہیں اور آسمانی مددیں اور سماوی برکتیں اور رُوح القدس کی خارق عادت تائیدیں اس کے شامل حال ہو جاتی ہیں۔

اور وہ تمام دُنیا کے انسانوں میں سے ایک متفرد انسان ہو جاتا ہے یہانتک کہ خدا تعالیٰ اُس سے ہمکلام ہوتا ہے اور اپنے اسرار خاصہ اُس پر ظاہر کرتا ہے اور اپنے حقائق و معارف کھولتا ہے اور اپنی محبت اور عنایت کے چمکتے ہوئے علامات اُس میں نمودار کر دیتا ہے اور اپنی نصرتیں اُس پر اتارتا ہے اور اپنی برکات اُس میں رکھ دیتا ہے اور اپنی ربوبیت کا آئینہ اُس کو بنا دیتا ہے اُس کی زبان پر حکمت جاری ہوتی ہے اور اُس کے دل سے نکات لطیفہ کے چشمے نکلتے ہیں اور پوشیدہ بھید اُس پر آشکار کئے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ ایک عظیم الشان تجلّی اُس پر فرماتا ہے اور اُس سے نہایت قریب ہو جاتا ہے اور وہ اپنی استجابت دعاؤں میں اور اپنی قبولیتوں میں اور فتح ابوابِ معرفت میں اور انکشافِ اسرارِ غیبیہ میں اور نزولِ برکات میں سب سے اوپر اور سب پر غالب رہتا ہے۔ چنانچہ اس عاجز نے خدا تعالیٰ سے مامور ہو کر انہیں امور کی نسبت اور اسی اتمام حجت کی غرض سے کئی ہزار رجسٹری شدہ خط ایشیا اور یورپ اور امریکہ کے نامی مخالفوں کی طرف روانہ کئے تھے تا اگر کسی کا یہ دعویٰ ہو کہ رُوحانی حیات بجز اتباع خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور ذریعہ سے بھی مل سکتی ہے تو وہ اِس عاجز کا مقابلہ کرے اور اگر یہ نہیں تو طالب حق بنکر یکطرفہ برکات اور آیات اور نشانوں کے مشاہدہ کے لئے حاضر آوے لیکن کسی نے صدق اور نیک نیتی سے اِس طرف رُخ نہ کیا اور اپنی کنارہ کشی سے ثابت کر دیا کہ وہ سب تاریکی میں گرے ہوئے ہیں۔" (ایضاً صـ۲۲۰-۲۲۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت شُہب ثاقبہ کا گرنا

"وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى الجزو ۲۷ سورۃ النجم۔ یعنی قسم ہے تارے کی جب طلوع کرے یا گرے کہ تمہارا صاحب بے راہ نہیں ہوا اور نہ بہک گیا اور وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتا بلکہ اُس کی ہر یک کلام تو وحی ہے

جو نازل ہو رہی ہے جس کو سخت قوت والے یعنے جبرائیل نے سکھلایا ہے وہ صاحب قوت اُسکو پورے طور پر نظر آیا اور وہ کنارہ بلند پر تھا ؀

اِس قسم کے کھانے سے مدّعا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اکثر کفار کی نظر میں ایک نظری امر ہے۔ اُن کے اُن مسلمات کی رُو سے ثابت کر کے دکھلایا جاوے جو اُن کی نظر میں بدیہی کا حکم رکھتے تھے ؀

اب جاننا چاہئے کہ عرب کے لوگ بوجہ ان خیالات کے جو کاہنوں کے ذریعہ سے اُن میں پھیل گئے تھے نہایت شدید اعتقاد سے ان باتوں کو مانتے تھے کہ جس وقت کثرت سے ستارے یعنی شہب گرتے ہیں تو کوئی بڑا عظیم الشان انسان پیدا ہوتا ہے خاص کر اُن کے کاہن جو ارواح خبیثہ سے کچھ تعلق پیدا کر لیتے تھے اور اخبار غیبیہ تبلایا کرتے تھے اُن کا تو گویا پختہ اور یقینی عقیدہ تھا کہ کثرت شہب یعنی تاروں کا معمولی اندازہ سے بہت زیادہ ٹوٹنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کوئی نبی دُنیا میں پیدا ہونے والا ہے اور ایسا اتفاق ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت کے وقت حد سے زیادہ سقوط شُہُب ہوا۔ جیسا کہ سورۃ الجن میں خدا تعالےٰ نے اس واقعہ کی شہادت دی ہے۔ اور حکایۃً عن الجنّات فرمایا ہے۔ وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰھَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِیْدًا وَّشُھُبًا وَّاَنَّا کُنَّا نَقْعُدُ مِنْھَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ یَّسْتَمِعِ الْاٰنَ یَجِدْ لَہٗ شِھَابًا رَّصَدًا ۔ سورۃ الجن الجزو نمبر ۲۹ یعنی ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو اُس کو چوکیداروں سے یعنی فرشتوں سے اور شعلوں سے بھرا ہوا پایا اور ہم پہلے اس سے امور غیبیہ کے سُننے کے لئے آسمان میں گھات میں بیٹھا کرتے تھے اور اب جب ہم سُننا چاہتے ہیں تو گھات میں ایک شُعلہ کو پاتے ہیں جو ہم پر گرتا ہے۔

ان آیات کی تائید میں کثرت سے احادیث پائی جاتی ہیں۔ بخاری مُسلم - ابو داؤد ترمذی۔ ابن ماجہ وغیرہ سب اِس قسم کی حدیثیں اپنی تالیفات میں لائے ہیں کہ شہب کا گرنا شیاطین کے ردّ کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ اور امام احمد ابن عباس رضؓ سے روایت کرتے ہیں کہ شہب جاہلیت کے زمانہ میں بھی گرتے تھے لیکن ان کی کثرت اور غلظت بعثت کے وقت میں

ہوئی چنانچہ تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت جب کثرت سے شہب گرے تو اہل طائف بہت ہی ڈر گئے اور کہنے لگے کہ شاید آسمان کے لوگوں میں تہلکہ پڑگیا تب ایک نے اُن میں سے کہا کہ ستاروں کی قرارگاہوں کو دیکھو اگر وہ اپنے محل اور موقع سے ٹل گئے ہیں تو آسمان کے لوگوں پر کوئی تباہی آئی ورنہ یہ نشان جو آسمان پر ظاہر ہوا ہے ابن ابی کبشہ کی وجہ سے ہے (وہ لوگ شرارت کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابن ابی کبشہ کہتے تھے)، غرض عرب کے لوگوں کے دلوں میں یہ بات جمی ہوئی تھی کہ جب کوئی نبی دنیا میں آتا ہے یا کوئی اور عظیم الشان آدمی پیدا ہوتا ہے تو کثرت سے تارے ٹوٹتے ہیں۔ اسی وجہ سے بمناسبت خیالات عرب کے شہب کے گرنے کی خدا تعالیٰ نے قسم کھائی جس کا مدعا یہ ہے کہ تم لوگ خود تسلیم کرتے ہو اور تمہارے کاہن اس بات کو مانتے ہیں کہ جب کثرت سے شہب گرتے ہیں تو کوئی نبی یا ملہم من اللہ پیدا ہوتا ہے تو پھر انکار کی کیا وجہ ہے۔ چونکہ شہب کا کثرت سے گرنا عرب کے کاہنوں کی نظر میں اس بات کے ثبوت کے لئے ایک بدیہی امر تھا کہ کوئی نبی اور ملہم من اللہ پیدا ہوتا ہے اور عرب کے لوگ کاہنوں کے ایسے تابع تھے جیسا کہ ایک مرید مرشد کا تابع ہوتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے وہی بدیہی امر اُن کے سامنے قسم کے پیرایہ میں پیش کیا تا اُن کو اس سچائی کی طرف توجہ پیدا ہو کہ یہ کاروبار خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے انسان کا ساختہ پرداختہ نہیں۔"

(ایضاً صفحہ ۱۰۳-۱۰۷)

آنحضرت صلعم کے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی

آپؐ تمام انبیاء کے نام اپنے اندر جمع رکھتے ہیں

"مسیح نے یوحنا کی انجیل کے ۱۶ باب میں کہا ہے۔ کہ میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تم پاس نہ آئیگا پھر اگر میں جاؤں تو اُسے تم پاس بھیج دوں گا اور وہ آکر دنیا کو گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیروار

ٹھہرائیگا گناہ سے اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لائے۔ راستی سے اس لئے
کہ میں اپنے باپ پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ عدالت سے
اس لئے کہ اس جہان کے سردار پر حکم کیا گیا ہے۔ جب وہ روح حق آئے گی
تو تمہیں ساری سچائی کی راہ بتادیگی وہ رُوح حق میری بزرگی کریگی اس لئے کہ
وہ میری چیزوں سے پائیگی۔ ۱۴۔ وہ تسلّی دینے والا جسے باپ میرے نام سے
بھیجے گا وہی تمہیں سب چیزیں سکھائیگا۔ لوقا ۱۴۔ میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ مجھ کو
نہ دیکھو گے اُس وقت تک کہ تم کہو گے مبارک ہے وہ جو خداوند کے نام پر
(یعنے مسیح علیہ السلام کے نام پر) آتا ہے۔

اِن آیات میں مسیح کا یہ فقرہ کہ میں اُسے تم پاس بھیج دوں گا اس بات پر صاف دلالت کرتا
ہے کہ مسیح کی رُوحانیت اس کے آنے کے لئے تقاضا کرے گی اور یہ فقرہ کہ باپ اُس کو میرے
نام سے بھیجے گا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ آنیوالا مسیح کی تمام روحانیت پائے گا
اور اپنے کمالات کی ایک شاخ کی رُو سے وہ مسیح ہو گا جیسا کہ ایک شاخ کی رُو سے وہ
موسیٰؑ ہے۔

بات یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم تمام انبیاء کے نام اپنے اندر جمع رکھتے
ہیں کیونکہ وہ وجود پاک جامع کمالات متفرقہ ہے پس وہ مُوسیٰؑ بھی ہے اور عیسیٰؑ بھی اور آدمؑ
بھی اور ابراھیمؑ بھی اور یوسفؑ بھی اور یعقوبؑ بھی۔ اسی کی طرف اللہ جلشانہٗ اشارہ فرماتا ہے
فَبِھُدٰىھُمُ اقْتَدِہْ یعنے اے رسول اللہ تو ان تمام ہدایات متفرقہ کو اپنے وجود میں جمع
کرلے جو ہر یک نبی خاص طور پر اپنے ساتھ رکھتا تھا پس اِس سے ثابت ہے کہ تمام انبیا کی شانیں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں شامل تھیں اور درحقیقت محمدؐ کا نام صلی اللہ علیہ وسلم
اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کیونکہ محمدؐ کے یہ معنے ہیں کہ بغایت تعریف کیا گیا اور غایت درجہ
کی تعریف تبھی متصور ہو سکتی ہے کہ جب انبیاء کے تمام کمالات متفرقہ اور صفاتِ خاصہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع ہوں۔ چنانچہ قرآن کریم کی بہت سی آیتیں جن کا اس وقت

لکھنا موجب طوالت ہے اسی پر دلالت کرتی بلکہ بصراحت تبلاتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک باعتبار اپنی صفات اور کمالات کے مجموعۂ انبیاء تھی اور ہر یک نبی نے اپنے وجود کے ساتھ مناسبت پاکر یہی خیال کیا کہ میرے نام پر وہ آنے والا ہے اور قرآن کریم ایک جگہ فرماتا ہے کہ سب سے زیادہ ابراہیمؑ سے مناسبت رکھنے والا یہ نبی ہے۔ اور بخاری میں ایک حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ میری مسیح سے بشدّت مناسبت ہے اور اس کے وجود سے میرا وجود ملا ہوا ہے۔ پس اس حدیث میں حضرت مسیحؑ کے اُس فقرہ کی تصدیق ہے کہ وہ نبی میرے نام پر آئیگا سو ایسا ہی ہوا کہ ہمارا مسیح صلی اللہ علیہ وسلّم جب آیا تو اُس نے مسیح ناصری کے ناتمام کاموں کو پورا کیا اور اس کی صداقت کے لئے گواہی دی اور اُن تہمتوں سے اُس کو بری قرار دیا جو یہود اور نصاریٰ نے اُس پر لگائی تھیں اور مسیحؑ کی روح کو خوشی پہنچائی ؎ (ایضاً صفحہ ۳۴۲-۳۴۳)

آنحضرتؐ کی دُعاؤں کی قوّت تکوین

؎ یہ بات ارباب کشف اور کمال کے نزدیک بڑے بڑے تجارب سے ثابت ہو چکی ہے کہ کامل کی دُعا میں ایک قوت تکوین پیدا ہو جاتی ہے۔ یعنی باذنہٖ تعالیٰ وہ دعا عالم سفلی اور علوی میں تصرّف کرتی ہے۔ اور عناصر اور اجرام فلکی اور انسانوں کے دلوں کو اُس طرف لے آتی ہے جو طرف مویّد مطلوب ہے۔ خدا تعالیٰ کی پاک کتابوں میں اس کی نظیریں کچھ کم نہیں ہیں۔ بلکہ اعجاز کے بعض اقسام کی حقیقت بھی دراصل استجابت دعا ہی ہے۔ اور جس قدر ہزاروں معجزات انبیاء سے ظہور میں آئے ہیں یا جو کچھ کہ اولیائے کرام ان دنوں تک عجائب کرامات دکھلاتے رہے اُس کا اصل اور منبع یہی دُعا ہے۔ اور اکثر دعاؤں کے اثر سے ہی طرح طرح کے خوارق قدرتِ قادر کا تماشا دکھلا رہے ہیں وہ جو عرب کے بیابانی مُلک میں ایک عجیب ماجرا گذرا کہ لاکھوں مُردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے۔ اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے۔ اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف

جاری ہوئے۔ اور دنیا میں یکدفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اُس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دُنیا میں شور مچا دیا۔ اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اُس اُمّی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَآلِہٖ بِعَدَدِ ھَمِّہٖ وَغَمِّہٖ وَحُزْنِہٖ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ وَاَنْزِلْ عَلَیْہِ اَنْوَارَ رَحْمَتِکَ اِلَی الْاَبَدِ۔

(برکات الدعا ص)

سب سے کامل انسان اور کامل نبی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

”وہ انسان جس نے اپنی ذات سے اپنی صفات سے اپنے افعال سے اپنے اعمال سے اور اپنے رُوحانی اور پاک قویٰ کے پُرزور دریا سے کمال تام کا نمونہ علماً و عملاً و صدقاً و ثباتاً دکھلایا۔ اور انسان کامل کہلایا ...... وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسان کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے رُوحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم کا عالم مرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہو گیا وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیاء ختم المرسلین فخر النبیین جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اے پیارے خدا اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداء دنیا سے تونے کسی پر نہ بھیجا ہو۔ اگر یہ عظیم الشان نبی دنیا میں نہ آتا تو پھر جس قدر چھوٹے چھوٹے نبی دنیا میں آئے جیسا کہ یونسؑ اور ایوبؑ اور مسیح بن مریم اور ملاکیؑ اور یحیےؑ اور زکریاؑ وغیرہ وغیرہ ان کی سچائی پر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہیں تھی اگرچہ سب مقرب اور وجیہہ اور خدا تعالیٰ کے پیارے تھے۔ یہ اُسی نبی کا احسان ہے کہ یہ لوگ بھی دنیا میں سچے سمجھے گئے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

(اتمام الحجہ ص۲۸)

ہجرت نبویؐ مدینہ کیلئے طلوع آفتاب

اور مکہ کے لئے غروب آفتاب تھی

"بدر کی فتح کے لئے ایک دن کا وعدہ دیا گیا اور لکھا گیا کہ صرف ایک دن کی میعاد ہے۔ . . . . . . اُس دن سے مراد برس تھا۔ اور دن سے مناسبت یہ تھی کہ یہ فتح بھی دو تغیرّوں کے اندر تھی ایک یہ تغیرّ عظیم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اپنے آبائی شہر سے ہجرت کے طور پر نکلے اور اُس آفتاب صداقت نے مدینہ کی طرف رجوع کیا۔ دوسرے یہ کہ اُس آفتاب کا مدینہ منوّرہ پر طلوع کرنا مکیّوں کے لئے غروب کے حکم میں ہو گیا۔ سو طلُوع بھی متحقق ہو گیا اور غروب بھی۔ جیسا کہ امریکہ میں آفتاب کا طلُوع کرنا ہمارے لئے غروب کے حکم میں ہے۔ پس جب وہ آفتاب مکّہ سے چھُپ گیا اور وہ عاشق الٰہی اُن کوچوں سے نکل گیا تو پھر مکّہ میں کیا تھا ایک اندھیری رات تھی۔ نہ وہ انوار رہے نہ وہ برکات رہے۔ پہلے تو مکّہ کو ملائک کی صفوف نے گھیرا ہُوا تھا اور پھر شیاطین کی جماعتوں نے گھیر لیا۔ نور جاتا رہا اور ظُلمت آ گئی۔ اسی کی طرف اشارہ تھا کہ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ أَنْتَ فِيْهِمْ یعنی خدا ایسا نہیں کہ مکّہ والوں پر عذاب نازل کرے اور تو ان میں ہو۔ کیوں کہ وُہ آفتاب تھا۔ اور یہ غیر ممکن ہے کہ آفتاب کے ہوتے عذاب کی ظُلمت نازل ہو۔ غرض جب اُس آفتاب نے مدینہ میں طلوع کیا تو مدینہ والوں کے لئے دن چڑھ گیا اور مکہ میں علامات غروب پیدا ہوئے۔ اور وہ دو تغیر عظیم ظہور میں آ گئے جن میں دن محدود ہوتا ہے۔"

(انوار اسلام ص ۴۳ و ۴۴)

عرب کی حالت آنحضرتؐ کی بعثت کے وقت

اور آپؐ کی رِحلت کے وقت

"عقل سلیم ایک سچی کتاب اور ایک سچّے اور منجانب اللہ رسُول کے ماننے کے لئے اس بات کو نہایت بزرگ دلیل ٹھہراتی ہے کہ ان کا ظہور ایک ایسے وقت میں ہو جبکہ زمانہ تاریکی میں

پڑا ہو۔ اور لوگوں نے توحید کی جگہ شرک اور پاکیزگی کی جگہ فسق اور انصاف کی جگہ ظلم اور علم کی جگہ جہل اختیار کر لیا ہو۔ اور ایک مُصلح کی اشد حاجت ہو اور پھر ایسے وقت میں وہ رسول دنیا سے رُخصت ہو جبکہ وہ اصلاح کا کام عمدہ طور سے کر چکا ہو۔ اور جب تک اُس نے اصلاح نہ کی ہو دشمنوں سے محفوظ رکھا گیا ہو اور نوکروں کی طرح حکم سے آیا ہو اور حکم سے واپس گیا ہو۔ غرض کہ وہ ایسے وقت میں ظاہر ہو جبکہ وہ وقت بزبان حال پکار پکار کر کہہ رہا ہو کہ ایک آسمانی مُصلح اور کتاب کا آنا ضروری ہے۔ اور پھر ایسے وقت میں الہامی پیشگوئی کے ذریعہ سے واپس بلایا جاوے کہ جب اصلاح کے پودہ کو مستحکم کر چکا ہو۔ اور ایک عظیم الشان انقلاب ظہور میں آ چکا ہو۔

اب ہم اس بات کو بڑے فخر کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ یہ دلیل جس طرح قرآن اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نہایت روشن چہرہ کے ساتھ جلوہ نما ہوئی ہے کسی اور نبی اور کتاب کے حق میں ہرگز ظاہر نہیں ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دعویٰ تھا کہ میں تمام قوموں کے لئے آیا ہوں سو قرآن شریف نے تمام قوموں کو ملزم کیا ہے کہ وہ طرح طرح کے شرک اور فسق و فجور میں مبتلا ہیں جیسا کہ وہ فرماتا ہے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ یعنے دریا بھی بگڑ گئے اور جنگل بھی بگڑ گئے اور پھر فرماتا ہے۔ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا یعنی ہم نے تجھے بھیجا تا کہ تو دُنیا کی تمام قوموں کو ڈراوے یعنی اُن کو متنبہ کرے کہ وہ خدا تعالیٰ کے حضور میں اپنی بدکاریوں اور بدعقیدوں کی وجہ سے سخت گنہگار ٹھہری ہیں ؛؛

یاد رہے کہ جو اس آیت میں نذیر کا لفظ دُنیا کے تمام فرقوں کے مقابل پر استعمال کیا گیا ہے۔ جس کے معنی گنہگاروں اور بدکاروں کو ڈرانا ہے۔ اسی لفظ سے یقینی سمجھا جاتا ہے کہ قرآن کا یہ دعویٰ تھا کہ تمام دنیا بگڑ گئی اور ہر یک نے سچائی اور نیک بختی کا طریق چھوڑ دیا کیونکہ انذار کا محل فاسق اور مشرک اور بدکار ہی ہیں۔ اور انذار اور ڈرانا مجرموں کی ہی تنبیہ کے لئے ہوتا ہے نہ نیک بختوں کے لئے۔ اس بات کو ہر یک جانتا ہے کہ ہمیشہ

سرکشوں اور بے ایمانوں کو بھی ڈرایا جاتا ہے۔ اور سُنت اللہ اسی طرح پر ہے کہ نبی نیکوں کیلئے بشیر ہوتے ہیں اور بدوں کے لئے نذیر۔ پھر جبکہ ایک نبی تمام دنیا کے لئے نذیر ہوا تو ماننا پڑا کہ تمام دنیا کو نبی کی وحی نے بد اعمالیوں میں مبتلا قرار دیا ہے۔ اور یہ ایک ایسا دعویٰ ہے کہ نہ توریت نے موسیٰؑ کی نسبت کیا اور نہ انجیل نے عیسیٰؑ کے زمانہ کی نسبت بلکہ صرف قرآن نے کیا۔

اور پھر فرمایا کہ کُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ یعنی تم اس نبیؐ کے آنے سے پہلے دوزخ کے گڑھے کے کنارہ پر پہنچ چکے تھے۔ اور عیسائیوں اور یہودیوں کو بھی متنبہ کیا کہ تم نے اپنے دجل سے خدا کی کتابوں کو بدل دیا۔ اور تم ہر یک شرارت اور بدکاری میں تمام قوموں کے پیشرو ہو۔ اور بت پرستوں کو بھی جا بجا مُلزم کیا کہ تم پتھروں اور انسانوں اور ستاروں اور عناصر کی پرستش کرتے ہو۔ اور خالق حقیقی کو بھول گئے ہو اور تم یتیموں کا مال کھاتے اور بچوں کو قتل کرتے اور شرکاء پر ظلم کرتے ہو۔ اور ہر یک بات میں حد اعتدال سے گذر گئے ہو۔ اور فرمایا اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا یعنی یہ بات تمہیں معلوم رہے کہ زمین سب کی سب مرگئی تھی اب خدا نئے سرے اُس کو زندہ کرتا ہے غرض تمام دنیا کو قرآن نے شرک اور فسق اور بُت پرستی کے الزام سے مُلزم کیا جو اُم الخبائث ہیں۔ اور عیسائیوں اور یہودیوں کو دُنیا کی تمام بدکاریوں کی جڑھ ٹھہرایا۔ اور ہر یک قسم کی بدکاریاں ان کی بیان کر دیں۔ اور ایک ایسا نقشہ کھینچ کر زمانہ موجودہ کا اعمال نامہ دکھلایا کہ جب سے دنیا کی بنا پڑی ہے بجز نوحؑ کے زمانہ کے اور کوئی زمانہ اُس زمانہ سے مشابہ نظر نہیں آتا۔ اور ہم نے اس جگہ جس قدر آیات لکھ دی ہیں وہ اتمام حجت کے لئے اوّل درجہ پر کام دیتی ہیں۔ لہذا ہم نے طول کے خوف سے تمام آیات کو نہیں لکھا۔ ناظرین کو چاہیئے کہ قرآن کو غور سے پڑھیں تا انہیں معلوم ہو کہ کس شدّ و مدّ اور کس قدر مؤثر کلام سے جا بجا قرآن بیان کر رہا ہے۔ کہ تمام دنیا بگڑ گئی۔ تمام زمین مرگئی اور لوگ دوزخ کے گڑھے کے قریب پہنچ گئے۔ اور کیسے بار بار کہتا ہے کہ تمام دنیا کو ڈرا کہ وہ خطرناک حالت میں پڑی ہے۔ یقیناً قرآن کے دیکھنے

سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شرک اور فسق اور بت پرستی اور طرح طرح کے گناہوں میں سڑ گئی اور بدکاریوں کے عمیق کنوئیں میں ڈوب گئی ہے یہ بات سچ ہے کہ انجیل میں بھی کسی قدر یہودیوں کی بدچلنیوں کا ذکر ہے لیکن مسیحؑ نے کہیں یہ ذکر تو نہیں کیا کہ جس قدر دُنیا کے صفحہ میں لوگ موجود ہیں جن کو عالمین کے نام سے نامزد کرسکتے ہیں وہ بگڑ گئے مر گئے اور دُنیا شرک اور بدکاریوں سے بھر گئی۔ اور نہ رسالت کا عام دعویٰ کیا۔ پس ظاہر ہے کہ یہودی ایک تھوڑی سی قوم تھی جو مسیحؑ کی مخاطب تھی بلکہ وہی تھے جو مسیحؑ کی نظر کے سامنے اور چند دیہات کے باشندے تھے۔ لیکن قرآن کریم نے تو تمام زمین کے مرجانے کا ذکر کیا ہے۔ اور تمام قوموں کی بُری حالت کو وہ بتلاتا ہے اور صاف بتلاتا ہے کہ زمین ہر قسم کے گناہ سے مرگئی۔ یہودی تو نبیوں کی اولاد اور توریت کو اپنے اقرار سے مانتے تھے گو عمل سے قاصر تھے۔ لیکن قرآن کے زمانہ میں علاوہ فسق و فجور کے عقاید میں بھی فتور ہوگیا تھا۔ ہزارہا لوگ دہریہ تھے۔ ہزارہا وحی اور الہام سے منکر تھے۔ اور ہر قسم کی بدکاریاں زمین پر پھیل گئی تھیں اور دُنیا میں اعتقادی اور عملی خرابیوں کا ایک سخت طوفان برپا تھا۔ ماسوا اس کے مسیحؑ نے اپنی چھوٹی سی قوم یہودیوں کی بدچلنی کا کچھ ذکر تو کیا جس سے البتہ یہ خیال پیدا ہوا کہ اس وقت یہودی ایک خاص قوم کو ایک مُصلح کی ضرورت تھی۔ مگر جس دلیل کو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے منجانب اللہ ہونے کے بارے میں بیان کرتے ہیں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فساد عام کے وقت میں آنا اور کامل اصلاح کے بعد واپس بلائے جانا اور ان دونوں پہلوؤں کا قرآن کا آپ پیش کرنا اور آپ دنیا کو اس کی طرف توجہ دلانا یہ ایک ایسا امر ہے کہ انجیل تو کیا بجز قرآن کسی پہلی کتاب میں بھی نہیں پایا جاتا۔ قرآن شریف نے آپ یہ دلائل پیش کئے ہیں اور آپ فرمادیا ہے کہ اس کی سچائی ان دو پہلوؤں پر نظر ڈالنے سے ثابت ہوتی ہے۔ یعنی ایک تو وہی جو ہم بیان کرچکے ہیں کہ ایسے زمانہ میں ظہور فرمایا جب کہ زمانہ میں عام طور پر طرح طرح کی بدکاریاں بداعتقادیاں پھیل گئی تھیں اور دنیا حق اور حقیقت اور توحید اور پاکیزگی سے بہت دُور جا پڑی تھی

اور قرآن کے اس قول کی اُس وقت تصدیق ہوتی ہے جبکہ ہر یک قوم کی تاریخ اس زمانہ کے متعلق پڑھی جائے کیونکہ ہریک قوم کے اقرار سے یہ عام شہادت پیدا ہوتی ہے کہ درحقیقت وہ ایک پُر ظلمت زمانہ تھا کہ ہریک قوم مخلوق پرستی کی طرف جھک گئی تھی۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب قرآن نے تمام قوموں کو گمراہ اور بدکار قرار دیا تو کوئی اپنا بری ہونا ثابت نہ کر سکا۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کیسے زور سے اہل کتاب کی بدیوں اور تمام دُنیا کے مرجانے کا ذکر کرتا ہے اور فرماتا ہے وَلَا یَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْھِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُھُمْ وَکَثِیْرٌ مِّنْھُمْ فَاسِقُوْنَ ۝ اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا قَدْ بَیَّنَّا لَکُمُ الْاٰیَاتِ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ (سورۃ الحدید جزو ۲۷ رکوع ۱۷) یعنی مومنوں کو چاہئے کہ اہل کتاب کے چال چلن سے پرہیز کریں۔ ان کو اس سے پہلے کتاب دی گئی تھی۔ پس اُن پر ایک زمانہ گذر گیا سو اُن کے دل سخت ہو گئے۔ اور اکثر اُن میں فاسق اور بدکار ہیں۔ یہ بات بھی جانو کہ زمین مرگئی تھی اور اب خدا نئے سرے سے زمین کو زندہ کر رہا ہے۔ یہ قرآن کی ضرورت اور سچائی کے نشان ہیں جو اس لئے بیان کئے گئے تاکہ تم نشانوں کو دریافت کر لو۔

اب سوچ کر دیکھو کہ یہ دلیل جو تمہارے سامنے پیش کی گئی ہے یہ ہم نے اپنے ذہن سے ایجاد نہیں کی بلکہ قرآن آپ ہی اس کو پیش کرتا ہے۔ اور دلیل کے دونوں حصے بیان کرکے پھر آپ ہی فرماتا ہے قَدْ بَیَّنَّا لَکُمُ الْاٰیَاتِ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ یعنی اِس رسول اور اس کتاب کے منجانب اللہ ہونے پر یہ بھی ایک نشان ہے جس کو ہم نے بیان کر دیا تا تم سوچو اور سمجھو اور حقیقت تک پہنچ جاؤ۔

دوسرا پہلو اس دلیل کا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں دنیا سے اپنے مولیٰ کی طرف بلائے گئے جب کہ وہ اپنے کام کو پورے طور پر انجام دے چکے اور یہ امر قرآن شریف سے بخوبی ثابت ہے جیساکہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا یعنی آج میں نے قرآن کے اتارنے اور تکمیل نفوس سے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا اور اپنی نعمت

٭ عرب کی تاریخ دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلۂ آباؤ اجداد کے جن کو اللہ جلشانہ نے اپنے خاص فضل وکرم سے شرک اور دوسری بلاؤں سے بچائے رکھا۔ باقی تمام لوگ عیسائیوں کے بدنمونہ کو دیکھ کر اور ان کے چال چلن کی بدتاثیر سے متاثر ہو کر اپنا اصلی ایمان کھو بیٹھے تھے اور بداعمالیوں میں مبتلا ہو گئے تھے۔ (دیباچہ تفسیر القرآن حصہ اول صفحہ ۱۷۹ ...)

تم پر پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کر لیا حاصل مطلب یہ ہے کہ قرآن جسقدر نازل ہونا تھا نازل ہو چکا اور مستعد دلوں میں نہایت عجیب اور حیرت انگیز تبدیلیاں پیدا کر چکا اور تربیت کو کمال تک پہنچا دیا۔ اور اپنی نعمت کو ان پر پورا کر دیا۔ اور یہی دو رکن ضروری ہیں جو ایک نبی کے آنے کی علت غائی ہوتے ہیں۔ اب دیکھو یہ آیت کس زور شور سے تبلا رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز اس دنیا سے کوچ نہ کیا جب تک کہ دین اسلام کو تنزیل قرآن اور تکمیل نفوس سے کامل نہ کیا گیا ٭ اور یہی ایک خاص علامت منجانب اللہ ہونے کی ہے جو کاذب کو ہرگز نہیں دی جاتی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی صادق نبی نے بھی اس اعلیٰ نشان کے کمال کا نمونہ نہیں دکھلایا۔ کہ ایک طرف کتاب اللہ بھی آرام اور امن کے ساتھ پوری ہو جائے اور دوسری طرف تکمیل نفوس بھی ہو۔ اور با ایں ہمہ کفر کو ہریک پہلو سے شکست اور اسلام کو ہریک پہلو سے فتح ہو ٭

+

اور پھر دوسری جگہ فرمایا کہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ٭ یعنی جب کہ آنے والی مدد اور فتح آگئی جس کا وعدہ دیا گیا تھا۔ اور تو نے دیکھ لیا کہ لوگ فوج در فوج

٭ حاشیہ۔ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں صحابہ کو مخاطب کیا کہ میں نے تمہارے دین کو کامل کیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کی اور آیت کو اس طور سے نہ فرمایا کہ اے نبی آج میں نے قرآن کو کامل کر دیا۔ اسمیں حکمت یہ ہے کہ تا ظاہر ہو کہ صرف قرآن کی تکمیل نہیں ہوئی بلکہ اُنکی بھی تکمیل ہو گئی جنکو قرآن پہنچایا گیا اور رسالت کی علت غائی کمال تک پہنچ گئی منہ

+ حاشیہ۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے دل میں نہایت درجہ کا یہ جوش تھا کہ میں اپنی زندگی میں اسلام کا زمین پر پھیلنا دیکھ لوں اور یہ بات بہت ہی ناگوار تھی کہ حق کو زمین پر قائم کرنے سے پہلے سفر آخرت پیش آوے سو خدا تعالیٰ اس آیت میں آنحضرت صلعم کو خوشخبری دیتا ہے کہ دیکھ میں نے تیری مراد پوری کر دی اور کم و بیش اس مراد کا ہر ایک نبی کو خیال تھا مگر چونکہ اس درجہ کا جوش نہیں تھا اسلئے نہ مسیح کو اور نہ موسیٰ کو یہ خوشخبری ملی بلکہ اُسی کو ملی جس کے حق میں قرآن میں فرمایا لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ یعنی کیا تو اس غم سے ہلاک ہو جائیگا کہ یہ لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے منہ

دین اسلام میں داخل ہوتے جاتے ہیں۔ پس خدا کی حمد اور تسبیح کر یعنی یہ کہہ کہ یہ جو ہؤا وہ مجھ سے نہیں بلکہ اُس کے فضل اور کرم اور تائید سے ہے۔ اور الوداعی استغفار کر کیونکہ وہ رحمت کے ساتھ بہت ہی رجوع کرنے والا ہے۔ استغفار کی تعلیم جو نبیوں کو دی جاتی ہے اُس کو عام لوگوں کے گناہ میں داخل کرنا عین حماقت ہے بلکہ دوسرے لفظوں میں یہ لفظ اپنی نیستی اور تذلّل اور کمزوری کا اقرار اور مدد طلب کرنے کا متواضعانہ طریق ہے۔ چونکہ اس سورۃ میں فرمایا گیا ہے کہ جس کام کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے وہ پورا ہو گیا یعنی یہ کہ ہزارہا لوگوں نے دین اسلام قبول کر لیا۔ اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی طرف بھی اشارہ ہے چنانچہ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک برس کے اندر فوت گئے۔ پس ضرور تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے نزول سے جیسا کہ خوش ہوئے تھے غمگین بھی ہوں کیونکہ باغ تو لگایا گیا مگر ہمیشہ کی آبپاشی کا کیا انتظام ہؤا۔ سو خدا تعالیٰ نے اسی غم کے دُور کرنے کے لئے استغفار کا حکم دیا۔ کیونکہ لُغت میں ایسے ڈھانکنے کو کہتے ہیں جس سے انسان آفات سے محفوظ رہے۔ اِسی وجہ سے مِغْفَر جو خود کے معنی رکھتا ہے اِسی میں سے نکالا گیا ہے۔ اور مغفرت مانگنے سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ جس بلا کا خوف ہے یا جس گنہ کا اندیشہ ہے خدا تعالیٰ اس بلا یا اُس گُناہ کو ظاہر ہونے سے روک دے اور ڈھانکے رکھے۔ سو اس استغفار کے ضمن میں یہ وعدہ دیا گیا کہ اس دین کے لئے غم مت کھا خدا تعالیٰ اس کو ضائع نہیں کرے گا۔ اور ہمیشہ رحمت کے ساتھ اس کی طرف رجوع کرتا رہیگا۔ اور اُن بلاؤں کو روک دے گا جو کسی ضعف کے وقت عائد حال ہو سکتی ہیں۔"

(نورالقرآن ص۱)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت اور قرآن کریم کی حقانیّت پر اس دلیل سے نہایت اعلیٰ و اجلیٰ ثبوت پیدا ہوتا ہے کہ آنجناب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام ایسے وقت میں دنیا میں بھیجے گئے کہ جب دنیا زبانِ حال سے ایک عظیم الشان مُصلح کو مانگ رہی تھی۔ اور پھر نہ مرے اور نہ مارے گئے جب تک کہ راستی کو زمین پر قایم نہ کر دیا۔ جب نبوت کے ساتھ ظہور فرما ہوئے تو آتے ہی اپنی ضرورت دنیا پر ثابت کر دی۔ اور ہر یک قوم کو اُن کے شرک

اور نا راستی اور مفسدانہ حرکات پر ملزم کیا جیسا کہ قرآن کریم اس سے بھرا ہوا ہے. مثلاً اسی آیت کو سوچ کر دیکھو جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا یعنی وہ بہت ہی برکت والا ہے جس نے قرآن کو اپنے بندہ پر اس غرض سے اُتارا جو تمام جہان کو ڈرانے والا ہو۔ یعنی تا انکی بدراہی اور بدعقیدگی پر ان کو متنبہ کرے۔ پس یہ آیت بصراحت اس بات پر دلیل ہے کہ قرآن کا یہی دعویٰ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں تشریف لائے تھے جبکہ تمام دنیا اور تمام قومیں بگڑ چکی تھیں۔ اور مخالف قوموں نے اس دعویٰ کو نہ صرف اپنی خاموشی سے بلکہ اپنے اقراروں سے مان لیا ہے۔ پس اس سے بداہت نتیجہ نکلا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درحقیقت ایسے وقت میں آئے تھے جس وقت میں ایک سچے اور کامل نبی کو آنا چاہیے۔

پھر جب ہم دوسرا پہلو دیکھتے ہیں کہ آنجناب صلعم کس وقت واپس بلائے گئے۔ تو قرآن صاف اور صریح طور پر ہمیں خبر دیتا ہے کہ ایسے وقت میں بلانے کا حکم ہوا کہ جب اپنا کام پورا کر چکے تھے یعنی اُس وقت کے بعد بلائے گئے جب کہ یہ آیت نازل ہو چکی کہ مسلمانوں کے لئے تعلیم کا مجموعہ کامل ہو گیا اور جو کچھ ضروریات دین میں نازل ہونا تھا وہ سب نازل ہو چکا اور نہ صرف یہی بلکہ یہ بھی خبر دی گئی کہ خدا تعالیٰ کی تائیدیں بھی کمال کو پہنچ گئیں۔ اور جوق در جوق لوگ دین اسلام میں داخل ہو گئے۔ اور یہ آیتیں بھی نازل ہو گئیں۔ کہ خدا تعالیٰ نے ایمان اور تقویٰ کو ان کے دلوں میں لکھ دیا۔ اور فسق اور فجور سے انہیں بیزار کر دیا اور پاک اور نیک اخلاق سے وہ متصف ہو گئے۔ اور ایک بھاری تبدیلی اُن کے اخلاق اور چلن اور رُوح میں واقع ہو گئی۔ تب ان تمام باتوں کے بعد سورۃ النصر نازل ہوئی جس کا ماحصل یہی ہے کہ نبوت کے تمام اغراض پورے ہو گئے اور اسلام دلوں پر فتح یاب ہو گیا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام طور پر اعلان دے دیا کہ یہ سورۃ میری وفات کی طرف اشارہ کرتی ہے بلکہ اس کے بعد حج کیا اور اُس کا نام حجۃ الوداع رکھا اور ہزارہا لوگوں کی حاضری میں ایک اونٹنی پر سوار ہو کر ایک لمبی تقریر کی اور کہا کہ سنو! اے خدا

کے بندو! مجھے میرے رب کی طرف سے یہ حکم ملے تھے کہ تا میں یہ سب احکام تمہیں پہنچا دوں پس کیا تم گواہی دے سکتے ہو کہ یہ سب باتیں میں نے تمہیں پہنچا دیں۔ تب ساری قوم نے باوازِ بلند تصدیق کی کہ ہم تک یہ سب احکام پہنچائے گئے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ آسمان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اے خدا اِن باتوں کا گواہ رہ۔ اور پھر فرمایا کہ یہ تمام تبلیغ اس لئے مکرر کی گئی کہ شاید آئندہ سال میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں گا۔ اور پھر دوسری مرتبہ تم مجھے اس جگہ نہیں پاؤ گے۔ تب مدینہ میں جا کر دوسرے سال میں فوت ہو گئے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ درحقیقت یہ تمام اشارات قرآن سے ہی مستنبط ہوتے ہیں جس کی تصدیق اسلام کی متفق علیہ تاریخ سے بہ تفصیل تمام ہوتی ہے۔" (نور القرآن حصہ اول صـ۲۰-۲۱)

آنحضرتؐ کے ساتھ حکومتوں کا سلوک

"جب ہم حضرت مسیح اور جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بات میں بھی مقابلہ کرتے ہیں کہ موجودہ گورنمنٹوں نے ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ اور کس قدر ان کے ربانی رعب یا الٰہی تائید نے اثر دکھایا تو ہمیں اقرار کرنا پڑتا ہے کہ حضرت مسیح میں بمقابلہ جناب مقدس نبوی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے خدائی تو کیا نبوت کی شان بھی پائی نہیں جاتی جناب مقدس نبوی صلعم کے جب بادشاہوں کے نام فرمان جاری ہوئے تو قیصر روم نے آہ کھینچ کر کہا کہ میں تو عیسائیوں کے پنجے میں مبتلا ہوں کاش اگر مجھے اس جگہ سے نکلنے کی گنجائش ہوتی تو میں اپنا فخر سمجھتا کہ خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔ اور غلاموں کی طرح جنابؐ مقدس کے پاؤں دھویا کروں۔ مگر ایک خبیث اور پلید دل بادشاہ کسرٰی ایران کے فرمانروا نے غصہ میں آکر آپؐ کے پکڑنے کے لئے سپاہی بھیج دیئے۔ وہ شام کے قریب پہنچے اور کہا کہ ہمیں گرفتاری کا حکم ہے۔ آپ نے اس بیہودہ بات سے اعراض کر کے فرمایا۔ تم اسلام قبول کرو۔ اس وقت آپؐ صرف دو چار اصحاب کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے۔ مگر ربانی رعب سے وہ دونوں بید کی طرح کانپ رہے تھے آخر انہوں نے کہا کہ ہمارے خداوند کے حکم یعنی گرفتاری کی نسبت جناب عالی کا کیا جواب ہے

کہ ہم جواب ہی لے جائیں۔ حضرت نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا کل نہیں جواب ملیگا صبح کو جو وہ حاضر ہوئے تو آنجناب ﷺ نے فرمایا کہ وہ جسے تم خداوند خداوند کہتے ہو وہ خداوند نہیں ہے۔ خداوند وہ ہے جس پر موت اور فنا طاری نہیں ہوتی مگر تمہارا خداوند آج رات کو مارا گیا۔ میرے سچے خداوند نے اُسی کے بیٹے شیرویہ کو اُس پر مسلط کر دیا۔ سو وہ آج رات اس کے ہاتھ سے قتل ہو گیا اور یہی جواب ہے۔ یہ بڑا معجزہ تھا اس کو دیکھ کر اُس ملک کے ہزارہا لوگ ایمان لائے۔ کیونکہ اسی رات درحقیقت خسرو پرویز یعنی کسریٰ مارا گیا تھا۔" (نور القرآن ۲ ص۶۷ طبع ثانی)

"اگر یہ کہو کہ کس کتاب میں لکھا ہے کہ قیصر روم نے یہ تمنا کی کہ اگر میں جناب مقدس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ سکتا تو میں ایک ادنیٰ خادم بن کر پاؤں دھویا کرتا۔ اس کے جواب میں آپ کے لئے اصح الکتب بعد کتب اللہ صحیح بخاری کی عبارت لکھتا ہوں۔ ذرا آنکھیں کھول کر پڑھو۔ اور وہ یہ ہے وَقَدْ كُنْتُ اَعْلَمُ اَنَّهُ خَارِجٌ وَلَمْ اَكُنْ اَظُنُّ اَنَّهُ مِنْكُمْ فَلَوْ اَنِّي اَعْلَمُ اَنِّي اَخْلُصُ اِلَيْهِ لَتَجَشَّمْتُ لِقَاءَهُ وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ دیکھو صفحہ ۴۔ یعنی یہ تو مجھے معلوم تھا کہ نبی آخر الزمان آنیوالا ہے۔ مگر مجھ کو یہ خبر نہیں تھی کہ وہ تم میں سے ہی (اے اہل عرب) پیدا ہوگا۔ پس اگر میں اس کی خدمت میں پہنچ سکتا تو میں بہت ہی کوشش کرتا کہ اُس کا دیدار مجھے نصیب ہو۔"

(ایضاً ص۸۹۷)

بعثت نبویؐ کے وقت تمام دنیا

ہر ایک پہلو سے تباہ و خراب ہو چکی تھی

"ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں مبعوث ہوئے تھے جبکہ دنیا ہر ایک پہلو سے خراب اور تباہ ہو چکی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (پ۲۱) یعنی جنگل بھی بگڑ گئے اور دریا بھی بگڑ گئے۔ یہ اشارہ اس بات کی

طرف ہے کہ جو اہل کتاب کہلاتے ہیں وہ بھی بگڑ گئے اور جو دوسرے لوگ ہیں جن کو الہام کا پانی نہیں ملا وہ بھی بگڑ گئے ہیں۔ پس قرآن شریف کا کام دراصل مُردوں کو زندہ کرنا تھا جیسا کہ وہ فرماتا ہے اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا[۲۷/۱۸] یعنی یہ بات جان لو کہ اب اللہ تعالیٰ نئے سرے سے زمین کو بعد اس کے مرنے کے زندہ کرنے لگا ہے۔ اس زمانہ میں عرب کا حال نہایت درجہ کی وحشیانہ حالت تک پہونچا ہوا تھا۔ اور کوئی نظام انسانیت کا اُن میں باقی نہیں رہا تھا اور تمام معاصی ان کی نظر میں فخر کی جگہ تھے۔ ایک ایک شخص صدہا بیویاں کر لیتا تھا۔ حرام کا کھانا ان کے نزدیک ایک شکار تھا۔ ماؤں کے ساتھ نکاح کرنا حلال سمجھتے تھے اسی واسطے اللہ تعالیٰ کو کہنا پڑا کہ حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّھٰتُکُمْ[۵/۱۵] یعنے آج مائیں تمہاری تم پر حرام ہو گئیں۔ ایسا ہی وہ مُردار کھاتے تھے۔ آدم خور بھی تھے دنیا کا کوئی بھی گناہ نہیں جو نہیں کرتے تھے۔ اکثر معاد کے منکر تھے۔ بہت سے ان میں سے خدا کے وجود کے بھی قایل نہ تھے۔ لڑکیوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کرتے تھے۔ یتیموں کو ہلاک کر کے ان کا مال کھاتے تھے۔ بظاہر تو انسان تھے مگر عقلیں مسلوب تھیں۔ نہ حیا تھی نہ شرم تھی نہ غیرت تھی۔ شراب کو پانی کی طرح پیتے تھے۔ جس کا زناکاری میں اوّل نمبر ہوتا تھا وہی قوم کا رئیس کہلاتا تھا۔ بے علمی اس قدر تھی کہ ارد گرد کی تمام قوموں نے انکا نام اُمّی رکھ دیا تھا۔ ایسے وقت میں اور ایسی قوموں کی اصلاح کے لیئے ہمارے سیّد و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم شہر مکّہ میں ظہور فرما ہوئے ...... پس اِسی وجہ سے قرآن شریف دنیا کی تمام ہدایتوں کی نسبت اکمل اور اتم ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ کیونکہ دنیا کی اور کتابوں کو ان تین قسم کی اصلاحوں کا موقع نہیں ملا۔ اور قرآن شریف کو ملا۔ اور قرآن شریف کا یہ مقصد تھا کہ حیوانوں سے انسان بناوے اور انسان سے با اخلاق انسان بناوے۔ اور با اخلاق انسان سے باخدا انسان بناوے۔ اسی واسطے ان تینوں امور پر قرآن شریف مشتمل ہے ؏

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۱۲ و ۱۳)

آنحضرتؐ کی کامل ہمدردی اور تنویر عالم

"دنیا میں ایک رسولؐ آیا تا کہ ان بہروں کو کان بخشے کہ جو نہ صرف آج سے بلکہ صدہا سال سے بہرے ہیں۔ کون اندھا ہے اور کون بہرا وہی جس نے توحید کو قبول نہیں کیا۔ اور نہ اُس رسولؐ کو کہ جس نے نئے سرے سے زمین پر توحید کو قائم کیا۔ وہی رسول جس نے وحشیوں کو انسان بنایا اور انسان سے با اخلاق انسان یعنی سچے اور واقعی اخلاق کے مرکز اعتدال پر قایم کیا۔ اور پھر با اخلاق انسان سے باخدا ہونے کے الہی رنگ سے رنگین کیا۔ وہی رسولؐ ہاں وہی آفتاب صداقت جس کے قدموں پر ہزاروں مُردے شرک اور دہریت اور فسق اور فجور کے جی اُٹھے اور عملی طور پر قیامت کا نمونہ دکھلایا۔ نہ یسوع کی طرح صرف لاف و گزاف۔ جس نے مکہ میں ظہور فرما کر شرک اور انسان پرستی کی بہت سی تاریکی کو مٹایا۔ ہاں دنیا کا حقیقی نور وہی تھا جس نے دنیا کو تاریکی میں پا کر فی الواقع وہ روشنی عطا کی کہ اندھیری رات کو دن بنا دیا۔ اس کے پہلے دنیا کیا تھی۔ اور پھر اُس کے آنے کے بعد کیا ہوئی یہ ایک ایسا سوال نہیں ہے کہ جس کے جواب میں کچھ دقت ہو۔ اگر ہم بے ایمانی کی راہ اختیار نہ کریں تو ہمارا کانشنس ضرور اس بات کے منوانے کے لئے ہمارا دامن پکڑے گا کہ اُس جناب عالی سے پہلے خدا کی عظمت کو ہر ایک ملک کے لوگ بھول گئے تھے اور اُس سچے معبود کی عظمت اوتاروں اور پتھروں اور ستاروں اور درختوں اور حیوانوں اور فانی انسانوں کو دی گئی تھی۔ اور ذلیل مخلوق کو اُس ذوالجلال و قدوس کی جگہ بٹھایا تھا۔ اور یہ ایک سچا فیصلہ ہے کہ اگر یہ انسان اور حیوان اور درخت اور ستارے درحقیقت خدا ہی تھے جن میں سے ایک یسوع بھی تھا تو پھر اس رسولؐ کی کچھ ضرورت نہ تھی۔ لیکن اگر یہ چیزیں خدا نہیں تھیں تو وہ دعویٰ ایک عظیم الشان روشنی اپنے ساتھ رکھتا ہے جو حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے پہاڑ پر کیا تھا وہ کیا دعویٰ تھا وہ یہی تھا کہ آپؐ نے فرمایا کہ خدا نے دنیا کو شرک کی سخت تاریکی میں پا کر اُس تاریکی کو مٹانے کے لئے مجھے بھیج دیا۔ یہ صرف دعویٰ نہ تھا بلکہ اُس رسول مقبولؐ نے اس

دعوے کو پورا کر کے دکھلا دیا۔ اگر کسی نبی کی فضیلت اُس کے ان کاموں سے ثابت ہو سکتی ہے جن سے بنی نوع کی سچی ہمدردی سب نبیوں سے بڑھ کر ظاہر ہو۔ تو اے سب لوگو اٹھو اور گواہی دو کہ اس صفت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں ...... اندھے مخلوق پرستوں نے اُس بزرگ رسولؐ کو شناخت نہیں کیا جس نے ہزاروں نمونے سچی ہمدردی کے دکھلائے۔ لیکن اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ وقت پہنچ گیا ہے کہ یہ پاک رسولؐ شناخت کیا جائے۔ چاہو تو میری بات کو لکھ رکھو کہ اب کے بعد مُردہ پرستی روز بروز کم ہو گی یہانتک کہ نابود ہو جائیگی۔ کیا انسان خدا کا مقابلہ کرے گا؟ کیا ناچیز قطرہ خدا کے ارادوں کو رد کر دیگا؟ کیا فانی آدم زاد کے منصوبے الٰہی حکموں کو ذلیل کر دینگے؟ اے سُننے والو! سُنو اور اے سوچنے والو سوچو اور یاد رکھو کہ حق ظاہر ہوگا۔ اور وہ جو سچا نور ہے چمکیگا۔

(انجام آتھم اشتہار ملحقہ صـ ۳۰۲)

آنحضرتؐ کے عشقِ الٰہی کا اثر صحابہ کرامؓ پر

"جو کچھ صحابۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمانی صدق دکھلایا اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں اور اپنی آبروؤں کو اسلام کی راہوں میں نہایت اخلاص سے قربان کیا اُس کا نمونہ اور صدیوں میں تو کُجا خود دوسری صدی کے لوگوں یعنی تابعین میں بھی نہیں پایا گیا۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ یہی تو تھی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اُس مرد صادق کا مُنہ دیکھا تھا جس کے عاشق اللہ ہونے کی گواہی کفار قریش کے مُنہ سے بھی بے ساختہ نکل گئی اور روز کی مناجاتوں اور پیار کے سجدوں کو دیکھ کر اور فنافی الاطاعت کی حالت اور کمال محبت اور دلدادگی کی مُنہ پر روشن نشانیاں اور اُس پاک مُنہ پہ نورِ الٰہی برستا مشاہدہ کر کے کہتے تھے عَشِقَ مُحَمَّدٌ عَلٰی رَبِّہٖ کہ محمد اپنے رب پر عاشق ہو گیا ہے۔ اور پھر صحابہؓ نے صرف محبت اور وہ صدق اور اخلاص ہی نہیں دیکھا بلکہ اس پیار کے مقابل پر جو ہمارے سیّد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل سے ایک دریا کی طرح جوش مارتا تھا۔ خدا تعالیٰ کے پیار کو بھی تائیدات

خارق عادت کے رنگ میں مشاہدہ کیا تب ان کو پتہ لگ گیا کہ خدا ہے۔ اور ان کے دل بول اٹھے کہ وہ خدا اس مرد کے ساتھ ہے۔ انہوں نے اس قدر عجائبات الٰہیہ دیکھے اور اس قدر نشان آسمانی مشاہدہ کئے کہ ان کو کچھ بھی اس بات میں شک نہ رہا کہ فی الحقیقت ایک اعلیٰ ذات موجود ہے جس کا نام خدا ہے اور جس کے قبضۂ قدرت میں ہر یک امر ہے اور جس کے آگے کوئی بات بھی انہونی نہیں۔" (شہادۃ القرآن ص۵۰)

شیطان آنحضرتؐ کے صحابہؓ سے بھی دور بھاگتا تھا

"واما قیاسہ علیٰ افضل الرسل وخیر الانبیاء فقیاس مع الفارق وبعید عن الحیاء وقد قال نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لعمر ما لقیک الشیطان فی فج الا سلک فجا غیر فجک وثبت من ھذا الدلیل ان الشیطان یفر من عمر کالجبان الذلیل۔ واما المسیح فیسمی افضل صحابتہ شیطانا فی الانجیل فانظر الفرق بینھما خائفا من الرب الجلیل ولا تبادر الی سبل الشیاطین۔"

مسیح کے شیطان شدید القویٰ کا قیاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ اور ایسا قیاس حیا سے بعید ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو کہا تھا کہ اگر شیطان تجھ کو کسی راہ میں پاوے تو دوسرا راہ اختیار کرے اور تجھ سے ڈرے۔ اور اس دلیل سے ثابت ہوتا ہے کہ شیطان حضرت عمر سے ایک نامرد ذلیل کی طرح بھاگتا ہے۔ لیکن حضرت مسیح نے اپنے بڑے صحابی کو شیطان فرمایا پس خدا کے خوف سے دیکھ کہ ان دونو باتوں میں کس قدر فرق ہے اور شیطانوں کی راہ کی طرف مت دوڑ۔

(نور الحق حصہ اول ص۱۰۶-۱۰۷)

مجھے جو کچھ ملا ہے آنحضرتؐ کے طفیل ملا ہے

"واللہ ان فوزی ھذا من ید ربی۔ فاحمدہ واصلی علیٰ نبی عربی

اور بخدا یہ میری کامیابی میرے رب کی طرف سے ہے۔ پس میں اس کی تعریف کرتا ہوں اور نبی

منه نزلت البرکات ومنه اللحمة و السداة۔ وھو ھیّأ لی اصلی وفرعی وانبت کلّ بذری وزرعی وھو خیر المنبتین"۔ (منن الرحمٰن ص ۱۲ و ۱۳)

عربی پر درود بھیجتا ہوں اُسی سے تمام برکتیں نازل ہوئیں اور اسی سے سب تانا بانا ہے۔ اسی نے میرے لئے اصل اور فرع کو میسر کیا۔ اور اس نے میرے بیج اور کھیت کو اُگایا۔ اور وہ بہتر ہے سب اُگانیوالوں سے "۔

آنحضرت کی وسَل لور کی پیروی سے وہ روشنی ملتی ہے

جو اس سے پہلے ہزار برس کے مجاہدہ سے نہیں مل سکتی تھی

"ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبیؐ اور زندہ نبیؐ اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبیؐ صرف ایک مرد کو جانتے ہیں یعنی وہی نبیوں کا سردار رسولوں کا فخر تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفٰےؐ و احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے زیر سایہ وسَل دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزار برس تک نہیں مل سکتی تھی وہ کیسی کتابیں ہیں جو ہمیں بھی اگر ہم اُن کے تابع ہوں مردود اور مخذول اور سیاہ دل کرنا چاہتی ہیں کیا اُن کو زندہ نبوت کہنا چاہئے جن کے سایئے سے ہم خود مُردہ ہو جاتے ہیں۔ یقیناً سمجھو کہ یہ سب مُردے ہیں۔ کیا مُردہ کو مُردہ روشنی بخش سکتا ہے۔ یسوع کی پرستش کرنا صرف ایک بُت کی پرستش کرنا ہے۔ ....

کوئی اس کو قبول کرے یا نہ کرے مگر یہی سچ ہے۔ اور سچ میں برکت ہے کہ آخر اُس کی روشنی دنیا پر پڑتی ہے۔ تب دنیا کی تمام دیواریں چمک اُٹھتی ہیں۔ مگر وہ جو تاریکی میں پڑے ہوں۔ سو آخری وصیت یہی ہے کہ ہر ایک روشنی ہم نے رسُول نبی اُمّی کی پیروی سے پائی ہے۔ اور جو شخص پیروی کرے گا وہ بھی پائے گا اور ایسی قبولیت اُس کو ملے گی کہ کوئی بات اُس کے آگے انہونی نہیں رہے گی۔ زندہ خدا جو لوگوں سے پوشیدہ ہے اُس کا خدا ہوگا۔ اور جھوٹے خدا سب اُس کے پیروں کے

نیچے کچلے اور روندے جائیں گے۔ وہ ہر ایک جگہ مبارک ہوگا۔ اور الٰہی قوتیں اس کے ساتھ ہوں گی وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔" (سراج منیر صہ ۷۲ و ۷۳)

آنحضرت کے اسم مبارک کے طفیل برکات کا نزول

"وَاعطیتُ حقیقۃ اسمیّ نبیّنا فخر الموجودات۔ کانعکاس الصّور فی المرآۃ فنصلّی ونسلم علٰی ھٰذا النبیّ الامیّ الّذی تنعکس انوارہٗ فی الصّالحین والصّالحات۔ وتفتح باسمہٖ ابواب البرکات وتتم بنورہٖ حجّۃ اللّٰہ علی الکافرین والکافرات۔ وعلٰی آلہ الطّاھرین والطّاھرات۔ واصحابہ المحبوبین والمحبوبات۔ وجمیع عباداللّٰہ الصّالحین۔" (حجۃ اللّٰہ صہ ۱۷)

اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ناموں کی حقیقت عطا فرمائی گئی ہے جیسا کہ آئینہ میں صورتوں کا انعکاس ہوجاتا ہے پس ہم اس نبی اُمّی پر درود اور سلام بھیجتے ہیں جس کے انوار نیک مردوں اور نیک عورتوں میں چمکتے ہیں۔ اور اس کے نام کے ساتھ برکتوں کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور اُسکے نور کے ساتھ کافروں پر خدا کی حجت پوری ہوتی ہے اور درود اور سلام اُس کی آل پر جو پاک مرد اور پاک عورتیں ہیں اور اسکے اصحاب پر جو خدا کے پیارے بندے اور پیاری کنیزکیں ہیں اور ایسا ہی تمام نیک بندوں پر

روشنی اور نور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں

"سوال ۱۴۔ مسیح نے اپنی نسبت یہ کلمات کہے "میرے پاس آؤ تم جو تھکے۔ اور ماندے ہو۔ کہ میں تمہیں آرام دوں گا۔" اور یہ کہ "میں روشنی ہوں اور میں راہ ہوں۔ میں زندگی اور راستی ہوں۔" کیا بانیٔ اسلام نے یہ کلمات یا ایسے کلمات کسی جگہ اپنی طرف منسوب کئے ہیں؟

الجواب۔ قرآن شریف میں صاف فرمایا گیا ہے قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔ الخ یعنے ان کو کہہ دے کہ اگر خدا سے محبت رکھتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت کرے اور تمہارے گناہ بخشے۔ یہ وعدہ کہ میری پیروی سے انسان

خدا کا پیارا بن جاتا ہے۔ مسیح کے گذشتہ اقوال پر غالب ہے۔ کیونکہ اس سے بڑھ کر کوئی مقام نہیں کہ انسان خدا کا پیارا ہو جائے۔ پس جس کی راہ پر چلنا انسان کو محبوب الٰہی بنا دیتا ہے اس سے زیادہ کس کا حق ہے کہ اپنے تئیں روشنی کے نام سے موسوم کرے اسی لئے اللہ جلشانہٗ نے قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نُور رکھا ہے جیساکہ فرماتا ہے قَدْ جَاءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ۔ یعنی تمہارے پاس خدا کا نُور آیا ہے"

(چار سوالوں کا جواب طبع دوم صد ۲۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے دو قسم کے مُعجزات

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے نشان اور مُعجزات دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو آنجناب کے ہاتھ سے یا آپ کے قول یا آپ کے فعل یا آپ کی دُعا سے ظہور میں آئے۔ اور ایسے معجزات شمار کے رُو سے قریب تین ہزار کے ہیں۔ اور دوسرے وہ مُعجزات ہیں جو آنجناب کی اُمّت کے ذریعہ سے ہمیشہ ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور ایسے نشانوں کی لاکھوں تک نوبت پہنچ گئی ہے اور ایسی کوئی صدی بھی نہیں گذری جس میں ایسے نشان ظہور میں نہ آئے ہوں۔ چنانچہ اس زمانہ میں اس عاجز کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ یہ نشان دکھلا رہا ہے۔ اِن تمام نشانوں سے جن کا سلسلہ کسی زمانہ میں منقطع نہیں ہوتا ہم یقیناً جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا سب سے بڑا نبی اور سب سے زیادہ پیارا جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ کیونکہ دوسرے نبیوں کی امتیں ایک تاریکی میں پڑی ہوئی ہیں اور صرف گذشتہ قصّے اور کہانیاں اُن کے پاس ہیں۔ مگر یہ اُمّت ہمیشہ خدا تعالیٰ سے تازہ بتازہ نشان پاتی ہے۔ لہٰذا اس اُمّت میں اکثر عارف ایسے پائے جاتے ہیں کہ جو خدا تعالیٰ پر اس درجہ کا یقین رکھتے ہیں کہ گویا اُس کو دیکھتے ہیں۔ اور دوسری قوموں کو خدا تعالیٰ کی نسبت یہ یقین نصیب نہیں لہٰذا ہماری روح یہ گواہی نکلتی ہے کہ سچّا اور صحیح مذہب صرف اسلام ہے ہم نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کا کچھ نہیں دیکھا۔ اگر قرآن شریف گواہی نہ دیتا تو ہمارے

ہے اور ہر ایک محقق کے لئے ممکن نہ تھا کہ ان کو سچا نبی سمجھتا کیونکہ جب کسی مذہب میں صرف قصے اور کہانیاں رہ جاتی ہیں تو اُس مذہب کے بانی یا مقتدا کی سچائی صرف اُن قصوں پر نظر کر کے تحقیقی طور پر ثابت نہیں ہو سکتی۔ وجہ یہ کہ صدہا برس کے گذشتہ قصے کذب کا بھی احتمال رکھتے ہیں بلکہ زیادہ تر احتمال یہی ہوتا ہے۔ کیونکہ دنیا میں جھوٹ زیادہ ہے۔ پھر کیوں کر دلی تقین ہے اُن قصوں کو واقعات صحیحہ مان لیا جائے۔ لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات صرف قصوں کے رنگ میں نہیں ہیں بلکہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کر کے خود اُن نشانوں کو پا لیتے ہیں۔ لہٰذا معاینہ اور مشاہدہ کی برکت سے ہم حق الیقین تک پہونچ جاتے ہیں۔ سو اس کامل اور مقدس نبی کی کس قدر شان بزرگ ہے جس کی نبوت ہمیشہ طالبوں کو تازہ ثبوت دکھلاتی رہتی ہے۔ اور ہم متواتر نشانوں کی برکت سے اس کمال سے مراتب عالیہ تک پہنچ جاتے ہیں کہ گویا خدا تعالیٰ کو ہم آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں۔ پس مذہب اسے کہتے ہیں اور سچا نبی اس کا نام ہے جس کی سچائی کی ہمیشہ تازہ بہار نظر آئے۔ محض قصوں پر جن میں ہزاروں طرح کی کمی بیشی کا امکان ہے بھروسہ کر لینا عقلمندوں کا کام نہیں ہے۔ دنیا میں صدہا لوگ خدا بنائے گئے اور صدہا پرانے افسانوں کے ذریعہ سے کراماتی کر کے مانے جاتے ہیں۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ سچا کراماتی وہی ہے جس کی کرامات کا دریا کبھی خشک نہ ہو۔ سو وہ شخص ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ہر ایک زمانہ میں اس کامل اور مقدس کے نشان دکھلانے کے لئے کسی نہ کسی کو بھیجا ہے۔ اور اس زمانہ میں مسیح موعود کے نام سے مجھے بھیجا ہے دیکھو آسمان سے نشان ظاہر ہو رہے ہیں اور طرح طرح کے خوارق ظہور میں آ رہے ہیں اور ہر ایک حق کا طالب ہمارے پاس رہ کر نشانوں کو دیکھ سکتا ہے گو وہ عیسائی ہو یا یہودی یا آریہ۔ یہ سب برکات ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔

محمدؐ است امام و چراغ ہر دو جہاں ❊ محمدؐ است فروزندۂ زمین و زماں
خدا نگویمش از ترسِ حق مگر بخدا ❊ خدا نما ست وجودش برائے عالمیاں

(کتاب البریہ صفحہ ۱۲۷-۱۲۹ حاشیہ)

حقیقت مقام محمدیت و احمدیت

اَلحمدُ للہ الّذی خلق الاشیا کلھا۔ فاودع من جمال خَلقِھا وبرءَ نُفُوس النّاس لنفسہ فسوّاھا۔ وعالج بوجہ قلقھا۔ واتقن کل ما صنع وحسّن و ابدع واحکم۔ واضاء الشمس و انار القمر وانعم علی الانسان واعزہ واکرم والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ النبیّ الاُمّی محمد احمد الذی کان اسماہ ھذان اوّل اسماءٍ عُرِضَت علی آدم بما کانا علۃ غائیۃ للنشأۃ الاولی وکانا فی علم اللہ اشرف واقدم۔ فھو اوّل النبیین درجۃً لھذین الاسمین۔ وآخرھم بما ختم اللہ علیہ کل ما علّم النبیین وفھم واکمل کل ما اوحی الیہ والھم۔ وبما اعطاہ اللہ آخر المعارف وجمع فیہ ما اخر وقدم۔ وارسلہ الی کل اسود وابیض واختارہ لاصلاح کل اعمیٰ واصم وابکم۔ وخصہ بعطر نعمۃ لزیدہ مما خصّ احدا من الانبیاء

اُس خدا کے لئے تمام تعریفیں ہیں جس نے تمام چیزوں کو پیدا کیا اور ہر ایک چیز میں ایک قسم کی خوبصورتی رکھی۔ اُس نے انسانوں کے نفسوں کو اپنے لئے بنایا اور اپنی ذات کے ساتھ اُن کی بے آرامی کو دُور کیا۔ اور جو کچھ بنایا نہایت استوار اور خوب اور نئی طرز کا اور محکم بنایا۔ اور سورج کو روشن کیا اور چاند کو چمکایا اور انسان کو عزت اور شرف اور مرتبہ بخشا۔ اور اس کے رسول اُمی پر درُود اور سلام ہو جس کا نام محمدؐ اور احمدؐ ہے۔ یہ دونو نام اس کے وہ ہیں کہ جب حضرت آدم کے سامنے تمام چیزوں کے نام پیش کئے گئے تھے۔ تو سب سے اول یہی دو نام پیش ہوئے تھے۔ کیونکہ اس دنیا کی پیدائش میں وہی دو نام علّت غائی ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے علم میں وہی اشرف اور اقدم ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ ان دونو ناموں کے تمام انبیاء علیہم السلام سے اوّل درجہ پر ہیں اور بباعث اس کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام نبوت کے علم ختم ہو گئے اور آپ پر کامل اور جامع طور پر وحی نازل کی گئی اور آخری معارف اور وہ سب کچھ جو پہلوں اور پچھلوں کو دیا گیا تھا آپؐ کو عطا ہوا۔ ان تمام وجوہ سے آپؐ خاتم الانبیاء ٹھہرے اور ہر ایک سفید اور سیاہ کی

وعلمه من لدنه وفهمه من لدنه وعرّفه من لدنه وطهّره من لدنه وادّبه من لدنه وغسله من لدنه بماء الاصطفاء فوجب عليه حمد هذا الرب الذی کفل کل امره بالاستیفاء - وادخله تحت رداء الایواء واصلح کل شانه بنفسه من غیر منة الاساتذ والآباء والامراء - واتمّ علیه من لدنه جمیع انواع الآلاء والنعماء فحمده روح النبیّ بحمد لا یبلغ فکر الی اسراره ولا تدرك ناظرةٌ حدود انواره - و بالغ فی الحمد حتی غاب وفنا فی اذکارہ واما سبب هذا الحمد الکثیر و سر احماده - فهو بحار فضل الله و موالاة امداده - وعنایة الله التی ما وکلته طرفة عین الی سعیه واجتهاده حتی شغفه وجه الله حبّا واحده فی وداده - فمار قلبه لتحمید هذا المحسن حتی صار الحمد عین مراده - وهذه مرتبة ما اعطاها الله لغیره من الرسل و الانبیاء - والابدال والاولیاء -

طرف آپ کو بھیجا - اور ہر ایک اندھے اور بہرے اور گونگے کی اصلاح کے لئے آپؐ کو پسند فرمایا - اور خدا تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کے عطر سے اس قدر آنجنابؐ کو معطر کیا کہ اُس سے پہلے کوئی نبی اور رسول نہیں کیا گیا - خدا نے اپنے پاس سے آپؐ کو علم دیا - اور اپنے پاس سے فہم عطا کیا - اور اپنے پاس سے معرفت بخشی اور اپنے پاس سے پاک کیا - اور اپنے پاس سے ادب سکھلایا - اور برگزیدگی کے پانی سے اپنے پاس سے نہلایا - پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اُس خدا کی تعریف کرنا واجب ہو گیا جو اُس کے ہر ایک کام کا آپ متکفل ہوا - اور اپنی پناہ کی چادر کے نیچے جگہ دی اور ہر ایک کام آنحضرتؐ کا اپنی توجہ خاص سے بغیر توسط استادوں اور باپوں اور امیروں کے بنایا - اور اپنے پاس سے اُس پر ہر ایک قسم کی نعمت پوری کی - پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح نے خدا تعالیٰ کی وہ تعریف کی جو کوئی فکر اُس کے بھیدوں تک نہیں پہونچ سکتا - اور کوئی آنکھ اُسکے نوروں کی حدود کو پا نہیں سکتی - اور اُس نے خدا کی تعریف کو کمال تک پہونچایا یہانتک کہ اُس کے ذکروں میں گم اور فنا ہو گیا اور اُس کے اس قدر تعریف کرنے اور خدا تعالیٰ کو صاحب تعریف ٹھہرانے کا سر یہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے متواتر اور پیا پے اُس پر اپنے فضل نازل کئے - اور وہ عنایت اس کے شامل حال کی جس نے ایک طرفة العین بھی اس کو اپنی کوشش اور سعی کا محتاج نہ کیا یہانتک کہ وجہ اللہ نے اس کے دل کو

فانهم وجدوا بعض معارفهم
وعلومهم ونعمهم بوساطة العلماء
والآباء والمحسنين وذوی الآلاء۔
وامانبینا صلی اللہ علیہ وسلم
فوجد کل ما وجد من حضرة الکبریاء
ونال ما نال من منبع الفضل و
الاعطاء۔ فما فارت قلوب
الآخرین للحمد کما فار قلب نبینا
لحمد منعم تولی امرہ وحدہ من
جمیع الانحاء۔ فلاجل ذالک ما
سمی احد منهم باسم احمد۔
فانه ما اثنی علی اللہ احد منهم
کمحمدٍ وما وحّد۔ وکان فی نعمهم
مزج ایدی الانسان وما علمهم
اللہ کعلمه وما تولی کل امورهم
وما اید۔ فلا مهدی الا محمد
ولا احمد الا محمد علی وجه
الکمال۔ وهذا سر لا یفهمه الا
قلوب الابدال۔ ثم اذا کان حمده
بایثار وجه اللہ والاقبال علیه
بنفی اهواء النفس والحفد الیه
باخلاص وصدق وتوحید

چیر کر اپنا دخل اس میں کیا اور اپنی محبت میں اس کو یگانہ بنایا
پس اس محسن کی تعریف کے لئے اس کے دل نے جوش مارا
اور خدا تعالیٰ کی تعریف اسکی دلی مراد ہوگئی۔ اور یہ وہ مرتبہ ہے
کہ بجز اس کے کسی کو رسولوں اور نبیوں اور ابدالوں اور
ولیوں میں سے عطا نہیں ہوا۔ کیونکہ اُن لوگوں نے اپنے بعض معارف
اور علوم اور نعمتیں بتوسط عالموں اور باپوں اور احسان کرنے
والوں کے پائی تھیں۔ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو
کچھ پایا جناب الٰہی سے پایا۔ اور جو کچھ ان کو ملا اُسی چشمۂ فضل
اور عطا سے ملا۔ پس دوسروں کے دل حمد الٰہی کے لئے
ایسے جوش میں نہ آسکے جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کا دل جوش میں آیا۔ کیونکہ اُن کے ہر ایک کام کا خدا ہی
متولی تھا پس اسی وجہ سے کوئی نبی یا رسول پہلے نبیوں
اور رسولوں میں سے احمدؐ کے نام سے موسوم نہیں ہوا
کیونکہ ان میں سے کسی نے خدا کی توحید اور ثنا ایسی نہیں
کی جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اور ان کی نعمتوں
میں انسان کے ہاتھ کی ملونی تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی طرح انکو تمام علوم بے واسطہ نہیں دیئے گئے اور
ان کے تمام امور کا بلا واسطہ خدا متولی نہیں ہوا۔ اور نہ
تمام امور میں بے واسطہ ان کی تائید کی گئی۔ پس کامل
طور پر بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی مہدی نہیں
اور نہ کامل طور پر بجز آنجناب کے کوئی احمدؐ ہے۔ اور یہ
وہ بھید ہے جس کو محض ابدال کے دل سمجھتے ہیں اور کوئی

فرجع الله إليه صلة منه ما ارسل
الى ربّه من تحميد- وكذالك جرت
سنّتهٗ بكل صديق وحيد- فمحمّد
مُحمدنا فى الارض والسماء بامر
ربّ مجيد- وفى هذا تذكرة
للعابدين وبشرى لقوم حامدين.
فان الله يردّ الحمد الى الحامد
ويجعله من المحمودين- فيُحمَد
فى العالمين- ويوضع له القبولية
فى الارض فيثنى عليه كل من كان
الصالحين- وهذا هو كمال
حقيقة العبودية ومآل امر
النفوس المطهرة- ولا يعرفها
الّا الذى أُعطى حظا من المعرفة
وهذا هو غاية نوع الانسان وكماله المطلوب
فى تعبّد الرحمٰن وهذا هو الّذى تنتهى اليه آمال
الاولياء ويختتم عليه سلوك الطلباء وتستكمل
بها الغاية نفوس الاصفياء- وهذا هو لبّ اعباء
الشريعة- ونتيجة المجاهدات
فى الملّة- وسرّ ما نزل به الناموس
من الحضرة على قلب خير البريّة
عليه انواع السلام والصلوٰة

دوسرا سمجھ نہیں سکتا- اور پھر جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی تعریفیں اس وجہ سے تھیں کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کو
اختیار کر لیا تھا- اور ہوائے نفس سے الگ ہو کر خدا کی طرف
متوجہ ہو گئے تھے اور اخلاص اور صدق اور توحید سے
اس کی طرف دوڑے تھے- سو خدا نے وہ تعریفیں بطور
انعام کے ان کی طرف واپس کر دیں- اور تمام یگانہ صدیقوں
سے اس کی یہی عادت ہے کہ وہ حامد کو محمود بنا دیتا ہے
پس ہمارا نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم زمین و آسمان میں تعریف
کیا گیا- اور اس قصے میں پرستاروں کے لئے یاد رکھنے
کی بات ہے اور خدا کے ثناخوانوں کو اس میں بشارت ہے
کیونکہ خدا تعریف کرنے والے کی تعریف کو اُسی کی طرف
ردّ کر دیتا ہے- اور اُس کو قابل تعریف ٹھہرا دیتا ہے-
پس وہ دنیا میں تعریف کیا جاتا ہے- اور اُس کی قبولیت
زمین پر پھیلائی جاتی ہے- پس ہر ایک جو نیک طینت ہے
اس کی تعریف کرتا ہے- اور یہی عبودیت کی حقیقت کا
کمال اور پاک نفسوں کا انجام کار ہے- اور اس مقام کو
کوئی شخص بجز صاحب معرفت کے نہیں پہچانتا- اور یہی
نوع انسان کی غایت اور عبادتوں کا کمال مطلوب ہے
یہی وہ امر ہے جو اولیاء کی امیدوں کا منتہا اور طالبوں
کے سلوک کے ختم ہونے کی جگہ ہے- اور اسی کے ساتھ
عنایت الٰہی برگزیدوں کے نفوس کو مکمل کرتی ہے- اور
یہی شریعت کے بوجھوں کا مغز- اور مجاہدات دینی کا نتیجہ ہے

والبركات والتحية ...... وما
تعلم ما الحمد والتحميد - ولم
اعلى مقامه الربّ الوحيد - و
كفى لك من عظمته انّ الله ابتدء
به كتابه الكريم - ليبيّن للنّاس
عظمة الحمد ومقامه العظيم -
وانه لا يفور من قلب الا بعد المحوية
والذوبان - ولا يتحقق الا بعد
الانسلاخ ودوس اهواء النفس
الثعبان - ولا يجرى على لسان الّا
بعد اضطرام نار المحبة فى الجنان -
بل لا يتحقق الا بعد زوال اثر
الغير من الموهوم والموجود -
ولا يتولد الا بعد الاحتراق فى
نار محبّة المعبود - فمن القى نفسه
فى هذه النار - فهو يحمد الله بقلب
موجع وسر محو فى الحبيب المختار
وهو الذى يدعى فى السماء باسم
احمد ويقرب ويدخل فى بيت العزة
وقصارة الدار وهى دار العظمة والجلال
يقال استعارة ان الله بناها لذاته
القهار - ثم يعطيه لحمّاد وجهه

اور یہ ان امور کا بھید ہے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لائے پس اُس نبی پر سلام اور برکتیں اور درود
اور تحیت ہوں ..... اور تجھے کیا خبر ہے کہ حمد کہتے کس کو
ہیں اور کیوں اس کا بلند پایہ ہے - اور اس کی عظمت سمجھنے
کے لئے تجھے یہ کافی ہے کہ خدا نے قرآن شریف کی تعلیم
کو حمد سے ہی شروع کیا ہے تا لوگوں کو حمد کے مقام
کی بلندی سمجھاوے جو کسی دل میں سے بجز گدازش
اور محویت کے جوش نہیں مار سکتی اور اسی وقت متحقق
ہوتی ہے جبکہ مار نفس امارہ کچلا جائے اور نفسانی چولہ
آتار لیا جائے - اور یہ حمد کسی زبان پر جاری نہیں ہو سکتی
بجز اس کے کہ پہلے دل میں محبت کی آگ بھڑکے بلکہ
یہ وجود پذیر ہی نہیں ہو سکتی جب تک کہ غیر کا نام و نشان
بکلی زایل نہ ہو جائے اور پیدا نہیں ہو سکتی جب تک کہ
ایک شخص آتش محبت معبود حقیقی میں جل نہ جائے اور
جو شخص اس آگ میں اپنے تئیں ڈال دے - پس وہی اپنے
دردمند دل اور اس سر سے جو خدا میں محو ہے خدا کی
تعریف کرے گا - اور وہ وہی شخص ہے جس کو آسمان
میں احمد کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے - اور
قریب کیا جاتا ہے اور عزت کے گھر اور قصارۃ الدار
میں داخل کیا جاتا ہے - اور وہ عظمت اور جلال کا گھر
ہے جو بطور استعارہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا نے اس کو
اپنی ذات کے لئے بنایا - پھر اس گھر کو بطور استعارہ اُسکو

فیکون لہ کالبیت المستعار فیحمد هذا الرجل فی السماء والارض بامر اللّٰہ الغفّار۔ ویدعیٰ باسم مُحمّد فی الافلاک والبلاد والدیار۔ ومعناہ انہ حُمّد حمدًا کثیرًا واتفق علیہ الاخیار من غیر الانکار۔ وان هذین الاسمین قد وُضعا لنبیّنا من یوم بناء هذہ الدار۔ ثم یعطیان للذی صار لہ کالاظلال والاٰثار۔ ومن اُعطی من هذین الاسمین بقبس فقد انیر قلبہ بانواع الانوار...... فبشریٰ لنا معشر الاسلام۔ قد بعث لنا نبیّ بهذہ الصفة وهذا الکمال التام۔ وسُمّی احمد ومحمدًا من اللّٰہ العلّام۔ لیکون هذان الاسمان بلاغًا للامة وتذکیرًا لهذا المقام۔ الذی هو مقام الفناء والانقطاع والانعدام۔ لترغب الامة فی هذہ الصفات وتتبع اسمی خیر الانام وقد ندب علیهما اذ قیل حکایة عن الرسول فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ فاهتزت ارواحنا عند وعد هذا

دے دیتا ہے جو اُس کی ذات کا ثناخواں ہو۔ پس یہ شخص زمین اور آسمان میں خدا تعالیٰ کے حکم کے ساتھ تعریف کیا جاتا ہے۔ اور آسمانوں اور زمین میں محمدؐ کے نام سے پکارا جاتا ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ بہت تعریف کیا گیا اور یہ دونوں اسم ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ابتداء دنیا سے وضع کئے گئے ہیں۔ پھر بعد اس کے اُس شخص کو بطور استعارہ دیئے جاتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بطور اظلال و آثار ہو۔ اور جس شخص کو ان دونوں ناموں سے ایک چنگاری دی گئی تو اُس کا دل کئی قسم کے نوروں سے روشن کیا گیا...... پس ہم جو اسلام کا گروہ ہیں ہمیں خوشخبری ہو کہ ہمیں احمدؐیت اور محمدؐیت کی صفت والا نبی ملا۔ اور اُس کا نام خدا تعالیٰ کی طرف سے احمدؐ اور محمدؐ ہوا۔ تا کہ اُس کے دونوں نام اُمت کے لئے ایک تبلیغ ہو۔ اور اس مقام کے لئے یہ ایک یاددہانی ہو۔ وہ مقام جو فنا اور غیر اللہ سے منقطع ہونے اور معدوم ہونے کا مقام ہے تا کہ اُمت ان صفتوں میں رغبت کرے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دونو ناموں کی پیروی کرے۔ اور پیروی کے لئے قرآن شریف میں بلایا گیا ہے۔ جب کہ رسولؐ کی زبان سے کہا گیا کہ آؤ میری پیروی کرو تا خدا تم سے پیار کرے۔ پس یہ

الجزاء والانعام وقلوبنا امتلئت شوقا
وصارت اشكالها كؤوس المدام
وما اعظم شان رسول ما خلا اسمه
من وصية الامة بل ملاء من تعليم
الطريقه - ويهدي الى طرق المعرفة
واشير في اسميه الى منتهى مراحل
سبل حضرة العزة - وادمي الى
نقطة ختم عليها سلوك اهل المعرفة
اللهم فصل عليه وسلم وآله
المطهرين الطيبين - واصحابه
الذين هم اسود مواطن النهار و
رهبان الليالي ونجوم الدين رضي
الله عنهم اجمعين - (نجم الهدیٰ ص۲۲)

سُن کر کہ یہ انعام ملے گا۔ ہماری روحیں جنبش میں آئیں
اور ہمارے دل شوق سے بھر گئے اور اُن کی شکلیں یوں
ہو گئیں جیسا کہ شراب سے بھرے ہوئے کوزے ہوتے
ہیں۔ اور اُس رسول کی کیا ہی بلند شان ہے جس کا نام
بھی وصیّت سے خالی نہیں بلکہ خدا جوئی کے طریقہ کی اس
سے تعلیم ملتی ہے اور معرفت کی راہوں کی طرف وہ
ہدایت کرتا ہے۔ اور اس میں اس نقطہ کی طرف اشارہ ہے
جس پر اہل معرفت کے سلوک ختم ہوتے ہیں۔ اور نیز
خدا شناسی کے آخری مقام کی طرف اشارہ ہے۔ پس
اے خدا اس نبی پر سلام اور درود بھیج اور اس کی آل پر
جو مطہّر اور طیّب ہیں اور اس کے اصحاب پر جو دن کے
میدانوں کے شیر اور راتوں کے راہب ہیں اور دین کے
ستارے ہیں۔ خدا کی خوشنودی ان سب کے شامل حال ہے۔

آنحضرتؐ نے صحابہ کرامؓ کو کہاں سے اُٹھایا
اور کہاں پر پہونچا دیا

"وانی لا اریٰ حاجة فی هذه الرسالة
الی ان اکتب دلائل الملة الاسلامية
او انمق نبذا من فضائل خير البرية
عليه معظمات السلام والتحية -
فان الاسلام دين عظيم وقويم
اودع عجائب الايات - ونبينا

اور میں اس رسالہ میں اس بات کی طرف کچھ حاجت نہیں
پاتا کہ مذہب اسلام کی حقیت کے دلائل لکھوں - یا
کچھ فضائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کروں
کیونکہ اسلام وہ دین بزرگ اور سیدھا ہے جو عجائب
نشانوں سے بھرا ہوا ہے - اور ہمارا نبی وہ نبی کریمؐ ہے جو
ایسی خوشبو سے معطر کیا گیا ہے جو تمام مستعد

نبی کریم ضمّخ بطیب عمیم من
البرکات۔ وصیغ من نور رب الکائنات
وجاءنا عند شیوع الضلالات۔ و
سفر عن مرئی وسیم وارج نسیم
للافاضات۔ وشن علی سرب الباطل
من الغارات۔ وترائی فی صدقہ کاجلی
البدیھیات۔ وانّہ ھدیٰ قوماً کانوا
لا یرجون لقاء الرحمٰن وکانوا کاموات ما بقی
فیھم روح الایمان والعمل والعرفان وکانوا
یعیشون بایئسین فھداھم وھذبھم ورفعھم
واوصلھم الی اعلیٰ مدارج المعرفۃ۔
وکانوا من قبل یشرکون ویعبدون
تماثیل من الحجارۃ۔ ولا یومنون
باللہ الاحد الصمد ولا بیوم الاٰخرۃ۔
وکانوا یعکفون علی الاصنام ویعزون
الیھا کلّما ھو قدر اللہ الحکیم العلام۔
حتی عزوا الیھا انزال المطر من الغمام
واخراج الثمار من الاکمام وخلق
الاجنۃ فی الارحام۔ وکل امر الحیات
والحمام۔ وکان یعتقد کل منھم
وثنہ معوانا۔ وعند النوائب مستعانا
وعند الاعمال دیّانا۔ وکان کل منھم

طبیعتوں تک پہونچنے والی۔ اور اپنی برکات کے ساتھ
ان پر احاطہ کرنے والی ہے۔ وہ نبی خدا کے نور
سے بنایا گیا اور ہمارے پاس گمراہیوں کے پھیلنے کے
وقت آیا۔ اور اپنا خوبصورت چہرہ ہم پر ظاہر کیا۔
اور ہمیں فیض پہنچانے کے لئے اپنی خوشبو کو پھیلایا
اور اُس نے باطل پر دھاوا کیا اور اپنے تاراج
سے اُس کو غارت کر دیا۔ اور اپنی سچائی میں ابجلے
بدیہیات کی طرح نمودار ہوا۔ اُس نے اس قوم کو ہدایت
فرمائی جو خدا کے وصال کی امید نہیں رکھتی تھی۔ اور
مردوں کی طرح تھی جن میں ایمان اور نیک عملی اور
معرفت کی روح نہ تھی اور نومیدی کی حالت میں زندگی
بسر کرتے تھے۔ اور ان کو ہدایت کی اور مہذب بنایا
اور معرفت کے اعلیٰ درجوں تک پہونچایا۔ اور اس سے
پہلے وہ شرک کرتے اور پتھروں کی پوجا کرتے تھے
اور خدائے واحد اور قیامت پر اُن کو ایمان نہ تھا۔
اور وہ بتوں پر گرے ہوئے تھے۔ اور خدا تعالیٰ کی
قدرتوں کو بتوں کی طرف منسوب کرتے تھے یہانتک
کہ مینہ کا برسانا اور پھلوں کا نکالنا اور بچوں کو رحموں
میں پیدا کرنا اور ہر ایک امر جو موت اور زندگی سے
متعلق تھا تمام یہ امور بتوں کی طرف منسوب کر رکھے
تھے۔ اور ہر ایک ان میں سے اعتقاد رکھتا تھا۔ کہ
اس کا ایک بڑا بھاری مددگار بت ہی ہے جس کی وہ

Dr. Hakim Abdul Rashid Ojrak
Said Mitha LAHORE

يهرع الى تلك الحجارة حريصًا - و
يحفد اليها مستغيثا - وكذالك تركوا
ضوء النهار واتخذوا الليل مقامًا -
وادلج كل فيه واحبوا ظلامًا - وكانوا
يهتزون بها هزة من فاز بالمرام
اوكمن اكثبه قنص فاخذه من
غير رمى السهام - وكانوا قد علق
بقلبهم انهم يعطون كل مرادهم
من الاصنام وحسبوا ان الله منزه
عن تلك الاهتمام - وزعموا انه
اعطى لالهتهم قوة وقدرة فى عالم
الارواح والاجسام - وكساهم رداء
الوهيّتة بالاعزاز والاكرام - وهو
مستريح على عرشه وفارغ من
هذه المهام - وهم يشفعون
عبدتهم وينجون من الآلام -
ويقربون الى الله زلفى ويعطون
مقصد المستهام - وكانوا مع
تلك العقائد يعملون السيئات
وبها يتفاخرون - ويزنون ويسرقون
وياكلون اموال اليتامى من غير الحق
ويظلمون - ويسفكون الدماء و

پوجا کرتا اور وہی بُت مصیبتوں کے وقت اس کی
مدد کرتا ہے اور عملوں کے وقت اُس کو جزا دیتا ہے
اور ہر ایک ان میں سے اُنہی پتھروں کی طرف دوڑتا تھا
اور اُن ہی کے آگے فریاد کرتا تھا - اور اسی طرح انہوں
نے روشنی کو چھوڑا اور رات کو اپنا قیام گاہ بنایا - اور اندھیرے
سے پیار کر کے رات میں داخل ہوئے اور بتوں کے
ساتھ وہ لوگ ایسے خوش ہوتے تھے جیسا کہ کوئی ایک
مراد پا کر خوش ہوتا ہے یا جیسا کہ وہ شخص خوش ہوتا ہے
جس کے قابو میں آسانی سے جنگلی شکار چڑھ جاتا ہے -
اور بغیر تیر مارنے کے پکڑا جاتا ہے - اور اُن کے
یہ ذہن نشین تھا کہ اُن کے بُت تمام مرادیں اُن کی
دے سکتے ہیں - اور وہ لوگ خیال کرتے تھے کہ خدا تعالیٰ
ان تکالیف سے کہ کسی کو مراد دیوے اور کسی کو پکڑے
پاک اور منزہ ہے - اور اس نے یہ تمام قوتیں اور قدرتیں
جو عالم ارواح اور اجسام کے متعلق ہیں اُن کے بتوں کو
دے رکھی ہیں اور عزت بخشی کے ساتھ الوہیت کی چادر
ان کو پہنا دی ہے - اور خدا عرش پر آرام کر رہا ہے
اور ان بکھیڑوں سے الگ ہے - اور اُن کے بُت اُنکی
شفاعت کرتے اور دردوں سے نجات دیتے ہیں -
اور خدا کا قرب ان کے ذریعہ سے میسر آتا ہے -
اور سرگردان لوگوں کو اُن کے مقاصد تک پہونچاتے
ہیں - اور ان عقیدوں کے علاوہ بدکاریاں کرتے تھے

ينهبون۔ ويقتلون نفوسا زكية ولا يخافون۔ وما كان جريمة الا فعلوها۔ وما من آلهة باطلة الا عبدوها۔ اضاعوا آداب الانسانية وزايلوا طرق الاخلاق الانسية۔ وصاروا كالوحوش البرية۔ حتى اكلوا لحم الابناء والاخوان۔ وخضموا كل جيفة وشربوا الدماء كالالبان۔ وجاوزوا الحد في المنكرات وانواع الشقا۔ وفعلوا ما شاؤا كاوابد الفلا۔ ولم يزل شعراءهم يلوكون اعراض النساء۔ وامراءهم يداومون على الخمر والقمار والجفاء وكانوا اذا ابخلوا يتلفون حقوق الاخوان واليتامى والضعفاء۔ واذا انفقوا ينفقون اموالهم في البطر والاسراف والرياء واستيفاء الاهواء۔ وكانوا يقتلون اولادهم خوفا من الاملاق والخصاصة۔ ويقتلون بناتهم عارًا من ان يكون لهم ختن من شركاء القبيلة۔ وكذالك كانوا يجمعون في انفسهم اخلاقًا

اور ان پر فخر کرتے تھے۔ اور زنا کرتے اور چوری کرتے اور یتیموں کا ناحق مال کھاتے اور ظلم کرتے اور خون کرتے اور لوگوں کو لوٹتے اور بچوں کو قتل کرتے اور ذرہ نہ ڈرتے۔ اور کوئی گناہ نہ تھا جو انہوں نے نہ کیا ہو اور کوئی جھوٹا معبود نہ تھا جس کی پوجا نہ کی ہو انسانیت کے ادبوں کو ضائع کیا اور انسانی خلقوں سے دُور جا پڑے اور وحشی جانوروں کی طرح ہو گئے یہاں تک کہ بیٹوں اور بھائیوں کے گوشت کھائے۔ اور ہر ایک مردار کو بتمام حرص کھایا۔ اور خون کو یوں پیا جیسا کہ دُودھ پیا جاتا ہے۔ اور بدکاریوں اور خدا تعالیٰ کی نافرمانیوں میں حد سے گذر گئے۔ اور جنگل حیوانوں کی طرح جو کچھ چاہا کیا۔ اور ہمیشہ ان کے شاعر دریدہ دہنی سے عورتوں کی بے عزتی کرتے۔ اور ان کے امراء کا شغل قمار بازی اور شراب اور بدی تھی۔ اور جب بخل کرتے تھے تو بھائیوں اور یتیموں اور غریبوں کا حق تلف کر دیتے تھے۔ اور جب مالوں کو خرچ کرتے تھے تو عیاشی اور فضول خرچی اور زناکاری اور نفسانی ہوا اور ہوس کے پورا کرنے میں خرچ کرتے۔ اور نفس پرستی کو انتہا تک پہنچاتے تھے۔ اور وہ لوگ اپنی اولاد کو درویشی اور تنگ دستی کے خوف سے قتل کر دیا کرتے تھے۔ اور بیٹیوں کو اس عار سے قتل کرتے تھے کہ تا شرکاء میں سے ان کا کوئی داماد نہ ہو۔ اور اسی طرح

ردیّة - وخصالاً رذیلة مهلکةً -
حتی کثر فیهم حزب المقترفین
الزنیمین وعاهرات متخذات
اخدانا والزانین - والذین کانوا
یخالفون آثار مهیعهم فکانوا
یخافون عند نصحهم علی
عرضهم وانفسهم واهل مربعهم -
فالحاصل ان العرب کانوا قوماً لم یواجهوا
فی مدة عمرهم تلقاء الواعظین
وکانوا لا یدرون ما التقی وما خصال
المتقین وما کان فیهم من کان
صادقاً فی الکلام ومیزانًا عند
فصل الخصام -

فبینما هم فی تلک الاحوال
وانواع الضلال - والفساد فی الاقوال
والاعمال والافعال - اذ بُعث فیهم
رسول من انفسهم فی بطن مکة -
وکانوا لا یعلمون الرسالة والنبوة -
وما بلغهم رسٌّ من اخبارها وما دروا
هذه الحقیقة - فابوا وعصوا وکانوا
علی کفرهم وفسقهم مصرّین -
وحمل رسول الله صلی الله علیه وسلم

انہوں نے اپنے اندر اخلاق ردیّہ اور رذیل خصلتیں جمع
کر رکھی تھیں - یہانتک کہ ان میں ایک جماعت بد اصلوں
اور ولد الحراموں کی ہوگئی تھی - اور عورتیں زانیہ
آشناؤں سے تعلق رکھنے والیں اور مرد زانی پیدا
ہوگئے تھے - اور جو لوگ ان کی راہ کے مخالف
ہوتے تھے وہ نصیحت دینے کے وقت اپنی عزت
اور جان اور گھر والوں کی نسبت خوف کرتے تھے - غرض
عرب کے لوگ ایک ایسی قوم تھی جن کو کبھی واعظوں
کے وعظ سننے کا اتفاق نہ ہوا - اور نہیں جانتے تھے
کہ پرہیزگاری اور پرہیزگاروں کی خصلتیں کیا چیز
ہیں - اور ان میں کوئی ایسا نہ تھا کہ جو کلام میں صادق
اور فیصلہ مقدمات میں منصف ہو -

پس اسی زمانہ میں جب کہ وہ لوگ ان حالات
اور ان فسادوں میں مبتلا تھے - اور ان کا تمام قول اور
فعل فساد سے بھرا ہوا تھا - خدا تعالی نے مکہ میں سے
ان کے لئے رسول پیدا کیا - اور وہ نہیں جانتے تھے
کہ رسالت اور نبوت کیا چیز ہے - اور اس حقیقت
کی کچھ بھی خبر نہ تھی - پس انکار اور نافرمانی کی اور اپنے
کفر اور فسق پر اصرار کیا - اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ان کے ہر ایک جفا کی برداشت کی اور ایذا پر
صبر کیا - اور بدی کو نیکی کے ساتھ اور بغض کو محبت
کے ساتھ بدل دیا - اور غمخواروں اور محبوں کی طرح

كل جفاءهم۔ وصبر على ايذاءهم
ودفع السيئات بالحسنة۔ والبغض
بالمحبة۔ ووافاهم كالمحبين
المواسين ولما سلك في سكك مكة كوحيد
طريد۔ وتصدّى بقوة النبوة لكل
عذاب شديد۔ وكان يُقبل على الله
كل ليلة۔ ويسئل الله الفتاح عيونهم
ونزول فضل ورحمة۔ حتى استجيب
الدعوات وضاع مسكها وتوالى
النفحات۔ ونزل امر مقلب القلوب
واوتوا قوة من معطى الحب وزارع
المحبوب۔ فبُدّلت الارض غير
الارض بحكم حضرة الكبرياء و
جُذبت النفوس الى الداعى المبارك و
سمع نداءه قلوب السعداء۔ واقض
الى مقتله كل رشيد من الصدق
والوفاء۔ وجاهدوا باموالهم وانفسهم
لابتغاء مرضاة الله الرحمٰن۔ وقضوا
نحبهم لله الرحمٰن۔ وذُبحوا له
ككبش القربان۔ وشهدوا باهراق
دماءهم انهم قوم صادقون۔
واثبتوا باعمالهم انهم لله مخلصون

ان کے پاس آیا۔ اور ایک مدّت تک آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے اور ردّ شُدہ انسان کی
طرح مکہ کی گلیوں میں پھرتے رہے۔ اور قوت
نبوت سے ہر ایک عذاب کا مقابلہ کیا۔ اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت تھی کہ رات
کو اُٹھ کر خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے۔ اور خدا تعالیٰ
سے اُن کی بینائی اور فضل اور رحمت چاہتے۔
یہانتک کہ دعائیں قبول کی گئیں اور اُن کی کستوری
کی خوشبو پھیلی۔ اور خوشبوئیں پے در پے پھیلنی
شروع ہوئیں۔ اور دلوں کے بدلنے والے کا حکم
نازل ہوا۔ اور اس ذات سے اُن کو قوت عطا ہوئی
جو محبت کو عطا کرتا۔ اور دانوں کو اُگاتا ہے
سو حکم الٰہی سے زمین بدلائی گئی اور آواز دینے
والے بابرکت کی طرف دل کھینچے گئے۔ اور ہر ایک
رشید اپنے قتل گاہ کی طرف صدق اور وفا سے
نکل آیا۔ اور انہوں نے مالوں اور جانوں کے ساتھ
خدا تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے کوششیں کیں اور اپنی
جانفشانی کی نذروں کو پورا کیا۔ اور اس کے لئے
یوں ذبح کئے گئے جیسا کہ قربانی کا بکرا ذبح کیا جاتا ہے
اور انہوں نے اپنے خونوں سے گواہی دیدی
کہ وہ ایک سچی قوم ہے۔ اور اپنے اعمال سے
ثابت کر دیا کہ وہ لوگ خدا کی راہ میں مخلص ہیں

وكانوا فى زمن كفرهم اسارىٰ فى
سجن الظلام - فنوّروا بعد اجابة
دعوة الاسلام - وبدّل الله سيئاتهم
بالحسنات - وشرورهم بالخيرات
فبدل غبوقهم بصلوة آناء الليل
والتضرعات - وصبوحهم بصلوة
الصبح والتسبيحات والاستغفارات
وبذلوا اموالهم وانفسهم بسبيل
الرحمٰن بطيب الجنان - عندما
ثبت لهم صدق الرسول بكمال
الايقان - فاذا رؤا الحق فاتموا
جهدهم فى استيراء زند الايمان -
وبلوا انفسهم لاستشفاف فرند
الاستيقان - فهذا هو الامر الذى
شجّعهم وحدّد مداهم - ثمّ
اشاد لهم ذكرا لهم - واحسن
عقباهم - وهذا هو السمح
الذى حبّب الى الخلائق خلائقهم
وادى كنشر المسك المفتوت حقائقهم
وهذا هو سبب اجتراء جنانهم
وانصلات لسانهم - وقوة ايمانهم
وعلو عرفانهم - ولاجل ذالك اهرقوا

اور زمانہ کفر میں وہ لوگ تاریکی کے زندان میں قید تھے
سو اسلام کے قبول کرنے نے ان کو منوّر کر دیا۔
اور اُن کی بدیوں کو نیکی کے ساتھ اور اُن کی شرارتوں
کو بھلائی کے ساتھ بدل دیا۔ اور اُن کی شراب شبانگاہی
کو رات کی نماز اور رات کے تضرعات کے ساتھ
بدل ڈالا۔ اور اُن کی بامدادی شراب کو صبح کی نماز اور
تسبیح اور استغفار کے ساتھ مبدل کر دیا۔ اور انہوں
نے یقین کامل کے بعد اپنے مالوں اور جانوں کو
خدا تعالیٰ کی راہوں میں بخوشی خاطر خرچ کیا۔ اور جب
انہوں نے حق کو دیکھ لیا تو اپنی کوششوں کو
ایمان کے چقماق میں سے آگ نکالنے میں کمال تک
پہونچایا۔ اور اپنی جانوں کو اس لئے کہ تا یقین
کی تلوار کے جوہر کو خوب غور اور تامل کے ساتھ
دیکھیں آزمائش میں ڈالا۔ پس یہی وہ امر ہے جس
نے ان کو بہادر کر دیا اور اُن کی کاردون کو تیز کیا۔
پھر ان کے ذکر کو بلند کیا اور ان کا انجام بخیر کیا۔
اور یہ وہی جوانمردی ہے جس نے لوگوں کے دلوں
میں اُن کو محبوب بنایا۔ اور اس کستوری کی
خوشبو کی طرح جو پیسی جائے اُن کی باطنی حقیقتوں
کو دکھلایا۔ اور یہی سبب ان کے دل کی دلیری اور
زبان کی روانگی اور ایمان کی قوت اور بلندی معرفت
کا ہے۔ اور اسی لئے انہوں نے اپنی جانوں کو ثابت

نفوسهم محبّةً ووِدادًا حتّى عاد
جمرها رمادًا۔ وانقادوا بحب الله
انقيادًا۔ واعدّوا النفوس بسبيله اعدادًا
وصارت المصائب عليهم كالبرد
السلام۔ ونسوا تكاليف الحرّ والضرام۔
ومن نظر في انهم كيف تركوا مراتعهم
الاولى۔ وكيف جابوا بيد الاهواء
ووصلوا المولى۔ وكيف بُدّلوا وغُيّروا
وطُهّروا وعُصموا۔ علم باليقين
انّه ما كان الّا اثر القوة القدسية المحمّديّة
وبه اصطفاهم الله۔ واقبل عليهم
بالتفضلات الازليّة۔ وانّ الصحابة
اُخذوا بهذا الاثر من تحت الثرى
ورُفعوا الى سمك السماء۔ ونُقلوا
درجة بعد درجة الى مقام الاجتباء
والاصطفاء۔ وقد وجدهم النبي صلعم
كعجماوات لا يعلمون شيئًا من
تهذيب وتقاة۔ ولا يفرقون بين
صلاح وهنات۔ فعلّمهم اوّلًا
آداب الانسانية بالاستيفاء۔ و
فصّل لهم طرق التمدّن والثواء
والطهارة والاستنان والسواك

میں جلایا یہانتک کہ ان کا کوئلہ راکھ کی طرح ہو گیا۔
اور خدا تعالیٰ کی محبت میں افروختہ ہو گیا۔ اور اس کی
راہوں کے لئے خوب تیاری کی۔ اور مصیبتیں ان کے
لئے سلامتی اور ٹھنڈک ہوگئیں۔ اور گرمی اور آگ
کی تیزی کو انہوں نے بھلا دیا۔ اور جو شخص اس
بات کو غور کی نظر سے دیکھے کہ انہوں نے اپنی پہلی
چراگاہوں کو کیونکر چھوڑ دیا۔ اور کیونکر وہ ہوا وہوس
کے جنگل کو کاٹ کر اپنے مولیٰ کو جا ملے۔ تو ایسا
شخص یقیناً جان لے گا کہ وہ تمام قوت قدسیہ محمدیہ
کا اثر تھا۔ اور اسی سبب سے ان کو خدا نے برگزیدہ کیا اور
عنایات ازلیہ کے ساتھ اس کی طرف توجہ کی۔ اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ کے ذریعہ سے
صحابہ زمین کے نیچے سے لئے گئے اور آسمان کی
بلندی تک پہونچائے گئے اور درجہ بدرجہ برگزیدگی
کے مقام تک منتقل کئے گئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ان کو چارپایوں کی مانند پایا کہ وہ تہذیب
اور پرہیزگاری میں سے کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔
اور نیکی بدی میں تمیز نہیں کر سکتے تھے۔ پس رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو انسانیت کے آداب
سکھلائے اور تمدن اور بود و باش کی راہوں پر مفصل
مطلع کیا۔ اور ان کے لئے پاکیزگی کے طریق اور
دانتوں کو صاف کرنا اور مسواک کرنا اور خلال بعد

والخلالة بعد الضحاء والعشاء -
والاستتار عند البول والاستبراء
عند الاستنجاء - وقوانين المعاشرة
والمدنية والاكل والشرب والكسوة
والمداواة والاحتماء - واصول
رعاية الصحة والاتقاء من اسباب
الوباء - وهداهم الى الاعتدال فى
جميع الاحوال والانحاء - ثم اذا
مرنوا عليها فنقلهم من التطهيرات
الجسمانية الى التحلى بالاخلاق
الفاضلة الروحانية - والخصال
المرضية المحمودة الايمانيه -
ثم اذا رای انهم رسخوا فی محاسن
الخصال - وكانت لهم ملكة فی اصدار
الاخلاق المرضية علی وجه الكمال
فدعاهم الى سرادق القرب والوصال
وعلّمهم المعارف الالهية وثنى
اعنّتهم الى حضرة العزة والجلال
ليترعوا من حدائق القرب لعاع
الحب ويكون لهم عند الله زلفى
وصدق الحال ...... فهذا اعجاز
نبيّنا من حيث الصورة العلمية

طعام چاشت وطعام شب کرنا اور بول کر کے جلدی
سے نہ اُٹھنا بلکہ بقیہ قطرات کو نکالنا تا کپڑا ناپاک نہ
ہو - اور تمامتر صفائی سے استنجا کرنا اور معاشرت
اور تمدن اور کھانے پینے اور لباس اور علاج اور
پرہیز اور اصول رعایت صحت اور اسباب وبا سے پرہیز
کے قوانین ظاہر فرمائے اور تمام صورتوں میں اعتدال
کی وصیت فرمائی - پھر جب جسمانی آداب سے خوپذیر
ہو گئے تو جسمانی پاکیوں سے منتقل کر کے اخلاق فاضلہ
روحانیہ اور خصائل ایمانیہ کی طرف کھینچا تا ان کے
ذریعہ سے روحانی پاکیزگی حاصل ہو - پھر جب دیکھا
کہ وہ لوگ نیک خصلتوں میں پختہ ہو گئے اور اچھے خلقوں
کے صادر کرنے کا ان کو ملکہ ہو گیا - تو اُن کو قرب
اور وصال کے سرادق کی طرف بلایا - اور معارف
الٰہیہ ان کو سکھلائے - اور حضرت عزت اور جلال
کی طرف اُن کی باگیں پھیریں تا وہ قرب کے سبزہ گاہوں
سے محبت کا سبزہ چُگیں - اور خدا تعالے
کے نزدیک ان کو مقام قرب اور صدق حال
میسر آوے ...... پس ہمارے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ علمی اور عملی مُعجزہ ہے
اور قرآن کریم کا تمام مخلوق کے لئے یہ ایک
اعجاز ہے - اور پہلے نبیوں کے مُعجزے
منقضی اور معدوم ہو گئے - مگر یہ قرآنی

والعملية - ومعجزة الفرقان الكريم
لكافة البرية - ولقد انقضت وانعدمت
خوارق النبيين الذين كانوا فی الازمنة
السابقة - ويبقى هذا الى يوم القيامة -
..... ثم اعلم ان هذه معجزة
عظمت شجرتاه - وضاعت ريّاه -
وقد جمعت لتصديقها طوائف
الانام - كما يجمعون لحجة الاسلام -
وانا نرى ان احدا من اجل الحكماء -
ان توجه الى تقويم اود سفيه من
السفهاء - او الى انابة فاسق اسير فی
الفسق والفحشاء - فيشق عليه قلع
عاداته - ولا يمكن له تبديل خيالاته
فما شان رجل اصلح فی زمان يسير
الوفا من العباد - ونقلهم الى الصلاح
من الفساد - حتى انحل تركيب الكفر
واجتمع شمل الصدق والسداد - و
وتلألأت فی نفوسهم انوار التقى -
ولمعت فی اساريرهم سرائر حب
المولى - وعلت هممهم للخدمات
الدينية - فشرّقوا وغرّبوا للدعوة
الاسلامية - واينموا واشأموا للاشاعة

معجزہ قیامت تک باقی رہے گا

— پھر بعد اس کے جان کہ یہ وہ معجزہ ہے جس کی
دونوں شاخیں عظیم الشان ہیں - اور جس کی خوشبو
پھیل رہی ہے - اور اُس کی تصدیق پر طوائف
مخلوقات جمع ہیں جیسا کہ حج خانہ کعبہ پر جمع ہوتے
ہیں - اور ہم دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جلیل الشان
حکیموں میں سے اس بات کی طرف توجہ کرے
کہ کسی سفیہہ نادان کی طبیعت کی کجی کو دُور کردے
یا کسی فاسق بدکاری کے عادی کو اُس کی اس
بدخصلت سے چھوڑا دے - تو ایسا کرنا
اُس حکیم پر مشکل ہو جائے گا - اور اُس فاسق
کے خیالات کو بدلا دینا اُس کے لئے غیر ممکن
ہوگا - اب دیکھو کہ اُس شخص کی کیسی بلند شان ہے
جس نے تھوڑے سے عرصہ میں ہزاروں انسانوں
کی اصلاح کی - اور فساد سے صلاحیت کی طرف
ان کو منتقل کیا یہانتک کہ ان کا کفر پاش پاش
ہوگیا - اور صدق اور راستی کے تمام اجزا ہیئت
اجتماعی ان کے وجود میں جمع ہو گئے - اور ان کے
دلوں میں پرہیزگاری کے نور چمک اُٹھے - اور
ان کی پیشانی کے نقشوں میں محبت مولی کے
بھید ایک چمکیلی صورت میں نمودار ہو گئے - اور
ان کی ہمتیں دینی خدمات کے لئے بلند ہو گئیں -

الملة المحمدية - وانارت عقولهم
فى العلوم الالهية - ودقت احلامهم
لفهم الاسرار الربانية - وحبب اليهم
الصالحات وكره المعاصى والسيئات -
وانزلوا فى خيام الرشد والسعادة - بعد
ما كانوا يعكفون على الاصنام للعبادة -
وما الوا فى جهدهم وما تركوا اجدهم
للاسلام حتى بلغوا دين الله الى فارس
والصين والروم والشام - ووصلوا الى
كل ما بسط الكفر جناحه - ووافوا كلما
شهر الشرك سلاحه - وما ردوا وجوههم
عن مواجهة الردى - وما تاخروا اشبرا
وان قطعوا اربا بالمدى - وكانوا عند
الحرب لمواضعهم يلازمون - والى
الموت لله حافدون - انهم قوم ما
تخلفوا فى مواطن المبارزة وبدروا
ضاربين فى الارض الى منتهى العمارات
وقد عجم عود فراستهم وبلى عصا
سياستهم - فوجدوا فى كل امر راتقين
وفى العلم والعمل سابقين - وان
هذا الا معجزة خاتم النبيين -
وانه على حقية الاسلام لدليل

اور وہ دعوت اسلام کے لئے ممالک مشرقیہ اور مغربیہ
تک پہونچے - اور ملت محمدیہ کی اشاعت کے لئے
بلاد جنوبیہ اور شمالیہ کی طرف انہوں نے سفر کیا - اور
ان کی عقلیں علوم الٰہیہ میں منوّر ہوئیں - اور اُن کی
قوئی فکریہ اسرار ربانیہ کے سمجھنے کے لئے باریک
ہوگئیں - اور نیک باتیں بالطبع ان کو پیاری لگنے لگیں
اور بد باتوں اور گناہوں سے بالطبع ان کو نفرت پیدا
ہوئی - اور رشد اور سعادت کے خیموں میں وہ اتارے
گئے - بعد اس کے جو بتوں پر پرستش کے لئے سرنگون
تھے - اور انہوں نے اپنی کوششوں اور تگ و دو میں کوئی
دقیقہ اسلام کے لئے اٹھا نہ رکھا - یہانتک کہ دین کو فارس
اور چین اور روم اور شام تک پہونچا دیا - اور جہاں جہاں
کفر نے اپنا بازو پھیلا رکھا تھا - اور شرک نے اپنی تلوار
کھینچ رکھی تھی وہیں پہونچے - انہوں نے موت کے سامنے
سے منہ نہ پھیرا - اور ایک بالشت بھی پیچھے نہ ہٹے
اگرچہ کاردوں سے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے - وہ لوگ
جنگ کے وقتوں میں اپنی قدم گاہوں پر استوار اور
قائم رہتے تھے - اور خدا کے لئے موت کی طرف
دوڑتے تھے - وہ ایک قوم ہے جنہوں نے کبھی
جنگ کے میدانوں سے تخلف نہ کیا - اور زمین کی
انتہائی آبادی تک زمین پر قدم مارتے ہوئے پہونچے -
ان کی عقلیں آزمائی گئیں - اور ملک داری کی لیاقتیں

مبين - وان كنتم في شك فادوني كمثلهم
احداً من اصحاب موسىٰ او من انصار
عيسى او من صحبة رسل آخرين -
وقد جاءتكم انباءهم وسمعتم
ماقال فيهم انبياءهم - وما رجفت
السنتهم وما كانوا كاذبين - فانهم
نطقوا بانطاق الروح وما تكلموا
كالمغضبين -

ومن دلائل نبوته صلى الله عليه
وسلم انه جاء في وقت الضرورة -
وما رحل من هذه الدنيا الا بعد
تكميل امر الملة - واما معجزاته
الاخرى - فوالله انها لا تعد ولا تحصى
والكتب من بعضها مملوة وهي
متظاهرة وانها في القوم مشهورة
متواترة - ثم معجزاته صلى الله
عليه وسلم كما ظهرت في اوّل
الزمان - كذالك تظهر في هذا
الاوان - وهذا امر ثابت ليست فيها
ثلمة - ولا في صحتها منقصة -
ووالله ان نبوته لمن اجلى البديهيات
ولا يفارقها في زمن انوار الآيات -

جانچی گئیں - سو وہ ہر ایک امر میں فایق نکلے اور علم اور عمل
میں سبقت کرنے والے ثابت ہوئے - اور یہ معجزہ ہمارے
رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے - اور حقیت
اسلام پر ایک صریح دلیل ہے - اور اگر تمہیں شک ہے تو
مجھے انکی مانند حضرت موسیٰ کے اصحاب میں سے یا حضرت عیسےٰ
کے حواریوں میں سے یا کسی اور نبی کے صحابہ میں سے ایک انسان بھی
دکھلاؤ - اور انکی خبریں تم سن چکے ہو - اور جو کچھ انکے بارے
میں انکے نبیوں نے کہا تمہیں معلوم ہے - اور ان نبیوں
کی زبانوں پر خلاف واقعہ باتیں جاری نہیں ہو سکتی تھیں -
اور نہ وہ جھوٹے تھے - کیونکہ وہ روح القدس کے بلانے
سے بولے تھے - اور غضبناک انسانوں کی طرح انکا کلام نہ تھا -

اور منجملہ دلائل نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہ ہے
کہ وہ عین ضرورت کے وقت میں آئے اور اس دنیا سے
کوچ نہ کیا جب تک کہ دین کے امر کو کمال تک نہ پہنچا دیا -
اور اگر دوسرے معجزات کا حال پوچھو تو بخدا کہ وہ
اس قدر ہیں کہ ہم گن نہیں سکتے - اور اسلامی کتابیں ان میں
سے بہت سے معجزات سے بھری پڑی ہیں - اور قوم میں مشہور
اور متواتر ہیں - پھر یہ بھی بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے معجزات جیسا کہ اول زمانہ میں ظاہر ہوئے تھے
ایسا ہی وہ اس زمانہ میں بھی ظاہر ہو رہے ہیں - اور یہ امر
ایک ایسا ثابت ہے جس میں کوئی رخنہ نہیں - اور نہ اسکی
صحت میں کچھ نقص ہے - اور بخدا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ولا ینکرھا الا الذی رُبیّ فی شر حجر ونشأ فی اخبث نشأ - وانہ جاء بدین لو نزعنا عنہ کل برھان۔ ونری نفس تعلیمہ بعین امعانٍ لنظرنا تلالؤ الحق فی صورتہ الساذجۃ المنیرۃ من غیر احتیاج الی حلل الحجج والادلۃ - وواللہ ما منع الناس ان یقبلوا الاسلام الا داءٍ دخیل من الکبر والتعصب والاَوَدِ والفساد وغلبۃ البخل و لحقد وحب القوم والعناد وما یجدھم من نعمہ الافرطات ضیقت صدورھم وملئت من الظلمات قبورھم فما کانوا مبصرین ؏

(نجم الہدیٰ ص۴-۹)

کی نبوت اجلی بدیہیات ہے - اور کسی زمانہ میں نشانوں کے نور اس سے علیحدہ نہیں ہونے - اور اُن سے کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا بجز اس شخص کے کہ جس نے بدی کی گود میں پرورش پائی ہو - اور نہایت خبیث کیفیت کے نشوونما میں بڑھا ہو - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا دین لائے کہ اگر ہم تمام براہین اور دلائل اس سے الگ کردیں اور اس کی نفس تعلیم کو غور کی نظر سے دیکھیں تو اسکی سادہ اور روشن صورت میں سچائی کو چمکتے ہوئے دیکھیں گے بجز اس حاجت کے کہ دلائل اور براہین کا اس کو لباس پہناویں - اور بخدا لوگوں کو اسلام کے قبول کرنے سے کسی چیز نے بجز اس کے منع نہیں کیا کہ اُن کے اندر ایک چھپی ہوئی بیماری تکبر اور تعصب اور بخل اور قومی حُبّ اور عناد کی تھی اور ہے جس کو وہ چھپاتے ہیں - اور خدا کی ان نعمتوں سے وہ محض اس لئے دور ڈالے گئے کہ وہ حد سے زیادہ گناہوں کے مرتکب ہوچکے تھے جنہوں نے اُنکے سینوں کو تنگ کردیا اور اُنکی قبروں کو اندھیرے سے بھر دیا سو وہ دیکھنے سے محروم رہ گئے ؏

یہود اور نصاریٰ کے ملہموں پر آنحضرتؐ کے انکار کا وبال

وہ آپؐ کے انکار کی وجہ سے دولتِ الہام وغیرہ سے محروم کردیئے گئے

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت ہزاروں راہب ملہم اور اہل کشف تھے اور نبی آخر الزمان کے قرب ظہور کی بشارت سنایا کرتے تھے - لیکن جب انہوں نے امام الزمان کو جو خاتم الانبیاء تھے قبول نہ کیا - تو خدا کے غضب کے صاعقہ نے اُن کو ہلاک کردیا اور اُن کے

تعلقات خدا تعالیٰ سے بکلی ٹوٹ گئے۔ اور جو کچھ ان کے بارے میں قرآن شریف میں لکھا گیا اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ وہی ہیں جن کے حق میں قرآن شریف میں فرمایا گیا وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ ۔ اس آیت کے یہی معنے ہیں کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ سے نصرت دین کے لئے مدد مانگا کرتے تھے۔ اور ان کو الہام اور کشف ہوتا تھا۔ اگرچہ وہ یہودی جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی تھی خدا تعالیٰ کی نظر سے گر گئے تھے۔ لیکن جب عیسائی مذہب بوجہ مخلوق پرستی کے مر گیا۔ اور اُس میں حقیقت اور نُورانیت نہ رہی تو اس وقت کے یہود اس گناہ سے بری ہو گئے کہ وہ عیسائی کیوں نہیں ہوتے۔ تب ان میں دوبارہ نورانیت پیدا ہوئی۔ اور اکثر ان میں سے صاحب الہام اور صاحب کشف پیدا ہونے لگے۔ اور اُن کے راہبوں میں اچھے اچھے حالات کے لوگ تھے۔ اور وہ ہمیشہ اس بات کا الہام پاتے تھے کہ نبی آخر زمان اور امام دوران جلد پیدا ہوگا۔ اور اسی وجہ سے بعض ربانی علماء خدا تعالیٰ سے الہام پا کر ملک عرب میں آ رہے تھے۔ اور اُن کے بچّہ بچّہ کو خبر تھی کہ عنقریب آسمان سے ایک نیا سلسلہ قائم کیا جائیگا۔ یہی معنے اس آیت کے ہیں کہ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ یعنے اس نبی کو وہ ایسی صفائی سے پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنے بچوں کو۔ مگر جبکہ وہ نبی موعود اس پر خدا کا سلام ظاہر ہو گیا تب خود بینی اور تعصب نے اکثر راہبوں کو ہلاک کر دیا۔ اور اُن کے دل سیاہ ہو گئے۔ مگر بعض سعادت مند مسلمان ہو گئے اور اُن کا اسلام اچھا ہوا۔ پس یہ ڈرنے کا مقام ہے اور سخت ڈرنے کا مقام ہے۔ خدا تعالیٰ کسی مومن کی بلعم کی طرح بد عاقبت نہ کرے۔" (ضرورۃ الامام ص۶۵)

آنحضرت صلعم یہودیوں کے موعود منجی ہیں

"ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ ہیں۔ کیونکہ حضرت موسیٰ نے یہودیوں کو فرعون کے ہاتھ سے نجات دی اور نہ صرف نجات دی بلکہ ایمان لانے کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ یہودی قوم کو سلطنت اور بادشاہی بھی مل گئی۔ اسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں آئے کہ جب یہودی لوگ سخت ذلّت میں پڑے ہوئے تھے۔

اور آپؐ نے جیساکہ دوسرے ایمان لانے والوں پہ آزادی اور نجات کا دروازہ کھولا اور کفار کے ظلم اور تعدی سے چھوڑایا۔ اور آخر خلافت اور بادشاہت اور حکومت تک پہونچایا۔ ایساہی یہودیوں پر بھی آپ نے آزادی اور نجات کا دروازہ کھولا۔ اور پھر حکومت اور امارت تک پہونچایا۔ یہانتک کہ چند صدیوں کے بعد ہی وہ روئے زمین کے بادشاہ ہو گئے۔ کیونکہ یہ قوم افغان جن کی اب تک افغانستان میں بادشاہت پائی جاتی ہے۔ یہ لوگ دراصل یہودی ہی ہیں اور برنیر صاحب اپنی کتاب وقائع عالمگیر میں بھی ثابت کرتے ہیں کہ تمام کشمیری بھی دراصل یہودی ہیں اور ان میں بھی ایک بادشاہ گذرا ہے۔ اور افغانوں کی بادشاہت مسلسل کئی صدیوں سے چلی آتی ہے اب جبکہ یہودیوں کی کتب مقدسہ میں نہایت صفائی سے بیان کیا گیا ہے کہ موسیٰؑ کی مانند ایک منجی ان کے لئے بھیجا جائیگا۔ یعنے وہ ایسے وقت میں آئے گا کہ جب قوم یہود فرعون کے زمانہ کی طرح سخت ذلّت اور دُکھ میں ہوگی۔ اور پھر اُس مُنجی پر ایمان لانے سے وہ تمام دُکھوں اور ذلتوں سے رہائی پائیں گے۔ تو کچھ شک نہیں کہ یہ پیشگوئی جس کی طرف یہود کی ہر زمانہ میں آنکھیں لگی رہی ہیں وہ ہمارے سیدو مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جن کے ذریعہ سے توریت کی پیشگوئی کمال وضاحت سے پوری ہوگئی۔ کیونکہ جب یہودی ایمان لائے۔ تو ان میں سے بڑے بڑے بادشاہ ہوئے۔ یہ اس بات پر دلیل واضح ہے کہ خدا تعالےٰ نے اسلام لانے سے اُن کا گناہ بخشا اور اُن پر رحم کیا جیساکہ توریت میں وعدہ تھا۔" (ایام الصلح ص۶۲-۶۹)

"پیشگوئی توریت استثنا باب۱۸ آیت ۱۵ سے ۱۹ تک ۔۔۔۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ خدا نے یہ مقدر کیا ہے کہ موسیٰؑ کی طرح دنیا میں ایک اور نبی آئیگا۔ یعنے ایسے وقت میں جبکہ پھر بنی اسرائیل فرعون کے زمانہ کی مانند طرح طرح کی ذلتوں اور دکھوں میں ہوں گے۔ اور وہ نبی ان کو جو اُس پر ایمان لائیں گے اُن دُکھوں اور بلاؤں سے نجات دے گا۔ اور جس طرح موسیٰ پر ایمان لانے سے بنی اسرائیل نے نہ صرف دُکھوں سے نجات پائی بلکہ ان میں سے بادشاہ بھی ہو گئے ایسا ہی ان اسرائیلیوں کا انجام ہوگا جو اس نبی پر ایمان لائیں گے یعنے آخر ان کو بھی بادشاہی ملے گی اور ملکوں کے حکمران ہو جائیں گے۔ اسی پیشگوئی کو عیسائیوں

نے حضرت مسیح علیہ السلام پر لگانا چاہا تھا۔ جس میں وہ ناکام رہے ہیں۔ کیونکہ وہ لوگ اس مماثلت کا کچھ ثبوت نہ دے سکے۔ اور یہ تو ان کے دل کا ایک خیالی پلاؤ ہے کہ یسوع نے گناہوں سے نجات دی۔* کیا یورپ کے لوگ جو عیسائی ہو گئے ہر ایک قسم کی بدکاری اور زناکاری اور شراب خواری سے سخت متنفر اور موحدانہ زندگی بسر کرتے ہیں؟ ہم نے تو یورپ دیکھا نہیں جنہوں نے دیکھا ہے ان سے پوچھنا چاہئے کہ یورپ کی کیا حالت ہے؟ ہم نے تو یہ سُنا ہے کہ علاوہ اور باتوں کے ایک لنڈن میں ہی شراب خواری کی یہ کثرت ہے کہ اگر شراب کی دوکانیں سیدھے خط میں لگائی جائیں تو تخمیناً ستر میل تک اُن کا طول ہو سکتا ہے۔ اب دیکھنا چاہئے کہ اول تو گناہوں سے نجات پانا ایک ایسا امر ہے جو آنکھوں سے چھپا ہوا ہے۔ کون کسی کے اندرونی حالات اور خطرات کا بجز خدا تعالیٰ کے واقف ہو سکتا ہے۔ پھر یورپ جو عیسائیوں کے لئے عیسائیت کی زندگی کا ایک کھلا کھلا نمونہ ہے۔ جو کچھ ظاہر کر رہا ہے اس کے بیان کی حاجت نہیں۔ ہم محض اُس قوم کی معصومانہ زندگی قبول کر سکتے ہیں جس کے بعض افراد معصومانہ زندگی کے نشان اپنے ساتھ رکھتے ہوں اور راست بازوں کے برکات ان میں پائے جاتے ہوں۔ سو یہ قوم تو اسلام ہے۔ جس کی راست بازی کے انوار کسی زمانہ میں کم نہیں ہوئے۔ ورنہ صرف دعویٰ دلیل کا کام نہیں دے سکتا ماسوا اسکے یہ دعویٰ کہ گناہوں کا بخشی کسی دوسرے زمانہ میں آنیوالا تھا اسوجہ سے بھی نامعقول ہو کہ اگر ایسا بخشی بھیجنا منظور تھا تو موسیٰ کے وقت میں ہی اسکی ضرورت تھی کیونکہ بنی اسرائیل طرح طرح کے گناہوں میں غرق تھے یہانتک کہ بت پرستی کرکے گناہوں کی معافی کے محتاج تھے پس یہ کس قدر غیر معقول بات ہے کہ گناہ تو اسی وقت بکثرت ہوں۔ یہانتک کہ گوسالہ پرستی تک نوبت پہونچے۔ اور گناہوں سے نجات دینے والا چودہ سو برس بعد آوے۔ جبکہ کروڑ ہا انسان اُن ہی گناہوں کی وجہ سے داخل جہنم ہو چکے ہوں۔ ایسے ضعیف اور بودے خیال کو کون قبول کر سکتا ہے۔ اور اس کے مقابل پر یہ کس قدر صاف بات ہے

* ہم اس بات کو مانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ نے دوسرے نبیوں کی طرح حتی الوسع قوم کے بعض لوگوں کی اصلاح کی۔ مگر اصلاح کرنا اُن سے کچھ خاص نہیں۔ تمام نبی اصلاح کیلئے ہی آتے ہیں نہ فساد پھیلانے کے لئے۔ ہاں مغفرت کا چشمہ اُن ہی کی ذات کا ہونا اور انسان کی حق تلفیاں ہوں یا خدا کی سب اُن کے طفیل بخشے جانا یہ صرف ایک بیہودہ دعویٰ ہے جو علاوہ عدم ثبوت قانون قدرت کے بھی برخلاف ہے۔ منہ

کہ اس مُنجی سے مراد بلاؤں سے نجات دینے والا تھا۔ اور وہ درحقیقت ایسے وقت میں آیا کہ جبکہ یہودیوں پر چاروں طرف سے بلائیں محیط ہو گئی تھیں۔ کئی دفعہ غیر قوموں کے بادشاہ ان کو گرفتار کر کے لے گئے۔ کئی دفعہ غلام بنائے گئے۔ اور دو دفعہ ان کی ہیکل مسمار کی گئی۔ ہمارے معنوں کے رُو سے زمانہ ثبوت دیتا ہے کہ درحقیقت بلاؤں سے نجات دینے والا ایسے وقت آنا چاہئے تھا جس وقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے۔ مگر اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ یسوع جو ہیرودوس کے زمانہ میں پیدا ہؤا وہی زمانہ گناہوں کے منجی کے بھیجنے کا زمانہ تھا۔ تا گناہوں سے نجات بخشے۔

غرض روحانی منجی ہونا ایسی بات ہے کہ محض تکلّف اور بناوٹ سے بنائی گئی ہے۔ یہودی جس حالت کے لئے اب تک روتے ہیں وہ یہی ہے کہ کوئی ایسا مُنجی پیدا ہو جو انکو دوسری حکومتوں سے آزادی بخشے۔ کبھی کسی یہودی کے خواب میں بھی نہیں آیا کہ روحانی مُنجی آئے گا۔ اور نہ توریت کا یہ منشاء ہے۔ توریت صاف کہہ رہی ہے کہ آخری دنوں میں پھر بنی اسرائیل پر مصیبتیں پڑیں گی۔ اور ان کی حکومت اور آزادی جاتی رہے گی۔ پھر ایک نبی کی معرفت خدا اُس حکومت اور آزادی کو دوبارہ بحال کرے گا۔ سو یہ پیشگوئی بڑے زور و شور اور وضاحت کے ساتھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے پوری ہو گئی۔ کیونکہ جب یہود لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ تو اُسی زمانہ میں حکومت اور امارت اور آزادی ان کو مل گئی۔ اور پھر کچھ دنوں کے بعد وہ لوگ بہ برکت قبول اسلام روئے زمین کے بادشاہ ہو گئے اور وہ شوکت اور حکومت اور امارت اور بادشاہت ان کو حاصل ہوئی جو حضرت موسیٰ کے ذریعہ سے بھی حاصل نہیں ہوئی تھی۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ افغانوں کا عروج جو بنی اسرائیل ہیں شہاب الدین غوری کے وقت سے شروع ہؤا۔ اور جب بہلول لودی افغان تخت نشین ہؤا تب ہندوستان میں عام طور پر افغانوں کی امارت اور حکومت کی بنیاد پڑی۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ان تمام واقعات سے ثابت ہے کہ بنی اسرائیل کو جو دوبارہ آزادی اور شوکت اور سلطنت کا وعدہ دیا گیا تھا۔ وہ اُن کے مسلمان ہونے کے بعد آخر پورا ہو گیا۔ اس سے

توریت کی سچائی پر ایک قوی دلیل پیدا ہوتی ہے کہ کیونکر توریت کے وہ تمام وعدے بڑی قوت اور شان کے ساتھ انجام کار پورے ہو گئے۔ اور اس جگہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ وہ نبی جو بنی اسرائیل کی دوبارہ ہستی کا وقت منجی ٹھہرایا گیا تھا وہ سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ہاں جس طرح پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صرف راہ میں بنی اسرائیل کو چھوڑ کر وفات پائی۔ اور قوم اسرائیل کو ان کے بعد سلطنت ملی۔ اسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جیسے جیسے بنی اسرائیل اسلام میں داخل ہوتے گئے حکومت اور امارت ان کو ملتی گئی یہاں تک کہ آخر کار دنیا کے بڑے بڑے حصوں کے بادشاہ ہو گئے۔"

(ایضاً ص ۶۷-۷۰ حاشیہ)

آنحضرتؐ کی شانِ مہدویت و شانِ عبودیّت

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مہدی تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور نبیوں کی طرح ظاہری علم کسی استاد سے نہیں پڑھا تھا۔ مگر حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ مکتبوں میں بیٹھے تھے۔ اور حضرت عیسیٰؑ نے ایک یہودی استاد سے تمام توریت پڑھی تھی۔ غرض اسی لحاظ سے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی استاد سے نہیں پڑھا۔ خدا آپ ہی استاد ہوا۔ اور پہلے پہل خدا نے ہی آپ کو اِقْرَأْ کہا یعنے پڑھ۔ اور کسی نے نہیں کہا۔ اس لئے آپؐ نے خاص خدا کے زیر تربیت تمام دینی ہدایت پائی۔ اور دوسرے نبیوں کے دینی معلومات انسانوں کے ذریعہ سے بھی ہوئے ..... یاد رہے کہ خدا تعالیٰ کے لطف اور احسان اس کے انبیاء علیہم السلام پر گوناگوں پیرایوں میں نازل ہوتے ہیں۔ کسی نبی کی علمی اور عملی تکمیل بلا واسطہ ہوتی ہے اور کسی کی تکمیل میں بعض وسائط بھی ہوتے ہیں۔ سو یہ خاص فضل کی بات ہے کہ جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی علمی تکمیل بغیر واسطہ کسی دوسرے استاد کے ہو کر اسی لحاظ سے آپ کو مہدی کا لقب ملا۔ ایسا ہی عملی تکمیل بھی بلا واسطہ ہو کر عبد کا لقب ملا۔ کیونکہ نہ آپؐ کی تعلیم کسی انسان کی معرفت

ہوئی اور نہ آپ کی عملی طاقتیں کسی مہذب مجلس کی صحبت سے پیدا ہوئیں۔ اور اسی خالص مہدویت کے نام کے لحاظ سے آپ کو بہت سے اسرار اور معارف اور کلم جامعہ بخشے گئے یہانتک کہ قرآن شریف میں اس قدر معارف اور نکات اور علوم حکمیہ الٰہیہ اور دلائل عقلیہ فلسفیہ اعلیٰ درجہ کی بلاغت اور فصاحت کے ساتھ بیان فرمائے گئے کہ وہ ان تمام معارف اور بلاغت کاملہ کے لحاظ سے ایک اعلیٰ درجے کا علمی معجزہ ٹھہر گیا جس کی نظیر پیش کرنا تمام جن وانس کی طاقت سے باہر ہے۔ سو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ اعلیٰ کمال جس سے آپ کی خصوصیت تھی مہدویت اور عبودیت ہے۔ آپ کی مہدویت کا ہی اثر تھا کہ اس زمانہ کو عام خیال ہدایت یابی کا پیدا ہوا۔ اور دلوں کو خود بخود خدا کی طرف توجہ ہوگئی۔

مہدویت سے مراد وہ بے انتہا معارف الٰہیہ اور علوم حکمیہ اور علمی برکات ہیں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر واسطہ کسی انسان کے علم دین کے متعلق سکھلائے گئے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے اوّل درجہ کا معجزہ ہے٭ جن کے ذریعہ سے بے شمار انسان ایمانی اور عملی قویٰ کی تکمیل کر کے معرفت تامہ کے بلند مینار تک پہونچ گئے اور عارف کامل ہو گئے۔ مسلمان اگر اس بات کا فخر کریں تو بجا ہے کہ جس قدر اُن کو اپنے نبی کریمؐ اور کتاب اللہ قرآن شریف کے ذریعہ سے اسرار اور علوم اور نکات معلوم ہوئے اس کی نظیر کسی نبی کی امت میں نہیں۔

اور عبودیت سے مراد وہ حالت انقیاد اور موافقت تامہ اور رضا اور وفا اور استقامت ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے خاص تصرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں پیدا ہوئی۔ جس سے

٭ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو والدین سے مادری زبان سیکھنے کا بھی موقعہ نہیں ملا۔ کیونکہ چھ ماہ کی عمر تک دونوں فوت ہو چکے تھے۔ پس اس واقعہ میں بھی شان مہدویت کا ایک راز ہے یعنی جس کو زبان سیکھنے کیلئے والدین کی تربیت بھی نصیب نہیں ہوئی۔ اُسکی یہ فصاحت اور بلاغت جسکی نظیر کسی عرب نژاد میں مل نہیں سکتی یہ وہ امر ہے جس سے یہ نکتہ صاف سمجھ آتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں مہدویت کی شان رکھی تھی۔ اس لیے زبان دانی کے مرتبہ میں بھی جو انسانیت کا پہلا مرتبہ ہے کسی دوسرے کا محتاج نہیں کیا۔ منہ

آپ اس راہ کی طرح ہو گئے۔ جو صاف کیا جاتا اور نرم کیا جاتا اور سیدھا کیا جاتا ہے۔ یہ وہ نمونہ تھا جس کی پیروی سے بے شمار انسان استقامت کاملہ تک پہونچ گئے۔

غرض یہ دونوں کامل صفتیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں متحقق تھیں جو عام ہدایت اور قوت ایمانی اور استقامت کا موجب ہوئیں۔ اور جس طرح آنجناب کو مہدی اور عبد کا خدا تعالےٰ کی طرف سے لقب ملا تھا جس کی تشریح ابھی ہو چکی ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ کا لقب ملا۔ اور جب یہ لقب اُن کو عطا ہوا تو خدا نے اُن کو ان برکتوں سے بھر دیا جن سے دنیا کو جسمانی طور پر اُن کے انفاس سے فائدہ پہنچا۔ اور یہ فوائد اکثر دنیوی تھے۔ مثلاً لوگوں کی بیماریوں کا اُن کی توجہ سے دُور ہونا۔ یا اُن کی تنگیوں اور تکالیف کا حضرت مسیح کی ہمت سے رفع ہو جانا یا اُن کی دُعاؤں سے اُن کا دشمنوں پر فتح پانا یا کھانے پینے کی چیزوں میں برکت پیدا ہونا۔ مگر وہ برکتیں اُن علمی اور روحانی اور غیر فانی اور ایمانی برکتوں کے مقابل پر کچھ چیز نہیں تھیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دنیا کو ملیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ اُن روحانی اور غیر فانی اور ایمانی برکتوں میں سے حضرت مسیحؑ نے اپنی امت کو کوئی حصہ نہیں دیا۔ اور نہ یہ کہتے ہیں کہ اُن جسمانی برکتوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو محروم رکھا۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیح میں جسمانی فانی برکتوں کی کثرت تھی۔ اور روحانی اور ایمانی اور دائمی برکتیں دُنیا کو اُن سے بہت ہی کم ملیں۔ اسی وجہ سے خدا تعالیٰ کو بھی کہنا پڑا کہ کیا اپنی امت کو تو نے ہی شرک سکھایا ہے۔ ایسا ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روحانی دائمی برکتیں بکثرت دی گئیں۔ اور جسمانی برکتیں بہ نسبت رُوحانی کے تھوڑی تھیں کیونکہ روحانی گویا بے شمار تھیں۔" (ایضاً ص۱۴۷-۱۵۰)

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام عبد بھی ہے۔ اور اس لئے خدا نے عبد نام رکھا کہ اصل عبودیت کا خضوع اور ذُلّ ہے۔ اور عبودیت کی حالت کاملہ وہ ہے جس میں کسی قسم کا علو اور بلندی اور عجب نہ رہے۔ اور صاحب اُس حالت کا اپنی عملی تکمیل محض خدا کی طرف سے دیکھے۔ اور کوئی ہاتھ درمیان نہ دیکھے* عرب کا محاورہ ہے کہ وہ کہتے ہیں مَوْرٌ مُعَبَّدٌ وطریق

*حاشیہ۔ یہ مرتبۂ عبودیت کاملہ جو انسان اپنی عملی تکمیل محض

مُعبّدؔ جہاں راہ نہایت درست اور نرم اور سیدھا کیا جاتا ہے۔ اس راہ کو طریق مُعبّد کہتے ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے عبد کہلاتے ہیں کہ خدا نے محض اپنے تصرف اور تعلیم سے ان میں عملی کمال پیدا کیا۔ اور اُن کے نفس کو راہ کی طرح اپنی تجلّیات کی گذر کے لئے نرم اور سیدھا اور صاف کیا۔ اور اپنے تصرف سے وہ استقامت جو عبودیت کی شرط ہے ان میں پیدا کی پس وہ علمی حالت کے لحاظ سے مہدی ہیں۔ اور عملی کیفیت کے لحاظ سے جو خدا کے عمل سے ان میں پیدا ہوئی عبد ہیں۔ کیونکہ خدا نے انکی رُوح پر اپنے ہاتھ سے وہ کام کیا ہے جو کوٹنے اور ہموار کرنیکے آلات سے اُس سڑک پر کیا جاتا ہے جس کو صاف اور ہموار بنانا چاہتے ہیں ؟

(ایضاً ص۱۴۷ و ۱۴۹ حاشیہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی زندگی

عزت و رفعت اور جلال کے آسمان پر

"ایک وہ زمانہ تھا کہ انجیل کے واعظ بازاروں اور گلیوں اور کوچوں میں نہایت دریدہ دہانی سے اور سراسر افترا سے ہمارے سید و مولیٰ خاتم الانبیاء اور افضل الرّسل والاصفیا اور سید المعصومین والاتقیا حضرت محبوبِ جنابِ احدیت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ قابل شرم جھوٹ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۲

خدا تعالیٰ کی طرف سے دیکھے۔ بجز اس مہدی کامل کے جس کی عملی تکمیل تمام و کمال محض خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے ہوئی ہو دوسرے کو میسّر نہیں آسکتا۔ کیونکہ اپنی جہد اور کوشش کا اثر ضرور ایک ایسا خیال پیدا کرتا ہے کہ جو عبودیت تامہ کے منافی ہے۔ اس لئے مرتبہ عبودیت کاملہ بھی بوجہ اس کے جو مرتبہ مہدویت کاملہ کے تابع ہے بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی دوسرے کو بوجہ کمال حاصل نہیں۔

ذالك فضل اللّٰه یؤتیه من یشاء فاشهدوا اننا نشهد انّ محمداً عبدالله ورسوله منه

بولا کرتے تھے۔ کہ گویا آنجناب سے کوئی پیشگوئی یا معجزہ ظہور میں نہیں آیا۔ اور اب یہ زمانہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے علاوہ اُن ہزارہا معجزات کے جو ہمارے سرور و مولیٰ شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن شریف اور احادیث میں اس کثرت سے مذکور ہیں جو اعلیٰ درجہ کے تواتر پر ہیں: تازہ بتازہ صدہا نشان ایسے ظاہر فرمائے ہیں کہ کسی مخالف اور منکر کو ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ ہم نہایت نرمی اور انکسار سے ہر ایک عیسائی صاحب اور دوسرے مخالفوں کو کہتے رہے ہیں اور اب بھی کہتے ہیں کہ درحقیقت یہ بات سچ ہے کہ ہر ایک مذہب جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو کر اپنی سچائی پر قائم ہوتا ہے اس کے لئے ضرور ہے کہ ہمیشہ اس میں ایسے انسان پیدا ہوتے رہیں کہ جو اپنے پیشوا اور ہادی اور رسول کے نائب ہو کر یہ ثابت کریں کہ وہ نبی اپنی روحانی برکات کے لحاظ سے زندہ ہے فوت نہیں ہؤا۔ کیونکہ ضرور ہے کہ وہ نبی جس کی پیروی کی جائے۔ جس کو شفیع اور منجی سمجھا جائے وہ اپنے روحانی برکات کے لحاظ سے ہمیشہ زندہ ہو۔ اور عزت اور رفعت اور جلال کے آسمان پر اپنے چمکتے ہوئے چہرہ کے ساتھ ایسا بدیہی طور پر مقیم ہو۔ اور خدائے ازلی ابدی حیّ وقیوم ذوالاقتدار کے دائیں طرف بیٹھنا اُس کا ایسے پُرزور الٰہی نوروں سے ثابت ہو کہ اس سے کامل محبت رکھنا۔ اور اس کی کامل پیروی کرنا لازمی طور پر اس نتیجہ کو پیدا کرتا ہو کہ پیروی کرنے والا روح القدس اور آسمانی برکات کا انعام پائے۔ اور اپنے پیارے نبی کے نوروں سے نور حاصل کر کے اپنے زمانہ کی تاریکی کو دُور کرے۔ اور مستعد لوگوں کو خدا کی ہستی پر وہ پختہ اور کامل اور درخشاں اور تاباں یقین بخشے جس سے گناہ کی تمام خواہشیں اور سفلی زندگی کے تمام جذبات جل جاتے ہیں۔ یہی ثبوت اس بات کا ہے کہ وہ نبی زندہ اور آسمان پر ہے

سو ہم اپنے خدائے پاک ذوالجلال کا کیا شکر کریں کہ اُس نے اپنے پیارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور پیروی کی توفیق دے کر۔ اور پھر اس محبت اور پیروی کے رُوحانی فیضوں سے جو سچی تقویٰ اور سچے آسمانی نشان ہیں کامل حصہ عطا فرما کر ہم پر ثابت کر دیا کہ وہ ہمارا پیارا برگزیدہ نبی فوت نہیں ہؤا۔ بلکہ وہ بلند تر آسمان پر اپنے ملیک مقتدر کے دائیں طرف

بزرگی اور جلال کے تخت پر بیٹھا ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

اب ہمیں کوئی جواب دے کہ روئے زمین پر زندگی کس نبی کے لئے بجز ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ثابت ہے۔ کیا حضرت موسیٰ کے لئے؟ ہرگز نہیں۔ کیا حضرت داؤد کے لئے؟ ہرگز نہیں۔ کیا حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے؟ ہرگز نہیں۔ کیا راجہ رامچندر یا راجہ کرشن کے لئے؟ ہرگز نہیں۔ کیا وید کے ان رشیوں کے لئے جن کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اُن کے دلوں پر وید کا پرکاش ہوا تھا؟ ہرگز نہیں۔ جسمانی زندگی کا ذکر بے سود ہے۔ اور حقیقی اور روحانی اور فیض رسان زندگی وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی زندگی کے مشابہ ہو کر نور اور یقین کے کرشمے نازل کرتی ہو۔ ورنہ جسمانی وجود کے ساتھ ایک لمبی عمر پانا اگر فرض بھی کر لیں اور فرض کے طور پر مان بھی لیں کہ ایسی عمر کسی کو دی گئی ہے تو کچھ بھی جائے فخر نہیں۔ مصر کی بعض پُرانی عمارتیں ہزارہا برس سے چلی آتی ہیں۔ اور بابل کے کھنڈرات اب تک موجود ہیں جن میں اُلو بولتے ہیں۔ اور اس ملک میں اجودھیا اور بندرابن بھی پرانے زمانہ کی آبادیاں ہیں۔ اور اٹلی اور یونان میں بھی ایسی قدیم عمارتیں پائی جاتی ہیں۔ تو کیا اس جسمانی طور پر لمبی عمر پانے سے یہ تمام چیزیں اُس جلال اور زندگی سے حصہ لے سکتی ہیں جو روحانی زندگی کی وجہ سے خدا کے مقدس لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔

اب اس بات کا فیصلہ ہو گیا ہے کہ اس روحانی زندگی کا ثبوت صرف ہمارے نبی علیہ السلام کی ذات بابرکات میں پایا جاتا ہے۔ خدا کی ہزاروں رحمتیں اس کے شامل حال رہیں۔ افسوس کہ عیسائیوں کو کبھی بھی یہ خیال نہیں آیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روحانی زندگی ثابت کریں۔ اور صرف اُس لمبی عمر پر خوش نہ ہوں جس میں اینٹ اور پتھر بھی شریک ہو سکتے ہیں بے سود ہے وہ زندگی جو نفع رسان نہیں۔ اور لاحاصل ہے وہ بقا جس میں فیض نہیں۔ دنیا میں صرف دو زندگیں قابل تعریف ہیں (۱) ایک وہ زندگی جو خود خدائے حیّ قیوم مبدءِ فیض کی زندگی ہے (۲) دوسری وہ زندگی جو فیض بخش اور خدا نما ہو۔ سو آؤ ہم دکھاتے ہیں کہ وہ زندگی صرف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہے۔ جس پر ہر ایک زمانہ میں آسمان گواہی دیتا رہا ہے۔ اور اب بھی دیتا ہے

اور یاد رکھو کہ جس میں فیاضانہ زندگی نہیں وہ مُردہ ہے نہ زندہ۔ اور میں اُس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کا نام لے کر جھوٹ بولنا سخت بد ذاتی ہے کہ خدا نے مجھے میرے بزرگ واجب الاطاعت سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی دائمی زندگی اور پورے جلال اور کمال کا یہ ثبوت دیا ہے کہ میں نے اُس کی پیروی سے اور اس کی محبت سے آسمانی نشانوں کو اپنے اُوپر اُترتے ہوئے اور دل کو یقین کے نور سے پُر ہوتے ہوئے پایا۔ اور اس قدر نشان غیبی دیکھے کہ اُن کھلے کھلے نوروں کے ذریعہ سے میں نے اپنے خدا کو دیکھ لیا ہے ...... اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو! اور اے تمام وہ انسانی روحو جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو! میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے۔ اور سچا خدا وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے۔ اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور محبت سے ہم روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں۔" (تریاق القلوب صـ۵-۷)

آنحضرتؐ آدم آخر الزمان ہیں

"وان نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کان آدم خاتمۃ الدنیا و منتھی الایام۔ و خلق کآدم بعد ما خلق علی الارض کل نوع من الدواب و کل صنف من السباع والانعام۔ ولما خلق اللہ ھذہ الخلیقۃ من انواع النعم والسباع والدود علی الارضین اعنی کل حزب من الفاجرین والکافرین والذین آثروا الدنیا علی

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے خاتمہ کے آدم اور زمانہ کے دنوں کے منتہیٰ تھے۔ اور آنحضرتؐ آدم کی طرح پیدا کئے گئے۔ اس کے بعد کہ زمین پر ہر طرح کے کیڑے مکوڑے اور چارپائے اور درندے پیدا ہو گئے۔ اور جس وقت خدا نے اس مخلوق کو یعنے حیوانوں اور درندوں اور چونٹیوں کو زمین پر پیدا کیا یعنے فاجروں اور کافروں اور دنیا پرستوں کے ہر ایک گروہ کو پیدا کیا۔ اور آسمان میں ستارے اور چاندوں اور سورجوں یعنے

الدین وخلق فی السماء نجومها و
اقمارها وشموسها اعنی النفوس
المتعددة من الطاهرین المنورین
خلق بعد هذا آدم الذی اسمه محمد
واحمد وهو سید ولد آدم واتقی
واسعد وامام الخلیقة۔ والیه اشار اللہ
فی قوله اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ
فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ط وبعزة اللہ و
جلاله ان لفظ "اِذْ" یدل بدلالة
قطعیة علی هذا المقصود ویدل
علیه سیاق الآیة وسباقها ان کنت
لست کالیهود۔ فلا شک انه آدم
آخر الزمان والامة کالذریة لهذا
النبی المحمود۔ والیه اشار فی
قوله اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ۔ فامعن
فیه وتفکر ولا تکن من الغافلین۔
وان زمان روحانیة نبینا علیه
السلام قد بدء من الالف الخامس
وکمل الی آخر الالف السادس والیه
اشار فی قوله تعالیٰ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی
الدِّیْنِ۔

وتفصیل المقام ان نبینا

پاکوں کے نفوس متعددہ کو ظہور میں لایا۔ تو بعد اس کے
اس آدم کو وجود کا خلعت پہنایا جس کا نام محمدؐ اور احمدؐ ہے
صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور وہ آدم کی اولاد کا سردار اور
خلقت کا امام اور سب سے زیادہ متقی اور سعید ہے۔ اور
اس کی طرف خدا تعالیٰ کا یہ قول اشارہ کرتا ہے اذ قال ربک
للملٰئکة الآیہ اور خدا کی عزت اور جلال کی قسم کہ اذ کا لفظ
قطعی دلالت کے ساتھ اس مقصود پر دلالت کرتا ہے
اور اگر تو یہود کی طرح نہیں تو آیت کا سیاق سباق تجھ پر
اس راز کو کھول دے گا۔ پس شک نہیں کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم آخر زمانہ کے آدم ہیں۔ اور امت
اس نبی محمود کی ذرّیت کی بجا ہے۔ اور اس کی طرف
خدا تعالیٰ کے اس قول کا اشارہ ہے انا اعطینٰک
الکوثر۔ پس ان معنوں میں غور اور فکر کر۔ اور غافلوں
میں سے مت ہو۔ اور ہمارے نبیؐ کی روحانیت کا
زمانہ پانچویں ہزار سے شروع اور چھٹے ہزار کے
آخر تک کامل ہوا۔ اور اس کی طرف خدا
تعالیٰ کا قول اشارہ کرتا ہے کہ لیظہرہ علی الدین
اور اس مقام کی تفصیل یہ ہے کہ ہمارے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم آدم کے قدم پر
آئے۔ اور آدم کی روحانیت نے پانچویں دن
میں طلوع فرمایا۔ کیونکہ اس دن تک سب کچھ جو اس
کی ہویت کے اجزاء سے۔ اور اس کی ماہیت کی

صلی اللہ علیہ وسلم قد جاء علی قدم ادم وان روحانیۃ ادم قد طلعت فی الیوم الخامس لما خلق الی ھذا الیوم کل ما کان من اجزاء ھویّتہ و حقیقۃ ماھیتہ فان الارض بجمیع مخلوقاتھا والسماء بجمیع مصنوعاتھا بجمیع کانت حقیقۃ ھویۃ ادم کاَنّ مادتہ قد انتقلت من الحقیقۃ الجمادیۃ الی الحقیقۃ النباتیۃ ثم من الحقیقۃ النباتیۃ الی الھُوَیَّۃِ الحیوانیۃ ثم بعد ذالک انتقلت من حیث الروحانیۃ من الکمالات الکوکبیۃ الی الکمالات القمریۃ ومن الانوار القمریۃ الی الاشعۃ الشمسیۃ وکانت ھذہ الانتقالات کلھا مظاھر ترقیات العالم الی مدارج الحقیقۃ الانسانیۃ۔ کاَنّ الانسان کان فی وقت جمادًا وفی وقت اخر نباتا وبعد ذالک حیوانا وبعد ذالک کوکبا وقمرا وشمسا حتی جُمع فی الیوم الخامس کل ما اقتضت فطرتہ من القوی الارضیۃ والسماویۃ بفضل اللہ

حقیقت سے تھا پیدا ہو گیا۔ کیونکہ زمین اپنی تمام مخلوق کے ساتھ اور آسمان اپنی تمام مصنوعات کیساتھ آدم کی ہویت کی حقیقت تھے۔ گویا آدم کا مادہ جمادی حقیقت سے نباتی حقیقت کی طرف۔ اور نباتی حقیقت سے حیوانیت کی ہویت کی طرف منتقل ہوا۔ پھر روحانیت کے طور پر کوکبی کمالات سے قمری کمالات کی طرف اور قمری انوار سے شمسی شعاعوں کی طرف انتقال فرمایا۔ اور اس راز کو دوسرے لفظوں میں اس طرح پر سمجھنا چاہیئے کہ انسان ایک وقت جماد تھا۔ اور دوسرے وقت نبات اور اس کے بعد حیوان اور اس کے بعد ستارہ اور چاند اور سورج تھا۔ یہاں تک کہ پانچویں دن وہ سب کچھ جو اس کی فطرت زمینی اور آسمانی قوے سے تقاضا کرتی تھی۔ احسن الخالقین خدا کے فضل سے جمع ہو گیا۔ پس تمام پیدائش آدم کے لئے ایک فرد کامل تھا۔ یا اس کے وجود کا آئینہ تھا۔ جسے خدا نے معزز اور مکرم

احسن الخالقين۔ فكان الخلق كله فرداً كاملاً لآدم اومرأةً لوجوده الذى اعزه الله واكرم۔ ثم اراد الله ان يُرِى هذه الخفايا على وجه الكمال فى شخص واحد هو مظهر جميع هذه الخصال۔ فتجلت روحانية آدم بالتجلى الجامع الكامل فى الساعة الآخرة من الجمعة۔ اعنى اليوم الذى هو السادس من الستة۔ فكذالك ظلعت روحانية نبينا صلى الله عليه وسلم فى الالف الخامس باجمال صفاتها۔ وما كان ذالك الزمان منتهى ترقياتها بل كانت قدماً اولى لمعارج كمالاتها ثم كملت و تجلت تلك الروحانية فى آخر الالف السادس اعنى فى هذا الحين۔ كما خلق آدم فى آخر اليوم السادس باذن الله احسن الخالقين ÷

وَاتّخذت رُوحانية نبيّنا خير الرسل مَظهراً من اُمّتِهٖ لِتبْلُغ كمال ظهورها وغلبةَ نُورها كما كان وعد اللهِ فى الكتاب المُبين"۔

(خطبہ الہامیہ ص۱۷۱-۱۷۸)

بنایا۔ پھر ارادہ فرمایا کہ پوشیدہ گیبوں کو پورے طور پر ایک ہی شخص میں ظاہر کرے جو ان خصلتوں کا مظہر ہو۔ پس آدم کی روحانیت نے جامع کامل تجلی کے ساتھ جمعہ کے دن آخری ساعت میں تجلّی فرمائی یعنی اُس دن جو چھ کا چھٹا ہے۔ اسی طرح ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں اجمالی صفات کے ساتھ ظہور فرمایا۔ اور وہ زمانہ اُس روحانیت کی ترقیات کا انتہاء نہ تھا بلکہ اس کے کمالات کے معراج کے لئے پہلا قدم تھا۔ پھر اُس روحانیت نے چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی اس وقت پوری طرح سے تجلّی فرمائی۔ جیساکہ آدم چھٹے دن کے آخر میں احسن الخالقین خدا کے اذن سے پیدا ہوئے ÷

اور خیر الرسل کی روحانیت نے اپنے ظہور کے کمال کے لئے اور اپنے نور کے غلبہ کے لئے ایک مظہر اختیار کیا۔ جیساکہ خداتعالےٰ نے کتاب مبین میں وعدہ فرمایا تھا"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح کی وسعت

"ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح نہایت وسیع اور عام اور مسلم الطوائف ہے اور یہ مرتبہ اصلاح کا کسی گذشتہ نبی کو نصیب نہیں ہؤا۔ اور اگر کوئی عرب کی تاریخ کو آگے رکھ کر سوچے تو اُسے معلوم ہوگا کہ اُس وقت کے بُت پرست اور عیسائی اور یہودی کیسے متعصب تھے اور کیونکر ان کی اصلاح کی صدہا سال سے نومیدی ہو چکی تھی۔ پھر نظر اُٹھا کر دیکھے کہ قرآنی تعلیم نے جو ان کے بالکل مخالف تھی کیسی نمایاں تاثیریں دکھلائیں۔ اور کسے ہر یک بداعتقاد اور ہر یک بدکاری کا استیصال کیا۔ شراب کو جو اُمّ الخبائث ہے دور کیا قمار بازی کی رسم کو موقوف کیا۔ دختر کشی کا استیصال کیا۔ اور جو انسانی رحم اور عدل اور پاکیزگی کے برخلاف عادات تھیں سب کی اصلاح کی۔ ہاں مجرموں نے اپنے جرموں کی سزائیں بھی پائیں جن کے پانے کے وہ سزاوار تھے۔ پس اصلاح کا امر ایسا امر نہیں ہے جس سے کوئی انکار کر سکے۔

اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ اس زمانہ کے بعض حق پوش پادریوں نے جب دیکھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے اس قدر عام اصلاح ہوئی کہ اس کو کسی طرح چھپا نہیں سکتے۔ اور اس کے مقابل پر جو مسیح نے اپنے وقت میں اصلاح کی وہ ہیچ ہے۔ تو ان پادریوں کو فکر پڑی کہ گمراہوں کو رُو باصلاح کرنا اور بدکاروں کو نیکی کے رنگ میں لانا جو اصل نشانی سچے نبی کی ہے وہ جیسا کہ اکمل اور اتم طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہور میں آئی۔ مسیح کی اصلاح میں کوئی بھی اس کی نسبت نہیں پائی جاتی تو انہوں نے اپنے دجالی فریبوں کے ساتھ آفتاب پر خاک ڈالنا چاہا۔ تو ناچار جیسا کہ پادری جیمس کیمرن لیس نے اپنے لیکچر میں شائع کیا ہے۔ جاہلوں کو اس طرح پر دھوکہ دیا کہ وہ لوگ پہلے سے صلاحیت پذیر ہونے کے مستعد تھے۔ اور بُت پرستی اور شرک اُن کی نگاہوں میں حقیر ٹھہر چکا تھا۔ لیکن اگر ایسی رائے ظاہر کرنے والے اپنے اس خیال میں سچے ہیں تو انہیں لازم ہے کہ اپنے اس خیال کی تائید میں ویسا ہی ثبوت

دیں جیسا کہ قرآن کریم ان کے مخالف ثبوت دیتا ہے یعنی فرماتا ہے کہ اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا اور ان سب کو مردے قرار دے کر اُن کا زندہ کیا جانا محض اپنی طرف منسوب کرتا ہے اور جا بجا کہتا ہے کہ وہ ضلالت کے زنجیروں میں پھنسے ہوئے تھے۔ ہم نے ہی ان کو رہائی دی۔ وہ اندھے تھے ہم نے ہی ان کو سوجاکھا کیا۔ وہ تاریکی میں تھے ہم نے ہی انکو نور بخشا۔ اور یہ باتیں پوشیدہ نہیں کہیں بلکہ قرآن اُن سب کے کانوں تک پہنچا۔ اور انہوں نے ان بیانات کا انکار نہ کیا اور کبھی یہ ظاہر نہ کیا کہ ہم تو پہلے ہی سے مستعد تھے قرآن کا ہم پر کوئی احسان نہیں پس اگر ہمارے مخالفوں کے پاس کوئی نالفانہ تحریر اپنے بیان کی تائید میں ایسی ہو جو قرآن کریم کے ہم پہلو تیرہ سو برس سے چلی آتی ہو تو وہ پیش کر دیں۔ ورنہ ایسی باتیں صرف عیسائی سرشت کا افتراد ہے اس سے زیادہ نہیں۔

یہ تو جیمس کا قول ہے کہ جو کتاب مذاہب عالم میں شائع ہوا ہے۔ مگر بعض عیسائی پادریوں نے اس سے بھی بڑھ کر حقیقت نہی کا جوہر دکھلایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ درحقیقت اصلاح کچھ چیز نہیں اور نہ کبھی کسی کی اصلاح ہوئی۔ توریت کی تعلیم اصلاح کے لئے نہیں تھی بلکہ اس ایما کے لئے کہ گنہگار انسان خدا کے احکام پر چل نہیں سکتا۔ اور انجیل کی تعلیم بھی اسی مدعا سے تھی ورنہ طمانچہ کھا کر دوسری گال بھی پھیر دینا نہ کبھی ہوا نہ ہوگا۔ اور کہتے ہیں کہ کیا مسیح کوئی جدید تعلیم لے کر آیا تھا۔ اور پھر آپ ہی جواب دیتے ہیں کہ انجیل کی تعلیم تو پہلے ہی سے توریت میں موجود تھی۔ اور بائبل کے متفرق مقامات جمع کرنے سے انجیل بن جاتی ہے۔ پھر مسیح کیوں آیا تھا؟ اس کا جواب دیتے ہیں صرف خودکشی کے لئے۔ مگر تعجب کہ خودکشی سے بھی مسیح نے جی چرایا۔ اور ایلی ایلی لما سبقتنی منہ پر لایا۔ پھر یہ بھی تعجب کا مقام ہے کہ زید کی خودکشی سے بکر کو کیا حاصل ہوگا۔ ..... ایسی خودکشی تو سخت حرام ہے۔ اور نادانوں اور بے صبروں کا کام ہے۔ ہاں جانفشانی کا پسندیدہ طریق اس کامل مصلح کی لائف میں چمک رہا ہے جس کا نام محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔"

(نور القرآن صـ ۲۸-۳۰ حاشیہ)

آنحضرتؐ اور صحابہ کرامؓ پر کفار کے مظالم

اور آپؐ کا اور آپ کے صحابہ کرامؓ کا صبر

"چونکہ مسلمان اسلام کے ابتدائی زمانہ میں تھوڑے تھے اس لئے اُن کے مخالفوں نے بباعث اس تکبر کے جو فطرۃً ایسے فرقوں کے دل اور دماغ میں جاگزیں ہوتا ہے جو اپنے تئیں دولت میں مال میں کثرتِ جماعت میں عزت میں مرتبہ میں دوسرے فرقہ سے برتر خیال کرتے ہیں اُس وقت کے مسلمانوں یعنے صحابہ سے سخت دشمنی کا برتاؤ کیا۔ اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ آسمانی پودہ زمین پر قائم ہو بلکہ وہ ان راست بازوں کے ہلاک کرنے کے لئے اپنے ناخنوں تک زور لگا رہے تھے۔ اور کوئی دقیقہ آزار رسانی کا اٹھا نہیں رکھا تھا۔ اور ان کو خوف یہ تھا۔ کہ ایسا نہ ہو کہ اس مذہب کے پیر جم جائیں۔ اور پھر اُس کی ترقی ہمارے مذہب اور قوم کی بربادی کا موجب ہو جائے۔ سو اسی خوف سے جو ان کے دلوں میں ایک رُعب ناک صورت میں بیٹھ گیا تھا نہایت جابرانہ اور ظالمانہ کاروائیاں ان سے ظہور میں آئیں۔ اور انہوں نے دردناک طریقوں سے اکثر مسلمانوں کو ہلاک کیا۔ اور ایک زمانہ دراز تک جو تیرہ برس کی مدت تھی انکی طرف سے یہی کاروائی رہی۔ اور نہایت بے رحمی کی طرز سے خدا کے وفادار بندے اور نوع انسان کے فخر اُن شریر درندوں کی تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے۔ اور یتیم بچے اور عاجز اور مسکین عورتیں کوچوں اور گلیوں میں ذبح کئے گئے۔ اس پر بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے قطعی طور پر یہ تاکید تھی کہ شر کا ہرگز مقابلہ نہ کرو۔ چنانچہ اُن برگزیدہ راستبازوں نے ایسا ہی کیا۔ ان کے خونوں سے کوچے سُرخ ہو گئے پر انہوں نے دم نہ مارا۔ وہ قربانیوں کی طرح ذبح کئے گئے پر انہوں نے آہ نہ کی خدا کے پاک اور مقدس رسول کو جس پر زمین اور آسمان سے بے شمار سلام ہیں۔ بارہا پتھر مار مار کر خون سے آلودہ کیا گیا۔ مگر اُس صدق اور استقامت کے پہاڑ نے ان تمام آزاروں کی دلی انشراح اور محبت سے برداشت کی اور ان صابرانہ اور عاجزانہ روشوں سے مخالفوں کی شوخی

دن بدن بڑھتی گئی۔ اور انہوں نے اس مقدس جماعت کو اپنا ایک شکار سمجھ لیا۔

تب اُس خدا نے جو نہیں چاہتا کہ زمین پر ظلم اور بے رحمی حد سے گذر جائے اپنے مظلوم بندوں کو یاد کیا۔ اور اس کا غضب شریروں پر بھڑکا۔ اور اس نے اپنے پاک کلام قرآن شریف کے ذریعہ سے اپنے مظلوم بندوں کو اطلاع دی کہ جو کچھ تمہارے ساتھ ہو رہا ہے میں سب کچھ دیکھ رہا ہوں۔ میں تمہیں آج سے مقابلہ کی اجازت دیتا ہوں۔ اور میں خدائے قادر ہوں ظالموں کو بے سزا نہیں چھوڑوں گا۔" (رسالہ جہاد ص۳ و ۷)

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ میں خود سبقت کر کے ہرگز تلوار نہیں اٹھائی بلکہ ایک زمانہ دراز تک کفار کے ہاتھ سے دُکھ اٹھایا۔ اور اس قدر صبر کیا جو ہر ایک انسان کا کام نہیں۔ اور ایسا ہی آپ کے اصحاب بھی اسی اعلیٰ اصُول کے پابند رہے۔ اور جیسا کہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ دُکھ اٹھاؤ اور صبر کرو ایسا ہی انہوں نے صدق اور صبر دکھایا وہ پیروں کے نیچے کچلے گئے۔ انہوں نے دم نہ مارا۔ ان کے بچے ان کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے وہ آگ اور پانی کے ذریعہ سے عذاب دیئے گئے۔ مگر وہ شر کے مقابلہ سے ایسے باز رہے کہ گویا وہ شیر خوار بچے ہیں۔

کون ثابت کر سکتا ہے کہ دنیا میں تمام نبیوں کی امتوں میں سے کسی ایک نے بھی باوجود قدرت انتقام ہونے کے خدا کا حکم سُن کر ایسا اپنے تئیں عاجز اور مقابلہ سے دستکش بنا لیا جیسا کہ انہوں نے بنایا؟ کس کے پاس اس بات کا ثبوت ہے کہ دنیا میں کوئی اور بھی ایسا گروہ ہوا ہے جو باوجود بہادری اور جماعت اور قوت بازو اور طاقت مقابلہ اور پائے جانے تمام لوازم مردی اور مردانگی کے پھر خونخوار دشمن کی ایذا اور زخم رسانی پر تیرہ برس تک برابر صبر کرتا رہا؟ ہمارے سید و مولیٰ اور آپ کے صحابہ کا یہ صبر کسی مجبوری سے نہیں تھا بلکہ اس صبر کے زمانہ میں بھی آپ کے جان نثار صحابہ کے وہی ہاتھ اور بازو تھے جو جہاد کے حکم کے بعد انہوں نے دکھائے۔ اور بسا اوقات ایک ہزار جوان نے مخالف کے ایک لاکھ سپاہی نبرد آزما کو شکست دے دی۔ ایسا ہوا تا لوگوں کو معلوم ہو کہ جو مکہ میں دشمنوں

کی خونریزیوں پر صبر کیا گیا تھا اس کا باعث کوئی بزدلی اور کمزوری نہیں تھی بلکہ خدا کا حکم سن کر انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے تھے۔ اور بکریوں اور بھیڑوں کی طرح ذبح ہونے کو طیار ہو گئے تھے۔

بے شک ایسا صبر انسانی طاقت سے باہر ہے۔ اور گو ہم تمام دنیا اور تمام نبیوں کی تاریخ پڑھ جائیں تب بھی ہم کسی امّت میں اور کسی نبی کے گروہ میں یہ اخلاق فاضلہ نہیں پاتے اور اگر پہلوں میں سے کسی کے صبر کا قصہ بھی ہم سنتے ہیں تو فی الفور دل میں گذرتا ہے کہ قرائن اس بات کو ممکن سمجھتے ہیں کہ اس صبر کا موجب دراصل بزدلی اور عدم قدرت انتقام ہو۔ مگر یہ بات کہ ایک گروہ جو درحقیقت سپاہیانہ ہنر اپنے اندر رکھتا ہو۔ اور بہادر اور قوی دل کا مالک ہو۔ اور پھر وہ دکھ دیا جائے اور اس کے بچے قتل کئے جائیں۔ اور اس کو نیزوں سے زخمی کیا جائے مگر پھر بھی وہ بدی کا مقابلہ نہ کرے۔ یہ وہ مردانہ صفت ہے جو کامل طور پر یعنی تیرہ برس برابر ہمارے نبی کریمؐ اور آپ کے صحابہؓ سے ظہور میں آئی ہے۔ اس قسم کا صبر جس میں ہر دم سخت بلاؤں کا سامنا تھا جس کا سلسلہ تیرہ برس کی دراز مدت تک لمبا تھا درحقیقت بے نظیر ہے۔ اور اگر کسی کو اس میں شک ہو تو ہمیں بتلاوے کہ گذشتہ راستبازوں میں اس قسم کے صبر کی نظیر کہاں ہے؟

اور اس جگہ یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اس قدر ظلم جو صحابہؓ پر کیا گیا ایسے ظلم کے وقت میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے کوئی تدبیر بچنے کی ان کو نہیں بتلائی۔ بلکہ بار بار یہی کہا کہ ان تمام دکھوں پر صبر کرو۔ اور اگر کسی نے مقابلہ کے لئے کچھ عرض کیا تو اس کو روک دیا اور فرمایا کہ مجھے صبر کا حکم ہے۔ غرض ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبر کی تاکید فرماتے رہے جب تک کہ آسمان سے حکم مقابلہ آ گیا اب اس قسم کے صبر کی نظیر تم تمام اوّل اور آخر کے لوگوں میں تلاش کرو۔ پھر اگر ممکن ہو تو اس کا نمونہ حضرت موسیٰؑ کی قوم میں سے یا حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں میں سے دستیاب کر کے ہمیں بتلاؤ "

(ایضاً صـــ ۱۰۲۹)

"سبحان اللہ وہ لوگ کیسے راستباز اور نبیوں کی روح اپنے اندر رکھتے تھے۔ کہ جب خدا نے مکہ میں ان کو یہ حکم دیا کہ بدی کا مقابلہ مت کرو اگرچہ ٹکڑے ٹکڑے کئے جاؤ۔ پس وہ اس حکم کو پاکر شیر خوار بچوں کی طرح عاجز اور کمزور بن گئے۔ گویا نہ ان کے ہاتھوں میں زور ہے نہ اُن کے بازوؤں میں طاقت۔ بعض ان میں اس طور سے بھی قتل کئے گئے کہ دو اونٹوں کو ایک جگہ کھڑا کرکے اُن کی ٹانگیں مضبوط طور پر اُن اُونٹوں سے باندھ دی گئیں اور پھر اونٹوں کو مخالف سمت میں دوڑایا گیا۔ پس وہ اک دم میں ایسے چر گئے جیسے گاجر یا مولی چیری جاتی ہے"۔ (ایضاً ص۱۱)

توحید کی عظمت قائم کرنیوالے نبی آنحضرتؐ ہیں

"علمائے مسیحی..... اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ کسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا بنا دیا جائے۔ سو یہ حق تلفی خالق کی ہے۔ اور اس حق کے قائم کرنے کے لئے اور توحید کی عظمت دلوں میں بٹھانے کے لئے ایک بزرگ نبی ملک عرب میں گذرا ہے جس کا نام محمدؐ اور احمدؐ تھا۔ خدا کے اس پر بے شمار سلام ہوں۔ شریعت دو حصوں پر منقسم تھی۔ بڑا حصہ یہ تھا کہ لاالہ الااللہ یعنی توحید۔ اور دوسرا حصہ یہ کہ ہمدردی نوع انسان کرو۔ اور ان کے لئے وہ چاہو جو اپنے لئے۔ سو ان دو حصوں میں سے حضرت مسیحؑ نے ہمدردی نوع انسان پر زور دیا کیونکہ وہ زمانہ اسی زور کو چاہتا تھا۔ اور دوسرا حصہ جو بڑا حصہ ہے۔ یعنی لاالہ الااللہ جو خدا کی عظمت اور توحید کا سرچشمہ ہے۔ اس پر حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے زور دیا۔ کیونکہ وہ زمانہ اسی قسم کے زور کو چاہتا تھا"۔ (ضمیمہ رسالہ جہاد ص۶و۵)

انسانی کمالات کا اپنی زندگی کے ذریعہ سے نمونہ

دکھلانیوالے صرف آنحضرتؐ ہیں

"مجھے بتلایا گیا ہے کہ تمام دینوں میں سے دین اسلام ہی سچا ہے مجھے فرمایا گیا ہے

کہ تمام ہدایتوں میں سے صرف قرآنی ہدایت ہی صحت کے کامل درجہ پر اور انسانی ملاوٹوں سے پاک ہے۔ مجھے سمجھایا گیا ہے کہ تمام رسولوں میں سے کامل تعلیم دینے والا اور اعلیٰ درجہ کی پاک اور پُر حکمت تعلیم دینے والا اور انسانی کمالات کا اپنی زندگی کے ذریعہ سے اعلیٰ نمونہ دکھلانے والا صرف حضرت سیدنا و مولٰنا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہیں "۔ (اربعین ۳ ص۳)

"اب کہاں ہیں وہ پادری صاحبان جو کہتے تھے کہ نعوذ باللہ حضرت سیدنا و سید الوریٰ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی پیشگوئی یا اور کوئی امر خوارق عادت ظہور میں نہیں آیا۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ زمین پر وہ ایک ہی انسان کامل گذرا ہے جس کی پیشگوئیاں اور دعائیں قبول ہونا اور دوسرے خوارق ظہور میں آنا ایک ایسا امر ہے جو اب تک امت کے سچّے پیروؤں کے ذریعہ سے دریا کی طرح موجیں مار رہا ہے۔ بجز اسلام وہ مذہب کہاں اور کدھر ہے جو یہ خصلت اور طاقت اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور وہ لوگ کہاں اور کس ملک میں رہتے ہیں جو اسلامی برکات اور نشانوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں "۔ (ایضاً ص۱۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی شانِ مہدویّت

"یاد رہے کہ اگرچہ ہر ایک نبی میں مہدی ہونے کی صفت پائی جاتی ہے۔ کیونکہ سب نبی تلامیذ الرحمٰن ہیں۔ اور نیز اگرچہ ہر ایک نبی میں مؤید بروح القدس ہونیکی صفت بھی پائی جاتی ہے کیونکہ تمام نبی روح القدس سے تائید یافتہ ہیں۔ لیکن پھر بھی یہ دو نام دو نبیوں سے کچھ خصوصیت رکھتے ہیں۔ یعنی مہدی کا نام ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص ہے اور مسیح یعنے مؤید بروح القدس کا نام حضرت عیسٰی علیہ السلام سے کچھ خصوصیت رکھتا ہے۔ گو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس نام کے رو سے بھی فائق ہیں۔ کیونکہ ان کو شدید القویٰ کا دائمی انعام دیا گیا ہے۔ لیکن روح القدس کے مرتبہ میں جو شدید القویٰ سے کم مرتبہ ہے حضرت مسیح کو یہ خصوصیت دی گئی جیسا کہ یہ دونوں خصوصیتیں قرآن شریف سے ظاہر ہیں۔ آنحضرت کا نام امّی مہدی رکھا ہے اور وَ علّمہ شدید القویٰ فرمایا۔ اور حضرت مسیح کو روح القدس سے تائید یافتہ قرار دیا۔ جیسا کہ

کسی شاعر نے بھی کہا ہے ؎

فیضِ روح القدس ار باز مدد فرماید ✻ ہمہ آں کار کنند آنچہ مسیحا مے کرد"

(اربعین نمبر ۲ حاشیہ صفحہ ۱۱ و ۱۲)

آنحضرتؐ کا جلالی نام محمدؐ اور جمالی نام احمدؐ

"تم سُن چکے ہو کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام ہیں (۱) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ نام توریت میں لکھا گیا ہے۔ جو ایک آتشی شریعت ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ...... ذَالِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ (۲) دوسرا نام احمدؐ ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور یہ نام انجیل میں ہے۔ جو ایک جمالی رنگ میں تعلیم الٰہی ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جلال اور جمال دونوں کے جامع تھے۔ مکہ کی زندگی جمالی رنگ میں تھی۔ اور مدینہ کی زندگی جلالی رنگ میں۔ اور پھر یہ دونوں صفتیں امت کے لئے اس طرح پر تقسیم کی گئیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو جلالی رنگ کی زندگی عطا ہوئی۔ اور جمالی رنگ کی زندگی کے لئے مسیح موعودؑ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر ٹھہرایا۔"

(اربعین نمبر ۴ صفحہ ۱۳)

رُوحانی طور پر آنحضرتؐ کی سب سے اعلیٰ زندگی

"جب کہ عقل اور انجیل اور قرآن شریف سے حضرت مسیحؑ کا آسمان پر معہ جسم جانا ثابت نہیں بلکہ اس عقیدہ پر عقلی اور نقلی طور پر سخت اعتراضات کی بارش ہوتی ہے تو اس خیال کو پیش کرنا میرے نزدیک تو قابلِ شرم امر ہے۔ یہ سچ ہے کہ ہم لوگ اس طرح پر اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان پر نہیں لے جاتے۔ اور نہ روحانی قربوں کے لئے اس کی کچھ ضرورت ہے مگر روحانی زندگی کے لحاظ سے ہم تمام نبیوں میں سے اعلیٰ درجے پر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو

زندہ سمجھتے ہیں۔ اور قرآن شریف آیت وَآخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ میں اس زندگی کی طرف اشارہ فرماتا ہے۔ کیونکہ اس کا یہی مطلب ہے کہ جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باطنی فیض پایا ایسا ہی آخری زمانے میں ہوگا ...... اور ایک بڑی دلیل اس بات پر کہ صرف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم روحانی طور پر اعلیٰ زندگی رکھتے ہیں۔ دوسرا کوئی نہیں رکھتا۔ آپؐ کی تاثیرات اور برکات کا زندہ سلسلہ ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ سچے مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی پیروی کرکے خدا تعالیٰ کے مکالمات سے شرف پاتے ہیں اور فوق العادت خوارق ان سے صادر ہوتے ہیں۔ اور فرشتے ان سے باتیں کرتے ہیں۔ دعائیں ان کی قبول ہوتی ہیں؟ (اشتہار ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء صفحہ ۴)

خاتم الانبیا کی مماثلت خاتم المخلوقات سے

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں جیسا کہ آدم علیہ السلام خاتم المخلوقات ہیں۔ پس خدا تعالیٰ نے چاہا کہ جیسا کہ اس نے حضور نبوی کی مشابہت حضرت آدم سے مکمل کرنے کے لئے تکمیل ہدایت قرآنی کا چھٹا دن مقرر کیا۔ یعنے روز جمعہ۔ اور اسی دن یہ آیت نازل ہوئی اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ ایسا ہی تکمیل اشاعت ہدایت کے لئے الف سادس یعنی چھٹا ہزار مقرر فرمایا جو حسب تصریح آیات قرآنی بمنزلہ روز ششم ہے :

اب میں دوبارہ یاد دلاتا ہوں کہ تکمیل ہدایت کے دن میں تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں موجود تھے اور وہ روز یعنے جمعہ کا دن جو دنوں میں سے چھٹا دن تھا مسلمانوں کے لئے بڑی خوشی کا دن تھا۔ جب آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ نازل ہوئی اور قرآن جو تمام آسمانی کتابوں کا آدم اور جمیع معارف صحف سابقہ کا جامع تھا۔ اور مظہر جمیع صفات الٰہیہ تھا اسی آدم کی طرح چھٹے دن یعنی جمعہ کے دن اپنے وجود کو اتم اور اکمل طور پر ظاہر فرمایا۔" (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۵)

"اور ضرور تھا کہ جیسا تکمیل ہدایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے ہوئی ایسا

ہی تکمیل اشاعت ہدایت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہو۔ کیونکہ یہ دونو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منصبی کام تھے۔ لیکن سُنت اللہ کے لحاظ سے اس قدر خلود آپ کے لئے غیر ممکن تھا کہ آپ اُس آخری زمانہ کو پاتے اور نیز ایسا خلود شرک کے پھیلنے کا ایک ذریعہ تھا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خدمت منصبی کو ایک ایسے اُمتی کے ہاتھ سے پورا کیا کہ جو اپنی خو اور روحانیت کی رُو سے گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کا ایک ٹکڑا تھا یا یوں کہو کہ وہی تھا اور آسمان پر ظلی طور پہ آپ کے نام کا شریک تھا۔"

(ایضاً ص ۹۹)

مثیل موسیٰؑ آنحضرت ہیں نہ کہ حضرت عیسیٰؑ

"قرآن آواز بلند سے فرماتا ہے کہ اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَیْکُمْ کَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا یعنی ہم نے اس رسول کو اے عرب کے خونخوار ظالمو! اُسی رسول کی مانند بھیجا ہے جو تم سے پہلے فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا۔ اب ظاہر ہے کہ اگر یہ پیشگوئی جو اس شدومد سے قرآن شریف میں لکھی گئی ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ اس دعویٰ دروغ کے ساتھ جو اپنے تئیں موسیٰؑ کا مثیل ٹھہرالیا کبھی اپنے مخالفوں پر فتحیاب نہ ہو سکتے۔ مگر تاریخ گواہی دے رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ فتح عظیم اپنے مخالفوں پر حاصل ہوئی کہ بجز نبی صادق دوسرے کے لئے ہرگز میسر نہیں آسکتی۔ پس مماثلت اس کا نام ہے جس کی تائید میں دونوں طرف سے تاریخی واقعات اس زور شور سے گواہی دے رہے ہیں کہ وہ دونوں واقعات بدیہی طور پر نظر آتے ہیں۔ اور موسیٰ کے یہ تین کام کہ گروہ مخالفت کو جو مفسد امن تھا ہلاک کرنا اور پھر اپنے گروہ کو حکومت اور دولت بخشنا اور ان کو شریعت عطا کرنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی تین کاموں کے ساتھ ایسے مشابہ ثابت ہو گئے ہیں کہ گویا وہ دونوں کام ایک ہی ہیں یہ ایک ایسی مماثلت ہے جس سے ایمان قوی ہوتا ہے اور یقین کرنا پڑتا ہے کہ یہ دونوں کتابیں

خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اس پیشگوئی سے خدا کے وجود کا پتہ لگتا ہے کہ وہ کیسا قادر اور زبردست خدا ہے کہ کوئی بات اس کے آگے انہونی نہیں۔"

(ایضاً ص ۱۲۳ و ۱۲۴)

مسّ شیطان سے سب سے بڑھکر پاک آنحضرت تھے

"روح القدس کا تعلق تمام نبیوں اور پاک لوگوں سے ہوتا ہے پھر مسیح کی اس سے کیا خصوصیت ہے؟ اس کا جواب یہی ہے کہ کوئی خصوصیت نہیں بلکہ اعظم اور اکبر حصّہ روح القدس کی فطرت کا حضرت سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ لیکن چونکہ یہود شریر الطبع نے حضرت مسیح پر بہتان لگایا تھا کہ اُن کی ولادت روح القدس کی شراکت سے نہیں بلکہ شیطان کی شراکت سے ہے یعنی ناجائز طور پر۔ اس لئے خدا نے اس بہتان کے ذب اور دفع کے لئے اس بات پر زور دیا کہ مسیح کی پیدائش روح القدس کی شراکت سے ہے اور وہ مسّ شیطان سے پاک ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا الغبیوں کا کام ہے کہ دوسرے نبی مسّ شیطان سے پاک نہیں ہیں۔ بلکہ یہ کلام محض یہودیوں کے خیال باطل کو دفع کرنے کیلئے ہے کہ مسیح کی ولادت مسّ شیطان سے ہے یعنی حرام کے طور پر۔ پھر چونکہ یہ بحث مسیح میں شروع ہوئی اس لئے روح القدس کی پیدائش میں ضرب المثل مسیح ہو گیا۔ ورنہ اس کو پاک پیدائش میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک ذرہ ترجیح نہیں بلکہ دنیا میں معصوم کامل صرف محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوا ہے۔"

(ایضاً ص ۱۳۳ حاشیہ)

آنحضرتؐ کی مماثلت مسیحؑ سے اور یونسؑ سے

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غار ثور میں پوشیدہ ہوئے تو وہاں بھی ایک قسم کے شُبِّہَ لَہُم سے خدا نے کام لیا یعنی مخالفین کو اس دھوکہ میں ڈال دیا کہ انہوں نے خیال کیا کہ اس غار کے منہ پر عنکبوت نے اپنا جالا بنا ہوا ہے اور کبوتری نے انڈے دے رکھے ہیں پس کیونکر ممکن ہے کہ اس میں آدمی داخل ہو سکے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اس غار میں جو قبر کی مانند تھی تینؔ دن رہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح بھی اپنی شامی قبر میں جب غشی کی حالت میں داخل کئے گئے تین دن ہی رہے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو یونسؑ پر بزرگی مت دو۔ یہ بھی اشارہ اس مماثلت کی طرف تھا کیونکہ غار میں داخل ہونا اور مچھلی کے پیٹ میں داخل ہونا یہ دونوں واقعہ باہم ملتے ہیں۔ پس نفی تفضیل اس وجہ سے ہے نہ کہ ہر ایک پہلو سے۔ اس میں کیا شک ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف یونسؑ سے بلکہ ہر ایک نبی سے افضل ہیں۔" (ایضاً ص۱۴۱ و ۱۴۲)

اب شفیع صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

"نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی۔ بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے۔ اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے۔ اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے۔ مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔ ..... موسیٰ نے وہ متاع پائی جس کو قرون اولیٰ کھو چکے تھے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ متاع پائی جس کو موسیٰ کا سلسلہ کھو چکا تھا۔ اب محمدی سلسلہ موسوی سلسلہ کا قائم مقام ہے مگر شان میں ہزارہا درجہ بڑھ کر۔" (کشتی نوح ص۱۳)

آنحضرتؐ کی شان ختم نبوّت

"عقیدہ کے رُو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے۔ اب بعد اس کے کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بروزی طور سے محمدیت کی چادر پہنائی گئی۔ کیونکہ خادم اپنے مخدوم سے جدا نہیں اور نہ شاخ اپنی بیخ سے جدا ہے۔ پس جو کامل طور پر مخدوم میں فنا ہو کر خدا سے نبی کا لقب پاتا ہے وہ ختم نبوت کا خلل انداز نہیں۔ جیسا کہ تم جب آئینہ میں اپنی شکل دیکھو تو تم دو نہیں ہو سکتے بلکہ ایک ہی ہو۔ اگرچہ بظاہر دو نظر آتے ہیں۔ صرف ظلّ اور اصل کا فرق ہے۔ سو ایسا ہی خدا نے مسیح موعود میں چاہا۔" (ایضاً ص۱۵)

ہر ایک فیضان آنحضرتؐ کی پیروی پر موقوف ہے،

"ہمارا یہ ایمان ہے کہ آخری کتاب اور آخری شریعت قرآن ہے۔ اور بعد اس کے قیامت تک ان معنوں سے کوئی نبی نہیں ہے۔ جو صاحب شریعت ہو یا بلا واسطۂ متابعتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی پا سکتا ہو۔ بلکہ قیامت تک یہ دروازہ بند ہے۔ اور متابعت نبوی سے نعمت وحی حاصل کرنے کے لئے قیامت تک دروازے کھلے ہیں۔ وہ وحی جو اتباع کا نتیجہ ہے کبھی منقطع نہیں ہوگی۔ مگر نبوت شریعت والی یا نبوت مستقلہ منقطع ہو چکی ہے ولا سبیل الیھا الی یوم القیٰمۃ ومن قال انی لست من امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وادعی انہ نبی صاحب الشریعۃ او من دون الشریعۃ ولیس من الامۃ فمثلہ کمثل رجل غمرہ السیل المنھمر فالقاہ وراءہ ولم یغادر حتی مات اس کی تفصیل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جس جگہ یہ وعدہ فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اُسی جگہ یہ اشارہ بھی فرما دیا ہے کہ آنجنابؐ اپنی روحانیت کی رُو سے اُن صلحاء کے حق میں باپ کے حکم میں ہیں جن کی بذریعہ متابعت تکمیل نفوس کی جاتی ہے اور وحی الٰہی اور شرف مکالمات کا ان کو بخشا جاتا ہے۔ جیسا کہ وہ جلّشانہ قرآن شریف میں فرماتا ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں ہے

مگر وہ رسول اللہ ہے اور خاتم الانبیاء ہے۔ اب ظاہر ہے کہ لکن کا لفظ زبان عرب میں استدراک کے لئے آتا ہے یعنی تدارک مافات کے لئے سو اس آیت کے پہلے حصہ میں جو امر فوت شدہ قرار دیا گیا تھا۔ یعنے جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے نفی کی گئی تھی وہ جسمانی طور سے کسی مرد کا باپ ہونا تھا۔ سو لکن کے لفظ کے ساتھ ایسے فوت شدہ امر کا اس طرح تدارک کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا گیا۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ آپؐ کے بعد براہ راست فیوض نبوت منقطع ہو گئے۔ اور اب کمال نبوت صرف اُسی شخص کو ملے گا جو اپنے اعمال پر اتباع نبوی کی مُہر رکھتا ہوگا۔ اور اس طرح پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا اور آپؐ کا وارث ہوگا۔ غرض اس آیت میں ایک طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ ہونے کی نفی کی گئی۔ اور دوسرے طور سے باپ ہونے کا اثبات بھی کیا گیا۔ تا وہ اعتراض جس کا ذکر آیت اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ میں ہے دور کیا جائے ماحصل اس آیت کا یہ ہوا کہ نبوت گو بغیر شریعت ہو اس طرح پر تو منقطع ہے کہ کوئی شخص براہ راست مقام نبوت حاصل کر سکے لیکن اس طرح پر ممتنع نہیں کہ وہ نبوت چراغ نبوت محمدیہ سے مکتسب اور مستفاض ہو یعنی ایسا صاحب کمال ایک جہت سے تو امتی ہو اور دوسری جہت سے بوجہ اکتساب انوار محمدیہ نبوت کے کمالات بھی اپنے اندر رکھتا ہو۔ اور اگر اس طور سے بھی تکمیل نفوس مستعدہ اُمت کی نفی کی جائے تو اس سے نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں طور سے ابتر ٹھہرتے ہیں۔ نہ جسمانی طور پر کوئی فرزند نہ روحانی طور پر کوئی فرزند اور معترض سچا ٹھہرتا ہے جو آنحضرت صلعم کا نام ابتر رکھتا ہے"۔ (ریویو بر مباحثہ ص۶۷)

ہم نے خدا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے پایا ہے

"اس قادر اور سچے اور کامل خدا کو ہماری روح اور ہمارا ذرہ ذرہ وجود کا سجدہ کرتا ہے جس کے ہاتھ سے ہر ایک روح اور ہر ایک ذرہ مخلوقات کا مع اپنی تمام قویٰ کے ظہور پذیر ہوا۔ اور جس کے وجود سے ہر ایک وجود قایم ہے۔ اور کوئی چیز نہ اُس کے علم سے باہر ہے

اور نہ اس کے تصرف سے نہ اُس کی خلق سے۔ اور ہزاروں درود اور سلام اور رحمتیں اور برکتیں اُس پاک نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوں جس کے ذریعہ سے ہم نے وہ زندہ خدا پایا جو آپ کلام کرکے اپنی ہستی کا آپ ہمیں نشان دیتا ہے۔ اور آپ فوق العادت نشان دکھلا کر اپنی قدیم اور کامل طاقتوں اور قوتوں کا ہم کو چمکنے والا چہرہ دکھاتا ہے۔ سو ہم نے ایسے رسول کو پایا جس نے خدا کو ہمیں دکھلایا اور ایسے خدا کو پایا جس نے اپنی کامل طاقت سے ہر ایک چیز کو بنایا۔ اس کی قدرت کیا ہی عظمت اپنے اندر رکھتی ہے۔ جس کے بغیر کسی چیز نے نقش وجود نہیں پکڑا۔ اور جس کے سہارے کے بغیر کوئی چیز قائم نہیں رہ سکتی۔ وہی ہمارا سچا خدا بیشمار برکتوں والا ہے۔ اور بیشمار قدرتوں والا اور بے شمار حسن والا اور بے شمار احسان والا۔ اُس کے سوا کوئی اور خدا نہیں ؎ (نسیم دعوت صـ۱)

طاعون کا موجب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے

" دیکھو طاعون کا زمانہ ہے۔ اور دنیا کی تاریخ سے پتہ لگتا ہے کہ جب یہ کسی ملک میں بڑے زور سے بھڑکتی رہی ہے تو اس کا یہی موجب ہوتا رہا ہے کہ زمین پاپ اور گناہوں سے بھر جاتی تھی اور خدا کی طرف سے جو آتا تھا اُس سے انکار کیا جاتا تھا۔ اور جبھی کہ آسمان کے نیچے اس قسم کا کوئی بڑا گناہ ظہور میں آیا۔ اور بے باکی حد سے بڑھ گئی۔ تبھی یہ بلا ظہور میں آئی۔ اب بھی یہ گناہ انتہا تک پہونچ گیا ہے۔ دنیا میں ایک عظیم الشان نبی انسانوں کی اصلاح کے لئے آیا یعنی سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُس نے اس سچے خدا کی طرف لوگوں کو بلایا جس کو دنیا بھول گئی تھی۔ لیکن اس زمانہ میں اُسی کامل نبی کی ایسی توہین اور تحقیر کی جاتی ہے جس کی نظیر کسی زمانہ میں نہیں مل سکتی...... بڑا تعجب ہے کہ ایسے خطرناک دن اور پھر یہ لوگ زبان کو اپنے قابو میں نہیں رکھتے نہیں سوچتے کہ جس نبی کو ہم گالیاں دیتے ہیں اور اُس کی تحقیر اور توہین کرتے ہیں اگر وہ خدا کی طرف سے ہے اور ضرور خدا کی طرف سے ہے تو کیا یہ بدزبانیاں اور بے ادبیاں خالی جائیں گی سنو اے غافلو! ہمارا اور ان راستبازوں کا تجربہ جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں گواہی دیتا ہے کہ خدا کے پاک رسولوں کی بے ادبی کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔

ہر ایک نیک طینت جانتا ہے کہ خدا کے پاس ہر ایک بدی اور شوخی کی سزا ہے۔ اور ہر ایک ظلم کا پاداش ہے"۔
(ص ۹۰)

آنحضرت سچائی کے اظہار کیلئے مجدد اعظم تھے

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اظہار سچائی کے لئے ایک مجدد اعظم تھے۔ جو گم گشتہ سچائی کو دوبارہ دنیا میں لائے۔ اِس فخر میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی بھی نبی شریک نہیں۔ کہ آپ نے تمام دُنیا کو ایک تاریکی میں پایا۔ اور پھر آپ کے ظہور سے وہ تاریکی نور سے بدل گئی۔ جس قوم میں آپ ظاہر ہوئے آپ فوت نہ ہوئے جب تک کہ اس تمام قوم نے شرک کا چولا اُتار کر توحید کا جامہ نہ پہن لیا۔ اور نہ صرف اِس قدر بلکہ وہ لوگ اعلیٰ مراتب ایمان کو پہنچ گئے۔ اور وہ کام صدق اور وفا اور یقین کے اُن سے ظاہر ہوئے کہ جس کی نظیر دنیا کے کسی حصہ میں پائی نہیں جاتی۔ یہ کامیابی اور اس قدر کامیابی کسی نبی کو بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ علیہ وسلم کے نصیب نہیں ہوئی۔ یہی ایک بڑی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ہے کہ آپ ایک ایسے زمانہ میں مبعوث اور تشریف فرما ہوئے جبکہ زمانہ نہایت درجہ کی ظلمت میں پڑا ہوا تھا۔ اور طبعاً ایک عظیم الشان مصلح کا خواستگار تھا۔ اور پھر آپ نے ایسے وقت میں دنیا سے انتقال فرمایا جبکہ لاکھوں انسان شرک اور بُت پرستی کو چھوڑ کر توحید اور راہِ راست اختیار کر چکے تھے۔ اور درحقیقت یہ کامل اصلاح آپ ہی سے مخصوص تھی کہ آپ نے ایک قوم وحشی سیرت اور بہائم خصلت کو انسانی عادات سکھلائے یا دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ بہائم کو انسان بنایا۔ اور پھر انسانوں سے تعلیم یافتہ انسان بنایا۔ اور پھر تعلیم یافتہ انسانوں سے باخدا انسان بنایا۔ اور روحانیت کی کیفیت ان میں پھونک دی۔ اور سچے خدا کے ساتھ ان کا تعلق پیدا کر دیا۔ وہ خدا کی راہ میں بکریوں کی طرح ذبح کئے گئے۔ اور چیونٹیوں کی طرح پیروں میں کچلے گئے۔ مگر ایمان کو ہاتھ سے نہ دیا۔ بلکہ ہر ایک مصیبت میں آگے قدم بڑھایا پس بلاشبہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم رُوحانیت قائم کرنے کے لحاظ سے آدم ثانی

تھے بلکہ حقیقی آدم وہی تھے جن کے ذریعہ اور طفیل سے تمام انسانی فضایل کمال کو پہونچے۔ اور تمام نیک قوتیں اپنے اپنے کام میں لگ گئیں۔ اور کوئی شاخ فطرت انسانی کی بے بار و بر نہ رہی۔ اور ختم نبوت آپؐ پر نہ صرف زمانہ کی تاخر کی وجہ سے ہؤا بلکہ اس وجہ سے بھی کہ تمام کمالات نبوت آپؐ پر ختم ہو گئے۔ اور چونکہ آپؐ صفات الٰہیہ کے مظہر اتم تھے اس لئے آپؐ کی شریعت صفات جلالیہ و جمالیہ دونوں کی حامل تھی اور آپؐ کے دو نام محمدؐ اور احمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم اسی غرض سے ہیں۔ اور آپؐ کی نبوت عامہ میں کوئی حصہ بخل کا نہیں۔ بلکہ وہ ابتداء سے تمام دنیا کے لئے ہے اور ایک اور دلیل آپؐ کے ثبوت نبوت پر یہ ہے کہ تمام نبیوں کی کتابوں سے اور ایساہی قرآن شریف سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے آدم سے لے کر آخیر تک دنیا کی عمر سات ہزار برس رکھی ہے۔ اور ہدایت اور گمراہی کیلئے ہزار ہزار سال کے دور مقرر کئے ہیں یعنی ایک وہ دور ہے جس میں ہدایت کا غلبہ ہوتا ہے۔ اور دوسرا وہ دور ہے جس میں ضلالت اور گمراہی کا غلبہ ہوتا ہے اور جیساکہ میں نے بیان کیا خدا تعالےٰ کی کتابوں میں یہ دونوں دور ہزار ہزار برس پر تقسیم کئے گئے ہیں۔ اوّل دور ہدایت کے غلبہ کا تھا۔ اُس میں بت پرستی کا نام و نشان نہ تھا۔ جب یہ ہزار سال ختم ہؤا تب دوسرے دور میں جو ہزار سال کا تھا طرح طرح کی بُت پرستیاں دنیا میں شروع ہو گئیں۔ اور شرک کا بازار گرم ہو گیا۔ اور ہر ایک مُلک میں بُت پرستی نے جگہ لے لی۔ پھر تیسرا دور جو ہزار سال کا تھا اُس میں توحید کی بنیاد ڈالی گئی۔ اور جس قدر خدا نے چاہا دنیا میں توحید پھیل گئی۔ پھر ہزار چہارم کے دور میں ضلالت نمودار ہوئی۔ اور اسی ہزار چہارم میں سخت درجہ پر بنی اسرائیل بگڑ گئے۔ اور عیسائی مذہب تخم ریزی کے ساتھ ہی خشک ہو گیا۔ اور اُس کا پیدا ہونا اور مرنا گویا ایک ہی وقت میں ہؤا۔ پھر ہزار پنجم کا دور آیا جو ہدایت کا دور تھا۔ یہ وہ ہزار ہے جس میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر توحید کو دوبارہ دنیا میں قایم کیا۔ پس آپکے منجاب اللہ ہونے پر یہی ایک نہایت زبردست دلیل ہے۔ کہ آپؐ کا ظہور اُس سال کے اندر ہؤا۔ جو روز ازل سے ہدایت کے لئے مقرر تھا۔ اور یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ خدا تعالےٰ کی

تمام کتابوں سے یہی نکلتا ہے"۔ (لیکچر سیالکوٹ ص۴۷-۲۶)

تکمیل ضروریات دین کیلئے آنحضرتؐ کی بشارت توریت اور انجیل میں

"توریت میں خدا تعالیٰ کا یہ قول موجود ہے کہ میں تمہارے بھائیوں میں سے ایک نبی قائم کروں گا اور اپنا کلام اس کے مُنہ میں ڈالوں گا۔ اور جو شخص اُس کے کلام کو نہ سُنے گا میں اُس سے مطالبہ کروں گا۔ پس صاف ظاہر ہے کہ اگر آئندہ زمانہ کی ضرورتوں کی رو سے توریت کا سننا کافی ہوتا تو کچھ ضرورت نہ تھی کہ کوئی اور نبی آتا۔ اور مواخذہ الٰہیہ سے مخلصی پانا اس کلام کے سُننے پر موقوف ہوتا جو اُس پر نازل ہوتا۔ ایسا ہی انجیل نے کسی مقام میں دعوٰی نہیں کیا کہ انجیل کی تعلیم کامل اور جامع ہے بلکہ صاف اور کھلا کھلا اقرار کیا ہے کہ اور بہت سی باتیں قابل بیان تھیں مگر تم برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب فارقلیط آئیگا تو وہ سب کچھ بیان کرے گا اب دیکھنا چاہیئے کہ حضرت موسٰی نے اپنی توریت کو ناقص تسلیم کر کے آنے والے نبی کی تعلیم کی طرف توجہ دلائی ایسا ہی حضرت عیسٰیؑ نے بھی اپنی تعلیم کا نامکمل ہونا قبول کر کے یہ عذر پیش کر دیا کہ ابھی کامل تعلیم بیان کرنے کا وقت نہیں ہے لیکن جب فارقلیط آئے گا تو وہ کامل تعلیم بیان کر دے گا۔ مگر قرآن شریف نے توریت اور انجیل کی طرح کسی دوسرے کا حوالہ نہیں دیا"۔

(دیباچہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۳)

آنحضرتؐ کے حُسنِ رُوحانی کی کشش

"انسان کی پیدائش میں دو قسم کے حُسن ہیں ایک حُسن معاملہ اور وہ یہ کہ انسان خدا تعالیٰ کی تمام امانتوں اور عہد کے ادا کرنے میں یہ رعایت رکھے کہ کوئی امر حتی الوسع ان کے متعلق فوت نہ ہو..... دوسرا حُسن انسان کی پیدائش میں حُسن بُشرہ ہے ...... یہ حسن جو روحانی حُسن ہے جس کو حُسن معاملہ کے ساتھ موسوم کر سکتے ہیں۔ یہ وہ حُسن ہے جو اپنی قوی کششوں کے ساتھ

حُسن بُشرہ سے بہت بڑھ کر ہے۔ کیونکہ حُسن بُشرہ صرف ایک یا دو شخص کے فانی عشق کا موجب ہوگا جو جلد زوال پذیر ہو جائے گا۔ اور اس کی کشش نہایت کمزور ہوگی۔ لیکن وہ رُوحانی حُسن جس کو حُسن معاملہ سے موسوم کیا گیا ہے وہ اپنی کششوں میں ایسا سخت اور زبردست ہے کہ ایک دنیا کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اور زمین و آسمان کا ذرّہ ذرّہ اسکی طرف کھنچا جاتا ہے ...... تجربہ اور خدا تعالیٰ کی پاک کتاب سے ثابت ہے کہ دنیا کے ہر ایک ذرّہ کو طبعاً ایسے شخص کے ساتھ ایک عشق ہوتا ہے۔ اور اس کی دعائیں اُن تمام ذرّات کو ایسا اپنی طرف کھینچتی ہیں جیسا کہ آہن رُبا لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ پس غیر معمولی باتیں جن کا ذکر کسی علم طبعی اور فلسفہ میں نہیں۔ اس کشش کی باعث ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور وہ کشش طبعی ہوتی ہے۔ جب سے کہ صانع مطلق نے عالم اجسام کو ذرات سے ترکیب دی ہے۔ ہر ایک ذرّے میں وہ کشش رکھی ہے اور ہر ایک ذرہ روحانی حُسن کا عاشق صادق ہے۔ اور ایسا ہی ہر ایک سعید روح بھی کیونکہ وہ حُسن تجلّی گاہ حق ہے۔

وہی حُسن تھا جس کے لئے فرمایا گیا اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِیْسَ اور اب بھی بہتیرے ابلیس ہیں جو اس حسن کو شناخت نہیں کرتے مگر وہ حُسن بڑے بڑے کام دکھلا رہا ہے نوحؑ میں وہی حُسن تھا جس کی پاس خاطر حضرت عزت جلّشانہٗ کو منظور ہوئی۔ اور تمام منکروں کو پانی کی عذاب سے ہلاک کیا گیا۔ پھر اس کے بعد موسیٰؑ بھی وہی حُسن روحانی لے کر آیا۔ جس نے چند روز تکلیفیں اٹھا کر آخر فرعون کا بیڑا غرق کیا۔ پھر سب کے بعد سیّد الانبیاءؐ خیر الوریٰ مولانا و سیّدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم الشان روحانی حُسن لے کر آئے جس کی تعریف میں یہی آیت کریمہ کافی ہے:۔ دَنیٰ فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی یعنی وہ نبی جناب الٰہی سے بہت نزدیک چلا گیا اور پھر مخلوق کی طرف جُھکا۔ اور اس طرح پر دونوں حقوں کو جو حق اللّٰہ اور حق العباد ہے ادا کر دیا۔ اور دونوں قسم کا حُسن روحانی ظاہر کیا۔



اور دونوں قوسوں میں وتر کی طرح ہو گیا۔ یعنی دونوں قوسوں میں جو ایک درمیانی خط کی طرح ہو۔ اور اسطرح اسکا وجود واقع ہوا جیسے یہ ←

اس حسن کو ناپاک طبع اور اندھے لوگوں نے نہ دیکھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَنظُرُونَ اِلَیکَ وَھُم لَا یُبصِرُونَ یعنی تیری طرف وہ دیکھتے ہیں مگر تو انہیں دکھائی نہیں دیتا۔ آخر وہ سب اندھے ہلاک ہو گئے۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۲۶۰)

حضرت عیسیٰ کو آنحضرتؐ پر کوئی امتیازی خصوصیت حاصل نہیں

"جس طرح ہمارے سیّد و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُحد کی لڑائی میں مجروح ہوئے تھے اور کئی زخم تلواروں کے پیشانی مبارک پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آئے تھے اور سرتاپا خون سے آلودہ ہو گئے تھے اسی طرح بلکہ اس سے بہت کم حضرت عیسیٰؑ کو صلیب پر زخم آئے تھے۔ پھر نہ معلوم نادان لوگوں کو حضرت عیسیٰؑ سے کیسی مشرکانہ محبّت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم تو قبول کر لیتے ہیں مگر حضرت عیسیٰ کا مجروح اور زخمی ہونا اُن کی شان سے بلند تر سمجھتے ہیں۔ اور شور ڈالتے ہیں کہ اُن کی نسبت ایسا کیوں کہتے ہو۔ اور ان کو تمام دنیا سے الگ ایک خصوصیت دینا چاہتے ہیں وہی آسمان پر چڑھ کر پھر زمین پر اترنے والے۔ وہی اس قدر لمبی عمر پانے والے مگر خدا نے اُن کو پیدائش میں بھی اکیلا نہیں رکھا بلکہ کئی حقیقی بھائی اور کئی حقیقی بہنیں اُن کی ایک ہی ماں سے تھیں۔ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف اکیلے تھے۔ نہ کوئی دوسرا بھائی تھا نہ بہن۔"

(ایضاً ص۱۱ حاشیہ)

آنحضرتؐ کے دل میں عظمت و ہیبت الٰہی سب سے بڑھ کر تھی

آپؐ کا اور دیگر تمام انبیاء کا طریق استغفار

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام استغفار اسی بنا پر ہے کہ آپ بہت ہی ڈرتے تھے کہ جو خدمت مجھے سپرد کی گئی ہے یعنی تبلیغ کی خدمت اور خدا کی راہ میں جاں فشانی کی خدمت اس کو جیسا کہ اس کا حق تھا میں ادا نہیں کر سکا اور اس خدمت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کسی نے ادا نہیں کیا۔ مگر خوف عظمت اور ہیبتِ الٰہی آپؐ کے دل میں حد سے زیادہ تھا۔ اسی لئے دوام استغفار آپ کا

شغل تھا۔ توریت میں بھی ہے۔ تب موسیٰ نے جلدی سے زمین پر سر جھکایا۔ اور بولا کہ اے خداوند ..... ہمارے گناہ اور خطائیں معاف کر۔ خروج ۳۴۔ ۹۔ ساؤل نبی کہتا ہے میں نے گناہ کیا کہ میں نے خداوند کے فرمان کو ٹال دیا دیکھو اسموئیل ۱۵۔ ۲۵۔ داؤد نبی خدا تعالیٰ کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ میں نے تیرا گناہ کیا۔ دیکھو زبور۔ ۵۱۔ ۳ ″ (ایضاً ص۱۰۵ حاشیہ)

″بے گناہ ہونے کی اطمینان کسی نبی نے بھی ظاہر نہیں کی۔ جو دنیا میں افضل الرسل اور خاتم الرسل گذرا ہے اس کے منہ سے بھی یہی نکلا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَبَاعِدْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ خَطَایَانَا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ فرماتے تھے کہ سورۃ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ اور آپ سب سے زیادہ استغفار پڑھا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں دن میں ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں اور خدا تعالیٰ نے آپ کے حق میں فرمایا اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَرَأَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا یہ سورۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب زمانہ وفات میں نازل ہوئی تھی اور اس میں اللہ تعالیٰ زور دیکر اپنی نصرت اور تائید اور تکمیل مقاصد دین کی خبر دیتا ہے کہ اب تو اے نبی خدا کی تسبیح اور تحمید کر اور خدا سے مغفرت چاہ وہ تواب ہے اس موقعہ پر مغفرت کا ذکر کرنا یہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ اب کام تبلیغ ختم ہو گیا۔ خدا سے دعا کر کہ اگر خدمت تبلیغ کے دقائق میں کوئی فروگذاشت ہوئی ہو تو خدا اسکو بخش دے ″۔
(ایضاً ص۱۰۷)

ہر ایک نبی ایک طرح سے آنحضرت کی اُمت میں داخل ہے

″قرآن شریف سے ثابت ہے کہ ہر ایک نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ پس اس طرح تمام انبیا علیہم السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہوئے ″۔ (ایضاً ص۱۳۳)

آنحضرت کی وفات کے وقت صحابہ کرامؓ کی حالتِ غم واندوہ

″آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کو آپؐ کی وفات سے سخت

صدمہ گذرا تھا۔ اور اسی صدمہ کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے بعض منافقوں کے کلمات سن کر فرمایا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ دنیا میں آئیں گے اور منافقوں کے ناک اور کان کاٹیں گے پس چونکہ یہ خیال غلط تھا اس لئے اوّل حضرت ابو بکر صدیق حضرت عائشہ صدیقہ کے گھر آئے اور آں جناب صلی اللہ علیہ وسلم کے مُنہ پر سے چادر اٹھا کر پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور کہا انت طیّب حیاً ومیتاً لن یجمع اللہ علیک الموتین الا موتتک الاولیٰ۔ یعنی تو زندہ اور میت ہونے کی حالت میں پاک ہے۔ خدا تعالیٰ ہرگز تیرے پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا مگر پہلی موت۔ اس قول سے مطلب یہی تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں واپس نہیں آئیں گے۔ اور پھر تمام اصحاب رضی اللہ عنہم کو مسجد نبوی میں جمع کیا اور حُسنِ اتفاق سے اس دن تمام صحابہؓ جو زندہ تھے مدینہ میں موجود تھے پس سب کو جمع کر کے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ممبر پر چڑھ کر یہ آیت پڑھی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف نبی ہیں اور پہلے اس سے سب نبی فوت ہو چکے ہیں۔ پس کیا اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو جائیں یا قتل کئے جائیں تو تم لوگ دین کو چھوڑ دو گے"۔ (ایضاً حاشیہ ص۲۰۳ و۲۰۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوّل الشہداء ہیں

"آیت وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ صاف بتلا رہی ہے کہ مومن کو مرنے کے بعد ایک جسم ملتا ہے اسی وجہ سے تمام آئمہ اور اکابر متصوفین اس بات کے قائل ہیں کہ مومن جو طیب اور مطہر ہوتے ہیں وہ بمجرد فوت ہونے کے ایک پاک اور نورانی جسم پاتے ہیں جس کے ذریعہ سے وہ نعماءِ جنت سے لذت اُٹھاتے ہیں۔ اور بہشت کو صرف شہیدوں کے لئے مخصوص کرنا ایک ظلم ہے بلکہ ایک کفر ہے۔ کیا کوئی سچا مومن یہ گستاخی کا کلمہ زبان پر لا سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو ابھی تک بہشت سے باہر ہیں جن کے روضہ کے نیچے بہشت ہے مگر وہ لوگ جنہوں نے آپؐ کے ذریعہ سے ایمان اور تقویٰ کا مرتبہ حاصل کیا وہ شہید ہونے کی وجہ سے بہشت میں داخل ہیں اور بہشتی میوے کھاتے ہیں بلکہ حق یہ ہے کہ جس نے خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان کو وقف کر دیا وہ شہید ہو چکا۔ پس

اِس صورت میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اوّل الشُہداء ہیں"۔ (ایضاً صلاً)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کامل انسان تھے

قرآن شریف میں ارشاد فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انسان کامل ہونے کی شان میں فرمایا ہے۔ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی یعنے یہ رسول خدا کی طرف چڑھا اور جہاں تک امکان ہیں ہے خدا اسے نزدیک ہوا۔ اور قرب کے تمام کمالات کو طے کیا اور لاہوتی مقام سے پورا حصہ لیا اور پھر ناسوت کی طرف کامل رجوع کیا یعنے عبودیت کے انتہائی نقطہ تک اپنے تئیں پہنچایا۔ اور بشریت کے پاک لوازم یعنے بنی نوع کی ہمدردی اور محبت سے جو ناسوتی کمال کہلاتا ہے پورا حصہ لیا۔ لہذا ایک طرف خدا کی محبت میں اور دوسری طرف بنی نوع کی محبت میں کمال تام تک پہنچا پس چونکہ وہ کامل طور پر خدا سے قریب ہوا اور پھر کامل طور پر بنی نوع سے قریب ہوا اس لئے دونوں طرف کے مساوی قرب کی وجہ سے ایسا ہو گیا جیسا کہ دو قوسوں میں ایک خط ہوتا ہے لہذا وہ شرط جو شفاعت کے لئے ضروری ہے اس میں پائی گئی۔ اور خدا نے اپنے کلام میں اس کے لئے گواہی دی کہ وہ اپنے بنی نوع میں اور اپنے خدا میں ایسے طور سے درمیان ہے جیسا کہ وتر دو قوسوں کے درمیان ہوتا ہے۔

اور پھر ایک اور مقام میں آپؐ کے الٰہی قرب کی نسبت یوں فرمایا قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یعنے لوگوں کو اطلاع دے دے کہ میری یہ حالت ہے کہ میں اپنے وجود سے بالکل کھویا گیا ہوں۔ میری تمام عبادتیں خدا کے لئے ہو گئی ہیں یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر ایک انسان جب تک وہ کامل نہیں خدا کے لئے خالص طور پر عبادت نہیں کر سکتا بلکہ کچھ عبادت اُس کی خدا کے لئے ہوتی ہے اور کچھ اپنے نفس کے لئے۔ کیونکہ وہ اپنے نفس کی عظمت اور بزرگی چاہتا ہے جیسا کہ خدا کی عظمت اور بزرگی کرنی چاہئے۔ اور یہی عبادت کی حقیقت ہے۔ اور ایسا ہی ایک حصہ اس کی عبادت کا مخلوق کے لئے ہوتا ہے۔ کیونکہ جس عظمت اور بزرگی اور قدرت اور تصرّف کو خدا سے مخصوص کرنا چاہئے اُس عظمت اور قدرت کا حصہ مخلوق کو بھی دیتا ہے۔ اس لئے جیسا کہ وہ خدا کی پرستش کرتا ہے نفس اور مخلوق کی

بھی پرستش کرتا ہے بلکہ عام طور پر جمیع اسباب سفلیہ کو اپنی پرستش سے حصّہ دیتا ہے۔ کیونکہ خدا کے ارادہ اور تقدیر کے مقابل ان اسباب کو بھی کارخانہ محو و اثبات میں دخیل سمجھتا ہے پس ایسا انسان خداتعالیٰ کا سچا پرستار نہیں ٹھہر سکتا جو کبھی خدا کی عظمت کا اپنے نفس کو شریک ٹھہراتا ہے۔ اور کبھی مخلوق اور کبھی اسباب کو۔ بلکہ سچا پرستار وہ ہے جو خدا کی تمام عظمتیں اور تمام بزرگیاں اور تمام تصرف خدا ہی کو دیتا ہے نہ کسی اور کو۔ اور جب اس مرتبہ توحید پر انسان کی پرستش پہونچ جائے تب حقیقی طور پر وہ خدا کا پرستار کہلاتا ہے۔ اور ایسا انسان جیسا کہ زبان سے کہتا ہے کہ خدا وحدہٗ لاشریک ہے۔ ایسا ہی وہ اپنے فعل سے یعنے اپنی عبادت سے بھی خدا کی توحید پر گواہی دیتا ہے پس اسی مرتبہ کاملہ کی طرف اشارہ ہے جو آیت مذکورہ بالا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا کہ تو لوگوں کو کہہ دے کہ میری تمام عبادتیں خدا کے لئے ہیں یعنے نفس کو اور مخلوق کو اور اسباب کو میری عبادت میں سے کوئی حصّہ نہیں ؛

اور پھر بعد اس کے فرمایا کہ میری قربانی بھی خاص خدا کے لئے ہے۔ اور میرا جینا بھی خدا کے لئے ہے اور میرا مرنا بھی خدا کے لئے۔ یاد رہے کہ نسیکہ لغت عرب میں قربانی کو کہتے ہیں اور لفظ نُسک جو آیت میں موجود ہے اس کی جمع ہے۔ اور نیز دوسرے معنے اس کے عبادت کے بھی ہیں۔ پس اس جگہ ایسا لفظ استعمال کیا گیا جس کے معنے عبادت اور قربانی دونوں پر اطلاق پاتے ہیں ۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کامل عبادت جس میں نفس اور مخلوق اور اسباب شریک نہیں ہیں درحقیقت ایک قربانی ہے اور کامل قربانی درحقیقت کامل عبادت ہے۔

اور پھر بعد اس کے جو فرمایا کہ میرا جینا بھی خدا کے لئے ہے اور میرا مرنا بھی خدا کے لئے۔ یہ آخری فقرہ قربانی کے لفظ کی تشریح ہے تا کوئی اس وہم میں نہ پڑے کہ قربانی سے مراد بکرے کی قربانی یا گائے کی قربانی یا اونٹ کی قربانی ہے۔ اور تا اس لفظ سے کہ میرا جینا اور میرا مرنا خاص خدا کے لئے ہے صاف طور پر سمجھا جائے کہ اس قربانی سے مراد روح کی قربانی ہے۔ اور قربانی کا لفظ قرب سے لیا گیا ہے۔ اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا کا قرب تب حاصل ہوتا ہے کہ جب تمام نفسانی قویٰ اور نفسانی جنبشوں پر موت آجائے۔

غرض یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب تام پر ایک بڑی دلیل ہے۔ اور یہ آیت بتلا رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر خدا میں گم اور محو ہو گئے تھے کہ آپ کی زندگی کے تمام انفاس اور آپ کی موت محض خدا کے لئے ہو گئی تھی۔ اور آپ کے وجود میں نفس اور مخلوق اور اسباب کا کچھ حصہ باقی نہیں رہا تھا۔ اور آپ کی روح خدا کے آستانہ پر ایسے اخلاص سے گری تھی کہ اس میں غیر کی ایک ذرہ آمیزش نہیں رہی تھی۔ پس اس طرح آپ نے اس شرط کے ایک حصّہ کو پورا کیا جو شفیع کے لئے ایک لازمی شرط ہے۔ اور آخری فقرہ آیت مذکورہ بالا کا یہ ہے کہ میرا جینا اور میرا مرنا اس خدا کے لئے ہے جو تمام جہان کی پرورش میں لگا ہوا ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ میری قربانی بھی تمام جہان کی بھلائی کے لئے ہے۔

ایسا ہی دوسرا حصّہ شفاعت کا ہمدردی مخلوق ہے۔ اور ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ کہ آیت دَنیٰ فتدلّیٰ کا دوسرا لفظ یعنی تدلّیٰ اسی ہمدردی پر دلالت کرتا ہے یاد رہے کہ تدلّیٰ کا مجرد دلو ہے اور دَلو...... ڈول کو کوئیں کے اندر ڈبونا تا پانی اس کے اندر بھر جاوے۔ اور دوسرے معنے دلو کے یہ ہیں کہ کسی کو اپنا شفیع پکڑنا۔ پس تدلّیٰ کے یہ معنی ہیں کہ شفاعت کے لئے دور افتادہ لوگوں کی طرف بکمال ہمدردی و غمخواری توجہ کرنا اور اُن سے بہت نزدیک ہو کر اُن کا مکدر پانی اٹھانا اور پاک پانی ان کو عطا کرنا ٭

اور چونکہ خدا سے محبت کرنا۔ اور اس کی محبت میں اعلیٰ مقام قرب تک پہنچنا ایک ایسا امر ہے جو کسی غیر کو اس پر اطلاع نہیں ہو سکتی۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے افعال ظاہر کئے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درحقیقت تمام چیزوں پر خدا کو اختیار کر لیا تھا اور آپؐ کے ذرہ ذرہ اور رگ اور ریشہ میں خدا کی محبت اور خدا کی عظمت ایسی رچی ہوئی تھی کہ گویا آپ کا وجود خدا کی تجلیات کے پورے مشاہدہ کے لئے ایک آئینہ کی طرح تھا۔ خدا کی محبت کاملہ کے آثار جس قدر عقل سوچ سکتی ہے وہ تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھے ٭

(ریویو آف ریلیجنز۔ اردو جلد اول صـ۱۸۲-۱۸۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کی حقیقت

"جیسا کہ خدا نے ابتداء سے انسان کو زبان آنکھ دل کان وغیرہ عطا کئے ہیں۔ ایسا ہی استغفار کی خواہش بھی ابتدا سے ہی عطا کی ہے۔ اور اس کو محسوس کرایا ہے کہ وہ اپنے وجود کے ساتھ خدا سے مدد پانے کا محتاج ہے۔ اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔ یعنی خدا سے درخواست کر کہ تیری فطرت کو بشریت کی کمزوری سے محفوظ رکھے اور اپنی طرف سے فطرت کو ایسی قوت دے کہ وہ کمزوری ظاہر نہ ہونے پائے۔ اور ایسا ہی ان مردوں اور ان عورتوں کیلئے جو تیرے پر ایمان لاتے ہیں بطور شفاعت کے دعا کرتا رہ کہ تا جو فطرتی کمزوری سے ان سے خطائیں ہوتی ہیں ان کی سزا سے وہ محفوظ رہیں اور آئندہ زندگی ان کی گناہوں سے بھی محفوظ ہو جائے۔

یہ آیت معصومیت اور شفاعت کے اعلیٰ درجہ کی فلاسفی پر مشتمل ہے۔ اور یہ اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ انسان اعلیٰ درجہ کے مقام عصمت پر اور مرتبہ شفاعت پر تب ہی پہنچ سکتا ہے کہ جب اپنی کمزوری کے روکنے کیلئے اور نیز دوسروں کو گناہ کی زہر سے نجات دینے کے لئے ہر دم اور ہر آن دعا مانگتا رہتا ہے۔ اور تضرعات سے خدا تعالیٰ کی طاقت اپنی طرف کھینچتا ہے اور پھر چاہتا ہے کہ اس طاقت سے دوسروں کو بھی حصہ ملے جو بوسیلہ ایمان اس سے پیوند پیدا کرتے ہیں۔

معصوم انسان کو خدا سے طاقت طلب کرنے کی اس لئے ضرورت ہے کہ انسانی فطرت اپنی ذات میں تو کوئی کمال نہیں رکھتی بلکہ ہر دم خدا سے کمال پاتی ہے۔ اور اپنی ذات میں کوئی قدرت نہیں رکھتی بلکہ ہر دم خدا سے قوت پاتی ہے۔ اور اپنی ذات میں کوئی کامل روشنی نہیں رکھتی بلکہ خدا سے اس پر روشنی اترتی ہے۔ اس میں اصل راز یہ ہے کہ کامل فطرت کو صرف ایک کشش دی جاتی ہے تا وہ طاقت بالا کو اپنی طرف کھینچ سکے۔ مگر طاقت کا خزانہ محض خدا کی ذات ہے۔ اسی خزانہ سے فرشتے بھی اپنے لئے طاقت کھینچتے ہیں۔ اور ایسا ہی انسان کامل بھی اسی سرچشمۂ طاقت سے عبودیت کی نالی کے ذریعہ سے عصمت اور فضل کی طاقت

کھینچتا ہے۔ لہذا انسانوں میں سے وہی معصوم کامل ہے جو استغفار سے الٰہی طاقت کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اور اس کشش کے لئے تضرع اور خشوع کا ہر دم سلسلہ جاری رکھتا ہے تا اس پر روشنی اُترتی رہے اور ایسے دل کو اس گھر سے تشبیہ دے سکتے ہیں جس کے شرق اور غرب اور ہر ایک طرف سے تمام دروازے آفتاب کے سامنے ہیں پس ہر وقت آفتاب کی روشنی اس میں پڑتی ہے۔ لیکن جو شخص خدا سے طاقت نہیں مانگتا وہ اُس کوٹھری کی مانند ہے جس کے چاروں طرف سے دروازے بند ہیں۔ اور جس میں ایک ذرہ روشنی نہیں پڑ سکتی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ یہ کہنا بالکل غلطی ہے کہ آیت وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ میں ذنب کا لفظ موجود ہے جو گناہ کو کہتے ہیں۔ کیونکہ ذنب اور جرم میں فرق ہے۔ جرم کا لفظ تو ہمیشہ اسی گناہ کے لئے آتا ہے جو سزا کے لئے ہوتا ہے۔ مگر ذنب کا لفظ بشریت کی کمزوری کے لئے بھی آجاتا ہے اسی لئے نبیوں پر انسانی کمزوری کیوجہ سے ذنب کا لفظ اطلاق پایا گیا۔ مگر جرم کا اطلاق نہیں پایا۔ اور خدا کی کتاب میں کسی نبی کو کو مجرم کے لفظ سے نہیں پکارا گیا۔ اور نیز خدا کی کتاب میں یعنی قرآن کریم میں مجرم کے لئے تو جہنم کی وعید ہے یعنے خدا کی طرف سے عہد ہے کہ وہ جہنم میں ڈالا جائے گا مگر مذنب کے لئے کوئی وعید نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى یعنی جو شخص خدا کے پاس مجرم ہو کر آئے گا اس کی سزا جہنم ہے۔ نہ اُس میں وہ مرے گا اور نہ زندہ رہے گا۔ سو اس جگہ خدا نے مُجْرِمًا کہا مُذْنِبًا نہیں کہا کیونکہ بعض صورتوں میں معصوم کو بھی مذنب کہہ سکتے ہیں مگر مجرم نہیں کہہ سکتے اس پر ایک اور دلیل ہے اور وہ یہ ہے کہ سورۃ آل عمران میں یہ آیت ہے وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا اس آیت سے بنص صریح ثابت ہوا کہ تمام انبیاء جن میں حضرت مسیح بھی شامل ہیں مامور تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاویں۔ اور انہوں نے اقرار کیا کہ ہم ایمان لائے۔ اور جب آیت وَاسْتَغْفِرْ

لِذَنۡۢبِكَ وَلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ کو اُس کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے۔ اور ذنب سے مراد نعوذ باللہ جرم لیا جائے تو حضرت عیسیٰ بھی اس آیت کی رُو سے مجرم ٹھہریں گے کیونکہ وہ بھی اس آیت کی رُو سے اُن مومنین میں داخل ہیں جو آنحضرتؐ پر ایمان لائے پس بلاشبہ وہ بھی مذنب ٹھہرے۔۔۔۔
۔۔۔۔۔" اس جگہ یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ استغفار کا لفظ غفر سے نکلا ہے۔ اور اس کے اصل معنے دبانے اور ڈھانکنے کے ہیں۔ یعنی یہ درخواست کرنا کہ بشریت کی کمزوری ظاہر ہو کر نقصان نہ پہنچائے اور وہ ڈھکی رہے کیونکہ بشر چونکہ خدا نہیں ہے اور نہ خدا اسے مستغنی ہے اس لئے وہ اس بچہ کی طرح ہے جو ہر قدم میں ماں کا محتاج ہے تا وہ اس کو گرنے سے بچاوے اور ٹھوکر سے محفوظ رکھے۔ ایسا ہی یہ بھی ہر قدم میں خدا کا محتاج ہوتا ہے تا وہ اُس کو ٹھوکر اور لغزش سے بچاوے سو اس کے علاج کے لئے استغفار ہے ؛

اور کبھی یہ لفظ توسع کے طور پر ان لوگوں پر بھی اطلاق پاتا ہے جو اوّل کسی گناہ کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ اور اس جگہ استغفار کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ جو گناہ صادر ہو چکا ہے اس کی سزا سے خدا بچاوے۔ لیکن یہ دوسرے معنی خدا کے مقرب لوگوں کے حق میں درست اور روا نہیں ہیں۔ وجہ یہ کہ خدا نے تو پہلے سے ان پر ظاہر کیا ہوا ہوتا ہے کہ وہ کوئی سزا نہیں پائیں گے اور جنت کے اعلیٰ مقام ان کو ملیں گے اور خدا کی رحمت کی گود میں وہ بٹھائے جائیں گے۔ اور نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ ایسے وعدے ان کو دیئے جاتے ہیں۔ اور ان کو بہشت دکھایا جاتا ہے۔ پھر اگر وہ ان معنوں کی رُو سے استغفار کریں کہ وہ اپنے گناہوں کے سبب سے دوزخ میں نہ پڑیں تو ایسا استغفار تو خود ان کے لئے ایک گناہ ہو گا۔ کہ وہ خدا کے وعدوں پر یقین نہیں کرتے اور خدا کی رحمت سے اپنے تئیں دور سمجھتے ہیں۔ پھر ایسا شخص جس کے حق میں خدا تعالےٰ یہ فرماوے وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ یعنی تمام دنیا کے لئے تجھے ہم نے رحمت کر کے بھیجا ہے۔ اور نور رحمت مجسم ہے۔ وہ اگر اپنی نسبت ہی یہ شک کرے کہ خدا کی رحمت میرے شامل ہو گی یا نہیں تو پھر دوسروں کے لئے کیوں کر رحمت کا باعث ہو گا ؛

یہ تمام قرینے اُن لوگوں کے لئے جو انصاف سے سوچتے ہیں صریح اس حقیقت کو

کھولتے ہیں کہ استغفار کے دوسرے معنے کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا سخت خطاکاری اور شرارت ہے بلکہ معصوم کے لئے اوّل علامت یہی ہے کہ وہ سب سے زیادہ استغفار میں مشغول رہے۔ اور ہر آن اور ہر حالت میں بشریت کی کمزوری سے محفوظ رہنے کے لئے خدا تعالیٰ سے طاقت طلب کرتا رہے۔ جس کو دوسرے لفظوں میں استغفار کہتے ہیں ؟

(ایضاً صـ۱۸۹ و ۱۹۰ صـ۱۹۱ و ۱۹۲)

قرآن شریف سے آنحضرتؐ کی شفاعت کا ثبوت

" قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے بارہ میں مختلف مقامات میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ ایک جگہ فرماتا ہے قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ۔ کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت کرے اور تمہارے گناہ بخشے۔ اب دیکھو کہ یہ آیت کس قدر صراحت سے تبلا رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنا جس کے لوازم میں سے محبت اور تعظیم اور اطاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس کا ضروری نتیجہ ہے کہ انسان خدا کا محبوب بن جاتا ہے اور اس کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اگر کوئی گناہ کی زہر کھا چکا ہے تو محبت اور اطاعت اور پیروی کے تریاق سے اس زہر کا اثر جاتا رہتا ہے۔ اور جس طرح بذریعہ دوا مرض سے ایک انسان پاک ہو سکتا ہے ایسا ہی ایک شخص گناہ سے پاک ہو جاتا ہے۔ اور جس طرح نور ظلمت کو دُور کرتا ہے اور تریاق زہر کا اثر زائل کرتا ہے۔ اور آگ جلاتی ہے ایسا ہی سچی اطاعت اور محبت کا اثر ہوتا ہے۔ دیکھو آگ کیوں کر ایک دم میں جلا دیتی ہے پس اسی طرح پُرجوش نیکی جو محض خدا کا جلال ظاہر کرنے کے لئے کی جاتی ہے وہ گناہ کا خس و خاشاک بھسم کرنے لئے آگ کا حکم رکھتی ہے۔

جب ایک انسان سچے دل سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہے اور آپؐ کی تمام عظمت اور بزرگی کو مان کر پورے صدق و صفا اور محبت اور اطاعت سے آپؐ کی

پیروی کرتا ہے یہاں تک کہ کامل اطاعت کی وجہ سے فنا کے مقام تک پہونچ جاتا ہے۔ تب اس تعلق شدیدہ کی وجہ سے جو آپ کے ساتھ ہو جاتا ہے وہ الٰہی نور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اترتا ہے اس سے یہ شخص بھی حصہ لیتا ہے تب چونکہ ظلمت اور نور کی باہم منافات ہے۔ وہ ظلمت جو اس کے اندر ہے دور ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ یہانتک کہ کوئی حصہ ظلمت کا اسکے اندر باقی نہیں رہتا۔ اور پھر اس نور سے قوت پاکر اعلیٰ درجہ کی نیکیاں اس سے ظاہر ہوتی ہیں اور اس کے ہر ایک عضو میں سے محبت الٰہی کا نور چمک اٹھتا ہے۔ تب اندرونی ظلمت بکلی دور ہو جاتی ہے اور علمی رنگ سے بھی اس میں نور پیدا ہو جاتا ہے اور عملی رنگ سے بھی نور پیدا ہو جاتا ہے۔ آخر ان نوروں کے اجتماع سے گناہ کی تاریکی اس کے دل سے کوچ کرتی ہے یہ تو ظاہر ہے کہ نور اور تاریکی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا ایمانی نور اور گناہ کی تاریکی بھی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔

اور اگر ایسے شخص سے اتفاقاً کوئی گناہ ظہور میں نہیں آیا تو اس کو اس اتباع سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ آئندہ گناہ کی طاقت اس سے مسلوب ہو جاتی ہے اور نیکی کرنے کی طرف اس کو رغبت پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اس کی نسبت اللہ تعالیٰ آپ قرآن شریف میں فرماتا ہے حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ یعنی خدا نے تم پر پاک روح نازل کرکے ہر ایک نیکی تمہیں پیاری لگائی اور کفر اور فسق اور عصیان تمہاری نظر میں مکروہ کیا۔

لیکن اگر اس جگہ یہ سوال ہو کہ وہ نور جو بذریعہ نبی علیہ السلام کے پیروی کرنے والے کو ملتا ہے جس سے گناہ کے جذبات دور ہو جاتے ہیں وہ کیا چیز ہے۔ سو اس سوال کا یہ جواب ہے کہ وہ ایک پاک معرفت ہے جس کے ساتھ کوئی تاریکی شک و شبہ کی نہیں اور وہ ایک پاک محبت ہے جس کے ساتھ کوئی نفسانی غرض نہیں اور وہ ایک پاک لذت ہے جو تمام لذتوں سے بڑھ کر ہے جس کے ساتھ کوئی کثافت نہیں اور وہ ایک زبردست کشش ہے جس پر کوئی کشش غالب نہیں۔ اور وہ ایک قوی الاثر تریاق ہے جس سے تمام اندرونی زہریں دور ہوتی ہیں۔ یہ پانچ

چیزیں ہیں جو نور کے طور پر روح القدس کے ساتھ سچی پیروی کرنے والے کے دل پر نازل ہوتی ہیں۔ پس ایسا دل نہ صرف گناہ سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے بلکہ طبعاً اس سے متنفر بھی ہو جاتا ہے۔ ان پانچ چیزوں کی طاقت کا جدا جدا بیان تو بہت طول چاہتا ہے۔ مگر صرف پاک معرفت کی خاصیتوں کو کسی قدر تفصیل سے بیان کرنا اس حقیقت کے سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ کیوں کر پاک معرفت گناہ سے روکتی ہے۔" (ایضاً ۱۹۴-۱۹۶)

آنحضرت کے اقوال و افعال دراصل اقوال و افعال الٰہی ہیں

"قرآن شریف میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کو ...... خدا کا قول اور فعل ٹھہرایا گیا ہے۔ مثلاً قول کی نسبت یہ آیت ہے مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی یعنی اس نبی کا قول بشری ہوا و ہوس کے چشمہ سے نہیں نکلتا بلکہ اس کا قول خدا کا قول ہے۔ اب دیکھو کہ اس آیت کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کل اقوال خدا تعالےٰ کے اقوال ثابت ہوتے ہیں۔

پھر اس کے مقابل پر ایک دوسری آیت ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے افعال بھی خدا تعالیٰ کے افعال ہیں جیسا کہ فرمایا ہے وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی یعنے جو کچھ تو نے چلایا یہ تو نے نہیں بلکہ خدا نے چلایا پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال بھی خدا کے افعال ہیں۔

پھر جس حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال بھی خدا کے اقوال ہوئے اور افعال بھی خدا کے افعال ہوئے۔ تو اب عیسائی بتلائیں کہ ان کے ماننے میں کیا عذر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ قرار نہیں دیتے اور مسیح کی طرح آنجناب کو الوہیت کا کوئی اقنوم نہیں ٹھہراتے حالانکہ اس جگہ عملی طور پر ثبوت ہے اور وہ یہ کہ جیسا کہ خدا تعالیٰ اپنی ذات کے لئے غیرت رکھتا ہے اسی طرح خدا تعالیٰ آنجناب کے لئے غیرت دکھلاتا ہے۔ چنانچہ جن لوگوں نے آنجناب کو دکھ دیا تھا اور ناحق کے خون کئے تھے اور آپ کو وطن سے نکالا تھا۔ خدا تعالےٰ نے آنجناب کو

وفات نہیں دی جب تک کہ ان لوگوں کو عذاب کا مزا نہ چکھا لیا۔ اور جن لوگوں نے ساتھ دیا تھا
اُن کو تختوں پر بٹھا دیا تھا۔ (ایضاً ص۳۰۵)

آنحضرتؐ کی شفاعت اُخروی کا ثبوت

"ان سب باتوں کے بعد ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ آخرت کا شفیع وہ ثابت ہو سکتا ہے۔
جس نے دنیا میں شفاعت کا کوئی نمونہ دکھلایا ہو۔ سو اس معیار کو آگے رکھ کر جب ہم موسیٰؑ پر
نظر ڈالتے ہیں تو وہ بھی شفیع ثابت ہوتا ہے کیونکہ بارہا اُس نے اُترتا ہوا عذاب دعا سے ٹال
دیا۔ اُس کی توریت گواہ ہے۔ اسیطرح جب ہم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو
آپ کا شفیع ہونا اجلی بدیہیات معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ آپؐ کی شفاعت کا ہی اثر تھا کہ آپؐ نے
غریب صحابہ کو تخت پر بٹھا دیا۔ اور آپؐ کی شفاعت کا ہی اثر تھا کہ وہ لوگ باوجود اس کے
بت پرستی اور شرک میں نشو و نما پایا تھا ایسے موحد ہو گئے جن کی نظیر کسی زمانہ میں نہیں ملتی۔
اور پھر آپؐ کی شفاعت کا ہی اثر ہے کہ اب تک آپؐ کی پیروی کرنے والے خدا تعالےٰ کا
سچا الہام پاتے ہیں۔ خدا ان سے ہم کلام ہوتا ہے۔ مگر مسیح ابن مریم میں یہ تمام ثبوت کیونکر اور
کہاں سے مل سکتے ہیں۔ ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پر اس سے
بڑھ کر اور زبردست شہادت کیا ہوگی کہ ہم اُس جنابؐ کے واسطے سے جو کچھ خدا سے پاتے
ہیں ہمارے دشمن وہ نہیں پا سکتے۔" (ایضاً ص۳۰۹)

نبوت محمدیہ کی ذاتی فیض رسانی

"تمام نبوتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گذر چکیں ان کی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں
رہی۔ کیونکہ نبوت محمدیہ ان سب پر مشتمل اور حاوی ہے۔ اور بجز اس کے سب راہیں بند ہیں۔
تمام سچائیاں جو خدا تک پہونچاتی ہیں۔ اسی کے اندر ہیں نہ اس کے بعد کوئی نئی سچائی آئیگی
اور نہ اس سے پہلے کوئی ایسی سچائی تھی جو اس میں موجود نہیں۔ اس لئے اس نبوت پر تمام

نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہیئے تھا کیونکہ جس چیز کے لیئے ایک آغاز ہے اس کے لئے ایک انجام بھی ہے۔

لیکن یہ نبوت محمدیہ اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں بلکہ سب نبوتوں سے زیادہ اس میں فیض ہے۔ اس نبوت کی پیروی خدا تک بہت سہل طریق سے پہونچا دیتی ہے۔ اور اس کی پیروی سے خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کے مکالمہ مخاطبہ کا اس سے بڑھ کر انعام مل سکتا ہے۔ جو پہلے ملتا تھا۔ مگر اس کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے ہاں امتی اور نبی دونوں لفظ اجتماعی حالت میں اس پر صادق آ سکتے ہیں کیونکہ اس میں نبوت تامہ کاملہ محمدیہ کی ہتک نہیں بلکہ اس نبوت کی چمک اس فیضان سے زیادہ تر ظاہر ہوتی ہے۔

اور جب کہ وہ مکالمہ مخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیت کی رو سے کمال درجہ تک پہونچ جائے اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو۔ اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو۔ تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے۔

پس یہ ممکن نہ تھا کہ وہ قوم جس کے لئے فرمایا گیا کہ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ اور جن کے لئے یہ دعا سکھائی گئی کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ان کے تمام افراد اس مرتبہ عالیہ سے محروم رہتے۔ اور کوئی ایک فرد بھی اس مرتبہ کو نہ پاتا۔ اور ایسی صورت میں صرف یہی خرابی نہیں تھی کہ امت محمدیہ ناقص اور ناتمام رہتی اور سب کے سب اندھوں کی طرح رہتے بلکہ یہ نقص بھی تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت فیضان پر داغ لگتا تھا۔ اور آپ کی قوت قدسیہ ناقص ٹھہرتی تھی۔ اور ساتھ اسکے وہ دعا جس کا پانچ وقت نماز میں پڑھنا تعلیم کیا گیا تھا۔ اس کا سکھلانا بھی عبث ٹھہرتا تھا۔

نہ باوجود اس کے یہ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ نبوت تشریعی کا دروازہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل مسدود ہے۔ اور قرآن مجید کے بعد اور کوئی کتاب نہیں جو نئے احکام سکھائے یا قرآن شریف کا حکم منسوخ کرے یا اس کی پیروی معطل کرے۔ بلکہ اس کا عمل قیامت تک ہے۔ منہ

مگر اس کے دوسری طرف یہ خرابی بھی تھی کہ اگر یہ کمال کسی فرد امت کو براہ راست بغیر پیروی نور نبوت محمدیہ کے مل سکتا تو ختم نبوت کے معنی باطل ہوتے تھے۔

پس ان دونوں خرابیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے خدا تعالیٰ نے مکالمہ مخاطبہ کاملہ تامہ مطہرہ مقدسہ کا شرف ایسے بعض افراد کو عطا کیا جو فنافی الرسول کی حالت تک اتم درجہ تک پہنچ گئے اور کوئی حجاب درمیان نہ رہا۔ اور امتی ہونے کا مفہوم اور پیروی کے معنے اتم اور اکمل درجہ پر ان میں پائے گئے۔ ایسے طور پر کہ ان کا وجود اپنا وجود نہ رہا بلکہ ان کی محویت کے آئینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود منعکس ہو گیا۔ اور دوسری طرف اتم اور اکمل طور پر مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ نبیوں کی طرح ان کو نصیب ہوا۔

پس اس طرح پر بعض افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی ہونے کا خطاب پایا۔ کیونکہ ایسی صورت کی نبوت نبوت محمدیہ سے الگ نہیں۔ بلکہ اگر غور سے دیکھو تو خود وہ نبوت محمدیہ ہی ہے جو ایک پیرایہ جدیدہ میں جلوہ گر ہوئی ہے۔" (رسالہ الوصیت ص۱۲، ۱۳)

آنحضرتؐ کا ایک عظیم الشان معجزہ

"ایک عظیم الشان معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہے کہ تمام نبیوں کی وحی منقطع ہو گئی اور معجزات نابود ہو گئے اور اُن کی اُمت خالی اور تہیدست ہے۔ صرف قصے ان لوگوں کے ہاتھ میں رہ گئے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی منقطع نہیں ہوئی اور نہ معجزات منقطع ہوئے۔ بلکہ ہمیشہ بذریعہ کاملین اُمت جو شرف اتباع سے مشرف ہیں ظہور میں آتے ہیں۔ اسی وجہ سے مذہب اسلام ایک زندہ مذہب ہے۔ اور اس کا خدا زندہ خدا ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں بھی اس شہادت کے پیش کرنے کے لئے یہی بندہ حضرت عزت موجود ہے۔" (چشمہ مسیحی ص۱۸)

آنحضرتؐ کے بے حد فیضانات اور احسانات

"خدا وہی خدا ہے جس نے قرآن کو نازل کیا اور جس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ...... جس کے مدارج اور مراتب سے دنیا بے خبر ہے یعنی سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ

علیہ وسلّم - یہ عجیب ظلم ہے کہ جاہل اور نادان لوگ کہتے ہیں کہ عیسیٰؑ آسمان پر زندہ ہے - حالانکہ زندہ ہونے کے علامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں پاتا ہوں - وہ خدا جس کو دنیا نہیں جانتی - ہم نے اس خدا کو اس کے نبی کے ذریعہ سے دیکھ لیا - اور وہ وحی الٰہی کا دروازہ جو دوسری قوموں پر بند ہے - ہمارے پر محض اُسی نبی کی برکت سے کھولا گیا اور وہ معجزات جو غیر قومیں صرف قصّوں اور کہانیوں کے طور پر بیان کرتی ہیں - ہم نے اُس نبی کے ذریعہ سے وہ معجزات بھی دیکھ لئے - اور ہم نے اس نبی کا وہ مرتبہ پایا جس کے آگے کوئی مرتبہ نہیں - مگر تعجب کہ دنیا اس سے بے خبر ہے ...... خدا تو تمہیں یہ ترغیب دیتا ہے کہ تم اس رسولؐ کی کامل پیروی کی برکت سے تمام رسولوں کے متفرق کمالات اپنے اندر جمع کر سکتے ہو۔" (ایضاً ص ۲۳ دہم ۲۵)

آنحضرتؐ کی ذات جامع کمالات متفرقہ ہے

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جامع کمالات متفرقہ ہیں - جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ یعنی تمام نبیوں کو جو ہدایتیں ملی تھیں اُن سب کا اقتدا کر - پس ظاہر ہے کہ جو شخص اُن تمام متفرق ہدایتوں کو اپنے اندر جمع کرے گا - اُس کا وجود ایک جامع وجود ہو جائیگا - اور تمام نبیوں سے وہ افضل ہو گا - پھر جو شخص اُس نبی جامع الکمالات کی پیروی کرے گا ضرور ہے کہ ظلّی طور پر وہ بھی جامع الکمالات ہو۔" (ایضاً ص ۴۶)

آنحضرتؐ کی ختم نبوّت کا فیضان

"مسلمانوں میں سے سخت نادان اور بد قسمت وہ لوگ ہیں جو ...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابدی فیض سے ایسا اپنے تئیں محروم جانتے ہیں کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ زندہ چراغ نہیں ہیں بلکہ مُردہ چراغ ہیں جن کے ذریعہ سے دوسرا چراغ روشن نہیں ہو سکتا - وہ اقرار رکھتے ہیں کہ موسیٰ نبی زندہ چراغ تھا جس کی پیروی سو صدہا نبی چراغ ہو گئے اور مسیح اس کی پیروی تیس ۳۰ برس تک کرکے اور توریت کے احکام کو بجا لا کر - اور موسیٰ کی شریعت کا جُوا اپنی گردن پر لے کر نبوت کے

انعام سے مشرف ہؤا مگر ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کسی کو کوئی روحانی انعام عطا نہ کر سکی بلکہ ایک طرف تو آپؐ حسب آیت ما کان محمد ابا احدٍ من رجالکم اولاد نرینہ سے جو ایک جسمانی یادگار ہوتی محروم رہے۔ اور دوسری طرف روحانی اولاد بھی آپؐ کو نصیب نہ ہوئی جو آپؐ کے روحانی کمالات کی وارث ہوتی۔ اور خدا تعالیٰ کا یہ قول ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین بے معنے رہا۔ ظاہر ہے کہ زبان عرب میں لکن کا لفظ استدراک کیلئے آتا ہے۔ یعنی جو امر حاصل نہیں ہو سکا اُس کے حصول کی دوسرے پیرایہ میں خبر دیتا ہے جس کے رُو سے اس آیت کے یہ معنے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی نرینہ اولاد کوئی نہیں تھی مگر روحانی طور پر آپؐ کی اولاد بہت ہوگی۔ اور آپؐ نبیوں کے لئے مُہر ٹھہرائے گئے ہیں یعنی آئندہ کوئی نبوت کا کمال بجز آپؐ کی پیروی کی مُہر کے کسی کو حاصل نہیں ہوگا۔ غرض اس آیت کے یہ معنے تھے جن کو اُلٹا کر نبوت کے آئندہ فیض سے انکار کر دیا گیا۔ حالانکہ اس انکار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سراسر مذمت اور منقصت ہے۔ کیونکہ نبی کا کمال یہ ہے کہ وہ دوسرے شخص کو ظلی طور پر نبوت کے کمالات سے متمتع کردے اور روحانی امور میں اسکی پوری پرورش کرکے دکھلاوے۔ اسی پرورش کی غرض سے نبی آتے ہیں۔ اور ماں کی طرح حق کے طالبوں کو گود میں لے کر خدا شناسی کا دودھ پلاتے ہیں پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ دودھ نہیں تھا تو نعوذ باللہ آپؐ کی نبوت ثابت نہیں ہو سکتی مگر خدا تعالیٰ نے تو قرآن شریف میں آپؐ کا نام سراج منیر رکھا ہے جو دوسروں کو روشن کرتا ہے۔ اور اپنی روشنی کا اثر ڈال کر دوسروں کو اپنی مانند بنا دیتا ہے۔ اور اگر نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں فیض روحانی نہیں تو پھر دنیا میں آپؐ کا مبعوث ہونا ہی عبث ہؤا۔ اور دوسری طرف خدا تعالیٰ بھی دھوکا دینے والا ٹھہرا۔ جس نے دعا تو یہ سکھلائی کہ تم تمام نبیوں کے کمالات طلب کرو مگر دل میں ہرگز یہ ارادہ نہیں تھا کہ یہ کمالات دیئے جائیں گے۔ بلکہ یہ ارادہ تھا کہ ہمیشہ کے لئے اندھا رکھا جائیگا۔

لیکن اے مسلمانو! ہشیار ہو جاؤ کہ ایسا خیال سراسر جہالت اور نادانی ہے۔ اگر اسلام ایسا ہی مُردہ مذہب ہے تو کس قوم کو تم اُس کی طرف دعوت کر سکتے ہو کیا اس مذہب کی لاش

جاپان لے جاؤ گے یا یورپ کے سامنے پیش کرو گے۔ اور ایسا کون بے وقوف ہے جو ایسے مردہ مذہب پر عاشق ہو جائیگا۔ جو بمقابلہ گذشتہ مذہبوں کے ہر ایک برکت اور روحانیت سے بے نصیب ہے گذشتہ مذہبوں میں عورتوں کو بھی الہام ہوا جیسا کہ موسیٰؑ کی ماں اور مریمؑ کو۔ مگر تم مرد ہو کر اُن عورتوں کے برابر بھی نہیں بلکہ اے نادانو!! اور آنکھوں کے اندھو!!! ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے سید و مولیٰ (اس پر ہزار ہا سلام) اپنے افاضہ کے رُو سے تمام انبیاء سے سبقت لے گئے ہیں۔ کیونکہ گذشتہ نبیوں کا افاضہ ایک حد تک آکر ختم ہو گیا۔ اور اب وہ قومیں اور وہ مذہب مردے ہیں۔ کوئی ان میں زندگی نہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی فیضان قیامت تک جاری ہے۔" (ایضاً ص۴-۵)

مجھے جو کچھ ملا ہے آنحضرتؐ کے طفیل ملا ہے

"میں اُسی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جیسا کہ اُس نے ابراہیمؑ سے مکالمہ مخاطبہ کیا۔ اور پھر اسحٰقؑ سے اور اسمٰعیلؑ سے اور یعقوبؑ سے اور یوسفؑ سے اور موسیٰؑ سے اور مسیح ابن مریم سے اور سب کے بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہم کلام ہوا کہ آپؐ پر سب سے زیادہ روشن اور پاک وحی نازل کی۔ ایسا ہی اُس نے مجھے بھی اپنے مکالمہ مخاطبہ کا شرف بخشا۔ مگر یہ شرف مجھے محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل ہوا۔ اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت نہ ہوتا اور آپؐ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا۔ کیونکہ اب بجز محمدیؐ نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے اُمتی ہو۔"

(تجلیات الٰہیہ ص۲۴ و ۲۵)

آنحضرتؐ کی ہمدردی اور غمخواری کی وسعت

موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا ایک ہی ہے تین خدا نہیں ہیں

مگر مختلف تجلیات کی رُو سے اُسی ایک خدا میں تین شانیں ظاہر ہوگئیں۔ چونکہ موسیٰؑ کی ہمت صرف بنی اسرائیل اور فرعون تک ہی محدود تھی۔ اس لئے موسیٰؑ پر تجلی قدرت الٰہی اُسی حد تک محدود رہی۔ اور اگر موسیٰؑ کی نظر اس زمانہ اور آئندہ زمانوں کے تمام بنی آدم پر ہوتی تو توریت کی تعلیم بھی ایسی محدود اور ناقص نہ ہوتی جو اَب ہے:

ایسا ہی حضرت عیسیٰؑ کی ہمت صرف یہود کے چند فرقوں تک محدود تھی جو اُن کی نظر کے سامنے تھے۔ اور دوسری قوموں اور آئندہ زمانہ کے ساتھ ان کی ہمدردی کا کچھ تعلق نہ تھا۔ اسی لئے قدرت الٰہی کی تجلّی بھی ان کے مذہب میں اُسی حد تک محدود رہی جس قدر اُن کی ہمت تھی .....
مگر جس کامل انسان پر قرآن شریف نازل ہُوا اس کی نظر محدود نہ تھی۔ اور اُس کی عام غمخواری اور ہمدردی میں کچھ قصور نہ تھا۔ بلکہ کیا باعتبار زمان اور کیا باعتبار مکان اس کے نفس کے اندر کامل ہمدردی موجود تھی۔ اس لئے قدرت کی تجلّیات کا پورا اور کامل حصّہ اس کو ملا۔ اور وہ خاتم الانبیاءؑ بنے مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ اس سے کوئی رُوحانی فیض نہیں ملے گا بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم ہے بجز اس کی مُہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہونچ سکتا۔ اور اس کی اُمّت کے لئے قیامت تک مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا۔ اور بجز اس کے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں۔ ایک وہی ہے جس کی مُہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لئے اُمّتی ہونا لازمی ہے۔ اور اُس کی ہمت اور ہمدردی نے امّت کو ناقص حالت پر چھوڑنا نہیں چاہا۔ اور اُن پر وحی کا دروازہ جو حصولِ معرفت کی اصل جڑھ ہے بند رہنا گوارا نہیں کیا۔ ہاں اپنی ختم رسالت کا نشان قایم رکھنے کے لئے یہ چاہا کہ فیض وحی آپؐ کی پیروی کے وسیلہ سے ملے۔ اور جو شخص اُمّتی نہ ہو اس پر وحی الٰہی کا دروازہ بند ہو۔ سو خدا نے اِن معنوں سے آپؐ کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا۔ لہٰذا قیامت تک یہ بات قایم ہوئی کہ جو شخص سچی پیروی سے اپنا امّتی ہونا ثابت نہ کرے۔ اور آپؐ کی متابعت میں اپنا تمام وجود محو نہ کرے ایسا انسان قیامت تک نہ کوئی کامل وحی پا سکتا ہے۔ اور نہ کامل مُلہم ہوسکتا ہے۔ کیونکہ مُستقل نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی ہے۔ مگر ظلّی نبوت جس کے معنی ہیں کہ محض فیض محمدیؐ سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہے گی تا انسانوں

کی تکمیل کا دروازہ بند نہ ہو اور تا یہ نشان دنیا سے مٹ نہ جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت نے قیامت تک یہی چاہا ہے کہ مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ کے دروازے کھلے رہیں۔ اور معرفت الٰہیہ جو مدار نجات ہے مفقود نہ ہو جائے۔

کسی حدیث صحیح سے اس بات کا پتہ نہیں ملے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی آنے والا ہے جو اُمتی نہیں یعنی آپؐ کی پیروی سے فیضیاب نہیں۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۶)

آنحضرتؐ کی پیروی سے محبت الٰہی کیونکر پیدا ہوتی ہے

"میں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اُس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفت کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے۔

اور میں اس جگہ یہ بھی بتلاتا ہوں کہ وہ کیا چیز ہے کہ سچی اور کامل پیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب باتوں سے پہلے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ سو یاد رہے کہ وہ قلب سلیم ہے یعنی دل سے دُنیا کی محبت نکل جاتی ہے۔ اور دل ایک ابدی اور لازوال لذت کا طالب ہو جاتا ہے۔ پھر بعد اس کے ایک مصفّا اور کامل محبت الٰہی بباعث اس قلب سلیم کے حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ سب نعمتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے بطور وراثت ملتی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ یعنی اُن کو کہہ دے کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت کرے۔" (ایضاً صفحہ ۶۲)

آنحضرتؐ کو قرآن کریم میں استعارۃً خدا تعالیٰ سے نسبت دی گئی ہے

"اگر عیسائی لوگ اسی حد تک کھڑے رہتے کہ جیسے ابراہیمؑ اور اسحاقؑ اور اسماعیلؑ اور یعقوبؑ اور یوسفؑ اور موسیٰؑ اور داؤدؑ اور سلیمانؑ وغیرہ خدا کی کتابوں میں استعارہ کے رنگ میں خدا کے بیٹے کہلائے ہیں۔ ایسا ہی عیسیٰؑ بھی ہے تو ان پر کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ کیونکہ جیسا کہ استعارہ کے رنگ میں ان نبیوں کو پہلے نبیوں کی کتابوں میں بیٹا کر کے پکارا گیا ہے ہمارے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض پیشگوئیوں میں خدا کر کے پکارا گیا ہے۔ اور اصل بات یہ ہے کہ نہ وہ تمام نبی خدا تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا ہیں۔ بلکہ یہ تمام استعارات ہیں محبت کے پیرایہ میں۔ ایسے الفاظ خدا تعالیٰ کی کلام میں بہت ہیں۔ جب انسان خدا تعالےٰ کی محبت میں ایسا محو ہوتا ہے جو کچھ بھی نہیں رہتا۔ تب اسی فنا کی حالت میں ایسے الفاظ بولے جاتے ہیں۔ کیونکہ اس حالت میں ان کا وجود درمیان نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا یعنی ان لوگوں کو کہہ کہ اے میرے بندو خدا کی رحمت سے نومید مت ہو خدا تمام گناہ بخش دے گا۔ اب دیکھو اس جگہ یَا عِبَادَ اللّٰہِ کی جگہ یَا عِبَادِیَ کہہ دیا گیا حالانکہ لوگ خدا کے بندے ہیں نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بندے۔ مگر یہ استعارہ کے رنگ میں بولا گیا۔

ایسا ہی فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ یعنی جو لوگ تیری بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت خدا کی بیعت کرتے ہیں۔ یہ خدا کا ہاتھ ہے جو ان کے ہاتھوں پر ہے۔ اب ان تمام آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ٹھہرایا گیا۔ مگر ظاہر ہے کہ وہ خدا کا ہاتھ نہیں ہے۔" (ایضاً ص ۶۴،۶۳)

آنحضرتؐ کی محبت اور پیروی انسان کو خدا کا پیارا بنا دیتی ہے

"اللہ تعالیٰ نے اپنا کسی کے ساتھ پیار کرنا اس بات سے مشروط کیا ہے کہ ایسا شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے۔ چنانچہ میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچے دل سے پیروی کرنا اور آپؐ سے محبت رکھنا انجام کار انسان کو خدا کا پیارا بنا دیتا ہے اس طرح پر کہ خود اس کے دل میں محبتِ الٰہی کی ایک سوزش پیدا کر دیتا ہے تب ایسا شخص ہر ایک چیز سے دل برداشتہ ہو کر خدا کی طرف جھک جاتا ہے۔ اور اس کا اُنس و شوق صرف خدا تعالےٰ سے باقی رہ جاتا ہے۔ تب محبتِ الٰہی کی ایک خاص تجلی اس پر پڑتی ہے۔ اور اس کو ایک

پورا رنگ عشق اور محبت کا دے کر قوی جذبہ کے ساتھ اپنی طرف کھینچ لیتی ہے تب جذبات نفسانیہ پر وہ غالب آجاتا ہے۔ اور اس کی تائید اور نصرت ہیں ہر ایک پہلو سے خدا تعالیٰ کے خارق عادت افعال نشانوں کے رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں"۔ (ایضاً ص۶۵)

آنحضرتؐ کی روحانی توجہ نبی تراش ہے

"اللہ جلشانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا یعنی آپؐ کو افاضۂ کمال کے لئے مُہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی اسی وجہ سے آپؐ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپؐ کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے اور آپؐ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔ یہی معنی اس حدیث کے ہیں کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہوں گے۔ اور بنی اسرائیل میں اگرچہ بہت نبی آئے مگر ان کی نبوت موسیٰؑ کی پیروی کا نتیجہ نہ تھا بلکہ وہ نبوتیں براہ راست خدا کی ایک موہبت تھیں حضرت موسیٰؑ کی پیروی کا اس میں ایک ذرہ کچھ دخل نہ تھا"۔ (ایضاً ص۹۷ حاشیہ)

آنحضرتؐ کی دعاؤں اور تربیت نے

صحابہ کرامؓ کو کیا سے کیا بنا دیا

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے دلوں میں وہ جوش عشق الٰہی پیدا ہؤا اور توجۂ قدسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ تاثیر اُن کے دلوں میں ظاہر ہوئی کہ انہوں نے خدا کی راہ میں بھیڑوں اور بکریوں کی طرح سر کٹائے۔ کیا کوئی پہلی امت میں ہمیں دکھلا سکتا ہے یا نشان دے سکتا ہے کہ انہوں نے بھی صدق اور صفا دکھلایا۔ . . . . اب حضرت عیسیٰؑ کے صحابہ کا حال سنو! کہ ایک نے تو جس کا نام یہودا اسکریوطی تھا تیس روپیہ لے کر حضرت مسیح کو گرفتار کرا دیا۔ اور پطرس حواری جس کو بہشت کی کنجیاں دی گئی تھیں۔ اس نے حضرت مسیح کے روبرو ان پر لعنت بھیجی۔ اور باقی جس قدر حواری تھے وہ مصیبت کا وقت دیکھ کر بھاگ

گئے اور ایک نے بھی استقامت نہ دکھلائی اور ثابت قدم نہ رہے اور بزدلی ان پر غالب آگئی۔ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے تلواروں کے سایہ کے نیچے وہ استقامتیں دکھلائیں اور اس طرح مرنے پر راضی ہوئے جن کی سوانح پڑھنے سے رونا آتا ہے۔ پس وہ کیا چیز تھی جس نے ایسی عاشقانہ روح ان میں پھونک دی۔ اور وہ کونسا ہاتھ تھا جس نے اُن میں اس قدر تبدیلی کر دی۔ یا تو جاہلیت کے زمانہ میں وہ حالت ان کی تھی کہ وہ دنیا کے کیڑے تھے اور کوئی معصیت اور ظلم کی قسم نہیں تھی جو اُن سے ظہور میں نہیں آئی تھی۔ اور یا اس نبی کی پیروی کے بعد ایسے خدا کی طرف کھینچے گئے کہ گویا خدا ان کے اندر سکونت پذیر ہو گیا۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ وہی توجہ اس پاک نبی کی تھی جو اُن لوگوں کو سفلی زندگی سے ایک پاک زندگی کی طرف کھینچ کر لے آئی۔ اور جو لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئے اس کا سبب تلوار نہیں تھی بلکہ وہ اس تیرہ ۱۳ سال کی آہ و زاری اور دعا اور تضرع کا اثر تھا۔ جو مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کرتے رہے۔ اور مکّہ کی زمین بول اُٹھی کہ میں اُس مبارک قدم کے نیچے ہوں جس کے دل نے اس قدر توحید کا شور ڈالا جو آسمان اس کی آہ و زاری سے بھر گیا۔

خدا بے نیاز ہے اُس کو کسی ہدایت یا ضلالت کی پرواہ نہیں۔ پس یہ نور ہدایت جو خارق عادت طور پر عرب کے جزیرہ میں ظہور میں آیا اور پھر دنیا میں پھیل گیا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی سوزش کی تاثیر تھی۔ ہر ایک قوم توحید سے دور اور مہجور ہو گئی۔ مگر اسلام میں چشمۂ توحید جاری رہا۔ یہ تمام برکتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کا نتیجہ تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ یعنی کیا تو اس غم میں اپنے تئیں ہلاک کر دے گا جو یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ پس پہلے نبیوں کی امت میں جو اس درجہ کی صلاح اور تقویٰ پیدا نہ ہوئی اس کی یہی وجہ تھی کہ اس درجہ کی توجہ اور دلسوزی امت کے لئے اُن نبیوں میں نہیں تھی۔ افسوس کہ حال کے نادان مسلمانوں نے اپنے اس نبی مکرم کا کچھ قدر نہیں کیا۔ اور ہر ایک بات میں ٹھوکر کھائی۔ وہ ختم نبوت کے ایسے معنی کرتے ہیں جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو نکلتی ہے نہ تعریف۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے نفس پاک میں افاضہ اور تکمیل نفوس کے لئے کوئی قوت نہ تھی۔ اور وہ صرف خشک شریعت کو سکھلانے آئے تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اس اُمّت کو یہ دعا سکھلاتا ہے:۔
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ پس اگر یہ اُمّت پہلے نبیوں کی وارث نہیں اور اس انعام میں سے ان کو کچھ حصہ نہیں تو یہ دعا کیوں سکھلائی گئی۔" (ایضاً صفحہ ۹۸-۱۰۱ حاشیہ)

آنحضرت صلعم کا گم شدہ توحید کو ازسرِ نو لانا
اور مخلوق کی بے انتہا ہمدردی کرنا

"توحید کا موجب اور توحید کا پیدا کرنے والا اور توحید کا باپ اور توحید کا سرچشمہ اور توحید کا مظہر اتم صرف نبی ہی ہوتا ہے۔ اسی کے ذریعہ سے خدا کا مخفی چہرہ نظر آتا ہے اور پتہ لگتا ہے کہ خدا ہے۔

بات یہ ہے کہ ایک طرف تو حضرت احدیت جلشانہ کی ذات نہائت درجۂ استغنا اور بے نیازی میں پڑی ہے اُس کو کسی کی ہدائت اور ضلالت کی پرواہ نہیں۔ اور دوسری طرف وہ بالطبع یہ بھی تقاضا فرماتا ہے کہ وہ شناخت کیا جائے۔ اور اس کی رحمت ازلی سے لوگ فائدہ اٹھاویں پس وہ ایسے دل پر جو اہل زمین کے تمام دلوں میں سے محبت اور قربِ او سبحانہٗ کا حاصل کرنے کے لئے کمال درجہ پر فطرتی طاقت اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور نیز کمال درجہ کی ہمدردی بنی نوع کی اس کی فطرت میں ہے تجلّی فرماتا ہے۔ اور اس پر اپنی ہستی اور صفات ازلیہ ابدیہ کے انوار ظاہر کرتا ہے۔ اور اس طرح وہ خاص اور اعلیٰ فطرت کا آدمی جس کو دوسرے لفظوں میں نبی کہتے ہیں اس کی طرف کھینچا جاتا ہے۔

پھر وہ نبی بوجہ اس کے کہ ہمدردی بنی نوع کا اس کے دل میں کمال درجہ پر جوش ہوتا ہے اپنی روحانی توجہات اور تضرع اور انکسار سے یہ چاہتا ہے کہ وہ خدا جو اس پر ظاہر ہوا ہے دوسرے لوگ بھی اس کو شناخت کریں اور نجات پاویں۔ اور وہ دلی خواہش سے اپنے وجود کی قربانی خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اور اس تمنا سے کہ لوگ زندہ

ہو جائیں کئی موتیں اپنے اوپر قبول کر لیتا ہے۔ اور بڑے مجاہدات میں اپنے تئیں ڈالتا ہے۔ جیساکہ اس آیت میں اشارہ ہے لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔

تب اگرچہ خدا مخلوق سے بے نیاز اور مستغنی ہے مگر اس کے دائمی غم اور حزن اور کرب و قلق اور تذلّل اور نیستی اور نہایت درجہ کے صدق اور صفا پر نظر کر کے مخلوق کے مستعد دلوں پر اپنے نشانوں کے ساتھ اپنا چہرہ ظاہر کر دیتا ہے۔ اور اُس کی پُر جوشش دعاؤں کی تحریک سے جو آسمان پر ایک صعب ناک شور ڈالتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کے نشان زمین پر بارش کی طرح برستے ہیں۔ اور عظیم الشان خوارق دنیا کے لوگوں کو دکھلائے جاتے ہیں۔ جن سے دنیا دیکھ لیتی ہے کہ خدا ہے اور خدا کا چہرہ نظر آجاتا ہے۔ لیکن اگر وہ پاک نبی اس قدر دعا اور تضرع اور ابتہال سے خدا تعالیٰ کی طرف توجہ نہ کرتا۔ اور خدا کے چہرہ کی چمک دنیا پر ظاہر کرنے کے لئے اپنی قربانی نہ دیتا۔ اور ہر ایک قدم میں صدہا موتیں قبول نہ کرتا تو خدا کا چہرہ دنیا پر ہرگز ظاہر نہ ہوتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ بوجہ استغناء ذاتی کے بے نیاز ہے جیساکہ وہ فرماتا ہے وَاللّٰهُ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ اور وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا یعنی خدا تمام دنیا سے بے نیاز ہے۔ اور جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں اور ہماری طلب میں کوشش کو انتہا تک پہونچا دیتے ہیں انہیں کے لئے ہمارا یہ قانون قدرت ہے کہ ہم اُن کو اپنی راہ دکھلا دیا کرتے ہیں۔

سو خدا کی راہ میں سب سے اوّل قربانی دینے والے نبی ہیں۔ ہر ایک اپنے لئے کوشش کرتا ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام دوسروں کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ لوگ سوتے ہیں۔ اور وہ اُن کے لئے جاگتے ہیں۔ اور لوگ ہنستے ہیں اور وہ اُن کے لئے روتے ہیں۔ اور دنیا کی رہائی کے لئے ہر ایک مصیبت کو بخوشی اپنے پر وارد کر لیتے ہیں۔ یہ سب اس لئے کرتے ہیں کہ تا خدا تعالیٰ کچھ ایسی تجلّی فرماوے کہ لوگوں پر ثابت ہو جاوے کہ خدا موجود ہے۔ اور مستعد دلوں

اس کی ہستی اور اس کی توحید منکشف ہو جاوے تا کہ وہ نجات پائیں۔ پس وہ جانی دشمنوں کی ہمدردی میں مر رہتے ہیں اور جب انتہا درجہ پر ان کا درد پہونچتا ہے اور ان کی دردناک آہوں سے جو مخلوق کی رہائی کے لئے ہوتی ہیں، آسمان پُر ہو جاتا ہے۔ تب خدا تعالیٰ اپنے چہرہ کی چمک دکھلاتا ہے اور زبردست نشانوں کے ساتھ اپنی ہستی اور اپنی توحید لوگوں پر ظاہر کرتا ہے۔ پس اس میں شک نہیں کہ توحید اور خدادانی کی متاع رسول کے دامن سے ہی دنیا کو ملتی ہے۔ بغیر اس کے ہرگز نہیں مل سکتی۔

اور اس امر میں سب سے اعلیٰ نمونہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھایا۔ کہ ایک قوم جو نجاست پر بیٹھی ہوئی تھی اُن کو نجاست سے اٹھا کر گلزار میں پہونچا دیا۔ اور وہ جو روحانی بھوک اور پیاس سے مرنے لگے تھے اُن کے آگے روحانی اعلیٰ درجہ کی غذائیں اور شیریں شربت رکھ دیئے۔ اُن کو وحشیانہ حالت سے انسان بنایا۔ پھر معمولی انسان سے مہذّب انسان بنایا۔ پھر مہذب انسان سے کامل انسان بنایا۔ اور اس قدر ان کے لئے نشان ظاہر کئے کہ اُن کو خدا دکھلا دیا۔ اور اُن میں ایسی تبدیلی پیدا کر دی کہ انہوں نے فرشتوں سے ہاتھ جا ملائے۔ یہ تاثیر کسی اور نبی سے اپنی امت کی نسبت ظہور میں نہ آئی۔ کیونکہ ان کے صحبت یاب ناقص رہے پس میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار دُرود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں*۔ افسوس کہ جیسا حق

* یہ عجیب بات ہے کہ دنیا ختم ہونے کو ہے مگر اس کامل نبی کے فیضان کی شعاعیں اب تک ختم نہیں ہوئیں اگر خدا کا کلام قرآن شریف مانع نہ ہوتا تو فقط یہی نبی تھا جس کی نسبت ہم کہہ سکتے تھے کہ وہ اب تک مع جسم عنصری زندہ آسمان پر موجود ہے کیونکہ ہم اس کی زندگی کے صریح آثار پاتے ہیں۔ اُس کا دین زندہ ہے۔ اُس کی پیروی کرنیوالا زندہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے زندہ خدا مل جاتا ہے۔ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ خدا اس سے اور اس کے دین سے اور اس کے محب سے محبت کرتا ہے۔ اور یاد رہے کہ درحقیقت وہ زندہ ہے اور آسمان پر سب سے اُس کا مقام برتر ہے۔ لیکن یہ جسم عنصری جو فانی ہے یہ نہیں ہے بلکہ ایک اور نورانی جسم کے ساتھ جو لازوال ہے اپنے خدائے مقتدر کے پاس آسمان پر ہے۔ منہ

شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اُس کو دنیا میں لایا۔ اُس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی

اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا۔ اُس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اُس کی مرادیں اُس کی زندگی میں اُس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے۔ اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اُس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذریّتِ شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اُس کو دی گئی ہے۔ اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اُس کو عطا کیا گیا ہے جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعہ پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں۔ اسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے۔ اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے۔ اور اسی وقت تک ہم منوّر رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔

نجات تو دو امر پر موقوف ہے۔ (۱) ایک یہ کہ یقین کامل کے ساتھ خدا تعالیٰ کی ہستی اور وحدانیت پر ایمان لاوے (۲) دوسرے یہ کہ ایسی کامل محبت حضرت احدیّت جلّشانہٗ کی اُس کے دل میں جاگزیں ہو کہ جس کے استیلا اور غلبہ کا یہ نتیجہ ہو کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت عین اُس کی راحتِ جان ہو جس کے بغیر وہ جی ہی نہ سکے۔ اور اُس کی محبت تمام اغیار کی محبتوں کو پامال اور معدوم کر دے۔ یہی توحید حقیقی ہے کہ بجز متابعت ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کے حاصل ہی نہیں ہو سکتی۔ کیوں حاصل نہیں ہو سکتی؟

اِس کا جواب یہ ہے کہ خدا کی ذات غیب الغیب اور وراء الورا اور نہایت مخفی واقع ہوئی ہے۔ جس کو عقول انسانیہ محض اپنی طاقت سے دریافت نہیں کر سکتیں۔ اور کوئی برہان عقلی اس کے وجود پر قطعی دلیل نہیں ہو سکتی .... اب سوچو کہ یہ خیال کس قدر باطل اور بدبودار ہے

کہ بغیر وسیلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے توحید میسّر آسکتی ہے۔ اور اس سے انسان نجات پا سکتا ہے
اے نادانو! جب تک خدا کی ہستی پر یقین کامل نہ ہو اُس کی توحید پر کیوں کر یقین ہو سکے۔ پس
یقیناً سمجھو کہ توحید یقینی محض نبی کے ذریعہ سے ہی مل سکتی ہے۔ جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے عرب کے دہریوں اور بد مذہبوں کو ہزارہا آسمانی نشان دکھلا کر خدا تعالیٰ کے وجود
کا قائل کر دیا۔ اور اب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور کامل پیروی کرنے والے اُن
نشانوں کو دہریوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

بات یہی سچ ہے کہ جب تک زندہ خدا کی زندہ طاقتیں انسان مشاہدہ نہیں کرتا۔
شیطان اُس کے دل میں سے نہیں نکلتا۔ اور نہ سچی توحید اس کے دل میں داخل ہوتی ہے۔
اور نہ یقینی طور پر خدا کی ہستی کا قائل ہو سکتا ہے۔ اور یہ پاک اور کامل توحید صرف آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ملتی ہے۔" (ایضاً ص ۱۱۳-۱۱۸)

"ایسا شخص کہ جو یہ خیال کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص خدا کو واحد لاشریک جانتا ہو۔ اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانتا ہو نجات پائیگا۔ یقیناً سمجھو کہ اس کا دل مجذوم ہے۔ اور
وہ اندھا ہے۔ اور اُس کو توحید کی کچھ بھی خبر نہیں کہ کیا چیز ہے۔ اور ایسی توحید کے اقرار میں
شیطان اس سے بہتر ہے۔ کیونکہ اگرچہ شیطان عاصی اور نافرمان ہے۔ لیکن وہ اس بات
پر تو یقین رکھتا ہے کہ خدا موجود ہے۔ مگر اس شخص کو تو خدا پر بھی یقین نہیں۔" (ایضاً ص ۱۱۹)

آنحضرت پر ایمان لانیوالے کے تزکیہ کا متکفل خود اللہ تعالیٰ ہوتا ہے

"وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ
مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ۔ ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور نیک
اعمال بجا لائے۔ اور وہ کلام جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اس پر ایمان لائے۔ اور
وہی حق ہے۔ ایسے لوگوں کے خدا گناہ بخش دے گا۔ اور ان کے دلوں کی اصلاح کریگا۔ اب
دیکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی وجہ سے کس قدر خدا تعالیٰ اپنی خوشنودی

ظاہر فرماتا ہے کہ ان کے گناہ بخشتا ہے۔ اور ان کے تزکیہ نفس کا خود متکفل ہوتا ہے۔ پھر کیسا بدبخت وہ شخص ہے جو کہتا ہے کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہ ایمان لانے کی ضرورت نہیں اور غرور اور تکبر سے اپنے تئیں کچھ سمجھتا ہے۔ سعدیؒ نے سچ کہا ہے

محال است سعدی کہ راہ صفا ❊ تواں رفت جز در پئے مصطفےٰ

بردمہر آں شاہ سوئے بہشت ❊ حرام است بر غیر بوئے بہشت

(ایضاً صفحہ ۱۲۹، ۱۳۰)

آنحضرتؐ کی پیشگوئیوں کا روشن ثبوت

"بھلا اب کوئی پادری تو میرے سامنے لاؤ جو یہ کہتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی پیشگوئی نہیں کی۔ یاد رکھو کہ وہ زمانہ مجھ سے پہلے ہی گذر گیا۔ اب وہ زمانہ آگیا جس میں خدا یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ وہ رسول محمدؐ عربی جس کو گالیاں دی گئیں جس کے نام کی بے عزتی کی گئی جس کی تکذیب میں بدقسمت پادریوں نے کئی لاکھ کتابیں اس زمانہ میں لکھ کر شائع کر دیں۔ وہی سچا اور سچوں کا سردار ہے۔ اس کے قبول میں حد سے زیادہ انکار کیا گیا۔ مگر آخر اسی رسول کو تاج عزت پہنایا گیا۔" (ایضاً صفحہ ۲۷۴)

آنحضرتؐ کی قبولیت عامہ اور آپؐ پر نصرت الٰہی کی بارش

آپؐ کی سچائی کی زبردست دلیل ہے

"انسانی فطرت شہادت دیتی ہے کہ جن نبیوں کی عام طور پر کروڑ ہا لوگوں میں قبولیت پھیل جاتی ہے اور دلوں میں ان کی نہایت درجہ محبت اور عظمت بیٹھ جاتی ہے اور نصرت الٰہی بارش کی طرح ان پر برستی ہے۔ وہ ہرگز جھوٹے نہیں ہوتے۔ کیونکہ بدذات مفتری کو جو خدا پر افترا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے خدا کی طرف سے وحی ہوئی اور خدا نے مجھ سے کلام کیا۔ حالانکہ نہ کوئی وحی اس پر نازل ہوئی۔ اور نہ خدا نے کوئی اس سے کلام کیا اس قدر عزت ہرگز نہیں دی جاتی۔ جو شخص جائز رکھتا ہے جو ایسی عزت مفتری کو بھی دی جاتی ہے اور ایسی

مدد اور نصرت اور ایسے آسمانی نشان اُس کذاب دجّال کو بھی ملتے ہیں جو خدا پر افترا کرتا ہے ایسا شخص دراصل خدا پر ایمان نہیں رکھتا اور درپردہ دہریہ ہے۔

یہی سچائی کی ایک زبردست دلیل ہے جو دنیا کے تمام نبیوں سے زیادہ ہمارے سیّد و مولیٰ اور ہمارے محترم آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ اقبال اور عزت اور خدا کی مدد اور نصرت جو ان کو ملی وہ کسی اور نبی کو حاصل نہیں ہوئی آپ ایسے وقت میں آئے جو دنیا شرک اور بُت پرستی سے بھری ہوئی تھی۔ کوئی پتھر کی پوجا کرتا تھا اور کوئی آگ کی پرستش میں مشغول تھا اور کوئی سورج کے آگے ہاتھ جوڑتا تھا۔ کوئی پانی کو اپنا پرمیشور خیال کرتا تھا اور کوئی انسان کو خدا بنائے بیٹھا تھا۔ علاوہ اس کے زمین ہر ایک قسم کے گناہ اور ظلم اور فساد سے بھری ہوئی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اُس زمانہ کی موجودہ حالت کے بارہ میں قرآن شریف میں خود گواہی دی ہے اور فرماتا ہے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ یعنی دریا بھی بگڑ گئے اور خشک زمین بھی بگڑ گئی مطلب یہ کہ جس قوم کے ہاتھ میں کتاب آسمانی تھی وہ بھی بگڑ گئی۔ اور جن کے ہاتھ میں کتاب آسمانی نہیں تھی اور خشک جنگل کی طرح تھے وہ بھی بگڑ گئے۔ اور یہ امر ایک ایسا سچا واقعہ ہے کہ ہر ایک ملک کی تاریخ اس پر گواہِ ناطق ہے۔ کیا آریہ ورت کے دانا مؤرخ اس سے انکار کر سکتے ہیں کہ آنجناب کے ظہور کا زمانہ درحقیقت ایسا ہی تھا۔ اور بُت خانوں کو اس قدر عزت دی گئی تھی کہ گویا وید کا اصل مذہب یہی ہے۔

اور کیا عیسائی صاحبان اس اقرار سے کہیں بھاگ سکتے ہیں کہ اُس زمانہ میں نہ صرف حضرت عیسیٰؑ کو خدائے واحد لاشریک کی جگہ بٹھایا گیا تھا بلکہ ان کی تصویر بھی ایک قسم کا خدا ہی سمجھی گئی تھی۔ اور ان کی والدہ بھی اس خدائی میں شریک ٹھہرائی گئی تھی۔ پھر جب ہمارے بزرگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں ظاہر ہوئے تو ایک انقلابِ عظیم دنیا میں آیا اور تھوڑے ہی دنوں میں وہ جزیرۂ عرب جو بجز بت پرستی کے اور کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔ ایک سمندر کی طرح خدا کی توحید سے بھر گیا۔

علاوہ اس کے یہ عجیب بات ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جس قدر خدا تعالیٰ کی طرف سے نشان اور معجزات ملے وہ صرف اس زمانہ تک محدود نہ تھے بلکہ قیامت تک ان کا سلسلہ جاری ہے اور پہلے زمانوں میں جو کوئی نبی ہوتا تھا۔ وہ کسی گذشتہ نبی کی امت نہیں کہلاتا تھا۔ گو اس کے دین کی نصرت کرتا تھا۔ اور اس کو سچا جانتا تھا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ایک خاص فخر دیا گیا ہے۔ کہ وہ اِن معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو تمام کمالات نبوت ان پر ختم ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ اُن کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا رسول نہیں۔ اور نہ کوئی ایسا نبی ہے جو اُن کی اُمت سے باہر ہو۔ بلکہ ہر ایک کو جو شرف مکالمہ الٰہیہ ملتا ہے وہ اُنہیں کے فیض اور انہیں کے وساطت سے ملتا ہے۔ اور وہ اُمتی کہلاتا ہے نہ کوئی مستقل نبی۔

اور رجوع خلائق اور قبولیت کا یہ عالم ہے کہ آج کم سے کم بیس کروڑ ہر طبقہ کے مسلمان آپ کی غلامی میں کمربستہ کھڑے ہیں۔ اور جب سے خدا نے آپ کو پیدا کیا ہے بڑے بڑے زبردست بادشاہ جو ایک دنیا کو فتح کرنے والے تھے آپ کے قدموں پر ادنیٰ غلاموں کی طرح گرے رہے ہیں۔ اور اِس وقت اسلامی بادشاہ بھی ذلیل چاکروں کی طرح آنجناب کی خدمت میں اپنے تئیں سمجھتے ہیں۔ اور نام لینے سے تخت سے اُتر آتے ہیں۔

اب سوچنا چاہئے کہ کیا یہ عزت۔ کیا یہ شوکت۔ کیا یہ اقبال۔ کیا یہ جلال۔ کیا یہ ہزاروں نشان آسمانی۔ کیا یہ ہزاروں برکات ربانی جھوٹے کو بھی مل سکتے ہیں؟ ہمیں بڑا فخر ہے کہ جس نبی علیہ السلام کا ہم نے دامن پکڑا ہے خدا کا اس پر بڑا ہی فضل ہے۔ وُہ خدا تو نہیں مگر اُس کے ذریعہ سے ہم نے خدا کو دیکھ لیا ہے۔ اُس کا مذہب جو ہمیں ملا ہے خدا کی طاقتوں کا آئینہ ہے۔ اگر اسلام نہ ہوتا تو اس زمانہ میں اس بات کا سمجھنا محال تھا۔ کہ نبوت کیا چیز ہے۔ اور کیا معجزات بھی ممکنات میں سے ہیں۔ اور کیا وُہ قانون قدرت میں داخل ہیں۔ اِس عُقدے کو اسی نبی کے دائمی فیض نے حل کیا۔ اور اسی کے طفیل سے اب ہم دوسری قوموں کی طرح صرف قصہ گو نہیں ہیں۔ بلکہ خدا کا نور اور خدا کی آسمانی نصرت

ہمارے شامل حال ہے۔ ہم کیا چیز ہیں جو اِس شکر کو ادا کرسکیں کہ وہ خدا جو دوسروں پر مخفی ہے اور وہ پوشیدہ طاقت جو دوسروں سے نہاں در نہاں ہے۔ وہ ذُوالجلال خدا محض اس نبی کریم کے ذریعہ سے ہم پر ظاہر ہو گیا۔

پھر یہ عجیب بات ہے کہ اُسی کامل نبی سے مخالف قوموں کا سب سے بڑھ کر بغض ہے۔ اُسی کی توہین کے لئے اور اُسی کی تکذیب کی غرض سے جس قدر دنیا میں کتابیں شائع ہوئی ہیں ابتدائے دنیا سے آج تک کسی اور نبی کی توہین کے لئے اس کثیر مقدار کی کتابیں شائع نہیں ہوئیں۔ اس سے ثابت ہے کہ جس سے خدا زیادہ پیار کرتا ہے۔ اور جس کو زیادہ اپنے جلال اور بزرگی سے حصہ بخشتا ہے۔ اُسی سے یہ اندھی دنیا زیادہ دشمنی کرتی ہے۔ مگر اُسی عظیم الشان نبی نے ہمیں سکھایا ہے کہ جن جن نبیوں اور رسولوں کو دنیا کی قومیں مانتی چلی آئی ہیں۔ اور خدا نے عظمت اور قبولیت ان کی دُنیا کے بعض حصوں میں پھیلا دی ہے۔ وہ درحقیقت خدا کی طرف سے ہیں۔ اور ان کی آسمانی کتابوں میں گو دُور دراز زمانہ کی وجہ سے کچھ تبدیل تغییر ہو گئی ہو یا اُن کے معنی خلاف حقیقت سمجھے گئے ہوں۔ مگر دراصل وہ کتابیں منجانب اللہ اور عزت اور تعظیم کے لائق ہیں۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسرے ملکوں کے انبیاء کی نسبت سوال کیا گیا۔ تو آپ نے یہی فرمایا کہ ہر ایک مُلک میں خدا تعالیٰ کے نبی گذرے ہیں۔ اور فرمایا کہ کان فی الھند نبیٌّ اسود اللون اسمہ کاھنا یعنی ہند میں ایک نبی گذرا ہے۔ جو سیاہ رنگ تھا۔ اور نام اُس کا کاہن تھا یعنے کنھیا جس کو کرشن کہتے ہیں۔ اور آپ سے پوچھا گیا کہ کیا زبان پارسی میں بھی کبھی خدا نے کلام کیا ہے۔ تو فرمایا کہ ہاں خدا کا کلام زبان پارسی میں بھی اترا ہے۔ جیسا کہ وہ اس زبان میں فرماتا ہے ؎ "ایں مشتِ خاک را گر نہ بخشم چہ کنم" اور خدا نے قرآن شریف میں یہ بھی فرمایا ہے مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ یعنی جس قدر دنیا میں نبی گذرے ہیں بعض کا ان میں سے ہم نے قرآن شریف میں ذکر کیا ہے۔ اور بعض کا ذکر نہیں کیا۔ اس قول سے مطلب یہ ہے کہ تا مسلمان حسن ظن سے کام لیں اور

دنیا کے ہر ایک حصہ کے نبی کو جو گذر چکے ہیں عزت اور تعظیم سے دیکھیں۔ اور بار بار قرآن شریف میں یہی ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے مقصود مسلمانوں کو یہ سبق دینا ہے۔ کہ وہ دنیا کے کسی حصہ کے ایسے نبی کی کسر شان نہ کریں جو ایک کثیر قوم نے اُس کو قبول کر لیا تھا۔" (چشمہ معرفت صفحہ ۱۱)

آنحضرتؐ کی عالمگیر ہمدردی اور اس بارہ میں تعلیم

"حضرت عیسیٰؑ انجیل میں فرماتے ہیں کہ مجھے دوسری قوموں سے سروکار نہیں۔ میں صرف بنی اسرائیل کی بھیڑوں کے لئے آیا ہوں۔ یعنی میری ہمدردی صرف یہودیوں تک محدود ہے۔ مگر قرآن شریف میں صاف لکھا ہے کہ دوسری قوموں سے بھی ہمدردی کرو۔ جیسا کہ اپنی قوم کے لئے۔ اور دوسری قوموں کو بھی معاف کرو جیسا کہ اپنی قوم کو۔ کیونکہ قرآن شریف میں یہ نہیں لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف قریش کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ بلکہ لکھا ہے کہ وہ تمام دنیا کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:۔

قُلْ یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا

یعنی لوگوں کو کہہ دے کہ میں تمام دنیا کے لئے بھیجا گیا ہوں نہ صرف ایک قوم کے لئے۔ اور پھر دوسری جگہ فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ یعنی ہم نے کسی خاص قوم پر رحمت کرنے کے لئے تجھے نہیں بھیجا بلکہ اس لئے بھیجا ہے کہ تمام جہان پر رحمت کی جائے پس جیسا کہ خدا تمام جہان کا خدا ہے ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے لئے رسول ہیں اور تمام دنیا کے لئے رحمت ہیں۔ اور آپ کی ہمدردی تمام دُنیا سے ہے۔ نہ کسی خاص قوم سے۔ اور خدا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو بھی وہ کامل اور عام ہمدردی کی تعلیم دی ہے کہ کسی دوسرے رسول کو ہرگز نہیں دی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی۔ یعنی خدا حکم فرماتا ہے کہ تمام دنیا کے ساتھ تم عدل کرو۔ یعنی جس قدر حق ہے اُسی قدر لو۔ اور انصاف سے بنی نوع کے ساتھ پیش آؤ۔ اور اس سے بڑھکر یہ حکم ہے کہ تم بنی نوع سے احسان کرو۔ یعنی وہ سلوک کرو جس سلوک کا کرنا تم پر فرض نہیں محض مروت ہے۔ مگر چونکہ

احسان میں بھی ایک عیب مخفی ہے کہ صاحب احسان کبھی ناراض ہو کر اپنے احسان کو یاد بھی دلا دیتا ہے۔ اس لئے اس آیت کے آخر میں فرمایا کہ کامل نیکی یہ ہے کہ تم اپنے بنی نوع سے اس طور سے نیکی کرو کہ جیسے ماں اپنے بچہ سے نیکی کرتی ہے۔ کیونکہ وہ نیکی محض طبعی جوش سے ہوتی ہے نہ کسی پاداش کی غرض سے۔ یہ دل میں ارادہ ہی نہیں ہوتا کہ یہ بچّہ اس نیکی کے مقابل مجھے بھی کچھ عنایت کرے۔ پس وہ نیکی جو بنی نوع سے کی جاتی ہے کامل درجہ اس کا یہ تیسرا درجہ ہے جس کو اِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی کے لفظ سے بیان فرمایا گیا ہے؛ (ایضاً ۱۶ و ۱۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کفار کے مظالم

"واضح ہو کہ قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ تہمت ہے۔ اور یہ بات سراسر جھوٹ ہے کہ دین اسلام میں جبراً دین پھیلانے کے لئے حکم دیا گیا تھا کسی پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّہ معظمہ میں تیرہ ۱۳ برس تک سخت دل کافروں کے ہاتھ سے وہ مصیبتیں اُٹھائیں اور وہ دُکھ دیکھے کہ بجز اُن برگزیدہ لوگوں کے جن کا خدا پر نہایت درجہ بھروسہ ہوتا ہے۔ کوئی شخص اُن دکھوں کی برداشت نہیں کر سکتا۔ اور اس مدت میں کئی عزیز صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت بے رحمی سے قتل کئے گئے۔ اور بعض کو بار بار زدوکوب کر کے موت کے قریب کر دیا۔ اور بعض دفعہ ظالموں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس قدر پتھر چلائے کہ آپ سر سے پیر تک خون آلودہ ہو گئے۔ اور آخرکار کافروں نے یہ منصوبہ سوچا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر کے اس مذہب کا فیصلہ ہی کر دیں۔ تب اس نیّت سے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کیا۔ اور خدا نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ تم اس شہر سے نکل جاؤ۔ تب آپ اپنے رفیق کے ساتھ جس کا نام ابوبکرؓ تھا نکل آئے۔ اور خدا کا یہ معجزہ تھا کہ باوجودیکہ صدہا لوگوں نے محاصرہ کیا تھا مگر ایک شخص نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا۔ اور آپ شہر سے باہر آ گئے اور ایک پتھر پر کھڑے ہو کر مکّہ کو مخاطب کر کے کہا کہ "اے مکّہ تو میرا پیارا شہر اور پیارا وطن تھا۔

اگر میری قوم مجھ کو تجھ سے نہ نکالتی تو میں ہرگز نہ نکلتا" تب اس وقت بعض پہلے نوشتوں کی یہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ:-

"وہ نبی اپنے وطن سے نکالا جائے گا"

مگر پھر بھی کفار نے اسی قدر پر صبر نہ کیا اور تعاقب کر کے چاہا کہ بہر حال قتل کر دیں۔ لیکن خدا نے اپنے نبی کو اُن کے شر سے محفوظ رکھا۔ اور آنجناب پوشیدہ طور پر مکّہ سے ہجرت کر کے مدینہ کی طرف چلے آئے۔ اور پھر بھی کفار اس تدبیر میں لگے رہے کہ مسلمانوں کو بکلّی نیست و نابود کر دیں۔ اور اگر خدا تعالیٰ کی حمایت اور نصرت نہ ہوتی تو ان دنوں میں اسلام کا قلع قمع کرنا نہایت سہل تھا۔ کیونکہ دشمن تو کئی لاکھ آدمی تھا۔ مگر مکّہ سے ہجرت کرنے کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے رفیق ستّر سے زیادہ نہ تھے۔ اور وہ بھی متفرق ملکوں کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔ پس اس حالت میں ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ جبر کرنے کی کون سی صورت تھی۔ غرض جب کافروں کا ظلم نہایت درجہ تک پہونچ گیا اور وہ کسی طرح آزار دہی سے باز نہ آئے۔ اور انہوں نے اس بات پر مصمّم ارادہ کر لیا کہ تلوار کے ساتھ مسلمانوں کا خاتمہ کر دیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو دفاعی جنگ کے لئے اجازت فرمائی۔ یعنی اُس طرح کی جنگ جس کا مقصد صرف حفاظت خود اختیاری اور کفار کا حملہ دفع کرنا تھا۔ جیسا کہ قرآن شریف میں تصریح سے اس بات کا ذکر کیا گیا ہے اور وہ آیت یہ ہے:-

اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ؕ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ ترجمہ:- خدا کا ارادہ ہے کہ کفار کی بدی اور ظلم کو مومنوں سے دفع کرے یعنی مومنوں کو دفاعی جنگ کی اجازت دے۔ تحقیقاً خدا خیانت پیشہ ناشکر لوگوں کو دوست نہیں رکھتا۔ خدا اُن مومنوں کو لڑائی کی اجازت دیتا ہے جن پر کافر قتل کرنے کے لئے چڑھ چڑھ کے آتے ہیں۔ اور خدا حکم دیتا ہے کہ مومن بھی کافروں کا مقابلہ کریں کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور خدا

اُن کی مدد پر قدرت رکھتا ہے۔ یعنی اگرچہ تھوڑے ہیں۔ مگر خدا اُن کی مدد پر قادر ہے "۔
(ایضاً ص ۱۸-۲۰)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعض معجزات

"خدا نے چاہا ہے کہ اس کے کلام قرآن شریف کی زبردست طاقت اور اُس کے رسول حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی قوّت اور اعلیٰ مرتبت کا میں ثبوت دوں۔ اور اُس نے محض اپنے فضل سے نہ میرے کسی ہنر سے مجھے یہ توفیق دی ہے کہ میں اُس کے عظیم الشان نبی اور اس کے قوی الطاقت کلام کی پیروی کرتا ہوں اور اس سے محبت رکھتا ہوں۔ اور وہ خدا کا کلام جس کا نام قرآن شریف ہے۔ جو ربّانی طاقتوں کا مظہر ہے میں اس پر ایمان لاتا ہوں اور قرآن شریف کا یہ وعدہ ہے کہ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ اور یہ وعدہ ہے ۔ کہ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ اور یہ وعدہ ہے کہ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا اس وعدہ کے موافق خدا نے یہ سب مجھے عنایت کیا ہے۔ اور ترجمہ ان آیات کا یہ ہے کہ جو لوگ قرآن شریف پر ایمان لائیں گے اُن کو مبشر خوابیں اور الہام دیئے جائیں گے یعنی بکثرت دیئے جائیں گے ورنہ شاذ و نادر کے طور پر کسی دوسرے کو بھی کوئی سچی خواب آسکتی ہے۔ مگر ایک قطرہ کو ایک دریا کے ساتھ کچھ نسبت نہیں اور ایک پیسہ کو ایک خزانہ سے کچھ مشابہت نہیں۔ اور پھر فرمایا کہ کامل پیری کرنے والے کی روح القدس سے تائید کی جائے گی۔ یعنی ان کے فہم اور عقل کو غیب سے ایک روشنی ملے گی۔ اور اُن کی کشفی حالت نہایت صفا کی جائیگی۔ اور اُن کے ایمان نہایت مضبوط کئے جائیں گے۔ اور پھر فرمایا کہ خدا ان میں اور انکے غیر میں ایک فرق بیّن رکھدیگا یعنی بمقابل اُن کے باریک معارف کے جو اُن کو دیئے جائیں گے۔ اور بمقابل اُن کی کرامات اور خوارق کے جو اُن کو عطا ہوں گی دوسری تمام قومیں عاجز رہیں گی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قدیم سے خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوتا چلا آتا ہے۔ اور اس زمانہ میں ہم خود اس کے شاہد رؤیت ہیں "

یہ تو ہم نے قرآن شریف کی اُس زبردست طاقت کا بیان کیا ہے جو اپنے پیروی

کرنے والوں پر اثر ڈالتی ہے۔لیکن وہ دوسرے معجزات سے بھی بھرا ہوا ہے۔ اُس نے اسلام کی ترقی اور شوکت اور فتح کی اس وقت خبر دی تھی جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی جنگلوں میں اکیلے پھرا کرتے تھے۔ اور اُن کے ساتھ بجز چند غریب اور ضعیف مسلمانوں کے اور کوئی نہ تھا۔ اور جب قیصر روم ایرانیوں کی لڑائی سے مغلوب ہو گیا۔ اور ایران کے کسریٰ نے اُس کے مُلک کا ایک بڑا حصہ دبا لیا تب بھی قرآن شریف نے بطور پیشگوئی کے یہ خبر دی کہ نو برس کے اندر پھر قیصر روم فتح یاب ہو جائیگا۔ اور ایران کو شکست دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ ایسا ہی شق القمر کا عالی شان معجزہ جو خدائی ہاتھ کو دکھلا رہا ہے۔ قرآن شریف میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی کے اشارہ سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور کفار نے اس معجزہ کو دیکھا۔ اُس کے جواب میں یہ کہنا کہ ایسا وقوع میں آنا خلاف علم ہیئت ہے یہ سراسر فضول باتیں ہیں کیونکہ قرآن شریف تو فرماتا ہے کہ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ یعنی قیامت نزدیک آگئی اور چاند پھٹ گیا۔ اور کافروں نے یہ معجزہ دیکھا اور کہا کہ یہ پکا جادو ہے جس کا آسمان تک اثر چلا گیا۔ اب ظاہر ہے کہ یہ نِرا دعویٰ نہیں بلکہ قرآن شریف تو اس کے ساتھ اُن کافروں کو گواہ قرار دیتا ہے جو سخت دشمن تھے اور کفر پر ہی مرے تھے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر شق القمر وقوع میں نہ آیا ہوتا تو مکہ کے مخالف لوگ اور جانی دشمن کیوں کر خاموش بیٹھ سکتے تھے۔ وہ بلاشبہ شور مچاتے کہ ہم پر یہ تہمت لگائی ہے۔ ہم نے تو چاند کو دو ٹکڑے ہوتے نہیں دیکھا۔ اور عقل تجویز نہیں کر سکتی کہ وہ لوگ اس معجزہ کو سراسر جھوٹ اور افترا خیال کر کے پھر بھی چُپ رہتے۔ بالخصوص جبکہ اُن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کا گواہ قرار دیا تھا تو اس حالت میں ان کا فرض تھا کہ اگر یہ واقعہ صحیح نہیں تھا تو اس کا رد کرتے نہ یہ کہ خاموش رہ کر اس واقعہ کی صحت پر مہر لگا دیتے پس یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ضرور ظہور میں آیا تھا۔ اور اس کے مقابل پر یہ کہنا کہ یہ قواعد ہیئت کے مطابق نہیں یہ عذرات بالکل فضول ہیں۔ معجزات ہمیشہ خارق عادت ہی ہؤا کرتے ہیں۔ ورنہ وہ معجزے کیوں کہلائیں اگر وہ صرف ایک معمولی بات ہو۔ اور علاوہ

اس کے علم ہیئت کی کس نے اب تک حد بست کر لی ہے۔ ہمیشہ نئے نئے عجائبات آسمانی ظاہر ہوتے ہیں کہ جن کے بھید کچھ بھی سمجھ نہیں آتے۔ اور ایسے خارق عادت طور پر ظاہر ہوتے ہیں کہ عقل ان میں حیران رہ جاتی ہے"۔ (ایضاً صفحہ ۲۰-۲۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچّی پیروی کے برکات

"ہمارا اور اُن راست بازوں کا جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں یہ چشم دید واقعہ اور ذاتی تجربہ ہے کہ قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچّی پیروی میں جو اخلاص اور صدق قدم سے ہو یہ خاصیت ہے کہ آہستہ آہستہ خدائے واحد لاشریک کی محبت دل میں بیٹھتی جاتی ہے۔ اور کلام الٰہی کی روحانی طاقت انسانی روح کو ایک نور بخشتی ہے جس سے اس کی آنکھ کھلتی ہے۔ اور انجام کار عالم ثانی کے عجائبات اُس کو دکھائی دیتے ہیں۔ پس اُس دن سے اُس کو علم الیقین کے طور پر پتہ لگتا ہے کہ خدا ہے۔ اور پھر وہ یقین ترقی کرتا جاتا ہے یہانتک کہ علم الیقین سے عین الیقین تک پہنچتا ہے۔ اور پھر عین الیقین سے حق الیقین تک پہنچ جاتا ہے۔ جو شخص قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہے پہلے اُس کو کوئی تزکیہ نفس حاصل نہیں ہوتا۔ اور کئی قسم کے گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے۔ پھر خدا کی رحمت اس کی دستگیری کرتی ہے۔ اور خارق عادت طریقوں سے اُس کے ایمان کو قوت دی جاتی ہے۔ اور جیسا کہ قرآن شریف میں وعدہ ہے کہ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا یعنی ایمانداروں کو خدا کی طرف سے بشارتیں ملتی رہتی ہیں۔ ایسا ہی وہ بھی اپنی ذات کے متعلق کئی قسم کی بشارتیں پاتا رہتا ہے۔ اور جیسے جیسے بذریعہ اُن بشارتوں کے اُس کا ایمان قوی ہوتا جاتا ہے۔ ویسے ویسے وہ گناہ سے پرہیز کرتا اور نیکیوں کی طرف حرکت کرتا ہے۔ اسی کی طرف خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں اشارت فرمائی ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ یعنی ایماندار تین قسم کے ہیں (۱) اوّل وہ جو ظالم ہیں یعنی انواع و اقسام کے گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور گناہ کا پلّہ ان کا بھاری ہوتا ہے۔ (۲)

دوسرے وہ جو میانہ رو ہیں۔ یعنی کچھ تو گناہ کرتے ہیں اور کچھ نیک اعمال۔ اور دونوں حالتوں میں مساوی ہوتے ہیں (۳) اور تیسرے درجہ کے وہ لوگ ہیں جو عمدہ اخلاق اور عمدہ اعمال میں سبقت لے جاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ جو صدر اسلام کا وقت تھا۔ اُس زمانہ پر ایک وسیع نظر ڈال کر ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نے کیونکر ایمان لانے والوں کو مذکورہ بالا ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ درجہ تک پہونچا دیا۔ کیونکہ ایمان لانیوالے اپنی ابتدائی حالت میں اکثر ایسے تھے کہ جس حالت کو وہ ساتھ لے کر آئے تھے وہ حالت جنگلی وحشیوں سے بدتر تھی۔ اور درندوں کی طرح ان کی زندگی تھی۔ اور اس قدر بد اعمال اور بد اخلاق میں وہ مبتلا تھے کہ انسانیت سے باہر ہو چکے تھے۔ اور ایسے بے شعور ہو چکے تھے کہ نہیں سمجھتے تھے کہ ہم بد اعمال ہیں یعنی نیکی اور بدی کی شناخت کی حس بھی جاتی رہی تھی۔ پس قرآنی تعلیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نے جو پہلا اثر اُن پر کیا تو وہ یہ تھا کہ اُن کو محسوس ہو گیا کہ ہم پاکیزگی کے جامہ سے بالکل برہنہ اور بد اعمالی کے گند میں گرفتار ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ان کی پہلی حالت کی نسبت فرماتا ہے۔ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ؕ یعنی یہ لوگ چارپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر۔ پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک صحبت اور فرقان حمید کی دلکش تاثیر سے اُن کو محسوس ہو گیا کہ جس حالت میں ہم نے زندگی بسر کی ہے۔ وہ ایک وحشیانہ زندگی ہے۔ اور سراسر بد اعمالیوں سے ملوث ہے۔ تو انہوں نے روح القدس سے قوت پا کر نیک اعمال کی طرف حرکت کی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ اُن کے حق میں فرماتا ہے۔ وَ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ یعنی خدا نے ایک پاک روح کے ساتھ ان کی تائید کی۔ وہ وہی غیبی طاقت تھی جو ایمان لانے کے بعد اور کسی قدر صبر کرنے کے بعد انسان کو ملتی ہے۔ پھر وہ لوگ اس طاقت کے حاصل ہونے کے بعد نہ صرف اس درجہ پر رہے کہ اپنے عیبوں اور گناہوں کو محسوس کرتے ہوں اور ان کی بدبو سے بیزار ہوں۔ بلکہ اب وہ نیکی کی طرف اس قدر قدم اٹھانے لگے کہ صلاحیت کے کمال کو نصف تک طے کر لیا۔ اور کمزوریوں کے مقابل پر نیک اعمال کی بجا آوری میں طاقت بھی پیدا ہو گئی۔ اور اس طرح پر درمیانی حالت ان کو حاصل ہو گئی اور

پھر وہ لوگ روح القدس کی طاقت سے بہرہ ور ہو کر ان مجاہدات میں لگے کہ اپنے پاک اعمال کے ساتھ شیطان پر غالب آجائیں۔ تب انہوں نے خدا کے راضی کرنے کے لئے اُن مجاہدات کو اختیار کیا کہ جن سے بڑھ کر انسان کے لئے متصوّر نہیں۔ انہوں نے خدا کی راہ میں اپنی جانوں کو خس و خاشاک کی طرح بھی قدر نہ کیا۔ آخر وہ قبول کئے گئے۔ اور خدا نے ان کے دلوں کو گناہ سے بکلی بیزار کر دیا۔ اور نیکی کی محبت ڈال دی۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا یعنی جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں۔ ہم اُن کو اپنی راہ دکھا دیا کرتے ہیں"۔ (ایضاً ص۵۵-۵۷)

"خدا نے اس آخری زمانہ میں تفرقہ دُور کرنے کے لئے۔ اور دنیا کے تمام لوگوں کو صرف ایک کتاب پر جمع کرنے کے لئے ان تمام پہلی کتابوں کی برکتیں مسلوب کر لی ہیں۔ ورنہ اس کا سبب کیا ہے؟ کہ جس طرح قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی پیروی سے انسان جماعت اولیاء اللہ میں داخل ہو سکتا ہے اُن کتابوں میں یہ خاصیت پائی نہیں جاتی۔ اور یہی وجہ ہے کہ ان کتابوں کے پیرو ان کمالات سے منکر ہیں جو انسان کو قُرب کے مکان میں حاصل ہو سکتے ہیں بلکہ وہ کرامات اور خوارق عادات پر ہنسی ٹھٹھا کرتے ہیں مگر ہم ان پر کوئی ہنسی ٹھٹھا نہیں کرتے۔ ہاں اُنکی محرومی کو دیکھ کر رونا ضرور آتا ہے۔ میں اس جگہ کچھ گذشتہ قصوں کو بیان نہیں کرتا۔ بلکہ میں وہی باتیں کرتا ہوں جن کا مجھے ذاتی علم ہے۔ میں نے قرآن شریف میں ایک زبردست طاقت پائی ہے۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ایک عجیب خاصیت دیکھی ہے جو کسی مذہب میں وہ خاصیت اور طاقت نہیں۔ اور وہ یہ کہ سچا پیرو اس کا مقامات ولایت تک پہونچ جاتا ہے۔ خدا اُس کو نہ صرف اپنے قول سے مشرف کرتا ہے بلکہ اپنے فعل سے اس کو دکھلاتا ہے۔ کہ میں وہی خدا ہوں جس نے زمین و آسمان پیدا کیا۔ تب اُس کا ایمان بلندی میں دُور دُور کے ستاروں سے بھی آگے گذر جاتا ہے۔ چنانچہ میں اس امر میں صاحب مشاہدہ ہوں۔ خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اور ایک لاکھ سے بھی زیادہ میرے ہاتھ پر اُس نے نشان دکھلائے ہیں۔ سو اگرچہ میں دنیا کے تمام نبیوں کا ادب کرتا ہوں اور ان کی کتابوں کا بھی ادب کرتا ہوں مگر زندہ

دین صرف اسلام کو ہی مانتا ہوں۔ کیوں کہ اُس کے ذریعہ سے میرے پر خدا ظاہر ہوا ہے"۔ (ایضاً ۱۵۹ء)

آنحضرتؐ کا دُنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کو دعوت دینا

"قرآن شریف نے ہی کُھلے طور پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ دُنیا کی تمام قوموں کے لئے آیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا یعنی تمام لوگوں کو کہہ دے کہ میں تم سب کے لئے رسول ہو کر آیا ہوں۔ اور پھر فرماتا ہے وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ یعنی میں نے تمام عالموں کے لئے تجھے رحمت کر کے بھیجا ہے۔ اور پھر فرماتا ہے لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا یعنی ہم نے اس لئے بھیجا ہے۔ کہ تمام دنیا کو ڈراوے لیکن ہم بڑے زور سے کہتے ہیں کہ قرآن شریف سے پہلے دنیا کی کسی الہامی کتاب نے یہ دعوے نہیں کیا۔ بلکہ ہر ایک نے اپنی رسالت کو اپنی قوم تک ہی محدود رکھا۔ یہاں تک کہ جس نبی کو عیسائیوں نے خدا قرار دیا اُس کے مُنہ سے بھی یہی نکلا کہ مَیں اسرائیل کی بھیڑوں کے سوا اور کسی کی طرف نہیں بھیجا گیا"۔ اور زمانہ کے حالات نے بھی گواہی دی کہ قرآن شریف کا یہ دعویٰ تبلیغ عام کا عین موقعہ پر ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت تبلیغ عام کا دروازہ کھل گیا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ سے بعد نزول اس آیت کے کہ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا۔ دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کی طرف دعوت اسلام کے خط لکھے تھے کسی اور نبی نے غیر قوموں کے بادشاہوں کی طرف دعوت دین کے ہرگز خط نہیں لکھے۔ کیونکہ وہ دوسری قوموں کی دعوت کے لئے مامور نہ تھے۔ یہ عام دعوت کی تحریک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے ہی شروع ہوئی۔ اور مسیح موعودؑ کے زمانہ میں اور اُس کے ہاتھ سے کمال تک پہونچی"۔

جو کچھ قرآن شریف نے توحید کا تخم بلاد عرب۔ فارس۔ مصر۔ شام۔ ہند۔ چین۔ افغانستان۔ کشمیر وغیرہ بلاد میں بو دیا ہے۔ اور اکثر بلاد سے بت پرستی۔ اور دیگر اقسام کی مخلوق پرستی

کا تخم جڑھ سے اکھاڑ دیا ہے۔ یہ ایک ایسی کاروائی ہے کہ اس کی نظیر کسی زمانہ میں نہیں پائی جاتی ؎ (چشمہ معرفت ص۶۸-۶۹)

آنحضرت کی عظمت شان پر آپکے کام اور آپکی مشکلات کی شہادت

"ہر ایک زمانہ جو نوع انسان پر آیا وہ اس بات کا مقتضی تھا جو اسی زمانہ کے مطابق کتاب دی جاوے۔ یہی وجہ ہے کہ قومی وحدت کا جب خدا نے ارادہ کیا۔ تب ہر ایک قوم کے لئے جدا جدا رسول بھیجا۔ اور یہ قومی وحدت اقوامی وحدت سے مقدم بھی۔ اور حکمت ربّانی اس امر کی مقتضی تھی کہ اوّل ہر ایک ملک میں قومی وحدت قائم کرے۔ اور جب قومی وحدت کا دور ختم ہو چکا تب اقوامی وحدت کا زمانہ شروع ہو گیا۔ اور وہی زمانہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا تھا۔ اور یاد رہے کہ کسی رسول اور کتاب کی اسی قدر عظمت سمجھی جاتی ہے جس قدر ان کو اصلاح کا کام پیش آتا ہے۔ اور جس قدر اس اصلاح کے وقت مشکلات کا سامنا پڑتا ہے۔ سو یہ بات ظاہر ہے کہ ابتدائے زمانہ میں جو کتاب نازل ہوئی ہو گی وہ کسی طرح کامل مکمل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ابتدائے زمانہ میں ان مشکلات کا وہم وگمان بھی نہیں آسکتا جو بعد میں پیدا ہوئیں۔ ایسا ہی قومی وحدت کے زمانہ میں اس وقت کے نبیوں اور رسولوں کو وہ مشکلات ہرگز پیش نہیں آسکتی تھیں جو اقوامی وحدت کے زمانہ میں اس نبی کو پیش آئیں۔ جس کو یہ حکم ہوا کہ جو تمام قوموں کو ایک وحدت پر قایم کرو ؎ (ایضاً ص۱۳۸ و ۱۳۹)

آنحضرت نبی ہی نہیں بلکہ بادشاہ بھی تھے

" جبکہ اہل کتاب اور مشرکین عرب نہایت درجہ بد چلن ہو چکے تھے۔ اور بدی کر کے سمجھتے تھے کہ ہم نے نیکی کا کام کیا ہے۔ اور جرائم سے باز نہیں آتے تھے۔ اور امن عامہ میں خلل ڈالتے تھے تو خدا تعالیٰ نے اپنے نبی کے ہاتھ میں عنان حکومت دے کر ان کے ہاتھ سے غریبوں کو بچانا چاہا۔ اور چونکہ عرب کا ملک مطلق العنان تھا اور وہ لوگ کسی بادشاہ کی حکومت کے ماتحت نہیں

The Mohammad Ahmed Khurshid Library LAHORE

تھے اس لئے ہر ایک فرقہ نہایت بے قیدی اور دلیری سے زندگی بسر کرتا تھا۔ اور چونکہ ان کے لئے کوئی سزا کا قانون نہ تھا اس لئے وہ لوگ روز بروز جرائم میں بڑھتے جاتے تھے۔ پس خدا نے اس ملک پر رحم کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ملک کے لئے نہ صرف رسول کر کے بھیجا بلکہ اس ملک کا بادشاہ بھی بنا دیا۔ اور قرآن شریف کو ایک ایسے قانون کی طرح مکمل کیا جس میں دیوانی فوجداری مالی سب ہدائتیں ہیں۔ سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت ایک بادشاہ ہونے کے تمام فرقوں کے حاکم تھے۔ اور ہر ایک مذہب کے لوگ اپنے مقدمات آپ سے فیصلہ کراتے تھے قرآن شریف سے ثابت ہے کہ ایک دفعہ ایک مسلمان اور ایک یہودی کا آنجناب کی عدالت میں مقدمہ آیا۔ تو آنجناب نے تحقیقات کے بعد یہودی کو سچا کیا۔ اور مسلمان پر اس کے دعوے کی ڈگری کی "

(ایضاً صـ ۲۳۳)

آنحضرتؐ پر کفار کے مظالم کے متعلق ایک برہمو کی شہادت

" اہل عرب آنحضرتؐ کے ظہور کے وقت میں بہت ہی بد رسوم کے مروج تھے۔ چنانچہ فسق و فجور۔ رہزنی۔ قزاقی وغیرہ اس درجہ تک ان میں بڑھی ہوئی تھی کہ ان کے حالات پڑھ کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ یتیموں کا مال کھا لیتے۔ اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرتے تھے۔ شراب خوری کی یہ کثرت تھی کہ بچے نے دودھ چھوڑا اور شراب پینی شروع کی۔ مرد جس قدر چاہتا تھا عورتیں کر لیتا تھا۔ جب چاہتا تھا بلا عذر چھوڑ دیتا تھا کینہ حسد بغض بہت بڑھا ہوا تھا۔ بت پرستی سے کوئی گھر خالی نہ تھا۔ اور مکہ گویا ایک بت پرستی کا تیرتھ بنا ہوا تھا۔ اور جتنے ان لوگوں کے چلن تھے سب وحشیانہ تھے۔ اور لوٹ اور مار میں یگانہ تھے۔ قتل اور غارت میں درندوں سے بڑھ کر تھے۔ اور عیاشی اور غفلت کا کوئی حساب نہ تھا۔ اور ہر ایک حرام کو حلال سمجھ رکھا تھا۔ غرض جس وقت عرب کی یہ حالت تھی جو اوپر مذکور ہوئی تب حضرت محمد صاحب عرب کے ایک مشہور اور معروف قبیلہ قریش کی شاخ بنی ہاشم میں پیدا ہوئے۔ اور چونکہ آپ کے والدین بچپن میں ہی فوت ہو چکے تھے اس لئے آپ کو اس قدر تعلیم پانے کا بھی موقعہ نہ ملا کہ وہ ماں باپ کے زیر سایہ

اپنی مادری زبان کو سیکھ سکتے۔ بلکہ پیدا ہوتے ہی دُودھ پلانے کے لئے ایک دیہاتی اور گنوار دایہ کے سپُرد کئے گئے۔ اور دن رات ایک گنواری زبان سے اُن کو واسطہ پڑا۔ شاید اس میں یہی حکمتِ خدا تھی کہ جو شخص جوان ہو کر کلام کا معجزانہ نمونہ پیش کرنے والا تھا۔ وہ بچپن میں یوں گنواروں اور چرواہوں میں پلے تا خدا کی قدرت کا نمونہ ظاہر ہو۔ خدا نے جو اُن پر پیدا ہوتے ہی یہ مصیبتیں ڈالیں تو شاید اس میں یہ حکمت تھی کہ تا اُن کے مزاج میں اعلیٰ درجہ کا حلم اور صبر اور رحم پیدا ہو جائے۔ اور تا وہ ہمدردی بُردباری اور غمخواری سے اپنے ہموطنوں کو چاہ گمراہی سے باہر نکالیں۔ آپ نے پینتیس ۳۵ برس کی عمر میں ہمدردی نوع انسان کا یہ نمونہ دکھایا کہ زید بن حارث کسی لڑائی میں پکڑا گیا تھا۔ اور وہ غلام بنا کر خدیجہؓ کے بھتیجے کے ہاتھ فروخت کر دیا گیا تھا۔ اور خدیجہ کے بھتیجے نے اس غلام کو اپنی پھوپھی کی نذر کیا۔ تب آپ نے اس غلام کو خدیجہؓ سے مانگ کر آزاد کر دیا۔ اور آپ کا دل اپنے ملک کو تاریکی اور جہالت میں ڈوبا ہوا دیکھ کر بہت دردمند رہتا تھا اور عورتوں کے حال زار اور معصوم لڑکیوں کو زندہ درگور ہوتے ہی دیکھ کر جگر پاش پاش ہوتا تھا۔ فی الواقع آنحضرتؐ کی ذات سے جو جو فیض دُنیا کو پہونچے اُن کیلئے نہ صرف عرب بلکہ تمام دنیا کو اُن کا شکر گذار ہونا مناسب ہے۔ کون کونسی تکلیفیں ہیں جو اس بزرگ نے نسل انسان کے لئے اپنے اوپر برداشت نہیں کیں۔ اور کیا کیا مصیبتیں ہیں جو اُن کو اس راہ میں اٹھانی نہیں پڑیں۔ عرب جیسے ایک وحشی اور کندۂ ناتراش ملک کو توحید کی راہ دکھانا اور ان بدیوں سے روکنا جو عادت میں داخل ہو گئی تھیں کچھ سہل کام نہ تھا۔ تنگ دل اور متعصّب لوگ ایسے بزرگ کی نسبت کچھ ہی کہیں۔ لیکن جو لوگ انصاف پسند اور کشادہ دل ہیں وہ کبھی محمدؐ صاحب کی ان بے بہا خدمات کو جو وہ نسل انسان کے لئے بجا لائے بھلا کر احسان فراموش نہیں ہو سکتے۔ وہ اپنی فضیلت کا ایسا جھنڈا کھڑا کر گئے ہیں جس کے نیچے اب تیرہ ۱۳ چودہ کروڑ دنیا کے آدمی پناہ گزیں ہیں۔ اور ان کے نام پر جان دینے کے لئے مستعد کھڑے ہیں۔ قریش نے ایک مرتبہ یہ سوچا کہ محمدؐ صاحب کو کوئی زبردست دنیاوی لالچ دے کر اس کام سے باز رکھیں۔ چنانچہ پہلے ان کے وکیل نے آپ کے پاس آ کر بہت سے مال اور دولت کے طمع دئیے۔ مگر آپ نے کچھ توجہ نہ کی۔ اور پھر یہ بھی کہا کہ ہم آپ کو اپنا سردار اور پیشوا مقرر کر لیتے ہیں۔ اور آخر کو جب

یہ بھی نہ مانا گیا۔ تو یہ کہا کہ ہم آپ کو اپنا بادشاہ قبول کرتے ہیں۔ مگر آپ نے اس کے جواب میں قرآن شریف کی چند آیتیں سنائیں جو خدا کی توحید پر مشتمل تھیں۔ آخر قریش کا قاصد ناکام واپس آیا۔

اور جب قریش اپنے اس حیلہ میں کامیاب نہ ہوئے۔ تو انہوں نے مسلمانوں کو بے انتہا اذیتیں اور تکلیفیں پہونچانی شروع کیں۔ عزیزوں کا لہو سفید ہو گیا۔ سگا چچا ابولہب دشمن جانی بن گیا۔ سگی چچی کا یہ حال تھا کہ وہ بہت سے کانٹے گوکھرو سمیٹ لیتی۔ اور جن جن راہوں سے آپ گذرتے وہاں وہ گوکھرو اور کانٹے بکھیر دیتی۔ اور آپ کے پاؤں زخمی ہو جاتے۔ تب آپ بیٹھ جاتے۔ اپنے پاؤں سے بھی کانٹے نکالتے۔ اور راستہ میں سے بھی دُور کرتے۔ تا دوسرے چلنے والے بھی اس اذیت سے بچیں۔ آپ جب وعظ کہنے کے لئے کھڑے ہوتے۔ اور قرآن مجید پڑھتے تو لوگ غل مچاتے تا کوئی شخص اُن کی بات کو نہ سُن سکے۔ آپ کو کہیں کھڑا نہ ہونے دیتے۔ اور جب آپ تنگ آکر چلے جاتے تو اُن پر پتھر اور ڈھیلے پھینکے جاتے۔ یہانتک کہ آپ کے ٹخنے اور پنڈلیاں زخمی ہو جاتیں۔

ایک دفعہ چند دشمنوں نے آپ کو تنہا پا کر پکڑ لیا۔ اور آپ کے گلے میں پٹکا ڈال کر اُسے مروڑنا شروع کیا۔ قریب تھا کہ آپ کی جان نکل جائے کہ اتفاق سے ابوبکرؓ آنکلے اور انہوں نے مشکل سے چھوڑایا۔ اس پر ابوبکرؓ کو اس قدر مارا پیٹا کہ وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔

حضرتؐ کے اوپر جو ظلم ہوتا تھا اسے جس طرح بن پڑتا تھا وہ برداشت کرتے تھے۔ مگر اپنے رفیقوں کی مصیبت دیکھ کر ان کا دل ہاتھ سے نکل جاتا تھا اور بیتاب ہو جاتا تھا۔ ان غریب مومنوں پر ظلم وستم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ لوگ ان غریبوں کو پکڑ کر جنگل میں لے جاتے۔ اور برہنہ کر کے جلتی تپتی ریت میں لٹا دیتے۔ اور ان کی چھاتیوں پر پتھر کی سلیں رکھ دیتے۔ وہ گرمی کی آگ سے تڑپتے۔ مارے بوجھ کے زبان باہر نکل پڑتی۔ بہتیروں کی جانیں اس عذاب سے نکل گئیں۔ انہیں مظلوموں میں سے ایک شخص عمارؓ تھا۔ جسے اس حوصلہ اور صبر کی وجہ سے جو اس نے ظلموں کی برداشت میں ظاہر کیا حضرت عمار کہنا چاہیئے۔ ان کی مشکیں باندھ کر اُسی پتھریلی تپتی زمین پر لٹاتے تھے۔ اور اُن کی چھاتی پر

بھاری پتھر رکھ دیتے تھے۔ اور حکم دیتے تھے کہ محمدؐ کو گالیاں دو۔ اور یہی حال ان کے بڈھے باپ کا کیا گیا۔ اُن کی مظلوم بی بی سے جس کا نام سمیہ تھا یہ ظلم نہ دیکھا گیا۔ اور وہ عاجزانہ فریاد زبان پر لائی۔ اس پر وہ بے گناہ ایماندار عورت جس کی آنکھوں کے روبرو اُس کے شوہر اور جوان بیٹے پر ظلم کیا جاتا تھا برہنہ کی گئی۔ اور اسے سخت بے حیائی سے ایسی تکلیف دی گئی جس کا بیان کرنا بھی داخل شرم ہے۔ آخر اس عذاب شدید میں تڑپ تڑپ کر اس ایماندار بی بی کی جان نکل گئی* ۔ (دیکھو صفحہ ۲۵ سوانحمری حضرت محمدؐ صاحب)

ان ایمانداروں پر عذاب کا ایک باقاعدہ سلسلہ قایم کیا گیا۔ اور عجیب مصیبت میں ان بیچاروں کی جان پھنس گئی۔ محمدؐ صاحب اپنی آنکھوں سے ان بیچاروں پر یہ ظلم ہوتا دیکھ کر ان کا جگر مظلوموں کی ہمدردی میں پاش پاش ہوتا تھا۔ مگر کچھ نہ کر سکتے تھے۔

مومنوں کی یہ حالت دردناک دیکھ کر آپ نے انہیں یہ صلاح دی کہ تم نے راہ خدا میں قدم رکھا ہے تم ان تکلیفوں سے نہ گھبراؤ۔ اور اللہ کا نام لے کر ابی سینیا کی طرف ہجرت کر جاؤ۔ چنانچہ اُن کے کہنے کے بموجب چند قبیلوں کے لوگ جو اپنی جان سے بھی تنگ تھے مع اپنے عیال و اطفال کے اپنا گھر بار چھوڑ کر ابی سینیا کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور ان کے بعد اور بہت سے لوگوں نے ترک وطن اختیار کیا۔ جلاوطنی جس کو مسلمانوں نے ہجرت کے نام سے موسوم کیا ہے۔ پانچویں سال نبوت میں وقوع میں آئی۔

جب قریش کو یہ خبر پہونچی کہ مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ تو انھوں نے

---

* حاشیہ: جو ظالم طبع لوگ مسلمانوں پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے لڑائیوں میں کافروں کی عورتوں کو لونڈیاں بنایا تھا۔ وہ اس تھوڑے سے قصہ پر ہی غور کریں جو ایک منصف مزاج برہمو نے اپنی کتاب مسمّی سوانحمری حضرت محمدؐ میں لکھا ہے۔ یہ قصّہ اس کتاب کے صفحہ ۲۵ پر درج ہے۔ جو اس جگہ مصنف کی عبارت میں بجنسہٖ نقل کر دیا ہے۔ اور اس قصہ پر کیا موقوف ہے۔ جو شخص اسلامی تاریخ پڑھیگا اس کو معلوم ہوگا کہ صدہا قصے اسی طرح کی بے رحمی کے ہیں۔ علاوہ اس سختی کے جو مردوں سے کی گئی پاکدامن عورتوں کے ذلیل کرنے اور بے عزت کرنے میں کوئی کسر نہ رکھی۔ پس چونکہ خدا کا نام غیور بھی ہے لہٰذا اس نے تیرہ برس تک صبر کر کے خبیث کافروں کو اُن کے خبث کا مزہ چکھایا۔ ظالم طبع لوگوں کا کام ہے کہ وہ ایک طرفہ قصّہ سنا کر ایک اعتراض بنا لیتے ہیں۔ لیکن اگر انصاف کے پابند ہوتے تو ان کو یہ بھی دیکھنا چاہیئے تھا کہ مسلمانوں پر کیا کیا ظلم کیا گیا ہے"۔ (از حضرت مسیح موعودؑ)

وہاں تک تعاقب کیا۔ اور نجاشی شاہ ابے سینیا کی خدمت میں پہونچے۔ اور بعض کی نسبت یہ بیان کیا کہ وہ ہمارے بھاگے ہوئے غلام ہیں۔ اور ہمیں ان کی گرفتاری کا حق حاصل ہے۔

شاہ حبشہ نے ان جلاوطنوں کو اپنے روبرو طلب کیا۔ اور ان کے دشمنوں نے جو کچھ بیان کیا تھا وہ پیش کیا۔ تب جعفرؓ ابن ابی طالب جو حضرت علیؓ کے حقیقی بھائی تھے بادشاہ کی خدمت میں آگے بڑھے۔ اور سب کی طرف سے اپنا حال یوں بیان کیا:

اے بادشاہ! ہمارا یہ حال ہے کہ ہم جہالت اور گمراہی کے گڑھے میں گرے ہوئے تھے۔ ہم بتوں کو پوجا کرتے تھے۔ گندی فحش باتیں بکتے تھے۔ مردار کھایا کرتے تھے۔ ہم میں کوئی انسانیت کی خوبی نہ تھی۔ خداوند تعالیٰ نے جس کا فضل تمام جہان پر چھایا ہوا ہے محمدؐ کو (اس پر اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو) ہمارے لئے رسول کر کے بھیجا۔ اس کی شرافت نسب اور راست گفتاری صفا باطنی۔ اور دیانت داری سے ہم خوب آگاہ ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی ظاہر فرمائی۔ اور وہ اللہ کا پیغام لے کر ہمارے پاس آیا کہ صرف ایک خدا پر ایمان رکھو۔ اس کی ذات اور صفات میں اور کسی کو شریک مت کرو۔ اور بتوں کی پرستش مت کرو راست گفتاری اپنا شعار ٹھہراؤ۔ امانت میں کبھی خیانت نہ کرو۔ اپنے تمام ابنائے جنس سے

حاشیہ٭: یاد رہے کہ یہ عبارتیں ہم رسالہ مسمی بہ سوانح عمری حضرت محمدؐ صاحب سے نقل کر رہے ہیں۔ جو ایک منصف مزاج برہمو نے (جو پرچارک براہم دھرم ہیں) لکھ کر شائع کیا ہے۔ یہ رسالہ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور میں چھپا ہے جس کا جی چاہے منگوا کر دیکھ لے۔ اس سے ایک بے تعصب آدمی سمجھ سکتا ہے جو اُس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جنگ اور اُس کے دوسرے لوازم غلام اور لونڈیاں بنانا ظہور میں آئے۔ ان تمام امور میں پہلے کفار کی طرف سے سبقت تھی۔ اور جب ان کی شرارت اور ظلم انتہا تک پہونچ گیا۔ تب خدا نے جو صرف حلیم نہیں بلکہ اپنے خاص بندوں کے لئے غیرت بھی رکھتا ہے ظالموں کو پکڑا۔ کیا بدزبان مخالفوں کی یہ بدذاتی اور خباثت نہیں کہ کافروں کو جو تکلیف دی گئی وہ تو پُر زور لفظوں سے بیان کی جاتی ہے۔ اور جو کافروں نے ظلم اور شرارت میں سبقت کی۔ اور درندوں کی طرح بے گناہ مومنوں کو دُکھ دیا۔ اُس کا نام بھی نہیں لیا جاتا۔ اگر یہ بے ایمانی نہیں تو اور کیا ہے۔ (از حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

ہمدردی رکھو۔ پڑوسیوں کے حقوق کی نگہداشت کرو۔ یتیموں کا مال نہ کھاؤ۔ پاکیزگی اور پرہیزگاری کی زندگی اختیار کرو خدا کی عبادت کرو۔ اس کی یاد میں کھانا تک بھول جاؤ۔ راہ خدا میں غریبوں کی مدد کیلئے خیرات کرو۔

اے بادشاہ! صرف اس ایمان لانے پر ہمیں وہ ایذائیں دی گئی ہیں۔ کہ ہمیں جلاوطن ہونا اور راہ غربت اختیار کرنا پڑا ہے۔ ہمیں اپنے دیس میں کہیں پناہ نہ ملی تیرے انصاف اور رحم سے ہمیں امید ہے کہ تو ہم غریبوں پر ظلم نہ ہونے دے گا۔

جعفر نے اس رقت بھرے دل سے اس تقریر کو ادا کیا کہ نجاشی پر اس کا بہت اثر ہوا۔ اور اس کا دل اس رسول عربی کی کچھ تعلیم سننے کا آرزومند ہوا۔ اس نے جعفر کو کہا کہ جو کلام تمہارے نبی پر اترا ہے اس میں سے بھی کچھ پڑھ کر سناؤ۔ تب جعفر نے سورۃ مریم کی چند ابتدائی آیتیں جو ولادت مسیحؑ کے باب میں تھیں پڑھ کر سنائیں٭۔

ان آیتوں کو سن کر نیک دل شاہ حبش کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور دل سوزاں۔ وہ بول اُٹھا کہ یہ اُسی نور کی شعاعیں ہیں۔ جس کا جلوہ موسیٰؑ پر ہوا تھا۔ یہ

٭حاشیہ: میں نے یہ بھی ایک روایت میں دیکھا ہے کہ کفار قریش نے شاہ حبشہ کو افروختہ کرنے کے لئے یہ بھی اس کے آگے کہہ دیا تھا کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰؑ کو گالیاں دیتے اور توہین کرتے ہیں۔ اور اُن کا وہ درجہ نہیں مانتے جو آپ کے نزدیک مسلم ہے۔ مگر نجاشی نے جس کو حق کی خوشبو آرہی تھی ان لوگوں کی شکایت کی طرف کچھ توجہ نہ کی مجھے تعجب ہے کہ وہی شکایتیں جو کفار قریش نے حضرت مسیحؑ کا نام لے کر مسلمان گرفتار کرانے کے لئے نجاشی کے سامنے کی تھیں۔ بعینہ وہ تہمتیں اس وقت کے مخالف مسلمان ہم پر کر رہے ہیں اگر ہم نے یہ کہا کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو گئے ہیں تو اس میں ہمارا کیا گناہ ہے۔ ہمارے وجود سے صدہا برس پہلے خدا تعالیٰ ان کی موت قرآن شریف میں ظاہر کر چکا ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات میں اُن کو فوت شدہ نبیوں میں دیکھ چکے ہیں۔ عجیب تر تو یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب اُن کی موت کے قائل بھی ہو چکے ہیں۔ اور کتاب تاریخ طبری کے صفحہ ۷۳۹ میں ایک بزرگ کی روایت سے حضرت عیسیٰؑ کی قبر کا بھی حوالہ دیا ہے جو ایک جگہ دیکھی گئی یعنی ایک قبر پر پتھر پایا جس پر یہ لکھا ہوا تھا کہ یہ عیسیٰ کی قبر ہے۔ یہ قصہ ابن جریر نے اپنی کتاب میں لکھا ہے جو نہایت معتبر اور آئمہ حدیث میں سے ہے مگر افسوس کہ پھر بھی متعصب لوگ حق کو قبول نہیں کرتے۔" (از حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

کہہ کر اس نے مظلوم مسلمانوں کو دشمنوں کے سپرد کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ بار بار جعفر سے پوچھتا تھا کہ تم مسیح کی نسبت کیا عقیدہ رکھتے ہو جعفر کہتے کہ وہ ایک برگزیدہ بندۂ خدا تھا۔ جسے اللہ نے اپنا نبی اور رسول بنا کر بنی اسرائیل کے لئے بھیجا تھا۔

ان تمام تقریروں اور مباحثہ کے بعد نجاشی صداقت کا قایل ہو گیا تھا۔ اور کہا کہ اگر مہمات شاہی مہلت دیتیں تو میں خود عرب کو جاتا۔ اور اس شاہ عرب کا چاکر بنتا۔

اس طرف ابو طالب کے مرنے کے بعد قریش نے آپ کو بہت دُکھ دینا شرع کیا تب آپ نے یہ ٹھانی کہ آؤ اس شہر سے طایف کو چلیں۔ اور وہاں کے لوگوں کو وعظ و نصیحت کریں۔ چنانچہ آپ زید بن حارث کو اپنے ساتھ لے کر طایف کو چلے۔ تقدیر کی بات ہے وہاں کے لوگ آپ کی وعظ سے ایسے برافروختہ ہوئے کہ انہوں نے آپ کو وہاں ٹھہرنے تک کی اجازت نہ دی۔ اور پتھر روڑے اور اینٹیں مار مار کر اور لڑکے پیچھے لگا کر اُسی وقت شہر سے نکال دیا۔ آپ کے پانوں ٹخنے پنڈلیاں پتھروں سے زخمی ہو گئیں۔ پنڈلیوں کا خون پونچھتے جاتے تھے۔ اور آب دیدہ ہو کر اپنے خدا کی درگاہ میں نہایت عاجزی سے دعا کرنے لگے۔

کہ اے خداوندا میں اپنے ضعف و ناتوانی اور مصیبت اور پریشانی کا حال تیرے سوا کس سے کہوں۔ مجھ میں صبر کی طاقت اب تھوڑی رہ گئی ہے۔ مجھے اپنی مشکل حل کرنے کی کوئی تدبیر نظر نہیں آتی۔ میں سب لوگوں میں ذلیل اور رسوا ہو گیا ہوں تیرا نام ارحم الراحمین ہے تو رحم فرما!!

غرض آنحضرتؐ وہاں سے ناکام آئے۔ اس وقت قریش نے طیش میں آکر مکہ کے دارالندوہ میں جو ان کا کمیٹی گھر تھا ایک جلسہ کیا جس میں قریش مکہ اور آس پاس کے قبیلوں کے کل سردار جمع ہوئے۔ اتنا جم غفیر اس سے پہلے اس مطلب کے لئے مکہ میں کبھی جمع نہیں ہوا تھا۔ اب ہر ایک شخص اپنی اپنی رائے ظاہر کرتا تھا۔ کوئی کہتا تھا کہ محمدؐ صاحب کو عمر بھر کے لئے قید کرنا چاہئے۔ کوئی کہتا تھا کہ اسے جلاوطن کرنا چاہئے۔ مگر فیصلہ اس پر ہوا کہ انہیں قتل کر کے ملک کو مصیبتوں سے نجات دینی چاہئے۔ اور ابوجہل نے یہ تجویز پیش کی کہ بہت سے آدمی مل کر ایک ہی دفعہ محمدؐ صاحب کے سینہ میں خنجر ماریں تاکہ قتل کا الزام کسی شخص پر نہ آنے پائے۔ یہ تجویز سب نے پسند کی۔ اور قریش رات ہوتے

ہی محمدؐ صاحب کے گھر کے آگے ڈٹ گئے - کہ جس وقت وہ دروازہ سے نکلیں یہیں اُن کا ڈھیر کر دیا جائے - مگر کسی جان نثار خادم نے آپ کو وقت پر خبر کر دی - آپ پچھلی طرف سے کُود کر ابو بکرؓ کے ہاں چلے گئے - اور وہاں سے دونوں راتوں رات بھاگ کر ایک غار میں پناہ گزیں ہوئے ؛

علی الصبح جب قریش نے دیکھا کہ محمدؐ صاحب بھاگ گئے* اور وہ اپنے ارادہ

* حاشیہ: یاد رہے کہ پانچ موقعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہایت نازک پیش آئے تھے جن میں بچنا حالات سے معلوم ہوتا تھا - اگر آں جناب درحقیقت خدا کے سچے رسول نہ ہوتے تو ضرور ہلاک کئے جاتے - ایک تو وہ موقعہ تھا جب کفار قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کیا - اور قسمیں کھا لی تھیں کہ آج ہم ضرور قتل کریں گے (۲) دوسرا وہ موقعہ تھا جب کہ کافر لوگ اس غار پر معہ ایک گروہ کثیر کے پہنچ گئے تھے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع حضرت ابو بکرؓ کے چھپے ہوئے تھے - (۳) تیسرا وہ نازک موقعہ تھا - جبکہ اُحد کی لڑائی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے رہ گئے تھے - اور کافروں نے آپ کے گرد محاصرہ کر لیا تھا - اور آپ پر بہت سی تلواریں چلائیں مگر کوئی کارگر نہ ہوئی یہ ایک معجزہ تھا (۴) چوتھا وہ موقعہ تھا جبکہ ایک یہودیہ نے آنجنابؐ کو گوشت میں زہر دے دی تھی - اور وہ زہر بہت تیز اور مہلک تھی - اور بہت وزن اس کا دیا گیا تھا (۵) پانچواں وہ نہایت خطرناک موقعہ تھا جبکہ خسرو پرویز شاہ فارس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لئے مصمم ارادہ کیا تھا - اور گرفتار کرنے کے لئے اپنے سپاہی روانہ کئے تھے ؛ پس صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان تمام پُرخطر موقعوں سے نجات پانا - اور ان تمام دشمنوں پر آخرکار غالب ہو جانا ایک بڑی زبردست دلیل اس بات پر ہے کہ درحقیقت آپ صادق تھے - اور خدا آپ کے ساتھ تھا - اور یہ قول برہمو صاحب کا کہ جب گھر کا قتل کے لئے محاصرہ کیا گیا تو کسی جان نثار خادم نے آپ کو اطلاع دیدی تھی یہ قول صحیح نہیں ہے - بلکہ وہ خدا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا تھا - اُس نے خود اطلاع دی تھی چونکہ برہمو مذہب اس معرفت کی منزل تک نہیں پہونچا کہ خدا کے نبیوں کو خدا کی طرف سے وحی ہوا کرتی ہے لہذا انہوں نے ایسا ہی لکھ دیا - (از حضرت مسیح موعود)

+ حاشیہ در حاشیہ "یہ عجیب بات ہے کہ میرے لئے بھی پانچ موقعے ایسے پیش آئے تھے جن میں عزت اور جان نہایت خطرہ میں پڑ گئی تھی - اوّل وہ موقعہ جبکہ میرے پر ڈاکٹر مارٹن کلارک نے خون کا مقدمہ کیا تھا (۲) دوسرے وہ موقعہ جبکہ پولیس نے ایک فوجداری مقدمہ مسٹر ڈوئی صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور کی کچہری میں میرے پر چلایا تھا (۳) تیسرے وہ فوجداری مقدمہ جو ایک شخص کرم دین

میں ناکام رہے تو مارے غصّہ کے دیوانہ ہوگئے۔ اور ہر طرف اُن کی تلاش کرنے لگے۔ انہوں نے یہ اشتہار دے دیا کہ جو شخص محمد صاحب کا سر کاٹ کر لائیگا۔ اُس کو سَو اونٹ انعام دیا جائیگا۔ چاروں طرف سے اُن کی جان کے پیاسے تلاش میں پھرتے تھے۔ ایک دفعہ دشمن اس غار کے مُنہ تک بھی پہنچ گئے۔ ابو بکرؓ کا دل لوگوں کی پاؤں کی آہٹ سے بہت گھبرایا۔ انہوں نے کہا کہ ہم صرف دو آدمی ہیں۔ اب ضرور مارے جائیں گے۔ مگر محمد صاحب نے اُن کو تسلّی دی اور کہا ہم دو نہیں ہیں بلکہ تین ہیں۔ اور تیسرا ہمارے ساتھ وہ ہے جو سب سے زیادہ زور آور اور صاحب طاقت ہے۔ حقیقت میں وہ تیسرا ان کے ساتھ تھا*۔" (ایضاً صفحہ ۲۴۵-۲۵۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی پاک زندگی

"پھر مضمون پڑھنے والے نے یہ اعتراض پیش کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پوتّر نہیں تھی یعنی پاک نہیں تھی۔ اور حیلہ اور مکر اور فریب سے عار نہ تھی۔ اور حیوانی خواہشات کی طرف بہت مایل تھے...... مذکورہ بالا اعتراض کا جواب یہ ہے کہ پوتّر یعنے پاک ہونا یہ ایک پوشیدہ امر ہے۔ اور بجز خدا کی گواہی کے کسی کی نسبت ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ پاک ہے۔ کیونکہ کسی انسان

---

* حاشیہ:۔ "یہ خوب سوچ لینا چاہیئے کہ کس قدر ظالم طبع کافروں کی شرارت بڑھ گئی تھی۔ اور کیسے وہ ایک معصوم بے گناہ کے خون کے پیاسے ہو گئے تھے۔ یہ واقعہ برہمو صاحب کی کتاب سوانح عمری کے صفحہ ۵۷ میں لکھا ہے جس کو ہم نے اس جگہ انہیں کی کتاب کی عبارت میں نقل کر دیا ہے۔ اور یہ تحریر صرف انہیں کی ہاتھ سے نہیں نکلی بلکہ اُن سے پہلے بہت سے فاضل انگریزوں نے جو پادری تھے ان تمام حالات کو بتفصیل بیان کیا ہے کہ کیسی تیرہ برس تک اہل اسلام کے مردوں اور عورتوں نے کافروں کے ہاتھ سے تکلیفیں اٹھائیں اور بہت سے لوگ بھیڑوں بکریوں کی طرح ذبح کئے گئے۔ افسوس کہ اس زمانہ کے ظالم طبع دشمن اسلام ان واقعات کو چھپانا چاہتے ہیں۔" (از حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام)

بقیہ حاشیہ در حاشیہ: نام نے بمقام جہلم میرے پر کیا تھا (۴) چوتھے وہ فوجداری مقدمہ جو اسی کرم الدین نے گورداسپور میں میرے پر کیا تھا (۵) پانچویں جب لیکھرام کے مارے جانے کے وقت میرے گھر کی تلاشی کی گئی۔ اور دشمنوں نے ناخنوں تک زور لگایا تھا تا میں قاتل قرار دیا جاؤں۔ مگر وہ تمام مقدمات میں نامراد رہے۔" (از حضرت مسیح موعو

کے اندرونی حالات کا بجز خدا کے کسی شخص کو علم نہیں۔ وہ خدا کا ہی علم ہے جو پاک اور پلید میں فرق کر کے دکھلاتا ہے۔ بہت لوگ ایسے دیکھے گئے ہیں کہ بڑی بڑی لمبی مالا اُن کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اور سر سے پاؤں تک بھگوے کپڑے ہوتے ہیں۔ اور کسی تالاب پر آنکھیں بند کر کے بیٹھے رہتے ہیں۔ مگر اوّل درجہ کے بدمعاش اور خبیث اور چنڈال ہوتے ہیں۔ لیکن خدا کے نبیوں کی زندگی سادہ ہوتی ہے۔ وہ اس نیّت سے کوئی کام نہیں کرتے کہ ان کو بزرگ سمجھا جائے۔ وہ خاص طور پر کوئی رنگ دار کپڑا نہیں پہنتے۔ کوئی مالا اپنے ہاتھ میں نہیں رکھتے۔ اور کوئی ایسی خاص وضع نہیں بناتے جس سے یہ مقصود ہو کہ لوگ اُن کو بزرگ سمجھیں۔ اور نہ انکو اس بات کی کچھ پرواہ ہوتی ہے کہ لوگ ان کو خدا رسیدہ خیال کریں۔ اور نہ ان کو اس بات کی کچھ پروا ہوتی ہے کہ لوگ ان کو خدا رسیدہ خیال کریں۔ بلکہ وہ دنیا کے لوگوں کو ایک مرے ہوئے کیڑے کی طرح بھی تصوّر نہیں کرتے خدا کی محبت ان کے دلوں پر ایسا کام کرتی ہے کہ اُن کے دل خدا کی عظمت قبول کرنے کے بعد کسی کی پروا نہیں رکھتے۔ سب پر رحم کرتے ہیں مگر اس طور پر کسی کی عظمت نہیں مانتے کہ بعد خدا کے وہ بھی کچھ چیز ہے۔ اور وہ نہیں چاہتے کہ اپنے تئیں لوگوں پر ظاہر کریں۔ اور اپنی اندرونی پاکیزگی لوگوں کو دکھاویں۔ بلکہ وہ انگشت نما ہونے سے کراہت کرتے ہیں۔ اُن کی فطرت ہی ایسی واقع ہوتی ہے کہ وہ شہرت سے ہزار کوس دور بھاگتے ہیں۔ اور گمنام رہنا چاہتے ہیں۔ مگر وہ خدا جو ان کے دلوں کو دیکھتا ہے اور اُن کو اس کام کے لائق سمجھتا ہے کہ وہ اپنے گوشوں اور حجروں سے باہر نکلیں۔ اور خدا کے بندوں کو سیدھی راہ کی دعوت کریں۔ وہ جبراً ان کو خلوت سے جلوت کی طرف لے آتا ہے۔ اور زمین پر قائم مقام بنا کر اُن کے ذریعہ سے دلوں کو سچائی کی طرف کھینچتا ہے۔ اور ان کے لئے بڑے بڑے نشان دکھاتا ہے۔ اور دنیا پر اُن کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے اُن کی تائید میں وہ قدرت کے نمونے ظاہر کرتا ہے کہ آخر ہر ایک عقلمند کو ماننا پڑتا ہے۔ کہ وہ خدا کی طرف سے ہیں۔ اور چونکہ وہ زمین پر خدا کے قائم مقام ہوتے ہیں اس لئے ہر ایک مناسب وقت پر خدا کی صفات اُن سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اور کوئی امر اُن سے ایسا ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ خدا کی صفات کے برخلاف ہو۔ بے شک یہ سچ بات ہے کہ جیسا کہ خدا حلیم و کریم ہے ایسا ہی

حلم و کرم اُن سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ خدا قہار اور منتقم ہے۔ ایسا ہی جس وقت زمین پاپ اور گناہ سے بھر جاتی ہے تو خدا اُن کے ذریعہ سے بھی زمین والوں کو سزا دیتا ہے۔ اور ہر ایک نرمی اور سختی جو خدا خود بخود کرتا رہتا ہے ان کے ذریعہ سے بھی کرتا ہے۔ کیونکہ وُہ زمین پر خدا کے جانشین کی طرح ہوتے ہیں۔ پس اگر ایسے کاموں سے خدا پر اعتراض نہیں ہو سکتا تو اِسی طرح ان پر بھی کچھ اعتراض نہیں ہو سکتا*

غرض خدا کے نبیوں اور رسولوں کی نسبت کسی کو جائز نہیں اور نہ کسی کا حق ہے کہ وہ محض اپنی محدود عقل کی رو سے فیصلہ کرے کہ وہ پاک ہیں یا پلید ہیں۔ بلکہ جس کے قرب اور تعلق کے وہ مدعی ہیں اور جس کے فرستادہ وہ اپنے تئیں خیال کرتے ہیں اسی کا یہ حق ہے کہ اگر وُہ درحقیقت اسی کی طرف سے ہیں تو اپنی خاص تائیدوں اور خاص فضلوں اور خاص نصرتوں سے دُنیا پر ظاہر کر دے کہ وُہ اُس کے برگزیدہ بندے ہیں۔ اور جب خدا کی زبردست نصرتوں اور فوق العادت نشانوں سے اُن کا برگزیدہ ہونا ثابت ہو جائے۔ تو پھر سراسر خباثت اور بے ایمانی اور کمینگی ہوگی کہ ادنیٰ ادنیٰ نکتہ چینیوں سے اُن کی عزت اور مرتبہ پر حملہ کیا جائے۔ کمینہ آدمی جیسا کہ اپنے اندر کمینگی رکھتا ہے۔ ایسا ہی اس کے اعتراض بھی کمینگی پر مبنی ہوتے ہیں۔ اس کو خبر نہیں ہوتی کہ کس حالت اور کن تعلقات کے ساتھ کوئی شخص خدا کا برگزیدہ بن جاتا ہے۔ کمینہ طبع آدمی کے ہاتھ میں صرف بدظنّی کے طور پر چند اعتراض ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ فلاں شخص کیوں کر خدا کا نبی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھتا ہے**۔ مگر وہ نادان نہیں جانتا کہ اس میں کیا حرج ہو بلکہ کثرت ازدواج کثرت اولاد کا موجب ہے۔ جو ایک برکت ہے۔ اگر ایک عورت کا سو خاوند ہو تو اسکو

---

*حاشیہ۔ خدا تعالیٰ اپنے خاص اور پیارے لوگوں کو اجنبی لوگوں کی آنکھ سے پوشیدہ رکھنے کے لئے بعض حالات اُن کے اس طور سے ظاہر کرتا ہے کہ وہ ایک متعصب نادان کی نظر میں قابل اعتراض ہوتے ہیں تا غیر ان سے دور رہے۔ منہ

** جیسا کہ عرب کے کفار کا ایک یہ اعتراض خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں لکھا ہو کہ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ۔ یعنی یہ تو کھانا کھاتا ہے۔ اور بازاروں میں پھرتا ہے۔ اُن کے نزدیک روٹی کھانا یا عمدہ کھانا استعمال کرنا شان نبوت کے برخلاف تھا۔ اور نیز یہ اعتراض تھا کہ نبی گوشہ گزیں ہونا چاہئے نہ یہ کہ بازاروں میں بھی پھرے۔ منہ

لڑکا پیدا نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر سو عورت کا ایک خاوند ہو تو سو لڑکا پیدا ہونا کچھ بعید نہیں ہے۔
پس جس طریق سے انسان کی نسل پھیلتی ہے۔ اور خدا کے بندوں کی تعداد بڑھتی ہے۔ اس طریق
کو کیوں بُرا کہا جاوے۔ اگر کہو یہ اعتدال کے برخلاف ہے تو یہ خیال باطل ہے۔ کیونکہ جب کہ
خدا نے ایک کو مرد بنایا۔ اور زیادہ بچہ پیدا کرانے کا اس میں مادہ رکھا۔ اور عورت کی نسبت اس
کو بہت زبردست قوتیں دیں۔ تو اس صورت میں اعتدال کو تو خدا نے اپنے ہاتھ سے توڑ دیا جن کو
خدا نے برابر نہیں کیا وہ کیوں کر برابر ہو جائیں۔ اُن کو برابر سمجھنا صریح حماقت ہے۔ ماسوا اس
کے ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ تعدد ازدواج میں کسی عورت پر ظلم نہیں۔ مثلاً اگر کسی شخص کی پہلی
بیوی موجود ہے تو اب دوسری عورت جو اُس سے شادی کرنا چاہتی ہے وہ کیوں ایسے شخص
سے شادی کرتی ہے جو پہلے بھی ایک بیوی رکھتا ہے۔ ظاہر ہو کہ وہ تبھی شادی کرے گی جب
تعدد ازدواج پر راضی ہو جائے گی۔ پھر جب میاں بیوی راضی ہو گئے تو پھر دوسرے کو
اعتراض کا حق نہیں پہونچتا۔ جب حق دار نے اپنا حق چھوڑ دیا تو پھر دوسرے کا اعتراض محض جھک
مارنا ہے۔ اور اگر پہلی بیوی ہے تو وہ خوب جانتی ہے کہ اسلام میں دوسری بیوی کر سکتے ہیں تو وہ
کیوں نکاح کے وقت یہ شرط نہیں کرا لیتی کہ اس کا خاوند دوسری بیوی نہ کرے۔ اس صورت میں
وہ بھی اپنی خاموشی سے اپنا حق چھوڑتی ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ کثرت ازدواج خدا کے تعلق
کی کچھ حارج نہیں۔ اگر کسی کی دس ہزار بیوی بھی ہو تو اگر اُس کا خدا سے پاک اور مستحکم تعلق ہے
تو دس ہزار بیوی سے اُس کا کچھ بھی حرج نہیں۔ بلکہ اس سے اس کا کمال ثابت ہوتا ہے کہ ان تمام
تعلقات کے ساتھ وہ ایسا ہے کہ گویا اس کو کسی کے ساتھ بھی تعلق نہیں۔ اگر ایک گھوڑا بوجھ کی
حالت میں کچھ چل نہیں سکتا مگر بغیر سواری اور بوجھ خوب چال نکالتا ہے تو وہ گھوڑا کس کام کا ہے؟
اسی طرح بہادر وہی لوگ ہیں جو تعلقات کے ساتھ ایسے ہیں کہ گویا بے تعلق ہیں۔ پاک آدمیوں
کی شہوات کو ناپاکوں کی شہوات پر قیاس نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ناپاک لوگ شہوات کے اسیر
ہوتے ہیں۔ مگر پاکوں میں خدا اپنی حکمت اور مصلحت سے آپ شہوات پیدا کر دیتا ہے۔ اور صرف
صورت کا اشتراک ہے۔ جیسا کہ مثلاً قیدی بھی جیلخانہ میں رہتے ہیں اور داروغہ جیل بھی۔ مگر

دونوں کی حالت میں فرق ہے۔ دراصل ایک انسان کا خدا سے کامل تعلق تبھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ بظاہر بہت سے تعلقات میں وہ گرفتار ہو۔ بیویاں ہوں اولاد ہو تجارت ہو زراعت ہو۔ اور کئی قسم کے اُس پر بوجھ پڑے ہوئے ہوں۔ اور پھر وہ ایسا ہو کہ گویا خدا کے سوا کسی کے ساتھ بھی اُس کا تعلق نہیں یہی کامل انسانوں کے علامات ہیں۔ اگر ایک شخص ایک بن میں بیٹھا ہے نہ اُس کی کوئی جورو ہے نہ اولاد ہے اور نہ دوست ہیں اور نہ کوئی بوجھ کسی قسم کے تعلق کا اُسے دامنگیر ہے۔ تو ہم کیوں کر سمجھ سکتے ہیں کہ اُس نے تمام اہل و عیال اور ملکیت اور مال پر خدا کو مقدم کر لیا ہے۔ اور بے امتحان ہم اُس کے کیوں کر قائل ہو سکتے ہیں۔ اگر ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیویاں نہ کرتے تو ہمیں کیونکر سمجھ آسکتا کہ خدا کی راہ میں جان فشانی کے موقعہ پر آپ ایسے بے تعلق تھے کہ گویا آپکی کوئی بھی بیوی نہیں تھی۔ مگر آپ نے بہت سی بیویاں اپنے نکاح میں لاکر صدہا امتحانوں کے موقعہ پر ثابت کر دیا کہ آپ کو جسمانی لذات سے کچھ بھی غرض نہیں اور آپ کی ایسی مجردانہ زندگی ہے کہ کوئی چیز آپ کو خدا سے روک نہیں سکتی۔ تاریخ دان لوگ جانتے ہیں کہ آپ کے گھر میں گیارہ لڑکے پیدا ہوئے تھے اور سب کے سب فوت ہو گئے تھے۔ اور آپ نے ہر ایک لڑکے کی وفات کے وقت یہی کہا کہ مجھے اس سے کچھ تعلق نہیں۔ میں خدا کا ہوں اور خدا کی طرف جاؤں گا۔ ہر ایک دفعہ اولاد کے مرنے میں جو لخت جگر ہوتے ہیں یہی مُنہ سے نکلتا تھا۔ کہ اے خدا ہر ایک چیز پر تجھے مقدم رکھتا ہوں۔ مجھے اِس اولاد سے کچھ تعلق نہیں۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ آپ بالکل دنیا کی خواہشوں اور شہوات سے بے تعلق تھے۔ اور خدا کی راہ میں ہر ایک وقت اپنی جان ہتھیلی پر رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک جنگ کے موقعہ پر آپ کی انگلی پر تلوار لگی اور خون جاری ہو گیا۔ تب آپ نے اپنی انگلی کو مخاطب کر کے کہا کہ اے اُنگلی تو کیا چیز ہے صرف ایک اُنگلی ہے جو خدا کی راہ میں زخمی ہو گئی ؎

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے گھر میں گئے۔ اور دیکھا کہ گھر میں کچھ اسباب نہیں۔ اور آپ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں۔ اور چٹائی کے نشان پیٹھ پر لگے ہیں۔ تب عمرؓ کو یہ حال دیکھ کر رونا آیا۔ آپ نے فرمایا اے عمرؓ تو کیوں روتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ آپ

کی تکالیف کو دیکھ کر مجھے رونا آگیا۔ قیصر اور کسریٰ جو کافر ہیں آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور آپ ان تکالیف میں بسر کرتے ہیں۔ تب آنجنابؐ نے فرمایا کہ مجھے اس دنیا سے کیا کام۔ میری مثال اُس سوار کی ہے کہ جو شدت گرمی کے وقت ایک اونٹنی پر جا رہا ہے۔ اور جب دوپہر کی شدت نے اُس کو سخت تکلیف دی تو وہ اسی سواری کی حالت میں دم لینے کے لئے ایک درخت کے سایہ کے نیچے ٹھہر گیا۔ اور پھر چند منٹ کے بعد اسی گرمی میں اپنی راہ لی۔ اور آپ کی بیویاں بھی بجز حضرت عائشہ رضؓ کے سب سن رسیدہ تھیں۔ بعض کی عُمر ساٹھ برس تک پہونچ چکی تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا تعدد ازدواج سے بھی اہم اور مقدم مقصود تھا کہ عورتوں میں مقاصد دین شائع کئے جائیں۔ اور اپنی صحبت میں رکھ کر علم دین ان کو سکھایا جائے تا وہ دوسری عورتوں کو اپنے نمونہ اور تعلیم سے ہدایت دے سکیں۔ یہ آپ ہی کی سُنّت مُسلمانوں میں ابتک جاری ہے کہ کسی عزیز کی موت کے وقت کہا جاتا ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ یعنی ہم خدا کے ہیں اور خدا کا مال ہیں۔ اور اُسی کی طرف ہمارا رجوع ہے۔ سب سے پہلے یہ صدق و وفا کے کلمے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مُنہ سے نکلے تھے۔ پھر دوسروں کے لئے اس نمونہ پر چلنے کا حکم ہو گیا۔ اگر آنجنابؐ بیویاں نہ کرتے اور لڑکے پیدا نہ ہوتے تو ہمیں کیوں کر معلوم ہوتا کہ آپ خدا کی راہ میں اس قدر فدا شدہ ہیں کہ اولاد کو خدا کے مقابل پر کچھ بھی چیز نہیں سمجھتے ؛ اب تم مقابلہ کرو کہ ایک طرف تو وہ آریہ ہیں کہ جو اولاد حاصل کرنے کے لالچ سے اپنی بیویوں سے نیوگ کراتے ہیں جو سراسر حرامکاری ہے۔ اور ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو ہر ایک فرزند عزیز کے مرنے پر یہ کہتے ہیں کہ مجھے کسی سے تعلق نہیں مجھے خدا تعالےٰ سے تعلق ہے پس یہ پوشیدہ تعلق بجز اُن امتحانوں کے کیونکر ثابت ہو سکتا تھا۔ اسی بنا پر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ یعنی اے نبی لوگوں کو کہہ دے کہ میں صرف خدا کا پرستار ہوں۔ دوسری کسی چیز سے میرا تعلق نہیں۔ اور میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا صرف اُس خدا کے لئے ہے جو تمام عالموں کا پروردگار ہے۔ دیکھو اس آیت میں کیسی ماسوی اللہ سے بے تعلقی ظاہر کی گئی ہے سے

چناں زندگی کن کہ با صد عیال ۔ نداری بدل غیر آں ذوالجلال ؛

افسوس ہمارے مخالفوں کو انہیں باتوں نے ہلاک کیا ہے کہ وہ خوبیوں پر نظر نہیں ڈالتے اور ہر ایک امر جو ان کو اپنی نادانی سے سمجھ نہیں آتا۔ اس کو اعتراض کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔ وہ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ انسان کن اعمال سے خدا کا پیارا بن جاتا ہے۔ کیا خدا تک پہنچنے کے لئے یہی راہ ہے کہ کوئی شخص بیوی نہ کرے۔ اگر یہی بات ہے تو یہ نسخہ بہت سہل ہے۔ اور اس سے لازم آتا ہے کہ جن کو بیوی میسر نہیں آتی یا ان امور پر قادر نہیں ہو سکتے۔ وہ سب خدا کے ولی اور دوست سمجھے جائیں۔ نہیں بلکہ وہ راہ بہت دُور ہے۔ اور وہ مقام اُنہیں کو میسر آتا ہے جو خدا کی راہ میں کھوئے جاتے ہیں اور صدق اور وفا کے مرحلہ کو اس منزل تک طے کر لیتے ہیں جو سچ مچ اور درحقیقت خدا کے لئے اپنے وجود سے مر ہی جاتے ہیں۔ اُن کو خدا سے کوئی چیز نہیں روکتی نہ وہ بیویاں جو اُن کی پیاری اور عزیز ہوتی ہیں۔ اور نہ وہ اولاد جو اُن کے جگر گوشہ کہلاتے ہیں۔ عجیب قسم کے یہ پاک دل لوگ ہیں جو باوجود ہزار ہا تعلقات کے پھر بھی کسی سے تعلق نہیں رکھتے۔ وہ ایسے ماسوائے اللہ سے بے تعلق ہوتے ہیں کہ اگر اُن کی ہزار ہا بیوی ہو اور ہزار لڑکا ہو پھر بھی ہم قسم کھا کر کہہ سکتے ہیں کہ اُن کی ایک بھی بیوی نہیں اور نہ اُن کا کوئی لڑکا ہے۔ اُن کو یہ اندھی دنیا نہیں جانتی کہ وہ کس مقام پر ہیں اور کون ان کو جانتا ہے مگر وہی جس نے ان کو یہ پاک فطرت عطا کی ہے۔ یا وُہ جس کو اس کی طرف سے آنکھیں دی جائیں۔ دنیا میں کروڑ ہا ایسے پاک فطرت گذرے ہیں اور آگے بھی ہوں گے۔ لیکن ہم نے سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ اور سب سے خوبتر اس مردِ خدا کو پایا ہے جس کا نام ہے محمدؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۔ ان قوموں کے بزرگوں کا ذکر تو جانے دو جن کا حال قرآن شریف میں تفصیل سے بیان نہیں کیا گیا۔ صرف ہم اُن نبیوں کی نسبت اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں جن کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ حضرت داؤد۔ حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور دوسرے انبیاء۔ سو ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں نہ آتے اور قرآن شریف نازل نہ ہوتا۔ اور وہ برکات ہم بچشم خود نہ دیکھتے جو ہم نے دیکھ لئے تو ان تمام گذشتہ انبیاء کا صدق ہم پر مشتبہ رہ جاتا۔ کیونکہ صرف قصّوں سے کوئی حقیقت حاصل نہیں ہو سکتی

اور ممکن ہے کہ وہ قصّے صحیح نہ ہوں اور ممکن ہے کہ وہ تمام معجزات جو اُن کی طرف منسوب کئے گئے ہیں وہ سب مبالغات ہوں۔ کیونکہ اب ان کا نام و نشان نہیں بلکہ ان گذشتہ کتابوں سے تو خدا کا پتہ بھی نہیں لگتا۔ اور یقیناً سمجھ نہیں سکتے کہ خدا بھی انسان سے ہمکلام ہوتا ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے یہ سب قصّے حقیقت کے رنگ میں آ گئے۔ اب ہم نہ قال کے طور پر بلکہ حال کے طور پر اس بات کو خوب سمجھتے ہیں کہ مکالمہ الٰہیہ کیا چیز ہوتا ہے۔ اور خدا کے نشان کس طرح ظاہر ہوتے ہیں۔ اور کس طرح دعائیں قبول ہو جاتی ہیں۔ اور یہ سب کچھ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے پایا۔ اور جو کچھ قصّوں کے طور پر غیر قومیں بیان کرتی ہیں وہ سب کچھ ہم نے دیکھ لیا۔ پس ہم نے ایک ایسے نبی کا دامن پکڑا ہے جو خدا نما ہے۔ کسی نے یہ شعر بہت ہی اچھا کہا ہے

محمدؐ عربی بادشاہِ ہر دوسرا ❊ کرے ہے روحِ قُدُس جسکے در کی دربانی

اُسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پہ کہتا ہوں ❊ کہ اُسکی مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی

ہم کس زبان سے خدا کا شکر کریں جس نے ایسے نبی کی پیروی ہمیں نصیب کی جو سعیدوں کی ارواح کے لئے آفتاب ہے۔ جیسے اجسام کے لئے سورج۔ وہ اندھیرے کے وقت ظاہر ہوا۔ اور دنیا کو اپنی روشنی سے روشن کر دیا وہ نہ تھکا نہ ماندہ ہوا جب تک کہ عرب کے تمام حصّہ کو شرک سے پاک نہ کر دیا وہ اپنی سچائی کی آپ دلیل ہے۔ کیونکہ اُس کا نور ہر ایک زمانہ میں موجود ہے۔ اور اس کی سچی پیروی انسان کو یُوں پاک کرتی ہے کہ جیسا ایک صاف اور شفاف دریا کا پانی میلے کپڑے کو۔ کون صدق دل سے ہمارے پاس آیا جس نے اس نور کا مشاہدہ نہ کیا۔ اور کس نے صحتِ نیّت سے اس دروازہ کو کھٹکھٹایا جو اس کے لئے کھولا نہ گیا۔ لیکن افسوس کہ اکثر انسانوں کی یہی عادت ہے کہ سفلی زندگی کو پسند کر لیتے ہیں۔ اور نہیں چاہتے کہ نور ان کے اندر داخل ہو ❊

ایسا ہی اس سفلہ پن کی عادت نے بعض آریوں کو کھا لیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائیوں میں مکر اور فریب سے کام لیا۔ مگر وہ اپنے تعصب کی وجہ سے نہیں جانتے کہ جب دشمن لڑائی کے وقت میں مکر اور فریب استعمال میں لاتا ہے تو مکر کے ساتھ ہی اُس کا جواب دینا کیوں حرام ہے۔ مکر اور فریب بجائے خود کوئی بُری چیز نہیں ہے بلکہ اس کی بد استعمالی بُری ہے

جو امر صحت نیت سے سچائی کی مدد میں اور مظلوموں کی امداد کی غرض سے کیا جاتا ہے وہ گناہ میں داخل نہیں ہے۔ خدا شریر مکّار کو مکر کے ذریعہ سے ہی سزا دیتا ہے۔ اور خدا ہمیشہ راست باز آدمی کا حامی ہوتا ہے۔ اور خبیث اور چنڈال آدمی کو آخر کو وہ پکڑتا ہے۔ اسی طرح وہ اپنے پاک نبیوں کی مدد کرتا آیا ہے۔ چنانچہ آریوں کو بھی اُس نے اپنی مدد کے نمونے دکھائے ہیں۔ اور ہیبت ناک نشانوں کے ساتھ اُن کو دکھلا دیا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن کا دشمن ہے۔ منجملہ اُن نشانوں کے لیکھرام کی موت بھی ایک بڑا نمونہ ہے۔ یہ شخص محض ایک نادان تھا۔ جس نے خواہ نخواہ خدا کے پاک نبی کو گالیاں دینا اپنا شیوہ اختیار کر لیا تھا۔ میں نے بہت سمجھایا مگر وہ باز نہ آیا۔ اور مجھ سے اُس نے نشان مانگا۔ تب خدا نے اُس کے چھ سال کے اندر قتل کئے جانے کا اس کو بطور پیشگوئی نشان دیا۔ اُس نے میرے ساتھ مباہلہ بھی کیا۔ اور اپنی کتاب خبطِ احمدیہ میں دانت پیس پیس کر یہ دعا مانگی کہ ایک طرف یہ شخص ہے جو قرآن کو خدا کا کلام جانتا ہے۔ اور ایک طرف میں ہوں جو وید کو سچا جانتا ہوں اور قرآن کا مکذّب ہوں۔ پس اے ایشور ہم دونوں میں سچا فیصلہ کر۔ یعنی وہ جو جھوٹا ہے اُس کو جھوٹ کی سزا دے۔ پس خدائے عادل نے یہ فیصلہ کیا کہ اُس کو میری زندگی میں ہی بُری طرح ہلاک کر دیا۔ مگر اس فیصلہ سے آریہ قوم نے کچھ بھی فائدہ نہیں اُٹھایا۔ حالانکہ جھوٹ اور سچ پرکھنے کے لئے یہی نشان کافی تھا۔ اگر آریہ مذہب سچا تھا تو یہ کیا بلا نازل ہوئی جو خدا نے جھوٹے کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ اِس جگہ صِرف پیشگوئی نہیں تھی بلکہ باہمی مباہلہ بھی تھا۔ اور پانچ برس سے لوگوں کی آنکھیں اس طرف لگی ہوئی تھیں کہ کس کے حق میں فیصلہ ہوتا ہے۔ آخر ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کے مبارک دن میں قریباً دن کے چار بجے کے وقت خدا نے یہ فیصلہ سُنا دیا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی سچائی کے لئے یہ خدا کی گواہی ہے۔ وہ دل لعنتی ہے جو خدا کی گواہی سے بھی تسلی نہیں پکڑتا۔"

(ایضاً صفحہ ۲۸۱-۲۹۰)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے انوار و برکات

"جس صلیب پر عیسائیوں کا بھروسہ ہے وہ گناہ سے تو نہیں چھڑا سکی۔ لیکن خدا کی راہ میں

نیک کاموں کے بجالانے سے چھوڑ دیا اور سست کر دیا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر اور کیا گناہ ہوگا کہ ایک عاجز انسان کو خدا کی جگہ دی گئی ہے۔ اور دنیا کے لئے سب کچھ کیا جاتا ہے لیکن خدا کی راہ میں ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ گئے ہیں۔ اور اُن کے نزدیک جو کچھ ہے یہی کفارہ ہے۔ اور اُس سے آگے خدا کی راہ کی تلاش کی ضرورت نہیں۔ اور وہ اپنے خیال میں ایسی منزل پر پہنچ گئے ہیں جو آخری منزل ہے۔ پس کوئی ڈاکو کسی کو ایسا نقصان نہیں پہنچا سکتا جیسا کہ اس کفارہ نے ان کو پہنچایا ہے اُس پوشیدہ طاقت سے وہ لوگ بالکل بے خبر ہیں جس کے قبضۂ قدرت میں یہ بات داخل ہے کہ اگر چاہے تو ایک دم میں ہزار مسیح ابن مریم بلکہ اس سے بہتر پیدا کر دے۔ چنانچہ اُس نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کر کے ایسا ہی کیا۔ مگر یہ اندھی دنیا اس کو شناخت نہ کر سکی وہ ایک نُور تھا جو دنیا میں آیا۔ اور تمام نوروں پر غالب آگیا۔ اُس کے نور نے ہزاروں دلوں کو منوّر کیا۔ اور اُسی کی برکت کا یہ راز ہے کہ رُوحانی مدد اسلام سے منقطع نہیں ہوئی بلکہ قدم بقدم اسلام کے ساتھ چلی آتی ہے۔ ہم ایسی تازہ بتازہ برکتیں اُس نبی کے دائمی فیض سے پاتے ہیں کہ گویا اس زمانہ میں بھی وہ نبی ہم میں موجود ہے۔ اور اس وقت بھی اُس کے فیوض ہماری ایسی ہی رہنمائی کرتے ہیں کہ جیسا اس پہلے زمانہ میں کرتے تھے۔

اُس کے ذریعہ سے ہمیں وہ پانی ملا ہے جس کی ضرورت ہر ایک پاک فطرت محسوس کر رہی ہے۔ وہ پانی بڑی سرعت سے ہمارے ایمانی درخت کو نشوونما دے رہا ہے۔ اور اُن مشکلات سے ہم نے رہائی پالی ہے جن میں دوسرے لوگ گرفتار ہیں۔ اور اگر کسی کو ہم میں سے ابتدائی مرحلہ میں ...... مشکلات معلوم بھی ہوں مگر وہ ایسی نہیں ہیں جو آگے قدم بڑھانے سے مغلوب اور رفع نہ ہو سکیں۔ اسلام میں آگے قدم بڑھانے کا وسیع میدان ہے۔" (الحکم ۲۹۸، ۲۹۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض معجزات

"مبدء اور معاد کی خبریں خواہ وہ زید دے اور خواہ بکر بیان کرے کسی دوسرے کامل ذریعہ سے تصدیق کی محتاج ہیں۔ سو وہ ذریعہ خدا کے پاک نبیوں کی پیشگوئیاں ہیں جو دُنیا میں

آفتاب کی طرح ظاہر ہو کر اپنا صدق دکھلا دیتی ہیں۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ معظمہ میں اُس گمنامی کے زمانہ میں اسلام کے عروج اور شوکت اور ترقی کی خبر دینا جبکہ آپ مکہ معظمہ کی گلیوں اور کوچوں میں محض تنہا پھرتے تھے اور کوئی آثار کامیابی کے نمایاں نہ تھے محض تنہا پھرتے تھے اور آپ کا ایسے زمانہ میں اپنے عالمگیر اقبال کی پیشگوئی کرنا جبکہ یہ رائے ظاہر کرنا بھی ہنسی کے لائق سمجھا جاتا تھا کہ ایسا بے کس اور گمنام شخص بھی بادشاہی کے درجہ تک پہونچے گا۔ اور اس کا آسمانی تاج و تخت زمین پر بھی اپنا زبردست اور فوق العادت کرشمہ دکھائیگا۔ بلاشبہ ایسی خبریں انسانی طاقت سے باہر ہیں۔ اور پھر وہ خبریں ایسی صفائی سے پوری ہوگئیں کہ جیسے دن چڑھ جاتا ہے پس ان کا پورا ہونا صاف طور پر یہ گواہی دیتا ہے کہ وہ بلاشبہ ایک صادق کے لئے خدا کی گواہی ہے۔

ایسا ہی قرآن شریف بہت سی پیشگوئیوں سے بھرا پڑا ہے جیسا کہ روم اور ایران کی سلطنت کی نسبت ایک زبردست پیشگوئی قرآن شریف میں موجود ہے۔ اور یہ اُس وقت کی پیشگوئی ہے جبکہ مجوسی سلطنت نے ایک لڑائی میں رومی سلطنت پر فتح پائی تھی۔ اور کچھ زمین ان کے ملک کی اپنے قبضہ میں کر لی تھی تب مشرکین مکہ نے فارسیوں کی فتح اپنے لئے ایک نیک فال سمجھی تھی اور اس سے یہ سمجھا تھا کہ چونکہ فارسی سلطنت مخلوق پرستی میں ہماری شریک ہے۔ ایسا ہی ہم بھی اس نبی کا استیصال کریں گے جس کی شریعت اہل کتاب سے مشابہت رکھتی ہے۔ تب خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں یہ پیشگوئی نازل فرمائی کہ آخر کار رومی سلطنت کی فتح ہوگی۔ اور چونکہ روم کی فتح کی نسبت یہ پیشگوئی ہے اس لئے اس سورۃ کا نام سورۃ الروم رکھا گیا ہے۔ اور چونکہ عرب کے مشرکوں نے مجوسیوں کی سلطنت کی فتح کو اپنی فتح کے لئے ایک نشان سمجھ لیا تھا۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے اس پیشگوئی میں یہی فرمایا کہ جس روز پھر روم کی فتح ہوگی اُس روز مسلمان بھی مشرکوں پر فتح یاب ہوں گے چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ اس بارہ میں قرآن شریف کی یہ آیت ہے الٓمٓ۔ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ۔ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ط (ترجمہ) میں خدا

ہوں جو سب سے بہتر جانتا ہوں۔ رومی سلطنت بہت قریب زمین میں مغلوب ہوگئی ہے۔ اور وہ لوگ پھر نو سال تک تین سال کے بعد مجوسی سلطنت پر غالب ہو جائیں گے۔ اس دن مومنوں کے لئے بھی ایک خوشی کا دن ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہؤا۔ اور تین سال کے بعد نو سال کے اندر پھر رومی سلطنت ایرانی سلطنت پر غالب آگئی۔ اور اسی دن مسلمانوں نے بھی مشرکوں پر فتح پائی کیونکہ وہ دن بدر کی لڑائی کا دن تھا جس میں اہل اسلام کو فتح ہوئی“ (ایضاً صفحہ ۳۰۵ و ۳۰۶)

”جس قدر ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات قرآن شریف سے لکھے ہیں انہیں پر حصر نہیں ہے بلکہ احادیث صحیحہ اور اخبار اسلامیہ کی رو سے اس تواتر سے بارش کی طرح معجزاتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت ملتا ہے کہ جس سے بڑھ کر کسی نبی یا رسول کے معجزات مروی نہیں ہیں۔ بعض پیشگوئیاں ایسی ہیں کہ جن کتابوں میں وہ لکھی گئی تھیں۔ وہ کتابیں ان پیشگوئیوں کے پوری ہونے سے صدہا برس پہلے عموماً تمام اسلامی دنیا میں شائع ہو چکی تھیں۔ اگر ہم اس جگہ اُن معجزات کی تفصیل لکھیں تو وہ تمام معجزات بیس۲۰ جزو میں بھی سما نہیں سکتے۔ اور تفصیل کی حاجت نہیں۔ کیونکہ وہ کتابیں نہ صرف مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں بلکہ اُسی پرانے زمانہ میں بعض اتفاقات حسنہ سے وہ کتابیں عیسائیوں کو مل گئی تھیں جو اب تک یورپ کے پرانے کتب خانوں میں موجود ہیں تا وہ بھی ان معجزات کے گواہ ہو جاویں۔

پھر ماسوا اس کے ہم اس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُن تاثیرات اور برکات کے بیان کرنے سے رہ نہیں سکتے جن کے تجربہ اور آزمائش کرنے والے ہم خود ہیں۔ بلکہ ہم یہ بات بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ اب تمام دنیا میں صرف ایک اسلام ہی ہے جس کو خداتعالےٰ کی طرف سے یہ فضیلت اور خصوصیت حاصل ہے کہ وہ تازہ نشانوں اور معجزات سے اُس پوشیدہ خدا کا چہرہ دکھاتا ہے جس سے دوسری قومیں بے خبر رہ کر مخلوق پرستی میں گرفتار ہوگئی ہیں اور یا یہ کہ اُس کے وجود سے ہی منکر ہو بیٹھی ہیں پس بلاشبہ اس زمانہ میں خدائے غیب الغیب کا چہرہ دکھلانے والا صرف یہی دین ہے نہ اور کوئی دین فاعتبروا یا اولی الابصار“ (ایضاً صفحہ ۳۰۸ و ۳۰۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا افاضۂ روحانی

"میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اسلام ایسے بدیہی طور پر سچا ہے کہ اگر تمام کفارِ روئے زمین دعا کرنے کے لئے ایک طرف کھڑے ہوں۔ اور ایک طرف صرف میں اکیلا اپنے خدا کی جناب میں کسی امر کے لئے رجوع کروں تو خدا میری ہی تائید کریگا مگر نہ اس لئے کہ سب سے میں ہی بہتر ہوں بلکہ اس لئے کہ میں اُس کے رسول پر دلی صدق سے ایمان لایا ہوں اور جانتا ہوں کہ تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں۔ اور اس کی شریعت خاتم الشرائع ہے مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہیں یعنی وہ نبوت جو اُس کی کامل پیروی سے ملتی ہے اور جو اس کے چراغ میں سے نور لیتی ہے وہ ختم نہیں کیونکہ وہ محمدی نبوت ہے یعنی اس کا ظلّ ہے اور اسی کے ذریعہ سے ہے اور اسی کا مظہر ہے اور اسی سے فیضیاب ہے۔ خدا اس شخص کا دشمن ہے جو قرآن شریف کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہے۔ اور محمدی شریعت کے برخلاف چلتا ہے۔ اور اپنی شریعت چلانا چاہتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہیں کرتا بلکہ آپ کچھ بننا چاہتا ہے۔ مگر خدا اُس شخص سے پیار کرتا ہے جو اس کی کتاب قرآن شریف کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے۔ اور اُس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو درحقیقت خاتم الانبیاء سمجھتا ہے اور اس کے فیض کا اپنے تئیں محتاج جانتا ہے پس ایسا شخص خدا تعالیٰ کی جناب میں پیارا ہو جاتا ہے۔ اور خدا کا پیار یہ ہے کہ اُس کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اور اس کو اپنے مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کرتا ہے اور اس کی حمایت میں اپنے نشان ظاہر کرتا ہے۔ اور جب اُس کی پیروی کمال کو پہونچتی ہے تو ایک ظلّی نبوت اس کو عطا کرتا ہے جو نبوّت محمدّیہ کا ظلّ ہے، یہ اس لئے کہ تا اسلام ایسے لوگوں کے وجود سے تازہ رہے۔ اور تا اسلام ہمیشہ مخالفوں پر غالب رہے۔ نادان آدمی جو دراصل دشمنِ دین ہے اس بات کو نہیں چاہتا کہ اسلام میں سلسلہ مکالمات مخاطبات الٰہیہ کا جاری رہے۔ بلکہ وہ چاہتا ہے کہ اسلام بھی اور مردہ مذہبوں کی طرح ایک مردہ مذہب ہو جائے مگر خدا نہیں چاہتا۔"

(ایضاً صفحہ ۳۲۴ و ۳۲۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے عرب میں کیا تبدیلی پیدا کی

"خدا مسلمانوں کو یہ اخلاق سکھلاتا ہے کہ بتوں کی بدگوئی سے بھی اپنی زبان بند رکھو۔ اور صرف نرمی سے سمجھاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ مشتعل ہو کر خدا کو گالیاں نکالیں اور ان گالیوں کے تم باعث ٹھہر جاؤ۔ پس ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اسلام کے اس عظیم الشان نبی کو گالیاں دیتے اور توہین کے الفاظ سے اس کو یاد کرتے اور وحشیانہ طریقوں سے اس کی عزت اور چال چلن پر حملہ کرتے ہیں۔ وہ بزرگ نبی جس کا نام لینے سے اسلام کے عظیم الشّان بادشاہ تخت سے اُترتے ہیں اور اس کے احکام کے آگے سر جھکاتے اور اپنے تئیں اس کے ادنیٰ غلاموں سے شمار کرتے ہیں کیا یہ عزت خدا کی طرف سے نہیں۔ خدا داد عزت کے مقابل پر تحقیر کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو خدا سے لڑنا چاہتے ہیں۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے وہ برگزیدہ رسول ہیں جن کی تائید اور عزت ظاہر کرنے کے لئے خدا نے دنیا کو بڑے بڑے نمونے دکھائے ہیں کیا یہ خدا کے ہاتھ کا کام نہیں جس نے بیس۲۰ کروڑ انسانوں کا محمدی درگاہ پر سر جھکا رکھا ہے۔ اگرچہ ہر ایک نبی اپنی نبوت کی سچائی کے لئے کچھ ثبوت رکھتا تھا۔ لیکن جس قدر ثبوت آنجناب صلعم کی نبوت کے بارے میں ہیں جو آج تک ظاہر ہو رہے ہیں ان کی نظیر کسی نبی میں نہیں پائی جاتی ؛

آپ لوگ اس دلیل کو نہیں سمجھ سکتے۔ کہ جب زمین گناہ اور پاپ سے پلید ہو جاتی ہے اور خدا کے ترازو میں بدکاریاں اور بدچلنیاں اور بے باکیاں نیک کاموں سے بہت بڑھ جاتی ہیں تب خدا کی رحمت تقاضا کرتی ہے کہ ایسے وقت میں کسی اپنے بندے کو بھیج کر زمین کے فسادوں کی اصلاح کی جائے۔ بیمار ہی طبیب کو چاہتی ہے۔ اور آپ لوگ اس بات کے سمجھنے کے لئے سب سے زیادہ استعداد رکھتے ہیں۔ کیونکہ جیسا کہ بقول آپ صاحبوں کے وید ایسے وقت میں نہیں آیا جبکہ گناہ کا طوفان برپا تھا۔ بلکہ ایسے وقت میں آیا جبکہ زمین پر کوئی گناہ کا سیلاب نہ تھا تو کیا آپ صاحبوں کی نظر میں یہ بات قیاس سے دور ہے کہ ایسے وقت میں کوئی نبی ظاہر ہو جبکہ گناہ کا تند

سیلاب ہر ایک ملک میں اپنی تیز رفتار کے ساتھ جاری ہو۔

میں نہیں امید رکھتا کہ آپ لوگ اس تاریخی واقعہ سے بے خبر ہوں گے کہ جب ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسند رسالت کو اپنے وجود سے عزت دی تو وہ زمانہ ایک ایسا تاریک زمانہ تھا کہ کوئی پہلو دنیا کی آبادی کا بدچلنی اور بدعقیدگی سے خالی نہ تھا۔ اور جیسا کہ پنڈت دیانند صاحب اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں لکھتے ہیں۔ اُس زمانہ میں اس ملک آریہ ورت میں بھی بت پرستی نے خدا پرستی کی جگہ لے لی تھی اور ویدک مذہب میں بہت سا بگاڑ ہو گیا تھا۔

ایسا ہی پادری فنڈل صاحب مصنف میزان الحق جو عیسائی مذہب کا سخت حامی ایک یورپین انگریز ہے وہ اپنی کتاب میزان الحق میں لکھتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں سب قوموں سے زیادہ بگڑی ہوئی عیسائی قوم تھی۔ اور اُن کی بدچلنیاں عیسائی مذہب کی عار اور ننگ کا موجب تھیں۔ اور خود قرآن شریف بھی اپنے نزول کی ضرورت کے لئے یہ آیت پیش کرتا ہے۔
قَدْ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ یعنی جنگل بھی بگڑ گئے اور دریا بھی بگڑ گئے۔ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ کوئی قوم خواہ وحشیانہ حالت رکھتی ہے خواہ عقلمندی کا دعویٰ کرتے ہیں فساد سے خالی نہیں ہیں۔

اب جبکہ تمام شہادتوں سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگ کیا مشرقی اور کیا مغربی اور کیا آریہ ورت کے رہنے والے اور کیا عرب کے ریگستان کے باشندے اور کیا جزیروں میں اپنی سکونت رکھنے والے سب کے سب بگڑ گئے تھے۔ اور ایک بھی نہیں تھا جس کا خدا کے ساتھ تعلق صاف ہو۔ اور بدعملیوں نے زمین کو ناپاک کر دیا تھا۔ تو کیا ایک عقلمند کو یہ بات سمجھ نہیں آسکتی کہ یہ وہی وقت اور وہی زمانہ تھا جس کی نسبت عقل تجویز کرسکتی ہے کہ ایسے تاریک زمانہ میں ضرور کوئی عظیم الشان نبی آنا چاہیئے تھا۔

رہا یہ سوال کہ اس نبی نے دنیا میں آکر کیا اصلاح کی۔ اس سوال کا جواب جیسا کہ ایک مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح کے بارے میں دے سکتا ہے میں زور سے کہتا ہوں کہ ایسا صاف اور مدلل جواب نہ کوئی عیسائی دے سکتا ہے۔ اور نہ کوئی یہودی۔ اور نہ کوئی آریہ

پہلا مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا عرب کی اصلاح تھی۔ اور عرب کا ملک اُس زمانہ میں ایسی حالت میں تھا کہ بمشکل کہہ سکتے ہیں کہ وہ انسان تھے کون سی بدی تھی جو اُن میں نہ تھی اور کون سا شرک تھا جو اُن میں رائج نہ تھا۔ چوری کرنا ڈاکہ مارنا اُن کا کام تھا۔ اور ناحق کا خون کرنا اُن کی نزدیک ایک ایسا معمولی کام تھا جیسا کہ ایک چیونٹی کو پیروں کے نیچے کُچل دیا جائے۔ یتیم بچوں کو قتل کر کے اُن کا مال کھا لیتے تھے۔ لڑکیوں کو زندہ بگور کرتے تھے۔ زناکاری کے ساتھ فخر کرتے اور علانیہ اپنے قصیدوں میں اُن گندی باتوں کا ذکر کرتے تھے۔ شراب خواری اس قوم میں اس کثرت سے تھی کہ کوئی گھر بھی شراب سے خالی نہ تھا۔ اور قمار بازی میں سب مُلکوں سے آگے بڑھے ہوئے تھے حیوانوں کی عار تھے اور سانپوں اور بھیڑیوں کی ننگ ؛

پھر جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی اصلاح کے لئے کھڑے ہوئے اور اپنی باطنی توجہ سے ان کے دلوں کو صاف کرنا چاہا تو اُن میں تھوڑے ہی دنوں میں ایسی تبدیلی پیدا ہو گئی کہ وہ وحشیانہ حالت سے انسان بنے۔ اور پھر انسان سے مہذّب انسان اور مہذّب انسان سے باخدا انسان۔ اور خدا تعالیٰ کی محبّت میں ایسے محو ہو گئے کہ انہوں نے ایک بے حس عضو کی طرح ہر ایک دکھ کو برداشت کیا۔ وہ انواع اقسام کی تکالیف سے عذاب دیئے گئے اور سخت بے دردی سے تازیانوں سے مارے گئے اور جلتی ہوئی ریت میں لٹائے گئے اور قید کئے گئے۔ اور بھوکے اور پیاسے رکھ کر ہلاکت تک پہونچائے گئے۔ مگر انہوں نے ہر ایک مصیبت کے وقت آگے قدم رکھا۔ اور بہتیرے ان میں سے ایسے تھے۔ کہ ان کے سامنے ان کے بچے قتل کئے گئے۔ اور بہتیرے ایسے تھے کہ بچوں کے سامنے وہ سولی دیئے گئے۔ اور جس صدق سے انہوں نے خدا کی راہ میں جانیں دیں اس کا تصوّر کر کے رونا آتا ہے۔ اگر ان کے دلوں پر یہ خدا کا تصرف اور اس کے نبی کی توجہ کا اثر نہ تھا۔ تو پھر وہ کیا چیز تھی جس نے ان کو اسلام کی طرف کھینچ لیا۔ اور ایک فوق العادت تبدیلی پیدا کر کے ان کو ایسے شخص کے آستانہ پر گرنے کی رغبت دی کہ جو بیکس اور مسکین اور بےزری کی حالت میں مکّہ کی گلیوں میں اکیلا اور تنہا پھرتا تھا۔ آخر کوئی روحانی طاقت تھی جو ان کو سفلی مقام

سے اٹھا کر اوپر کو لے گئی۔ اور عجیب تر بات یہ ہے کہ اکثر ان کے کفر کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانی دشمن اور آنجناب کے خون کے پیاسے تھے۔ پس میں تو اس سے بڑھ کر کوئی معجزہ نہیں سمجھتا کہ کیوں کر ایک غریب مفلس تنہا بیکس نے ان کے دلوں کو ہر یک کینہ سے پاک کر کے اپنی طرف کھینچ لیا۔ یہاں تک کہ وہ فخریہ لباس پھینک کر اور ٹاٹ پہن کر خدمت میں حاضر ہو گئے۔

بعض ناسمجھ جو اسلام پر جہاد کا الزام لگاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ سب لوگ جبراً تلوار سے مسلمان کئے گئے تھے۔ افسوس ہزار افسوس کہ وہ اپنی بے انصافی اور حق پوشی میں حد سے گذر گئے ہیں۔ ہائے افسوس ان کو کیا ہو گیا کہ وہ عمداً صحیح واقعات سے مُنہ پھیر لیتے ہیں۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے ملک میں ایک بادشاہ کی حیثیت سے ظہور فرما نہیں ہوئے تھے تا یہ گمان کیا جاتا کہ چونکہ وہ بادشاہی جبروت اور شوکت اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ اس لئے لوگ جان بچانے کے لئے ان کے جھنڈے کے نیچے آ گئے تھے۔ پس سوال تو یہ ہے کہ جبکہ آپ کے لئے اپنی غریبی اور مسکینی اور تنہائی کی حالت میں خدا کی توحید اور اپنی نبوت کے بارے میں منادی شروع کی تھی تو اس وقت کس تلوار کے خوف سے لوگ آپ پر ایمان لے آئے تھے۔ اور اگر ایمان نہیں لائے تھے تو پھر جبر کرنے کے لئے کس بادشاہ سے کوئی لشکر مانگا گیا تھا اور مدد طلب کی گئی تھی۔ اے حق کے طالبو! تم یقیناً سمجھو کہ یہ سب باتیں ان لوگوں کی افترا ہیں جو اسلام کے سخت دشمن ہیں۔ تاریخ کو دیکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہی ایک یتیم لڑکا تھا جس کا باپ پیدائش سے چند دن بعد ہی فوت ہو گیا۔ اور ماں صرف چند ماہ کا بچہ چھوڑ کر مر گئی تھی۔ تب وہ بچہ جس کے ساتھ خدا کا ہاتھ تھا بغیر کسی کے سہارے کے خدا کی پناہ میں پرورش پاتا رہا۔ اور اس مصیبت اور یتیمی کے ایام میں بعض لوگوں کی بکریاں بھی چرائیں۔ اور بجز خدا کے کوئی متکفل نہ تھا اور پچیس۲۵ برس تک پہونچ کر بھی کسی چچا نے بھی آپ کو اپنی لڑکی نہ دی۔ کیونکہ جیسا کہ بظاہر نظر آتا تھا آپ اس لائق نہ تھے کہ خانہ داری کے اخراجات کے متحمل ہو سکیں۔ اور نیز محض امی تھے۔ اور کوئی حرفہ اور پیشہ نہیں جانتے تھے۔ پھر جب آپ چالیس برس کے سن تک پہونچے۔ تو یک دفعہ آپ کا دل

خدا کی طرف کھینچا گیا۔ ایک غار مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہے۔ جس کا نام حرا ہے۔ آپ اکیلے وہاں جاتے اور غار کے اندر چھپ جاتے اور اپنے خدا کو یاد کرتے۔ ایک دن اُسی غار میں آپ پوشیدہ طور پر عبادت کر رہے تھے تب خدا تعالیٰ آپ پر ظاہر ہوا۔ اور آپ کو حکم ہوا کہ دنیا نے خدا کی راہ کو چھوڑ دیا ہے۔ اور زمین گناہ سے آلودہ ہو گئی ہے۔ اس لئے میں تجھے اپنا رسول کر کے بھیجتا ہوں۔ اب تو اور لوگوں کو متنبہ کر کہ وہ عذاب سے پہلے خدا کی طرف رجوع کریں۔ اِس حکم کے سُننے سے آپ ڈرے کہ مَیں ایک اُمّی یعنی ناخواندہ آدمی ہوں اور عرض کیا کہ مَیں پڑھنا نہیں جانتا۔ تب خدا نے آپ کے سینہ میں تمام روحانی علوم بھر دیئے اور آپؐ کے دل کو روشن کیا تھا۔ آپ کی قوت قدسیہ کی تاثیر سے غریب اور عاجز لوگ آپ کے حلقۂ اطاعت میں آنے شروع ہو گئے۔ اور جو بڑے بڑے آدمی تھے انہوں نے دشمنی پر کمر باندھ لی۔ یہانتک کہ آخر کار آپ کو قتل کرنا چاہا۔ اور کئی مرد اور کئی عورتیں بڑے عذاب کے ساتھ قتل کر دیئے گئے۔ اور آخری حملہ یہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لئے آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ مگر جس کو خدا بچاوے اس کو کون مارے۔ خدا نے آپ کو اپنی وحی سے اطلاع دی کہ آپ اس شہر سے نکل جاؤ۔ اور میں ہر قدم میں تمہارے ساتھ ہوں گا۔ پس آپ شہر مکہ سے ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر نکل آئے۔ اور تین رات تک غار ثور میں چھپے رہے دشمنوں نے تعاقب کیا۔ اور ایک سراغ رساں کو لے کر غار تک پہونچے۔ اس شخص نے غار تک قدم کا نشان پہونچا دیا۔ اور کہا کہ اس غار میں تلاش کرو۔ اس کے آگے قدم نہیں۔ اور اگر اس کے آگے گیا ہے تو پھر آسمان پر چڑھ گیا ہوگا۔ مگر خدا کی قدرت کے عجائبات کی کون حد بست کر سکتا ہے۔ خدا نے ایک ہی رات میں یہ قدرت نمائی کی کہ عنکبوت نے اپنی جالی سے غار کا تمام مُنہ بند کر دیا۔ اور ایک کبوتری نے غار کے مُنہ پر گھونسلا بنا کر انڈے دے دیئے۔ اور جب سراغ رساں نے لوگوں کو غار کے اندر جانے کی ترغیب دی تو ایک بڈھا آدمی بولا کہ یہ سراغ رساں تو پاگل ہو گیا ہے۔ میں تو اس جالی کو غار کے مُنہ پر اُس زمانہ سے دیکھ رہا ہوں۔ جبکہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) ابھی پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔ اس بات کو سن کر سب لوگ منتشر ہو گئے اور غار کا خیال چھوڑ دیا:۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پوشیدہ طور پہ مدینہ میں پہونچے۔ اور مدینہ کے اکثر لوگوں نے آپ کو قبول کر لیا۔ اس پر مکہ والوں کا غضب بھڑکا اور افسوس کیا کہ ہمارا شکار ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔ اور پھر کیا تھا دن رات انہیں منصوبوں میں لگے کہ کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں۔ اور کچھ تھوڑا گروہ مکہ والوں کا کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا تھا وہ بھی مکہ سے ہجرت کر کے مختلف ممالک کی طرف چلے گئے۔ بعض نے حبشہ کے بادشاہ کی پناہ لے لی تھی۔ بعض مکہ میں ہی رہے۔ کیونکہ وہ سفر کرنے کے لئے زاد راہ نہیں رکھتے تھے۔ اور وہ بہت دُکھ دیئے گئے۔ قرآن شریف میں ان کا ذکر ہے کہ کیونکر وہ دن رات فریاد کرتے تھے۞

اور جب کفار قریش کا حد سے زیادہ ظلم بڑھ گیا۔ اور انہوں نے غریب عورتوں اور یتیم بچوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ اور بعض عورتوں کو ایسی بیدردی سے مارا کہ ان کی دونوں ٹانگیں دو رسوں سے باندھ کر دو اونٹوں کے ساتھ وہ رسے خوب جکڑ دیئے۔ اور پھر ان اونٹوں کو دو مختلف جہات میں دوڑایا۔ اور اس طرح پر وہ عورتیں دو ٹکڑے ہو کر مر گئیں۞

جب بے رحم کافروں کا ظلم اس حد تک پہونچ گیا خدا نے جو آخر اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے اپنے رسول پر اپنی وحی نازل کی کہ مظلوموں کی فریاد میرے تک پہونچ گئی۔ آج میں اجازت دیتا ہوں کہ تم بھی ان کا مقابلہ کرو۔ اور یاد رکھو کہ جو لوگ بے گناہ لوگوں پر تلوار اٹھاتے ہیں۔ وہ تلوار سے ہی ہلاک کئے جائیں گے۔ مگر تم کوئی زیادتی مت کرو کہ خدا زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۞

یہ ہے حقیقت اسلام کے جہاد کی جس کو نہایت ظلم سے بُرے پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ بے شک خدا حلیم ہے مگر جب کسی قوم کی شرارت حد سے گذر جاتی ہے۔ تو وہ ظالم کو بے سزا نہیں چھوڑتا اور آپ ان کے لئے تباہی کے سامان پیدا کر دیتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ ہمارے مخالفوں نے کہاں سے اور کس سے سُن لیا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ خدا تو قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ یعنی دین اسلام

میں جبر نہیں تو پھر کس نے جبر کا حکم دیا۔ اور جبر کے کون سے سامان تھے۔ اور کیا وہ لوگ جو جبر سے مسلمان کیئے جاتے ہیں ان کا یہی صدق اور یہی ایمان ہوتا ہے کہ بغیر کسی تنخواہ پانے کے باوجود دو تین سو آدمی ہونے کے ہزاروں آدمیوں کا مقابلہ کریں۔ اور جب ہزار تک پہنچ جائیں تو کئی لاکھ دشمن کو شکست دے دیں۔ اور دین کو دشمن کے حملے سے بچانے کے لئے بھیڑوں بکریوں کی طرح سر کٹا دیں۔ اور اسلام کی سچائی پر اپنے خون سے مہریں کر دیں۔ اور خدا کی توحید کے پھیلانے کے لئے ایسے عاشق ہوں کہ درویشانہ طور پر سختی اٹھا کر افریقہ کے ریگستان تک پہنچیں۔ اور اس ملک میں اسلام کو پھیلا دیں۔ اور پھر ہر ایک قسم کی صعوبت اٹھا کر چین تک پہونچیں۔ نہ جنگ کے طور پر بلکہ محض درویشانہ طور پر اور اُس ملک میں پہنچ کر دعوت اسلام کریں جس کا نتیجہ یہ ہو کہ ان کے بابرکت وعظ سے کئی کروڑ مسلمان اس زمین میں پیدا ہو جائیں۔ اور پھر ٹاٹ پوش درویشوں کے رنگ میں ہندوستان میں آئیں۔ اور بہت سے حصہ آریہ ورت کو اسلام سے مشرف کر دیں اور یورپ کی حدود تک لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی آواز پہنچا دیں۔ تم ایمانا کہو کہ کیا یہ کام ان لوگوں کا ہے جو جبراً مسلمان کیئے جاتے ہیں جن کا دل کافر اور زبان مومن ہوتی ہے۔

نہیں بلکہ یہ ان لوگوں کے کام ہیں جن کے دل نور ایمان سے بھر جاتے ہیں اور جن کے دلوں میں خدا ہی خدا ہوتا ہے۔" (پیغام صلح صفحہ ۳۲-۴۳)

بحالتِ تکلیف ایک دُعا میں آنحضرتؐ کی مناجات

"پھر دیکھنا چاہیئے کہ سیدنا مولانا حضرت فخر الرسل وخاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتلا کی حالت میں کیا کیا تکلیفیں اٹھائیں۔ اور ایک دُعا میں مناجات کی کہ اے میرے رب میں اپنی کمزوری کی تیری جناب میں شکایت کرتا ہوں اور اپنی بیچارگی کا تیرے آستانہ پر گلہ گذار ہوں۔ میری ذلت تیری نظر سے پوشیدہ نہیں جس قدر چاہے سختی کر کہ میں راضی ہوں۔ جب تک تو راضی ہو جائے مجھ میں بجز تیرے کچھ قوت نہیں۔"

(سبز اشتہار صفحہ ۱۳ حاشیہ)

آنحضرتؐ کی رُوحانی زندگی اور رفع سب انبیائے سے بڑھکر ہے

"اے حضرات عیسائی صاحبان ...... درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب زندہ موجود نہیں ہیں۔ بلکہ وہ فوت ہو چکے اور اپنے فوت شدہ بزرگوں میں جا ملے۔ ہاں وہ روحانی زندگی جو ابراہیمؑ کو ملی۔ اسحٰقؑ کو ملی یعقوبؑ کو ملی۔ اسمٰعیلؑ کو ملی۔ اور بلحاظ رفع سب سے بڑھ کر ہمارے سیّد و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو ملی۔ وہی زندگی بلاتفاوت حضرت عیسیٰؑ کو بھی ملی۔ اس بات پر بائبل سے کوئی دلیل نہیں ملتی۔ کہ مسیح ابن مریم کو کوئی انوکھی زندگی ملی۔ بلکہ اس زندگی کے لوازم میں تمام انبیاء شریک مساوی ہیں ہاں باعتبار رفع کے اقرب الی اللہ مقام ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے"۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۹۴۶ و ۹۴۷)

اس زمانہ میں زیارت نبوی کی شناخت کا ذریعہ

"حدیث صحیح سے ظاہر ہے کہ تمثل شیطان سے وہی خواب رسول بینی کی مُبّرا ہو سکتی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حُلیہ پر دیکھا گیا ہو...... اس زمانہ کے لوگوں کو ٹھیک ٹھیک حلیہ نبوی پر اطلاع نہیں۔ اور غیر حلیہ پر تمثل شیطان جائز ہے پس اس زمانہ کے لوگوں کے لئے زیارت حقہ کی حقیقی علامت یہ ہے کہ اس زیارت کے ساتھ بعض ایسے خوارق اور علامات خاصہ بھی ہوں۔ جن کی وجہ سے اس رویا یا کشف کے منجانب اللہ ہونے پر یقین کیا جائے۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض بشارتیں پیش از وقوع بتلاویں یا بعض قضا و قدر کے نزول کی باتیں پیش از وقوع مطلع کر دیں یا بعض دعاؤں کی قبولیت سے پیش از وقت اطلاع دے دیں یا قرآن کریم کی بعض آیات کے ایسے حقائق و معارف بتلاویں جو پہلے قلمبند اور شائع نہیں ہو چکے تو بلاشبہ ایسی خواب صحیح سمجھی جاویگی"۔

(آخری صفحہ ٹائیٹل رسالہ آسمانی فیصلہ)

ہجرت کے وقت کس طرح نصرت الٰہی آنحضرتؐ کے شامل ہوئی

"ہمارے سید و مولیٰ خیر الرسل محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مکہ معظمہ میں جب دشمنوں نے قتل کرنے کے لئے چاروں طرف سے آپؐ کے گھر کو گھیر لیا تھا ایسا ہی اضطراب پیش آیا تھا۔ اور آپؐ نے دعا بھی نہیں کی تھی بلکہ راضی برضاء مولیٰ ہو کر خدا تعالیٰ پر چھوڑ دیا تھا۔ پھر دیکھنا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے کیسا بچا لیا۔ دشمنوں کے بیچ میں سے گذر گئے اور ان کے سر پر خاک ڈال گئے۔ مگر ان کو نظر نہ آ سکے۔ پھر مخالف لوگ بمدد ایک سراغ شناس کے اس غار تک پہونچے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مخفی تھے۔ مگر اس جگہ بھی خدا تعالیٰ نے دشمنوں کو اندھا کر دیا اور وہ دیکھ نہ سکے۔ پھر ایک نے ان میں سے ایسے وقت میں خبر پا کر تعاقب کیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی راہ میں جا رہے تھے۔ مگر وہ اور اس کا گھوڑا ایسے طور سے زمین پر گرے کہ وہ سمجھ گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حق پر ہیں اور خدا ان کے ساتھ ہے۔ ایسا ہی خسرو پرویز نے جب آپؐ کو گرفتار کرنا چاہا تو ایک ہی رات میں گرفتار پنجہ اجل ہو گیا۔ اور ایسا ہی بدر کی لڑائی میں جبکہ مخالف پوری طیاری کر کے آئے تھے۔ اور اس طرف سراسر بے سامانی تھی خدا تعالیٰ نے وہ نمونہ تائید دکھلایا جس نے روئے زمین پر اسلام کی بنیاد جما دی"

(اشتہار ۲۷ مئی ۱۸۹۷ء حاشیہ)

مکی زندگی میں اور اس کے بعد کے مظالم آنحضرتؐ پر

"ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ برس تک کفار کے جور و جفا پر صبر کیا۔ بہت سے دکھ دیئے گئے دم نہ مارا۔ بہت سے اصحاب اور عزیز قتل کئے گئے ایک ذرہ مقابلہ نہیں کیا۔ اور دکھوں سے پیسے گئے مگر سوائے صبر کے کچھ نہیں کیا۔ آخر جب کفار کے ظلم حد سے بڑھ گئے اور انہوں نے چاہا کہ سب کو قتل کر کے اسلام کو نابود ہی کر دیں۔

تب خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کو ان بھیڑیوں کے ہاتھ سے مدینہ میں سلامت پہونچا دیا۔ حقیقت میں وہی دن تھا کہ جب آسمان پر ظالموں کو سزا دینے کے لئے تجویز ٹھہر گئی ؎

تا دل مرد خدا نامد بدرد ✿ ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد

مگر افسوس کہ کافروں نے اسی پر بس نہ کیا بلکہ قتل کے لئے تعاقب کیا اور کئی چڑھائیاں کیں اور طرح طرح کے دُکھ پہنچائے۔ آخر وہ خدا تعالیٰ کی نظر میں اپنے بے شمار گناہوں کی وجہ سے اس لائق ٹھہر گئے کہ اُن پر عذاب نازل ہو۔" (سر الخلافہ صفحہ ۷۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عصمت کا وعدہ الٰہی اور کفار کی ناکامی

"اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرمایا وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ یعنی خدا تجھ کو لوگوں سے بچائے گا۔ حالانکہ لوگوں نے طرح طرح کے دُکھ دیئے۔ وطن سے نکالا۔ دانت شہید کیا۔ انگلی کو زخمی کیا۔ اور کئی زخم تلوار کے پیشانی پر لگائے۔ سو درحقیقت اس پیشگوئی میں بھی اعتراض کا محل نہیں کیونکہ کفار کے حملوں کی علت غائی اور اصل مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زخمی کرنا یا دانت کا شہید کرنا نہ تھا بلکہ قتل کرنا مقصود بالذات تھا۔ سو کفار کے اصل ارادے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے محفوظ رکھا۔" (ست بچن حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۴۶)

آنحضرت صلعم کا کفار مکہ کو معاف فرمانا

"کہاں یسوع کو یہ موقع ملا کہ وہ یہود کے سزا دینے پر قادر ہوتا اور پھر درگذر کرتا۔ ہاں یہ اخلاق فاضلہ ہمارے سید و مولیٰ افضل الانبیاء خیر الاصفیاء محمد مصطفےٰ خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم میں ثابت ہیں کہ آپ نے جب مکہ والوں پر فتح پائی جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ستایا تھا اور صدہا ناحق کے خون کئے تھے اور یقین رکھتے تھے کہ ہم اپنی خونریزیوں کے عوض ٹکڑے ٹکڑے کئے جائیں گے۔ ان سب کو بخش دیا۔ اور کہا کہ جاؤ میں نے آزاد کر دیا۔ عیسائیوں کی اگر نیک قسمت ہے تو اب بھی اس آفتاب صداقت کو شناخت کریں اور مردہ پرستی سے باز آئیں۔"

(اشتہار دو عیسائیوں میں مباحثہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعض احسانات

"بَعَثَ لنا رسولاً کریماً بارعاً فی الخصال۔ سبّاق غایات فی کل نوع الکمال۔ خاتم الرسل والنبیّین۔ النبیّ الامیّ الّذی ھو محمّدٌ بما حُمّد علی السن المستفیضین۔ وبما بذل الجُھد للامۃ وشاد الدّین۔ وبما جاء لنا بکتاب مبین۔ وبما اوذی لنا عند تبلیغ رسالات ربّ العٰلمین وبما اکمل کلّ مالم یکمل فی الکتب الاولیٰ۔ واعطیٰ شریعۃ منزھۃً عن الافراط والتفریط ونقائص اخریٰ۔ واکمل الاخلاق واتمّ ما حریٰ۔ و احسن الی طوائف الوریٰ۔ وعلّم الرشد بغرر البیان ووحی اجلی۔ وعصم من الضلالۃ وتحامیٰ وانطق العجماوات ونفخ فیھم روح الھُدیٰ۔ وجعلھم ورثاء کافّۃ المرسلین۔ وطھّرھم وزکّاھم حتی فنوا فی مرضات الحضرۃ۔ واھراقوا دماءھُم للّٰہ ذی العزۃ۔ واسلموا

اس نے ہمارے لئے ایک ایسا رسول (صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم) بھیجا جو کریم ہے تمام امور خیر میں صاحب کمال ہے۔ کمالات کے تمام انواع میں ہر رنگ میں سبقت لے جانے والا ہے تمام رسولوں اور نبیوں کا خاتم ہے۔ ام القریٰ میں آنے والا موعود نبی جو سچ مچ محمّدؐ ہے۔ کیونکہ اس کے فیضیابوں کی زبانیں ہر وقت اس کی ستائش سے تر رہتی ہیں اور وہ اس رُو سے بھی کامل ستائش کا مستحق ہے کہ اس نے امّت کی خاطر انتہائی مشقّت و محنت اپنے اوپر لی اور دین کی عمارت کو بلند کیا۔ اور اسلئے بھی کہ وہ ہمارے لئے ایک روشن اور تاباں کتاب لایا۔ اور اس لئے بھی کہ اسے اپنے خداوند رب العالمین کے پیغاموں کے پہنچانے میں ہمارے لئے طرح طرح کی ایذاؤں کا نشانہ بننا پڑا۔ پھر اس لئے بھی کہ جو کچھ پہلی کتابوں میں ناتمام اور ناقص رہا تھا اُسے آپ نے کامل کیا۔ اور ہمیں افراط اور تفریط سے اور دیگر تمام عیوب و نقائص سے پاک شریعت عطا کی اور اخلاق کو کمال تک پہنچایا۔ اور جو کچھ ناقص تھا اُسے کامل کیا۔ اور تمام اقوام عالم کو اپنا ممنون احسان کیا اور چوٹی کے فصیح و بلیغ بیانوں اور نہایت روشن وحی کے ذریعہ سے رُشد کی راہیں بتائیں اور مخلوق کو گمراہی سے بچایا۔ اور اپنے نمونہ کے ذریعہ سے کنارہ کش بنایا۔ اور بہائم و انعام کو گویا کر دیا۔ اور ان میں ہدایت کی رُوح پھونک دی۔ اور تمام مرسلین کے وارث بنا دیا۔ اور انہیں ایسا پاک و صاف کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا میں فنا ہو گئے۔

وجوههم منقادين - وكذالك علم معارف مبتكرة ولطائف مكنونة - ونكاتًا نادرة - حتى بلغنا الفضل باعتراف فضالته وعرفنا ادلة الحق باختراق دلالته - و صعدنا الى السماء بعد ما كنا خاسفين. اللهم فصل عليه وسلم الى يوم الدين وعلى آله الطاهرين الطيبين. واصحابه الناصرين المنصورين. نخب الله الذين آثروا الله على انفسهم واعراضهم واموالهم والبنين ؕ (البلاغ ص۲۲ و۲۳)

اور اللہ تعالیٰ کیلئے انہوں نے پانی کیطرح اپنے خون بہا دیئے اور کامل اطاعت کے ساتھ اپنے آپ کو بکلی اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیا۔ پھر دوسری طرف آپ نے اچھوتے اور مخفی ور مخفی لطائف و معارف اور نادر نکات کی تعلیم دیکر ہمارے جیسے آپکے دسترخوان کا پس خوردہ کھانیوالوں کو حقیقی فضیلت کے مقام پر پہنچا دیا۔ اور آپکی رہنمائی کے طفیل حق تعالیٰ تک پہنچنے کی راہیں ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور ہم فلک بریں پر جا پہنچے بعد اس کے کہ ہم زمین میں دھنس چکے تھے۔ پس اے اللہ روز جزا تک اور ابدالاباد تک آپ پر درود اور سلام بھیج۔ نیز آپ کی آل پاک طاہرین طیبین پر اور آپ کے صحابہ کرام پر جو آپ کے ناصر بھی بنے اور منصور بھی۔ جو اللہ تعالیٰ کی چیدہ اور برگزیدہ جماعت ہے جنہوں نے اپنی جانوں اور اپنی عزتوں اور آبروؤں اور اپنے اموال و اولاد پر اللہ تعالیٰ کو مقدم کیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین ؕ

آنحضرتؐ کے اسماء مبارکہ محمدؐ اور احمدؐ کی تفسیر

ان الله اراد فى هذا المقام ان يذكر مع اسمه الاعظم صفتين هما خلاصة جميع صفاته العظيمة على الوجه التام - وهما الرحمٰن والرحيم. كما يهدى اليه العقل السليم فان الله تجلى على هذا العالم تارة بالمحبوبية

اللہ تعالیٰ نے اس آیت (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) میں اپنے اسم اعظم کے ساتھ اپنی وہ دو صفتیں بیان کرنی پسند فرمائیں جو اس کی تمام صفات عظیمہ کا کامل طور پر خلاصہ اور لب لباب ہیں یعنی رحمٰن اور رحیم - جیسا کہ عقل سلیم بھی شہادت دیتی ہے - کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس عالم پر ایک طرف تو محبوبیت کی شان میں تجلی فرمائی ہے - اور دوسری طرف محبیت کی شان میں - اور اس نے ان دونوں صفتوں کو ضیاء بنایا ہے جو ربوبیت

ومرة بالمحبّية. وجعل هاتين
الصفتين ضياءً ينزل من شمس
الربوبية على ارض العبودية.
فقد يكون الرب محبوبا والعبد
محبّا لذالك المحبوب. وقد
يكون العبد محبوبًا والرب محبًا له
وجاعله كالمطلوب. ولا شك
ان الفطرة الانسانية التى فُطرت
على المحبّة والخلة ولوعة
البال تقتضى ان يكون لها محبوبٌ
يجذبها الى وجهه بتجلّيات الجمال
والنعم والنوال وان يكون له محبٌّ
مواسٍ يتدارك عند الاهوال و
تشتت الاحوال. ويحفظها من
ضيعة الاعمال. ويوصلها الى
الآمال. فاراد الله ان يعطيها ما
اقتضتها ويتم عليها نعمه بجوده
العميم. فتجلّى عليها بصفتيه
الرحمان والرحيم. ولا ريب ان
هاتين الصفتين هما الوصلة بين
الربوبية والعبودية وبهما يتم
دائرة السلوك والمعارف الانسانية

کے آفتاب سے نازل ہو کر عبودیت کی زمین پر پڑتی ہے
اور اس طرح سے ایک وقت میں تو خداوند کریم محبوب
ہوتا ہے اور بندہ اس کا محب۔ اور دوسرے وقت میں
اس کا ایک ناچیز بندہ اس کا محبوب ہوتا ہے اور وہ
خود اس کا محبّ ہوتا ہے اور اسے اپنا محبوب بنالیتا ہے
اور اس میں کیا شک ہے کہ انسانی فطرت جو محبت و خُلّت پر
مجبول ہے اور اس کے دل میں محبت کی آگ رکھی
گئی ہے اس بات کی مقتضی ہے کہ اس کا کوئی محبوب
ہو جو اسے اپنی تجلّیات جمال اور اِنعام و اِفضال کے
ذریعہ سے اپنی طرف کھینچے اور اس کا کوئی ہمدرد محبّ
ہو جو خطرات اور پریشانیوں کے اوقات میں اس کی
دستگیری کرے اور کوششوں کے ضائع ہونے
سے بچائے۔ اور اس کی امید بر آری کرے اس لئے
اللہ تعالےٰ نے اس کے اس فطری تقاضا کو پورا کرنا
اور اپنے محیط جود کے ساتھ اس پر اتمام نعمت کرنا
چاہا۔ سو اس نے اپنی ان دونوں صفتوں رحمٰن اور
رحیم کے ساتھ اس پر تجلّی فرمائی۔ اور اس میں کچھ شک
نہیں کہ یہی دو صفتیں ربوبیت اور عبودیت کے
درمیان پیوند قائم کرنے والی ہیں۔ اور انہی کے ذریعہ
سے سلوک الی اللہ اور معارف انسانیہ کا دائرہ کمال پاتا ہے
اور باقی جس قدر صفات ہیں ان میں سے ہر ایک صفت
انہی کے انوار کی ایک چمک اور ان کے سمندروں

فکل صِفَۃٍ بعدھما داخلۃٌ فی انوارھما۔ وقطرۃٌ من بحارھما۔

ثم ان ذات اللّٰہ تعالےٰ کما اقتضت لنفسھا ان تکون لنوع الانسان محبوبۃ ومُحِبَّۃً۔ کذالک اقتضت لعبادہ الکُمَّل ان یکونوا لبنی نوعھم کمثل ذاتہ خُلُقا وسیرۃً۔ ویجعلوا ھاتین الصفتین لانفسھم لباسا وکسوۃً لیتخلق العبودیۃ باخلاق الربوبیۃ۔ ولا یبقی نقص فی النشأۃ الانسانیۃ۔ فخلق النبیین والمرسلین فجعل بعضھم مظھر صفتہ الرحمان وبعضھم مظھر صفتہ الرحیم۔ لیکونوا محبوبین ومُحِبِّین ویُعَاشِروا بالتحابّ بفضلہ العظیم۔ فاعطیٰ بعضھم حظًّا وافرًا من صِفَۃ المحبوبیۃ وبعضًا اُخر حظا کثیرا من صِفَۃِ المحبیّۃ۔ وکذالک اراد بفضلہ

کا ایک قطرہ ہے۔

پھر جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات نے یہ پسند فرمایا کہ اسے نوع انسان کے ساتھ۔ محبوبیّت کی نسبت بھی ہو اور مُحِبّیت کی نسبت بھی۔ اسی طرح اس نے اپنے کامل بندوں کے متعلق پسند فرمایا کہ وہ اپنے بنی نوع کے حق میں اخلاق اور سیرۃ کی رو سے وہی رابطہ رکھتے ہوں جو خداوند کریم ان برگزیدوں کے ساتھ رکھتا ہے اور وہ ان دونوں صفتوں کو اپنا لباس اور شعار بنالیں۔ تاکہ عبودیت میں الوہیت کے اخلاق پیدا ہو جائیں۔ اور انسانی پیدائش میں کوئی کجی باقی نہ رہے۔ اس لئے اس نے انبیاء و رسل کو پیدا کر کے ان میں سے بعض کو اپنی صفت رحمٰن کا مظہر بنایا۔ اور بعض کو صفت رحیم کا۔ تاکہ وہ محبوب بھی ہوں اور محبّ بھی۔ اور اس کے فضل عظیم سے باہم محبّت کے ساتھ مل کر رہیں۔ سو اس نے ان میں سے بعض کو تو صفت محبوبیّت کا زیادہ حصّہ دیا۔ اور بعض کو صفت مُحِبّیت کا۔ اور اس نے اپنے فضل عمیم اور جُود قدیم سے ایسا ہی پسند فرمایا۔

اور جب حضرت خاتم النبیین سیّدنا و مولانا

الصميم- وجوده القديم۔
ولما جاء زمن خاتم النبيّين۔
وسيدنا محمد سيد المرسلين۔
اراد هو سبحانه ان يجمع هاتين
الصفتين في نفس واحدة -
فجمعهما في نفسه عليه الف الف
صلوة وتحية- فلذالك ذكر
تخصيصاً صفة المحبوبية
والمحبّية- على رأس هذه السورة
ليكون اشارةً الى هذه الارادة-
وسمّى نبيّنا محمدا واحمد
كما سمّى نفسه الرحمٰن والرحيم
في هذه الاٰية- فهذه اشارة الى
انه لاجامع لهما على الطريقة
الظلية الا وجود سيّدنا
خير البرية- وقد عرفت ان
هاتين الصفتين اكبر الصفات
من صفات الحضرة الاحدية۔
بل هما لب اللباب وحقيقة
الحقائق لجميع اسماء الصفاتية
وهما معيار كمال كُل من استكمل
وتخلق بالاخلاق الالهية۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ آیا
تو اللہ تعالےٰ نے ان دونوں صفتوں کو ایک
ہی وجود میں جمع کرنا چاہا۔ اور آپ کی ذاتِ بابرکات
میں انہیں جمع کیا۔ (آپ پر ہزاروں ہزار دُرود اور
بے شمار سلام ہوں) اُسی نے خصوصیت کے
ساتھ محبوبیّت اور محبّیت کی ان دونوں صفتوں کو
اس سورۃ (فاتحہ) کے شروع میں بیان فرمایا۔
تا کہ اس سے اس ارادہ الٰہیہ کی طرف اشارہ ہو۔
اور جس طرح اس کے اپنا نام اس آیت میں
رحمٰن اور رحیم رکھا ہے۔ اسی طرح اس نے
ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمدؐ اور
احمدؐ رکھا۔ سو یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ظلّی
طور پر ان دونوں ناموں کا جامع سیدنا حضرت
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے سوا اور کوئی
نہیں ہے۔ اور یہ بات تو تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ
کی تمام صفات میں سے یہی دونوں صفتیں بڑی
ہیں بلکہ اس کے تمام اسماء وصفیہ کا خلاصہ اور اُن کے
اسماء صفات کی حقیقت جامع ہیں۔ اور ہر طالب کمال
اور اخلاق الٰہیہ سے رنگین ہونیکے خواہاں شخص کے کمال کی
شناخت کا معیار ہیں۔ اور ان دو کا کامل حصّہ
صرف ہمارے نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ
علیہ وآلہٖ وسلم کو ملا ہے۔ آپ کو یہ دونوں

وما أعطى نصيبًا كاملًا منهما الا
نبيّنا خاتم سلسلة النبوة. فانه
أعطى اسمين كمثل هاتين
الصفتين اولهما محمد والثانى
احمد من فضل ربّ الكونين -
اما محمد فقد ارتدى رداء صفة
الرحمٰن - وتجلّى فى حُلل الجلال
والمحبوبيّة وحُمِدَ لبرٍّ منه
والاحسان - واما احمد فتجلّى
فى حُلّة الرحيمية والمُحبّيّة
والجماليّة فضلًا من الله الذى
يتولى المومنين بالعون والنصرة.
فصار اسما نبيّنا بحذاء صفتى ربّنا
المنّان - كصُوَرٍ منعكسة تظهرها
مرآتان متقابلتان -

وتفصيل ذالك ان حقيقة
صفة الرحمانية عند اهل العرفان
هى افاضة الخير لكل ذى روح
من الانسان وغير الانسان - من
غير عمل سابقٍ بل خالصًا على
سبيل الامتنان - ولا شك ولا اخلاف
ان مثل هذه المنّة الخالصة-

نام جن میں سے پہلا محمدؐ ہے اور دوسرا
احمدؐ - ان دونوں صفتوں (رحمٰن و رحیم)
کی طرح ربّ العالمین کے فضل سے
عطا ہوئے ہیں - جن میں سے محمدؐ نام
صفت رحمٰن کی چادر میں اور جلال اور
محبوبیّت کے حُلّوں میں جلوہ گر ہوا ہے -
اور اپنے کرم اور احسان کی وجہ سے مورد
تحمید بنا ہے - اور احمدؐ نام اللہ کے فضل
وکرم سے جو نصرت کے ساتھ مومنوں کا متولی
بنتا ہے رحیمیّت اور محبّیت کے حُلہ میں اور
جمالی رنگ میں ظاہر ہوا ہے - اور اس طرح
سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ
دونوں نام خداوند کریم کی ان دونوں صفتوں
کے مقابل پر ہیں - جیسے آمنے سامنے لگے ہوئے
آئینوں میں منعکس شدہ صورتیں ہوتی ہیں -

اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ اہل معرفت کے
نزدیک صفت رحمانیت کی حقیقت ہر ذی روح
چیز کو خواہ انسان ہو یا غیر انسان
اس کے کسی عمل کے معاوضہ کے بغیر
محض احسان کے طور پر خیر پہونچانا ہے -
اور اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ اس طرح
پر خالص احسان اور کرم کرنا جس میں کسی عمل

التي ليست جزاء عمل عامل
من البرية هي تجذب قلوب
المؤمنين الى الثناء والمدح
والمحمدة. فيحمدون المحسن
ويثنون عليه بخلوص القلوب
وصحة النية. فيكون الرحمان
محمدا يقينا من غير وهم
يجر الى الريبة. فان المنعم
الذي يحسن الى الناس من
غير حق بانواع النعمة. يحمده
كلّ من أُنعم عليه. وهذا من
خواص النشاءة الانسانية.
ثم اذا كمل الحمد بكمال
الانعام. جذب ذالك الى
الحب التام. فيكون المحسن
محمدًا ومحبوبًا في اعين
المحبّين. فهذا مآل صفة
الرحمن فتفكّر كالعاقلين. وقد
ظهر من هذا المقام لكل من له
عرفان. ان الرحمان محمدٌ
وان محمدًا رحمان. ولا شك
ان مآلهما واحدٌ. وقد جهل

کی جزاء کا دخل نہ ہو۔ مومنوں کے دلوں کو
کشاں کشاں مدح وثناء اور ستائش کرنے
کی طرف لاتا ہے۔ جس کی وجہ
سے وہ خلوص دل اور درستی نیت سے
محسن کی ستائش اور مدح کرتے ہیں۔
اس لئے رحمٰن محمدؐ ہوا۔ جس میں کسی قسم
کا شک وشُبہ نہیں۔ کیونکہ لوگوں کو بغیر
ان کے استحقاق کے طرح طرح کے انعام کرنے
والے کی شاکرانہ تعریف اس کا ہر ممنون احسان
شخص کرے گا جو انسانی فطرت کا ایک خاصہ
ہے۔ اور جب انعام کے کامل ہونے کی
وجہ سے شاکرانہ ستائش کامل ہوگی تو اس
کا حقیقی نتیجہ کامل محبت ہوگی۔ اور اس رو
سے وہ محسن محض ممدوح اور محمود ہی نہیں ہوگا
بلکہ محبوب بھی ہوگا۔ سو صفت رحمٰن کے
فیضان کے نتیجہ کو خوب اچھی طرح سے
ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔ اور اس
موقع پر ہر صاحب عرفان نہایت آسانی
سے اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ رحمٰن
محمدؐ ہے اور محمدؐ رحمٰن ہے۔ اور ان ہر دو کا
مآل اور حقیقت ایک ہی ہے۔ اور جو شخص
اس بات سے منکر ہے۔ وہ حق سے

الحق من هو جاحد۔

واما حقيقة صفة الرحيمية۔ وما اُخفي فيها من الكيفية الروحانية۔ فهي افاضة انعامٍ وخيرٍ على عملٍ من اهل مسجدٍ لا من اهل ديرٍ وتكميل عمل العاملين المخلصين وجبر نقصانهم كالمتلافين والمعينين والناصرين۔ ولا شك ان هذه الافاضة في حكم الحمد من الله الرحيم۔ فانه لا يُنزل هذه الرحمة على عاملٍ الا بعد ما حمده على نهجه القويم۔ ورضى به عملا ورآه مستحقا للفضل العميم۔ الا ترى انه لا يقبل عمل الكافرين والمشركين والمرائين والمتكبرين۔ بل يحبط اعمالهم ولا يهديهم اليه ولا ينصرهم بل يتركهم كالمخذولين۔ فلا شك انه لا يتوب الى احد بالرحيمية۔ ولا يُكمّل عمله بنصرة منه واعانة۔ الا بعد ما رضى به فعلا وحمده حمداً

محروم ہے۔

اور صفت رحیمیّت کی حقیقت اور اس کے اندر کی پوشیدہ روحانی کیفیت صحیح ایمان اور مخلصانہ اعمال پر انعام کا افاضہ کرنا اور نقصان کی تلافی کرنا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ اس قسم کا فیضان کرنا دراصل خداوند رحیم کی طرف سے اس مومن عامل کے فعل کی ثنا و ستائش ہے۔ کیونکہ کسی عامل پر اس قسم کی رحمت نازل کرنا اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ اسے درست قرار دے کر اس کی تعریف کی جائے۔ اور اس پر خوش ہو کر اسے اس فضل عظیم کا حقدار ٹھہرایا جائے۔ چنانچہ (اسی شرط کے مفقود ہونے کی وجہ سے) کافروں۔ مشرکوں۔ ریاکاروں اور متکبروں کے اعمال کو اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔ اور نہ ہی انہیں ہدایت اور نصرت دیتا ہے۔ اور جب تک اللہ تعالےٰ کسی کے فعل کو پسند نہیں کرتا اور ایسے طور پر اس کی ستائش نہیں کرتا جو موجب نزول رحمت ہو۔ اس وقت تک وہ اس کی طرف رحیمیت کے ساتھ رجوع نہیں کرتا اور نہ ہی اپنی نصرت اور اعانت کے ذریعہ سے اس کے

يستلزم نزول الرحمة - ثم اذا كمل الحمد من الله بكمال اعمال المخلصين فيكون الله احمد والعبد محمدا - فسبحان الله اول المحمدين والاحمدين - وعند ذالك يكون العبد المخلص فى العمل محبوبًا فى الحضرة - فان الله يحمده من عرشه وهو لا يحمد احدا الا بعد المحبة -

فحاصل الكلام ان كمال الرحمانية يجعل الله محمداً و محبوبًا - ويجعل العبد احمد ومحبا يستقرى مطلوبًا - و كمال الرحيمية يجعل الله احمد ومحبا و يجعل العبد محمداً وحِبًّا -

وسنعرف من هذا المقام شان نبينا الامام الهمام - فان الله سمّاه محمدا واحمد وما سمّى بهما عيسى ولا كليما - واشركه فى صفتيه الرحمٰن والرحيم -

عمل کو کمال تک پہونچاتا ہے - اور جب مخلصین کے اعمال کے کامل ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی حمد کمال کو پہونچتی ہے تو اس وقت اللہ تعالےٰ احمدؐ ہوتا ہے اور بندہ محمدؐ بس کیا ہی پاک ہے اللہ تعالیٰ جو اوّل المحمدین بھی ہے اور اوّل الاحمدین بھی - اور اس وقت اخلاص کے ساتھ اعمال بجالانیوالا بندہ خدا تعالیٰ کی بارگاہ کا محبوب ہو جاتا ہے جس کا ایک روشن ثبوت یہ ہے کہ وہ اپنے عرش سے اس کی حمد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جب تک کسی کو اپنا محبوب نہیں بنالیتا اسوقت تک اس کی حمد نہیں کرتا -

سو خلاصہ کلام یہ ہے کہ کمال رحمانیت کی رو سے اللہ تعالےٰ محمدؐ اور محبوب ہوتا ہے اور بندہ اس کا احمدؐ اور محب جو اپنے مطلوب کا جویاں ہوتا ہے - اور کمال رحیمیت کی رُو سے اللہ تعالیٰ احمد اور محب ہوتا ہے اور بندہ اس کا محمدؐ اور محبوب ہوتا ہے -

اس نکتہ کو ذہن نشین کر لینے سے حضرت امام عالی مقام سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند شان کا پتہ لگ سکتا ہے - جن کا نام اللہ تعالیٰ نے محمدؐ بھی رکھا ہے اور احمدؐ بھی

بما كان فضله عليه عظيما
وما ذكر هاتين الصفتين في
البسملة الا ليعرف الناس
انهما لله كالاسم الاعظم و
للنبي من حضرته كالخلعة۔
فسمّاه الله محمدا اشارة الى
مافيه من صفة المحبوبية۔
وسماه احمد ايماءً الى مافيه
من صفة المُحِبّيّة ۔ اما محمد
فلاجل ان رجلا لا يحمده الحامدون
حمدا كثيرا الّا بعد ان يكون
ذالك الرجل محبوبا۔ واما احمد
فلاجل ان حامدا لا يحمد احدا
بحمد كاثر الا الذي يحبّه
ويجعله مطلوبا۔ فلا شك ان
اسم محمد يوجد فيه معنى
المحبوبيّة بدلالة الالتزام۔
وكذالك يوجد في اسم احمد معنى
المُحِبّيّة من الله ذي الافضال
والانعام۔ ولا ريب ان نبيّنا
سُمّي محمدا لما اراد الله ان يجعله
محبوبا في اعينه واعين الصالحين۔

اور حضرت عیسیٰؑ یا حضرت موسےٰؑ کو یہ
نام نہیں دیئے۔ اور آپ کو اپنی دونوں صفتوں
رحمٰن اور رحیم سے خاص طور پر بہرہ یاب
کیا ہے۔ کیونکہ آپؐ پر اس کا فضل بہت ہی
بڑا ہے اور بسم اللہ میں ان دونوں صفتوں کو
اسی لئے رکھا گیا ہے کہ تا لوگوں کو معلوم ہو کہ وہ
اللہ تعالےٰ کے گویا اسم اعظم ہیں اور اس کی
جناب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو خلعت کے طور پر عطا کی گئی ہیں۔ سو
اللہ تعالےٰ نے آپؐ کا نام محمدؐ آپؐ کی صفت
محبوبیّت کو ظاہر کرنے کے لئے اور احمدؐ
آپؐ کی شانِ محبّیّت کے اظہار کے لئے
رکھا ہے۔ محمدؐ نام اس بنا پر محبوبیّت کو ظاہر
کرتا ہے کہ تحمید کے معنے حمد کثیر کے ہیں۔
اور حمد کثیر بجز محبوب کے کسی کی کبھی نہیں
کی جاتی۔ اور احمدؐ اس لئے کہ سب سے
بڑھ کر تعریف کسی کی وہی کرتا ہے جو اسے اپنا
محبوب و مطلوب بنا لیتا ہے۔ پس اس میں شک
نہیں کہ محمدؐ کا نام دلالت التزام کے طریق پر
محبوبیّت کے معنے دیتا ہے۔ اور اسم احمد
خداوند کریم ذو الفضل العظیم کی طرف سے
اسی رنگ میں محبّیّت کے معنے اپنے اندر

وكذالك سمّاه احمد لما اراد سبحانه ان يجعله محبّ ذاته ومحبّ المومنين المسلمين۔ فهو محمّد بشانٍ۔ وَاَحمد بشانٍ۔ واختص احد هٰذين الاسمين بزمانٍ والآخر بزمان۔ وقد اشار اليه سبحانه فى قوله "دَنٰى فتدلّٰى۔ وفى قابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى"۔

ثمّ لمّا كان يظنّ ان اختصاص هذا النبى المطاع السجّاد۔ بهذه المحامد من ربّ العباد يجرّ الى الشرك كما عُبد عيسٰى لهذا الاعتقاد۔ اراد الله ان يورثهما الامّة المرحومة على الطريقة الظلّية۔ ليكونا للامّة كالبركات المتعدية۔ وليزول وهم اشتراك عبد خاص فى الصفات الالهية،

(اعجاز المسيح ص ۹۶-۱۰۷)

رکھتا ہے۔ اور اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمدؐ اسی لئے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کو اپنی نگاہ میں اور اپنے عباد صالحین کی نگاہ میں محبوب بنانا چاہا۔ اور احمدؐ اس لئے کہ اسے اپنا اور اپنے سچے مومنوں کا محبّ قرار دے۔ پس آپ ایک پہلو سے محمدؐ ہیں اور ایک پہلو سے احمدؐ اور ان دونوں میں سے ایک نام ایک زمانہ کے ساتھ خصوصیت کا تعلق رکھتا ہے۔ اور دوسرا نام دوسرے زمانہ کے ساتھ۔ چنانچہ اسی بات کی طرف اللہ تعالیٰ نے آیت ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی میں اشارہ فرمایا ہے۔

اور چونکہ محامد کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خصوصیت سے جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو بخشی ہے۔ شرک کے پیدا ہونے کا اندیشہ تھا جیسا کہ اسی قسم کے اعتقاد کی وجہ سے حضرت عیسیٰؑ کو معبود بنایا جا چکا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپکی امت کو ظلّی طور پر ان دونوں ناموں کا وارث بنانا پسند فرمایا۔ تاکہ ان برکات سے آپؐ کی امّت کو بھی حصہ ملے اور ایک ہی بندہ کو یہ خصوصیت کا مقام دیا جانے سے جو شرک کا وہم پیدا ہو سکتا ہے اس کا بھی ازالہ ہو جائے۔

"وهاتان رحمتان كماءٍ اصفا
وغذاءٍ احلى من منبع الربوبية۔
وكل ما هو دونهما من صفات
فهو كشعب لهذه الصفات۔
والاصل رحمانية ورحيميّة
وهما مظهر سر الذات۔ ثم اعطى
منهما نصيب كامل لنبينا امام
المنهج القويم۔ فجعل اسمه محمد
ظل الرحمٰن واسمه احمد ظل
الرحيم۔ والسرّ فيه ان الانسان
الكامل لا يكون كاملا الا بعد
التخلق بالاخلاق الالٰهيّة وصفات
الربوبيّة۔ وقد علمت انّ امر
الصفات كلها تؤل الى الرحمتين
اللتين سميناهما بالرحمانية
والرحيمية۔ وعلمت ان الرحمانية
رحمة مطلقة على سبيل الامتنان۔
ويرد فيضانها على كل مومن وكافر
بل كل نوع الحيوان۔ واما الرحيمية
فهي رحمةٌ وجوبية من اللهِ
احسن الخالقين۔ وجبت للمومنين
خاصة من دون حيوانات اخرى

اور یہ دونوں رحمتیں نہایت صاف پانی اور
نہایت شیریں غذا کی طرح ہیں جن کا منبع ربوبیت
کا چشمہ ہے۔ اور باقی تمام صفات ان صفات کے
مختلف شعبے اور شاخیں ہیں۔ اور ان سب کا
مرکزی نقطہ رحمانیت اور رحیمیت ہے۔ اور یہ
ہر دو صفتیں اللہ کی ذات کے لئے جو پوشیدہ
ہے ذریعۂ ظہور ہیں۔ اور ان ہر دو کا ہمارے
نبی صراط مستقیم کے پیشوا صلی اللہ علیہ وسلّم کو
کامل حصّہ دیا گیا ہے۔ چنانچہ آپؐ کا نام محمدؐ صفت
رحمٰن کا ظل ہے۔ اور احمدؐ رحیم کا۔ اور اس میں
یہ راز ہے کہ کامل انسان کو کمال انسانی اسی وقت
حاصل ہوتا ہے جب وہ الٰہی اخلاق اور ربانی
صفات اپنے اندر رکھتا ہو۔ اور یہ بات اوپر
بیان ہو چکی ہے کہ تمام کی تمام صفات الٰہیہ کا
مرکزی نقطہ رحمانیّت اور رحیمیّت ہی ہیں۔
اور یہ بھی تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ رحمانیت رحمتِ
مطلقہ کا نام ہے۔ جو محض فضل و احسان سے صادر
ہوتی ہے۔ اور اس کا فیضان ہر مومن و کافر بلکہ
ہر ایک جاندار کو پہونچتا ہے۔ اور رحیمیت اللہ تعالےٰ
احسن الخالقین کی ایک وجوبی رحمت ہے جس کا
وجوب صرف مومنوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے
کافروں کے ساتھ اور انسان کے سوا باقی

والكافرين - فلزم ان يكون الانسان
الكامل اعني محمداً مظهر هاتين
الصفتين - فلذالك سمي محمداً
واحمد من رب الكونين - وقال الله في
شانه لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ
عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ
بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ - فاشار
الله في قوله عَزِيْزٌ وفي قوله حَرِيْصٌ
الى انه عليه السلام مظهر صفته
الرحمٰن بفضله العظيم - لانه رحمة
للعالمين كلهم ولنوع الانسان
والحيوان - واهل الكفر والايمان -
ثم قال بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ -
فجعله رحمانا ورحيما كما لا
يخفى على الفهيم - وحمد وعزا
اليه خلقا عظيما من التفخيم
والتكريم - كما جاء في القرآن
الكريم -

وان سئلت ما خلقه العظيم -
فنقول انه رحمان ورحيم ومنح
هو عليه الصلوٰة هذين النورين
وآدم بين الماء والطين - وكان

جانداروں کے ساتھ اس کا تعلق نہیں - پس انسان
کامل یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان
دونوں صفتوں کا مظہر ہونا ضروری تھا - اسی لئے
خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کو محمدؐ اور احمدؐ کے
دونوں نام دیئے گئے - اور اللہ تعالیٰ آپ کی
شان میں فرماتا ہے لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ
اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ
بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ - جس میں عزیز اور
حریص کے الفاظ سے آپکے مظہر صفت رحمٰن ہونیکی
طرف اشارہ ہے - کیونکہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں یعنی
نوع انسان اور تمام حیوانات تک ... کے لئے
آپ کا وجود رحمت ہے - اور اس کے بعد
بالمؤمنین رؤف رحیم فرما کر صراحت سے آپکا
نام رحیم رکھا - اور اس طرح سے آپ کو رحمٰن
بھی قرار دیا گیا اور رحیم بھی - جیسا کہ ...
ظاہر ہے اور اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے آپکی
تعریف کی ہے - اور تعظیم و تکریم اور اجلال کے طور پر
آپ کے اخلاق کا نام خُلق عظیم رکھا ہے -

اور آپ کے خلق عظیم کی تفسیر آپ کا
رحمٰن اور رحیم ہونا ہی ہے - اور آپ کو یہ
ہر دو نور آدم کی پیدائش سے بھی پہلے دیئے
گئے تھے - جبکہ آدم کے وجود کا ابھی کوئی

هو نبیا وما کان لآدم اثر من الوجود
ولا من الادیم۔ وکان اللہ نوراً
فقضی ان یخلق نوراً فخلق محمداً
الذی ھو کدر یتیم۔ واشرک
اسمیہ فی صفتیہ ففاق کل من
اتی اللہ بقلب سلیم۔ وانہما
یتلالئان فی تعلیم القرآن
الحکیم۔ وان نبینا مرکب من
نور موسیٰ ونور عیسیٰ۔ کما ھو مرکب
من صفتی ربنا الاعلیٰ۔ فاقتضی
الترکیب۔ ان یعطی لہ ھذا المقام
الغریب۔ فلاجل ذالک سمّاہ اللہ
محمّداً واحمد۔ فانّہ ورث نور الجلال
والجمال وبہ تفرد۔ وانہ اعطی
شان المحبوبین وجنان المحبین
کما ھو من صفتی رب العالمین۔
فھو خیر المحمودین۔ و
خیر الحامدین۔ واشرکہ اللہ فی
صفتیہ واعطاہ حظاً کثیراً
من رحمتیہ۔ وسقاہ من
عینیہ۔ وخلقہ بیدیہ۔ فصار
کقارورۃ فیھا راح او کمشکوٰۃ

نام و نشان بھی نہیں تھا۔ اور اسوقت بھی آپ نبی
تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو نور ہی نور ہے ایک
نور کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا۔ تب اس دُرِّ یتیم یعنی
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش
مقدر کی اور آپ کو اپنی ان دونوں صفتوں سے
بہرہ ور کیا۔ جس کی وجہ سے آپ کو ہر صاحب
قلب سلیم پر فوقیت حاصل ہوئی اور یہ دونوں نام
قرآن کریم کی تعلیم میں نہایت درخشانی کے ساتھ
نمودار ہیں۔ اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے روحانی وجود میں موسوی نور بھی موجود ہے۔
اور عیسوی نور بھی۔ جیساکہ آپ کے اندر اللہ تعالیٰ
کی یہ دونوں صفتیں جلوہ گر ہیں۔ پس اس ترکیب
نورانی اور اجتماع صفتین نے تقاضا کیا کہ آپکو
یہ امتیازی مرتبہ اور مقام حاصل ہو۔ اور اسی لئے
اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام محمدؐ بھی رکھا اور احمدؐ بھی۔
کیونکہ آپ نور جلال کے بھی وارث ہیں اور نور جمال
کے بھی۔ اور یہ منصب صرف آپ کی ذات کو حاصل
ہؤا ہے۔ اور آپکو محبوبیت کی شان بھی دی گئی ہے
اور محبوں والا دل بھی جیساکہ یہ دونو شانیں رب العالمین
میں پائی جاتی ہیں۔ پس آپ محمودوں کے بھی برگزیدہ
ہیں اور حامدوں کے بھی سردار۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپکو
اپنی ان دونوں صفتوں سے بہرہ یاب کیا ہے۔ اور

فیہا مصباح - وکمثل صفتیہ انزل علیہ الفرقان - وجمع فیہ الجلال والجمال ورکب البیان - وجعلہ سلالۃ التورات والانجیل - ومرآۃً لرؤیۃ وجھہ الجلیل و الجمیل -

ثم اعطی الامۃ نصیبا من کاس ھذا الکریم - وعلمھم من انفاس ھذا المتعلم من العلیم فشرب بعضھم من عین اسم محمد التی انفجرت من صفتہ الرحمانیۃ - وبعضھم اغترفوا من ینبوع اسم احمد الذی اشتمل علی الحقیقۃ الرحیمیۃ - وکان قدرا مقدرا من الابتداء ووعدا موقوتا جاریا علی السن الانبیاء ۔ (ایضاً صفحہ ۱۱۲-۱۱۸)

"ان نبینا خیر الانام لما کان خاتم الانبیاء - واصفی الاصفیاء واحب الناس الی حضرۃ الکبریاء اراد اللہ سبحانہ ان یجمع فیہ صفتیہ العظیمتین علی

اپنی ان دونو رحمتوں کا آپ کو حصۂ کامل عطا فرمایا ہے اور اپنے دونوں چشموں سے آپ کو سیراب کیا ہے - اور اپنے دونوں ہاتھوں (رحمانیت اور رحیمیت) کے ساتھ آپکو پیدا کیا ہے - پس آپ کا وجود پاک اس شیشے کی طرح ہے جس میں لطیف شراب ہو یا اس قندیل کی طرح جسمیں ایک عظیم الشان چراغ روشن ہو - اور آپکی ان ہر دو صفتوں کے مطابق ہی آپ پر فرقان کو نازل کر کے اس میں جلال اور جمال کو دونو پہلو رکھے اور اسکے بیان کو ان ہر دو سے مرکب کیا - اور اسے توریت اور انجیل ہر دو کے مغز پر مشتمل اور اپنے جلیل اور جمیل چہرہ کے دیدار کیلئے آئینہ بنایا -

پھر اللہ تعالیٰ نے اس کریم کے جام عرفان سے آپکی امت کو بھی بہرہ ور کیا - اور اپنی علیم ذات کے اس شاگرد کے انفاس طیبہ کے ذریعہ سے انہیں تعلیم بخشی - سو انمیں سے بعض نے اسم احمد کے چشمہ سے چلو بھر بھر کر پیا جو رحیمیت کی حقیقت پر مشتمل ہے - اور یہ بات ابتداء سے مقدر تھی اور تمام انبیاء اس بارہ میں معین پیشگوئیاں کرتے چلے آئے تھے ۔

"اور ہمارے نبی خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چونکہ خاتم الانبیاء اور تمام برگزیدوں کے سردار ہیں - اور بارگاہ الٰہی کے سب سے زیادہ محبوب ہیں - اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپکے اندر ظلی طور پر اپنی ان ہر دو عظیم الشان صفتوں کو جمع کرنیکا ارادہ فرمایا - تا وہ خود

الطريقة الظلية - فوهب له اسم
محمد واحمد ليكونا كالظلين
للرحمانية والرحيمية ......
وعلمت ان اسم محمد واحمد
قد اقيما مقام الرحمان والرحيم
واودعهما كلّ كمال كان مخفيا في
هاتين الصفتين من الله العليم
الحكيم - فلا شك ان الله جعل
هذين الاسمين ظلين لصفتيه -
ومظهرين لسيرتيه ليرى حقيقة
الرحمانية والرحيمية في
مرآة المحمدية والاحمدية -
ثم لما كان كُمّل اُمّته عليه السلام
من اجزاءه الروحانية - وكالجوارح
للحقيقة النبوية - اراد الله لابقاء
آثار هذا النبيّ المعصوم ان
يورثهم هذين الاسمين كما
جعلهم ورثاء العلوم "

(ایضاً ص ١١٩ و ١٢٠)

"اعلم ان الله اسم جامد
لا تدرك حقيقته لانه اسم
الذات - والذات ليست من

رحمانیت اور رحیمیت کے لئے بطور ظل ہوں....
... اور یہ بات تمہیں معلوم ہو چکی ہے کہ اسم
محمدؐ اور احمدؐ - رحمٰن اور رحیم کی بجائے لائے گئے ہیں
اور جو کمالات ان دونوں صفتوں میں مخفی ہیں -
وہ اللہ تعالیٰ علیم حکیم نے ان کے اندر بھی
رکھ دیئے ہیں - پس اس میں کچھ شک نہیں کہ
اللہ تعالیٰ نے ان دونوں ناموں کو اپنی ان دونو
صفتوں کا ظل اور اپنی ان ہر دو سیرتوں کا مظہر
بنایا ہے - تاکہ اپنی رحمانیت اور رحیمیت
کو محمدیّت اور احمدیت کے آئینہ میں
دکھائے - اور چونکہ آپؐ کی امّت کے کاملین
آپؐ کے روحانی وجود کے اجزاء اور
حقیقت نبویہ کے گویا اعضاء ہیں اس
لئے اللہ تعالےٰ نے اس پاک نبی کے آثار کو
قائم رکھنے کے لئے انہیں ان دونوں ناموں
کا وارث بنا کر تمام علوم کی وراثت عطا
فرمائی "

جاننا چاہئے کہ لفظ اللہ اسم جامد ہے اور اس کی
حقیقت حدِ ادراک سے باہر ہے - کیوں کہ
یہ اللہ تعالےٰ کی ذات کا نام ہے - اور
اور اس کی ذات کا ادراک ممکن ہی نہیں جبتقدر
تو اول اس کے معنوں (کی تعیین) سے

المدرکات - وکل مایقال فی مضاهٗ
فهو من قبیل الاباطیل والخزعبلات
فان کنه الباری ارفع من
الخیالات وابعد من القیاسات
واذا قلت محمد رسول الله فمعناه
ان محمداً مظهر صفات هذه
الذات وخلیفتها فی الکمالات
ومتمم دائرة الظلیة وخاتم
الرسالات فحاصل ما ابصروأری
ان نبینا خیر الوری قد ورث صفتی
ربنا الاعلیٰ" (ایضاً صـ ۱۴۶ و ۱۴۷)

"انک انت راحی وراحتی و
جنّتی وجُنّتی - فانصرنی فی امری
واسمع بکائی ورنّتی - وصلّ علی
محمّد خیر المرسلین - وامام
المتقین - وهب له مراتب ما وهبتَ
لغیره من النبیین - رب اعطه
ما اردتَ ان تُعطینی من النعماء
ثم اغفرلی لوجهک
وانت ارحم الرحماء"
(ایضاً صـ ۲۰۰)

متعلق ہیں سب باطل اور بے بنیاد ہیں -
کیونکہ باری تعالیٰ کی کُنہ انسانی خیالات کی رسائی سے
بالاتر اور قیاسات سے بالکل دُور ہے - اور جب
یہ کہا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے
رسول ہیں تو اس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ آپ اس
ذات پاک کے مظہر اور کمالات میں اس کے خلیفہ
ہیں - اور ظلّیت کے دائرہ کے مکمّل اور متمّم اور
تمام رسالتوں کے خاتم ہیں - غرض جو کچھ میرے
دیکھنے میں آیا ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم خداوند کریم کی ان ہر دو صفتوں کے حامل
اور وارث ہیں -

(اے اللہ) میں تیری یاد سے مست رہتا ہوں - اور تیرا ذکر
ہی میری راحت کا سامان اور میرا بہشت اور میری
ڈھال ہے - پس میرے کام میں میری مدد فرما -
اور میرے گریہ اور زاری کو سن - اور حضرت خیر المرسلین
اور امام المتقین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج -
اور آپؐ کو وہ مراتب عطا کر جو تو نے اور کسی
بھی نبی کو عطا نہ کئے ہوں - اے میرے رب
جو نعمتیں تو نے میرے لئے مقدّر کی ہیں وہ بھی آپ کو ہی
عطا فرما - اور مجھے اپنی ذات اور اپنے چہرہ کے
طفیل بخش دے - اور تو بڑا ہی رحیم ہے -

آنحضرتؐ کے منصب ختم نبوت کے برکات

"ونؤمن بانّ سیّدنا محمد انبیه ورسوله
وانّه جاء بخیر الادیان ونؤمن بانه خاتم الانبیاء لانبی بعدہٗ الّا الذی
رُبّی من فیضه واظهره وعدہٗ . . . . ونعنی
بختم النبوة ختم کمالاتها علی نبینا الذی هو
افضل رسل الله وانبیائه - ونعتقد بانه لانبیّ
بعدہٗ الا الذی هو من امته ومن اکمل اتباعه
الذی وجد الفیض کله من روحانیته واضاء
بضیائه . . . . وهذا هو الحق الذی یشهد علی
برکات نبینا ویری الناس حسنه فی حلل التابعین
الفانین فیه بکمال المحبة والصفاء ومن الجهل ان
یقوم احدٌ المِراء بل هٰذا هو ثبوت من الله
لنفی کونه ابتر - ولا حاجة الی تفصیل لمن
تدبّر - وانه ما کان ابا احد من الرجال
من حیث الجسمانیة - ولکنه اب من
حیث فیض الرسالة لمن کمّل فی
الروحانیة وانه خاتم النبیین وعلم
المقبولین - ولا یدخل الحضرة ابدا الا الذی
معه نقش خاتمه واٰثار سنته ولن یقبل عمل
ولا عبادة الا بعد الاقرار برسالته والثبات
علی دینه وملته وقد هلك من ترکه وما
تبعه فی جمیع سننه علی قدر وسعه وطاقته

ہم ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے آقا محمد صلی اللہ
علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول ہیں۔
اور آپ کا دین تمام ادیان سے بہتر ہے۔
اور ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ آپ کے بعد وہی نبی آسکتا ہے جس کی
تربیت آپ کے فیضان سے ہوئی ہو۔ اور آپ کی پیشگوئی
کے ماتحت آیا ہو۔ اور کوئی نبی نہیں آسکتا . . . . .
. . . اور ختم نبوت سے مراد نبوت کے کمالات کا ہمارے نبی
افضل الرسل والانبیاء پر ختم ہونا ہے اور ہم اعتقاد رکھتے
ہیں کہ آپ کے بعد وہی نبی آسکتا ہے۔ جو آپ کی امت
میں سے اور آپ کے کامل ترپیروؤں میں سے ہو جس نے
تمام کا تمام فیضان آپ ہی کی روحانیت سے پایا ہو۔
اور آپ ہی کے نور سے منور ہوا ہو۔ اور کوئی نبی نہیں آسکتا
. . . . . . اور یہی بات حق ہے جو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے برکات پر گواہ ہے۔ اور لوگوں کو
آپ کا حسن آپ کے سچے پیروؤں کے لباس میں جو کامل
محبت اور اخلاص کے ساتھ آپ میں فنا ہوں دکھلاتی
ہے۔ اور اس کے خلاف بحث کرنا جہالت ہے۔ بلکہ یہ تو خدا تعالیٰ
کی طرف سے آنحضرتؐ کے ابتر نہ ہونے کا ثبوت ہے اور اہل
تدبر کیلئے اس کی تفصیل کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم جسمانی لحاظ سے تو کسی مرد کے باپ نہیں۔ لیکن آپ
روحانیت کے رو سے کمال یافتہ شخص کے روحانی فیضان رسالت کے
لحاظ سے باپ ہیں۔ اور آپ تمام انبیاء کے خاتم اور تمام مقبولوں
کے سردار ہیں اور سوائے اس شخص کے جس کے پاس آپ کی
مہر کا نقش ہو اور آپ کی سنت کا پیرو ہو کوئی شخص خدا تعالیٰ کی درگاہ

ولا شريعة بعده ولا ناسخ لكتابه ووصيته ولا مبدل لكلمته ولا قطر كمزنته و من خرج مثقال ذرة من القرآن فقد خرج من الايمان - ولن يفلح احد حتى يتبع كل ما ثبت من نبينا المصطفى ومن ترك مقدار ذرة من وصاياه فقد هوى ومن ادعى النبوة من هذه الامة وما اعتقد بانه ربي من سيدنا محمد خير البرية وبانه ليس هو شيئا من دون هذه الاسوة وان القرآن خاتم الشريعة فقد هلك والحق نفسه بالكفرة الفجرة ومن ادعى النبوة ولم يعتقد بانه من امته وبانه انما وجد كل ما وجد من فيضانه وانه ثمرة من بستانه وقطرة من تهتانه وشعشع من لمعانه فهو ملعون ولعنة الله عليه وعلى انصاره واتباعه واعوانه لا نبي لنا تحت السماء من دون نبينا المجتبى ولا كتاب لنا من دون القرآن وكل من خالفه فقد جر نفسه الى اللظى

(مواہب الرحمان صفحہ ٦٦ و ٦٩)

میں کبھی رسائی نہیں پا سکتا اور کوئی عمل اور کوئی عبادت آپکی رسالت کے اقرار اور آپکے دین اور آپکی ملت پر پختگی کیساتھ قائم ہوئے بغیر قبول نہیں ہوسکتی اور جس نے آپکو چھوڑا اور اپنی طاقت اور مقدور بھر آپکی تمام سنن کی پیروی نہ کی وہ ہلاک ہوا - اور آپکے بعد اب کوئی نئی شریعت نہیں آسکتی اور کوئی چیز آپکی کتاب اور آپکے احکام کو منسوخ کرنیوالی یا آپکی پاک باتوں کو تبدیل کردینے والی نہیں ہوسکتی اور کوئی بارش آپکی بارش جیسی نہیں ہوسکتی اور جو شخص قرآن کی پیروی سے ایک ذرہ بھر باہر نکلا وہ دائرہ ایمان سے نکل گیا۔ اور کوئی شخص کامیاب نہیں ہوسکتا اور نجات نہیں پاسکتا جب تک وہ ان تمام باتوں کی پیروی نہ کرے جو ہمارے برگزیدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ اور جو شخص آپکے احکام میں سے ایک ذرہ بھر بھی چھوڑتا ہے - وہ تباہی کے گڑھے میں گرتا ہے اور جو شخص اس امت میں سے کہلا کر بھی دعوئی نبوت کیساتھ یہ اعتقاد نہیں رکھتا کہ اس کی تربیت خیر البرایا سیدنا محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے فیضان سے ہوتی ہے اور آپکے نمونہ کی پیروی کے بغیر وہ کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا۔ اور یہ کہ قرآن کریم خاتم الشریعت ہے تو ایسا شخص ہلاک شدہ اور ہمیشہ کا فر و فاجر ہے اور جو شخص نبوت کا دعوے کرے اور یہ عقیدہ نہ رکھتا ہو کہ وہ آپکی امت میں سے ہے اور جو کچھ اس نے پایا ہے آپکے فیضان سے پایا ہے۔ اور یہ کہ وہ آپ کے باغ کا ایک پھل آپ کی بارش کا ایک قطرہ اور آپ کے انوار کی ایک جھلک ہے تو ایسا شخص ملعون ہے اور ایسے شخص پر اور اس کے مددگاروں اور پیروؤں اور ساتھیوں پر سب پر خدا کی لعنت ہے۔ اب آسمان کے نیچے ہمارے نبی مجتبٰے صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی شخص جو آپ کا غیر ہو نبی نہیں اور نہ ہی قرآن کریم کے سوا ہماری کوئی اور کتاب ہے۔ اور جو شخص اس کی مخالفت کرتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو آپ دوزخ میں ڈالتا ہے ؛

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات

درود شریف کی حقیقت

آنحضرتؐ کی ستائش اور شکر گذاری

"ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی صدق و صفا دیکھئے۔ آپؐ نے ہر ایک قسم کی بد تحریک کا مقابلہ کیا۔ طرح طرح کے مصائب اور تکالیف اٹھائیں لیکن پروا نہ کی۔ یہی صدق و صفا تھا جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔ اسی لئے تو فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ (احزاب ع)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے اس نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی اس پر درود اور سلام بھیجو!۔

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف یا اوصاف کی تحدید کرنے کے لئے کوئی لفظ خاص نہیں فرمایا۔ لفظ تو مل سکتے تھے۔ لیکن خود استعمال نہ کئے۔ یعنی آپؐ کے اعمال صالحہ کی تعریف تحدید سے بیروں تھی۔ اس قسم کی آیت کسی اور نبی کی شان میں استعمال نہ کی۔

آپؐ کی روح میں وہ صدق و صفا تھا۔ اور آپؐ کے اعمال خدا کی نگاہ میں اس قدر پسندیدہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے یہ حکم دیا کہ آئندہ لوگ شکر گذاری کے

طور پر درُود بھیجیں" (الحکم جلد ۷، ۲۵ صـ ۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اظہارِ عظمت و جلال کے لئے دعاء

"درُود شریف ...... اس غرض سے پڑھنا چاہیئے کہ تا خداوند کریم اپنی کامل برکات اپنے نبی کریمؐ پر نازل کرے ...... اور اس کی بزرگی اور اُسکی شان و شوکت اِس عالم اور اُس عالم میں ظاہر کرے ..... اور اس کا جلال دنیا اور آخرت میں چمکے" (مکتوبات احمدیہ جلد اوّل صـ ۱۳)

(وحی الٰہی) "آج ہمارے گھر میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آئے ۔ آگئی عزت اور سلامتی*" (اخبار بدر جلد ۶ نمبر ۳۳)

آنحضرتؐ کی ترقی مدارج و حصول مقاصد اور کامیابی کے لئے دعاء

"درُود شریف ..... بکثرت پڑھو۔ مگر نہ رسم اور عادت کے طور پر بلکہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اور احسان کو مدنظر رکھ کر۔ اور آپ کے مدارج اور مراتب کی ترقی کے لئے ۔ اور آپ کی کامیابیوں کے واسطے" (رسالہ ریویو آف ریلیجنز جلد ۳ صفحہ ۱۴)

(رؤیا) "میں نے دیکھا کہ ایک کتاب ہے گویا وہ میری کتاب ہے ۔ اُس کا نام نَهْجُ الْمُصَلِّي ہے ۔ پھر الہام ہوا فَوْقٌ حَمِيدٌ+" (اخبار بدر جلد ۵ ۵۰)

حاشیہ * اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صلی اللہ علیہ میں عزت کے لئے دعاء ہے ۔ اور سلّم میں سلامتی کے لئے ۔ واللہ اعلم ۔ خاکسار مرتب

+ نَهْجُ الْمُصَلِّي کے معنے ہیں صلوٰۃ (نماز یا درُود شریف) کو اختیار کرنے والے اور اس کا التزام رکھنے والے کا طریق فَوْقٌ حَمِيدٌ کے معنے ہیں قابل ستائش، اور دوسروں کو ممنون احسان بنا دینے والا غلبہ اور تفوق و ترقی ۔ اور یہ لفظ حَمِيدٌ درُود شریف کے الفاظ اِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ کی طرف بھی رہنمائی کرتا ہے ۔ پس یہ وحی مقدس بتاتی ہے کہ درُود میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے فوق حمید کی دعا کی جاتی ہے ۔ جس کے نتیجہ میں درود خوان کو بھی اس نعمت سے حصہ ملتا ہے ۔ واللہ اعلم ۔ خاکسار مرتب

" درود شریف اس غرض کی ترقی کے لئے پڑھا جائے جس کے لئے سرورِ عالمؐ نے فرمایا اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْیٰی۔ ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْیٰی* وہ زندہ رہکر کیا کرتے۔ اسی کام کی تکمیل کے لئے درود شریف پڑھو۔" (بروائت حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ۔)

(منقولہ از نوٹ بک حضرت ممدوحؓ بابت ۱۸۹۷ء)

آنحضرتؐ پر انوار کے نزول کیلئے دعا

" ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطر ہوگیا۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ آبِ زلال کی شکل پر نُور کی مشکیں اس عاجز کے مکان میں لئے آتے ہیں۔ اور ایک نے ان میں سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تو نے محمدؐ کیطرف بھیجے تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔"

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۵۰۲ حاشیہ)

" میں نے دیکھا کہ دو سقّے یعنی ماشکی آئے۔ اور ایک اندرونی راستے سے اور ایک بیرونی راہ سے میرے گھر میں داخل ہوئے ہیں۔ اور ان کے کاندھوں پر نور کی مشکیں ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ هٰذَا بِمَا صَلَّيْتَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ✝

(حقیقۃ الوحی ص۱۲۸ حاشیہ)

" درود شریف کے طفیل..... اللہ تعالیٰ کے فیوض عجیب نوری شکل میں آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جاتے ہیں۔ اور پھر وہاں جاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ میں جذب ہو جاتے ہیں۔ اور وہاں سے نکل کر ان کی لاانتہا نالیاں ہوجاتی ہیں۔ اور بقدرِ حصہ رسدی ہر حقدار کو پہنچتی ہیں..... درود شریف کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عرش کو حرکت دینا ہے جس سے یہ نور کی نالیاں نکلتی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کا

---

* یعنی کاش میں اس راہ میں مارا جاتا۔ اور اس کے بعد زندہ کیا جاکر پھر اسی راہ میں مارا جاتا۔ اور اس طرح پر مجھے بار بار اس مقصد کی پیروی میں اپنی زندگی وقف کرنے اور اپنی جان دینے کا موقعہ میسر آتا۔ (خاکسار مرتب)

✝ یعنی یہ نزول انوار اس وجہ سے ہے کہ تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا ہے اور یہ اس چیز کا بدلہ ہے جو تم نے درود شریف پڑھ کر آپؐ کیلئے اللہ تعالیٰ سے مانگی ہے۔

(خاکسار مرتب)

فیض اور فضل حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس کو لازم ہے کہ وہ کثرت سے درود شریف پڑھے تاکہ اس فیض میں حرکت پیدا ہو۔"

(اخبار الحکم جلد ۷ ۲۰ ۳ ۔ مٹ)

آنحضرت پر نزولِ برکات کیواسطے دعا

"آپ درود شریف کے پڑھنے میں بہت ہی متوجہ رہیں۔ اور جیسا کہ کوئی اپنے پیارے کے لئے فی الحقیقت برکت چاہتا ہے ایسے ہی ذوق اور اخلاص سے حضرت نبی کریمؐ کے لئے برکت چاہیں۔ اور بہت ہی تضرع سے چاہیں۔ اور اس تضرع اور دعا میں کچھ بناوٹ نہ ہو۔ بلکہ چاہیئے کہ حضرت نبی کریمؐ سے سچی دوستی اور محبت ہو۔ اور فی الحقیقت روح کی سچائی سے وہ برکتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مانگی جائیں کہ جو درود شریف میں مذکور ہیں۔"

(مکتوبات جلد اوّل صفحہ ۲۴)

لفظ صلوٰۃ اور مستقبل کی بہتری

"صَلٰوۃُ الْعَرْشِ اِلَی الْفَرْشِ (الہام الہٰی)
...... آئندہ بشارت پر دلالت کرتا ہے۔ یہ لفظی ہی نہیں بلکہ عملی رنگ میں ظاہر ہونے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ جب وہ کسی پر خوش ہوتا ہے تو عملی رنگ میں اس کا اظہار دنیا پر کرتا ہے۔"

(اخبار بدر جلد ۱ پرچہ یکم جون ۱۹۰۵ء)

لفظ صلوٰۃ اور دعا میں گدازش و دلسوزی

صلوٰۃ کا لفظ پر سوز معنے پر دلالت کرتا ہے جیسے آگ سے سوزش پیدا ہوتی ہے۔ ویسے ہی گدازش دعا میں ہونی چاہیئے۔ جب ایسی حالت کو پہنچ جائے جیسے موت کی حالت ہوتی ہے۔ تب اس کا نام صلوٰۃ ہوتا ہے۔"

(اخبار بدر جلد ۱۔ پرچہ ۲۵ مئی ۱۹۰۵ء)

(روایت جناب پیر منظور محمد صاحب لدھیانوی)، میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بارہا سنا ہے کہ لفظ صلوٰۃ کے معنے (اس کے مادہ کی رو سے) یہ ہیں کہ تیر میں لگانے کی لکڑی کو آگ پر رکھ کر اور گرم کر کے سیدھا اور درست کرنا۔

حضور ؑ اس لفظ کے یہ معنے بیان کرکے اس سے صلوٰۃ کی حقیقت کو ظاہر فرمایا کرتے تھے

صلوٰۃ وہی دعاء کہلا سکتی ہے جو رضائے الٰہی کیلئے ہو نہ کہ دنیوی مقاصد کے لئے

"جب انسان کی دعاء محض دنیوی امور کیلئے ہو تو اس کا نام صلوٰۃ نہیں۔ لیکن جب انسان خدا کو ملنا چاہتا ہے اور اس کی رضا کو مدنظر رکھتا ہے۔ اور ادب اور انکسار۔ تواضع اور نہایت محویت کیساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑا ہو کر اس کی رضا کا طالب ہوتا ہے۔ تب وہ صلوٰۃ میں ہوتا ہے"

(اخبار بدر جلد ۴ پرچہ ۲۵ مئی ۱۹۰۵ء)

سلام کی حقیقت

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مسیح موعود کو السلام علیکم ✻ پہنچایا۔ یہ درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک پیشگوئی ہے ..... کہ جس قدر مخالفین کی طرف سے فتنے اٹھیں گے ..... ان سب باتوں میں ان کو نامراد رکھے گا۔ اور تمہارے شامل حال سلامتی رہے گی۔ اور ہمیشہ کے لئے عزت اور بزرگی اور قبولیت اور ہر ایک ناکامی سے سلامتی صفحۂ دنیا میں محفوظ رہے گی۔ جیسا کہ السلام علیکم کا مفہوم ہے۔"

(تحفہ گولڑویہ ص ۳۷۔ حاشیہ)

آنحضرتؐ پر درود بھیجنے کے متعلق تاکیدی ارشادات

(وحی الٰہی) "صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ اَلصَّلٰوۃُ هُوَ الْمُرَبِّیْ" †

حاشیہ: ✻ کنز العمال جلد ۷ ص ۲۰۲ میں بحوالہ صحیح مسلم اور حجج الکرامہ کے صفحہ ۴۲۹ پر بحوالہ صحیح مسلم و مسند امام احمدؒ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعودؑ کے متعلق فرمایا مَنْ لَقِیَہٗ مِنْکُمْ فَلْیَقْرَءْہُ مِنِّی السَّلَامَ۔ یعنی تم میں سے جسے مسیح موعودؑ سے ملنا نصیب ہو وہ اسے میری طرف سے سلام پہنچائے۔ اور حجج الکرامہ میں مستدرک حاکم کے حوالہ سے بروایت حضرت انسؓ منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من ادرک منکم عیسیٰ بن مریم فلیقرءہ منی السلام یعنی تم میں سے جو مسیح موعودؑ کو پائے وہ میری طرف سے اسے سلام پہنچائے۔

† اس کے معنے دو طرح سے ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ درود ہی روحانی تربیت کا ذریعہ ہے اور

(براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۲۴۲)

(ایضاً) "صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ سَیِّدِ وُلْدِ آدَمَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْن"
درود بھیج محمد اور آل محمدؐ پر جو سردار ہے آدم کے بیٹوں کا۔ اور خاتم الانبیاء ہے۔

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ سب مراتب اور تفضّلات اور عنایات اسی کی طفیل سے ہیں۔ اور اسی سے محبت کرنے کا صلہ ہے ..... اور ایسا ہی الہام متذکرہ بالا میں جو آل رسول پر درود بھیجنے کا حکم ہے سو اس میں بھی یہی سِرّ ہے کہ افاضۂ انوارِ الٰہی میں محبت اہل بیت کو بھی نہایت عظیم دخل ہے۔ اور جو شخص حضرت احدیّت کے مقرّبین میں داخل ہوتا ہے وہ انہیں طیّبین طاہرین کی وراثت پاتا ہے۔ اور تمام علوم و معارف میں ان کا وارث ٹھہرتا ہے"

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۵۰۲ و ص۵۰۳)

(ایضاً) "اِنَّکَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَکِیْنٌ اَمِیْنٌ ذُوْعَقْلٍ مَّتِیْنٍ۔ حِبُّ اللّٰہِ خَلِیْلُ اللّٰہِ۔ اَسَدُ اللّٰہِ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ ط

تو آج ہمارے نزدیک صاحب مرتبہ اور امانت دار اور قوی العقل ہے اور دوست خدا ہے خلیل اللہ ہے۔ اسد اللہ ہے اور محمدؐ پر درود بھیج۔ یعنی یہ اسی نبی کریمؐ کی متابعت کا نتیجہ ہے"۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۵۵۸)

(شرائط بیعت) "سوم یہ کہ بلاناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسولؐ کے ادا کرتا رہیگا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا۔ اور دلی محبت سے خداتعالیٰ کے احسانوں کو یاد کرکے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائیگا"۔

(اشتہار ۱۲ جولائی ۱۸۸۹ء)

نماز کو مغز دار بنانا چاہیئے جو دعاء اور تسبیح و تہلیل سے بھری ہوئی ہو اور دعا اور استغفار

بقیہ حاشیہ: دوسرے یہ کہ آنحضرتؐ پر اور آپؐ کی آل پر التزام سے اور نہایت عمدگی سے درود بھیجا کرو۔ کیونکہ یہ سب فیضان آپؐ ہی کی تربیت اور روحانی فیضان کا نتیجہ ہے۔ پہلی صورت میں الصّلوٰۃ پڑھیں گے اور دوسری میں الصّلوٰۃ۔ (خاکسار مرتب)

اور درود شریف کا التزام رکھنا چاہیئے ۔ اور ہمیشہ خدا تعالیٰ سے نیک کاموں اور نیک خیالوں اور نیک ارادوں کی توفیق مانگنی چاہیئے کہ بجز اس کی توفیق کے کچھ نہیں ہو سکتا"

(اخبار البدر جلد ۲ ص ۲۳۹)

(از مکتوب ۱۲ جون ۱۸۸۳ء بنام میر عباس علی) "آپ درود شریف کے پڑھنے میں بہت ہی متوجہ رہیں۔ اور جیساکہ کوئی اپنے پیارے کے لئے فی الحقیقت برکت چاہتا ہے۔ ایسے ہی ذوق اور اخلاص سے حضرت نبی کریمؐ کے لئے برکت چاہیں اور بہت ہی تضرع سے چاہیں۔ اور اس تضرع اور دعا میں کچھ بناوٹ نہ ہو۔ بلکہ چاہیئے کہ حضرت نبی کریمؐ سے سچی دوستی اور محبت ہو۔ اور فی الحقیقت روح کی سچائی سے وہ برکتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مانگی جائیں کہ جو درود شریف میں مذکور ہیں"

(مکتوبات احمدیہ جلد اول ص ۲۴)

(از مکتوب ۱۸ ستمبر ۱۸۸۴ء بنام حضرت چوہدری رستم علی صاحب رضی اللہ عنہ)
"آپ کے لئے دعا کی ہے۔ خدا تعالیٰ دنیا و آخرت محمود کرے۔ بعد نماز عشاء درود شریف بہت پڑھیں۔ اگر تین سو مرتبہ درود شریف کا ورد مقرر رکھیں تو بہتر ہے۔ اور بعد نماز صبح اگر ممکن ہو تو تین سو مرتبہ استغفار کا ورد رکھیں" (مکتوبات جلد پنجم ۳ ص ۳)
(ایضاً از مکتوب ۲ اگست ۱۸۹۵ء) "بعد از نماز مغرب و عشاء جہاں تک ممکن ہو درود شریف بکثرت پڑھیں اور دلی محبت و اخلاص سے پڑھیں" (ایضاً ص ۶)

(از مکتوب بنام حضرت چوہدری اللہ داد صاحب شاہ پوری رضی اللہ عنہ)
"مخالفین کی کوئی پرواہ نہ کرنی چاہیئے۔ متوکل علی اللہ رہنا چاہیئے۔ درود۔ استغفار و تلاوت قرآن مجید میں لگے رہنا بہتر ہے۔ خدا وہ دن لاتا ہے کہ مخالف روسیاہ۔ اور موافق مسرور و سرخرو ہوں گے" (البدر جلد ۲ ۲۶ ص ۲۸۷)

(ترجمہ عبارت عربی) اے لوگو! اس رسول پر درود اور سلام بھیجو جس کے قدم پر تمام لوگوں کو جمع کیا گیا۔ اور وہ اپنے خداوند رحیم و کریم کی طرف کھینچے چلے آئے۔

جس نے بہت سی مخلوق کو مُہلک اور پُر مشقّت جنگلوں سے نکال کر امن و امان کے سبزہ زاروں اور باغوں میں پہنچایا۔ اور دہشت زدہ دلوں کو دلیری اور بہادری بخشی۔ اور تھک کر چور ہو چکی ہوئی اور درماندہ ہمتوں کو قوی کیا۔ اور مفقود ہو چکے ہوئے انوار کو پھر موجود کیا۔ اور حقائق و معارف کے نہایت درخشاں اور خوبصورت موتی اور یاقوت اور مرجان لایا۔ اور اصول قائم کئے۔ اور عقول کو آداب سے زینت بخشی۔ اور لوگوں کو کفر اور گمراہی اور سرکشی کی زنجیروں سے نکالا۔ اور مومنوں اور مُسلموں کو جو آپؐ کی خیر و برکت کے طالب تھے اور ہیں یقین اور جمعیّت اور اطمینان کا پیالہ پلایا۔ اور انہیں شر اور فساد اور خسارہ کی راہوں سے بچایا۔ اور خیر اور سعادت اور نکوکاری کی تمام راہوں پر چلایا)"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۴)

(ایضاً) اس محسن نبیؐ پر درُود بھیجو جو خداوند رحمان و منّان کی صفات کا مظہر ہے کیونکہ احسان کا بدلہ احسان ہی ہے۔ اور جس دل میں آپؐ کے احسانات کا احساس نہیں اس میں یا تو ایمان ہے ہی نہیں۔ اور یا پھر وہ اپنے ایمان کو خود تباہ کرنے کے درپے ہے۔ اے اللہ اس اُمّی رسولؐ اور نبیؐ پر درود بھیج جس نے آخرین کو بھی سیراب کیا ہے جیسا کہ اس نے اوّلین کو سیراب کیا تھا اور اپنے رنگ میں رنگین اور پاک لوگوں میں داخل کیا تھا

(اعجاز المسیحؑ صفحہ ۳ و ۴)

(روایت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی) "جب میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کی۔ تو حضورؑ نے مجھے درُود شریف اور استغفار کثرت سے پڑھنے کا ارشاد فرمایا"

ایک شخص نے بیعت کے بعد عرض کیا کہ حضور مجھے کوئی وظیفہ بتائیں۔ فرمایا "نمازوں کو سنوار کر پڑھو۔ کیونکہ ساری مشکلات کی یہی کنجی ہے۔ اور اس میں ساری لذّت اور خزانے بھرے ہوئے ہیں۔ صِدقِ دِل سے روزے رکھو۔ صدقہ و خیرات کرو۔ درُود و استغفار پڑھا کرو گ

(الحکم جلد ۷ پرچہ ۲۸ فروری ۱۹۰۳ء)

مکرمی مولوی غلام حسین صاحب ڈنگوی نے خاکسار راقم کے پاس بیان کیا کہ ایک دفعہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے والد صاحب چشتیائی طریق سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے احمدیت سے قبل میرا بھی اس طریق کے وظایف کی طرف میلان تھا بلکہ ایک حد تک اب بھی ہے۔ پس حضور مجھے کوئی وظیفہ بتائیں جو میں پڑھا کروں۔ فرمایا ہمارے ہاں تو کوئی ایسا وظیفہ نہیں ہے ہاں استغفار بہت کیا کریں۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کو یاد کرکے آپ پر کثرت سے درود بھیجا کریں۔ بس یہی وظیفہ ہے۔

نیز مولوی غلام حسین صاحب موصوف نے بیان کیا کہ میرے ایک دوست چودھری محمد خاں صاحب رئیس جبتروال ضلع امرتسر نے جو سابقین اوّلین میں سے تھے۔ میری موجودگی میں حضورؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے کوئی وظیفہ ارشاد فرمایا جائے۔ تو حضور نے انہیں بھی درود شریف اور استغفار کثرت سے پڑھنے کے لئے فرمایا۔

اور پیر سراج الحق صاحب نعمانی مرحوم و مغفور رضی اللہ عنہ نے میرے پاس بیان کیا تھا کہ اوائل ایام دعویٰ مسیحیت میں جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لدھیانہ میں تشریف فرما تھے۔ ایک دفعہ میں نے عرض کیا کہ حضور مجھے کوئی وظیفہ بتائیں۔ فرمایا آپ درود شریف بہت پڑھا کریں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور اپنی زبان مبارک سے درود شریف کے الفاظ پڑھ کر بتائیں تاکہ میں وہی الفاظ پڑھا کروں ان میں زیادہ برکت ہوگی۔ اس پر حضورؑ نے مجھے ایک تو وہی درود شریف پڑھ کر سنایا جو نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ اور اس کے علاوہ یہ الفاظ بھی ارشاد فرمائے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ (جو کشتی نوح کے آخر میں آتے ہیں)

درود شریف کے پڑھنے کا صحیح طریق

”درود شریف اس طور پر نہ پڑھیں کہ جیسا عام لوگ طوطے کی طرح پڑھتے ہیں نہ ان کو

جناب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ کامل خلوص ہوتا ہے۔ اور نہ وہ حضور تام سوا اپنے رسول مقبول صلعم کے لئے برکات الٰہی مانگتے ہیں بلکہ درود شریف سے پہلے اپنا یہ مذہب قائم کر لینا چاہئیے کہ رابطہ محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس درجہ تک پہنچ گیا ہے۔ کہ ہرگز اپنا دل تجویز نہ کر سکے کہ ابتدائے زمانہ سے انتہا تک کوئی ایسا فرد بشر گذرا ہے جو اس مرتبہ محبت سے زیادہ محبت رکھتا تھا۔ یا کوئی ایسا فرد آنیوالا ہے جو اس سے ترقی کرے گا۔

اور قیام اس مذہب کا اس طرح پر ہو سکتا ہے۔ کہ جو کچھ محبانِ صادق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں مصائب اور شدائد اٹھاتے رہے ہیں یا آئندہ اٹھا سکیں۔ یا جن جن مصائب کا نازل ہونا عقل تجویز کر سکتی ہے۔ وہ سب کچھ اٹھانے کے لئے دلی صدق سے حاضر ہو۔ اور کوئی ایسی مصیبت عقل یا قوت واہمہ پیش نہ کر سکے کہ جس کے اٹھانے سے دل رک جائے۔ اور کوئی ایسا حکم عقل پیش نہ کر سکے کہ جس کی اطاعت سے دل میں کچھ روک یا انقباض پیدا ہو اور کوئی ایسا مخلوق دل میں جگہ نہ رکھتا ہو جو اس جنس کی محبت میں حصہ دار ہو ...... پس جب اس طور پر یہ درود شریف پڑھا گیا تو وہ رسم اور عادت سے باہر ہے۔ اور بلاشبہ اس کے عجیب انوار صادر ہونگے۔ اور حضور تام کی ایک یہ بھی نشانی ہے کہ اکثر اوقات گریہ و بکا ساتھ شامل ہو۔ اور یہانتک یہ توجہ رگ اور ریشہ میں تاثیر کرے کہ خواب اور بیداری یکساں ہو جائے"۔

(مکتوبات احمدیہ جلد اول صفحہ ۱۳)

مکرمی ملک غلام حسین صاحب رہتاسی نے خاکسار مرتب کے پاس بیان کیا کہ غالباً ۱۸۹۴ء کے سالانہ جلسہ کے موقع پر جب میں دارالامان میں اپنے دو ساتھیوں سمیت حضورؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا کہ پہلے ہم لوگ شیعہ تھے۔ اور اس وقت ہم اہل بیت نبویؐ پر بہت درود بھیجتے تھے۔ اب کونسا درود شریف پڑھا کریں۔ فرمایا :-

جو درود شریف نمازوں میں پڑھا جاتا ہے وہی پڑھا کریں

اور جب میں اپنے ساتھیوں سمیت واپس رہتاس گیا تو میں نے درود شریف پڑھنے کے متعلق حضورؑ کے ارشاد کی بنا پر اپنی سمجھ کے مطابق اپنا یہ معمول بنالیا۔ کہ عشاء کی نماز کے

بعد الگ بیٹھ کر آہستہ آہستہ درُود شریف پڑھنا شروع کرتا تھا۔ اور جب سمجھتا تھا کہ اب لوگ سو گئے ہیں تو اس وقت بلند آواز سے پڑھنے لگتا تھا۔ اور بہت بہت دیر تک بلند آواز سے پڑھتا رہتا تھا۔ قریباً دو مہینے اسی طرح کرتا رہا۔ جس کی وجہ سے میرے دماغ کو اور میری عام صحت کو نقصان پہنچنے لگا۔ اور میرے کانوں میں مکھیوں کی طرح کی شوں شوں کی سی آوازیں آنے لگیں۔ جب میری یہ حالت ہوگئی تو میں پھر دارالامان میں پہونچا۔ اور حضورؓ کی خدمت میں اپنی حالت بیان کی۔ حضورؓ نے مسکرا کر فرمایا کہ میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں تھا بلکہ میرا یہ مطلب تھا کہ درُود شریف کے معنے اچھی طرح سے ذہن میں رکھ کر سوچ سوچ کر اور سمجھ سمجھ کر پڑھا جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کو یاد کر کے آپ پر درُود بھیجا جائے۔ آپ کے طفیل ہی اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہر طرح کے شرک سے بچایا۔ ورنہ معلوم نہیں ہماری کیا حالت ہوتی۔

میں نے عرض کیا کہ کتنی بار روزانہ درُود شریف پڑھا کروں۔ فرمایا کسی خاص تعداد کی شرط نہیں۔ اور نہ اس کی ضرورت ہے۔ بلکہ سوچ سمجھ کر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کو یاد کر کے آسانی سے جس قدر پڑھا جا سکے اسی قدر پڑھا کریں۔

پھر میں نے عرض کیا کہ کوئی اور وظیفہ بھی ارشاد ہو۔ فرمایا! استغفار بہت پڑھا کریں نیز فرمایا اس کے معنے کسی سے پڑھ لینا۔ اور سمجھ کر یاد کر لینا۔

ایک دفعہ ایک صاحب نے حضورؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ دلائل الخیرات کو جو ایک وظائف کی کتاب ہے۔ اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درُود اور آپؐ کی تعریف ہی ہے۔ وِرد کے طور پر پڑھنے میں کوئی حرج تو نہیں؟ فرمایا" انسان کو چاہئے کہ قرآن شریف کثرت سے پڑھے۔ جب اس میں دعاء کا مقام آوے تو دعا کرے۔ اور خود بھی خدا سے وہی چاہے جو اس دعاء میں چاہا گیا ہے۔ اور جہاں عذاب کا مقام آئے تو اس سے پناہ مانگے۔ اور ان بداعمالیوں سے بچے جن کے باعث وہ قوم تباہ ہوئی .... رسم اور بدعات سے پرہیز بہتر ہے۔ اس سے رفتہ رفتہ شریعت میں تصرف شروع ہو جاتا ہے۔ بہتر

طریق یہ ہے کہ ایسے وظائف میں جو وقت اس نے صرف کرنا ہے وہی قرآن شریف کے تدبر میں لگاوے۔ دل کی اگر سختی ہو تو اس کو نرم کرنے کے لئے یہی طریق ہے کہ قرآن شریف کو ہی بار بار پڑھے ...... اب اس زمانہ میں لوگوں نے صدہا حاشئے چڑھائے ہوئے ہیں شیعوں نے الگ۔ سنیوں نے الگ۔ ایک دفعہ ایک شیعہ نے میرے والد صاحب سے کہا کہ میں ایک فقرہ بتلاتا ہوں وہ پڑھ لیا کرو تو پھر طہارت اور وضو وغیرہ کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اسلام میں کفر بدعت۔ الحاد زندقہ وغیرہ اسی طرح سے آئے ہیں کہ ایک شخص واحد کے کلام کو اس قدر عظمت دی گئی جس قدر کہ کلام الٰہی کو دی جانی چاہئے تھی!

(اخبار البدر جلد ۳ ۸ ص ۲)

درُود شریف کِس غرض سے پڑھنا چاہیئے

"جیسا کہ میں نے زبانی بھی عرض کیا تھا درُود شریف اس غرض سے پڑھنا چاہیئے کہ تا خداوند کریم اپنی کامل برکات اپنے نبی کریمؐ پر نازل کرے اور اس کو تمام عالم کے لئے سرچشمہ برکتوں کا بناوے۔ اور اس کی بزرگی اور اس کی شان و شوکت اِس عالم اور اُس عالم میں ظاہر کرے۔ یہ دعا حضورِ تام سے ہونی چاہیئے۔ جیسے کوئی اپنی مصیبت کے وقت حضورِ تام سے دعا کرتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ تضرع اور التجاء کی جائے۔ اور کچھ اپنا حصّہ نہیں رکھنا چاہیئے۔ کہ اس سے مجھ کو یہ ثواب ہوگا یا یہ درجہ ملے گا۔ بلکہ خالص یہی مقصود ہونا چاہیئے کہ برکات کاملہ الٰہیہ حضرت رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہوں۔ اور اس کا جلال دنیا اور آخرت میں چمکے۔ اور اسی مطلب پر انعقاد ہمت ہونا چاہیئے۔ اور دن رات دوام توجہ چاہیئے یہاں تک کہ کوئی مراد اپنے دل میں اس سے زیادہ نہ ہو۔"

(مکتوبات جلد اوّل صفحہ ۱۳)

"آپ درُود شریف کے پڑھنے میں بہت ہی متوجہ رہیں۔ اور جیسا کہ کوئی اپنے پیارے کے لئے فی الحقیقت برکت چاہتا ہے۔ ایسے ہی ذوق اور اخلاص سے حضرت نبی کریمؐ

کے لیئے برکت چاہیں اور بہت ہی تضرع سے چاہیں۔ اور اس تضرع اور دعا میں کچھ بناوٹ نہ ہو بلکہ چاہیئے کہ حضرت نبی کریمؐ سے سچی دوستی اور محبت ہو۔ اور فی الحقیقت روح کی سچائی سے وہ برکتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے مانگی جائیں کہ جو درود شریف میں مذکور ہیں۔ ...... اور ذاتی محبت کی یہ نشانی ہے کہ انسان کبھی نہ تھکے اور نہ ملول ہو۔ اور نہ اغراض نفسانی کا دخل ہو۔ اور محض اسی غرض کے لیئے پڑھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر خداوند کریم کے برکات ظاہر ہوں"۔ (مکتوبات جلد اول صفحہ ۲۴و۲۵)

آنحضرتؐ پر درود بھیجنے کی حکم میں کیا حکمت ہے

"اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی دوسرے کی دعا کی حاجت نہیں۔ لیکن اس میں ایک نہایت عمیق بھید ہے۔ جو شخص ذاتی محبت سے کسی کے لیئے رحمت اور برکت چاہتا ہے وہ بباعث علاقہ ذاتی محبت کے اُس شخص کے وجود کی ایک جزو ہو جاتا ہے۔ پس جو فیضان شخص مدعولہٗ پر ہوتا ہے وہی فیضان اس پر ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فیضان حضرت احدیّت کے بے انتہا ہیں۔ اس لئے درود بھیجنے والوں کو کہ جو ذاتی محبت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے برکت چاہتے ہیں۔ بے انتہا برکتوں سے بقدر اپنے جوش کے حصہ ملتا ہے۔ مگر بغیر روحانی جوش اور ذاتی محبت کے یہ فیضان بہت ہی کم ظاہر ہوتا ہے"۔

(مکتوبات احمدیہ جلد اوّل صفحہ ۲۴-۲۵)

"فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فیوض عجیب نوری شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جاتے ہیں۔ اور پھر وہاں جاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ میں جذب ہو جاتے ہیں۔ اور وہاں سے نکل کر ان کی لا انتہا نالیاں ہو جاتی ہیں۔ اور بقدر حصہ رسدی ہر حقدار کو پہنچتی ہیں۔ یقیناً کوئی فیض بدوں وساطت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں تک پہونچ ہی نہیں سکتا۔ اور فرمایا۔ درود شریف کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عرش کو حرکت دینا ہے جس سے یہ نور کی نالیاں نکلتی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کا فیض اور فضل حاصل کرنا چاہتا ہو

اس کو لازم ہے کہ وہ کثرت سے درود شریف پڑھے۔ تاکہ اس فیض میں حرکت پیدا ہو۔"

(اخبار الحکم جلد ۷ ۸ ص۷)

درود شریف کے پڑھنے میں کسی معیّن تعداد کی پابندی ضروری نہیں ہے

"درود شریف وہی بہتر ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا ہے اور وہ یہ ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ (جو نمازوں میں پڑھا جاتا ہے آخر تک) سب اقسام درود شریف سے یہی درود شریف زیادہ مبارک ہے۔ یہی اس عاجز کا ورد ہے۔ اور کسی تعداد کی پابندی ضروری نہیں۔ اخلاص اور محبت اور حضور اور تضرع سے پڑھنا چاہیئے اور اس وقت تک ضرور پڑھتے رہیں کہ جب تک ایک حالت رقت اور بے خودی اور تاثر کی پیدا ہو جائے اور سینہ میں انشراح اور ذوق پایا جائے۔" (مکتوبات جلد اول ص۱۸)

"درود شریف کے پڑھنے کی مفصل کیفیت پہلے لکھ چکا ہوں وہی کیفیت لکھ دیں۔ کسی تعداد کی شرط نہیں۔ اس قدر پڑھا جائے کہ کیفیت صلوٰۃ سے دل مملو ہو جائے۔ اور ایک انشراح اور لذت اور حیاتِ قلب پیدا ہو جائے۔ اور اگر کسی وقت کم پیدا ہو تب بھی بیدل نہیں ہونا چاہیئے اور کسی دوسرے وقت کا منتظر رہنا چاہیئے۔ اور انسان کو وقت صفا ہمیشہ میسّر نہیں آسکتا۔ سو جس قدر میسر آوے اس کو کبریت احمر سمجھے۔ اور اس میں دل و جان سے مصروفیت اختیار کرے گا۔" (مکتوبات احمدیہ جلد اول ص۲۶)

مکرمی ملک غلام حسین صاحب رہتاسی نے خاکسار مرتب کے پاس بیان کیا کہ ۱۸۹۵ء کے اوائل میں ایک دفعہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ کتنی بار روزانہ درود شریف پڑھا کروں۔ فرمایا کسی خاص تعداد کی شرط نہیں۔ اور نہ اس کی ضرورت ہے بلکہ سوچ سمجھ کر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کو یاد کر کے آسانی سے جسقدر پڑھا جا سکے۔ اسی قدر پڑھا کریں۔ پھر میں نے عرض کیا کہ کوئی اور وظیفہ بھی ارشاد فرمائیں۔ حضور نے فرمایا کہ استغفار بہت پڑھا کریں۔ اور اس کے معنے کسی سے پڑھ لینا اور سمجھ لینا۔

درود شریف بطور وِرد پڑھنے کیلئے زیادہ موزوں وقت

مکرمی صوفی نبی بخش صاحب سابق ریلوے کلرک لاہور نے میرے پاس بیان کیا۔ کہ ۱۸۸۶ء کا واقعہ ہے کہ مجھے ایک سخت مشکل پیش آئی۔ میں نے دعا کی تو مجھے الہاماً بتایا گیا کہ اسکے لئے نماز عشا کے بعد تین سو بار درود شریف پڑھنا چاہیئے۔ جس پر عمل کرنے سے مجھے امید سے بڑھکر کامیابی ہوئی۔ اس کے بعد جلد ہی مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وابستگی نصیب ہوئی۔ اور میں نے حضور کی خدمت میں اس واقعہ کا ذکر کیا۔ حضورؑ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے مگر اس کے ساتھ تین ۳۰۰ سو بار استغفار کا اضافہ کریں۔ اور عشاء کی نماز کے بعد اسے پڑھا کریں۔ میں نے کچھ دن تو ایسا کیا مگر ایسا کرنے سے رات کو نیند پوری نہیں ہوتی تھی۔ اور دن کو ملازمت کی وجہ سے سونے کا وقت نہیں ملتا تھا۔ اس لئے میں نے اس مشکل کو حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ حضورؑ نے فرمایا کہ اس کا اصل وقت تو وہی ہے مگر آپ صبح کی نماز کے بعد پڑھ لیا کریں۔

"بعد نماز عشاء* درود شریف بہت پڑھیں۔ اگر تین ۳۰۰ سو مرتبہ درود شریف کا وِرد مقرر رکھیں تو بہتر ہے۔ اور بعد نماز صبح اگر ممکن ہو تو تین سو مرتبہ استغفار کا وِرد رکھیں"۔

(مکتوبات جلد پنجم نمبر ۳ صفحہ ۳)

---

* مکرمی شیخ کرم الٰہی صاحب پٹیالوی ایک خط میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے خدام کے ساتھ عشاء کی نماز سے پہلے مسجد مبارک میں کھانا تناول فرما رہے تھے اور میں بھی شامل تھا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے پاس بیٹھا تھا۔ حضرت ممدوح نے آہستہ سے مجھ سے پوچھا کہ نماز مغرب کے بعد کتنا وقت گذرا ہوگا۔ میں نے کہا قریباً ایک گھنٹہ۔ حضرت مولوی صاحب ممدوح نے فرمایا کہ جب ہم کسی سے درود شریف یا استغفار کے لئے کہتے ہیں تو اکثر لوگ وقت نہ ملنے کا عذر کرتے ہیں۔ مگر یہ عذر درست نہیں۔ دیکھو ہم حضرت صاحب کی باتیں بھی توجہ سے سنتے رہے ہیں اور اس ایک گھنٹہ کے قریب وقت میں ہم نے پانچ سو بار درود شریف بھی پڑھا ہے

اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں "اگرچہ ذکر الٰہی کے لئے کوئی خاص

"ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطر ہو گیا۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ آب زلال کی شکل پر نور کی مشکیں اس عاجز کے مکان میں لئے آتے ہیں۔ اور ایک نے ان میں سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تو نے محمدؐ کی طرف بھیجی تھیں۔"
(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۵۰۳)

دعا کے اوقات میں سے کتنا وقت درود شریف کو دینا چاہئے

حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب نے خاکسار مرتب کے پاس بیان فرمایا کہ ایک دفعہ میں نے ایک حدیث میں پڑھا۔ کہ ایک صحابیؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور میں عرض کیا۔ کہ میری ساری دعائیں درود شریف ہی ہوا کریں گی۔ یہ حدیث پڑھ کر مجھے بھی پُرزور خواہش پیدا ہوئی۔ کہ میں بھی ایسا ہی کروں۔ چنانچہ ایک روز جبکہ میں قادیان آیا ہوا تھا۔ اور مسجد مبارک میں حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر تھا میں نے عرض کیا کہ میری یہ خواہش ہے کہ میں اپنی تمام خواہشوں اور مرادوں کی بجائے اللہ تعالیٰ سے درود شریف ہی کی دعا مانگا کروں۔ حضورؑ نے اس پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ اور تمام حاضرین سمیت ہاتھ اٹھا کر اسی وقت میرے لئے دعا کی۔"

+ "جامع ترمذی میں حضرت اُبیّ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو دو تہائی حصہ گذر چکنے کے وقت اٹھ کر (اپنے گھر والوں اور ارد گرد کے لوگوں کو تہجد کیلئے جگا کر انہیں فرمایا کرتے تھے کہ اے لوگو اللہ کو یاد کرو۔ اللہ کو یاد کرو۔ وہ ہولناک (زلزلہ اور) گھڑی سر پر آپہنچی ہے جس کے بعد ساتھ ہی دوسری (اور بھی زیادہ ہولناک) گھڑی آجائیگی۔ موت مع ان آفات کے جو اس کے آنے کے ساتھ ہی آجاتی ہیں سر پر آپہنچی ہے۔ ہاں وہ موت مع اپنے ساتھ

نقشہ حاشیہ

وقت مقرر نہیں جس وقت بھی انسان چاہے ذکر الٰہی کر سکتا ہے۔ لیکن اس کے لئے بہترین وقت مسجد میں آکر امام کی انتظار کرنے کا وقت ہے۔ "ہم مسجدوں میں جب آئیں تب بھی درود پڑھیں۔ اور گھروں میں جب جائیں تب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود پڑھیں"۔ (الفضل جلد ۱۳ ص۶۸)

نماز میں حضرت مسیح موعودؑ کی اصل اور اہم دعا درود شریف

"ہر کسے اندر نمازِ خود دعائے مے کنند ۔ من دعا ہائے بر وبارِ تو اے باغِ بہار[✝]"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۶)

درود شریف کے بعض خاص مواقع

دعائے استخارہ میں

"میں ایک آسان صورت رفع شک کی تبلاتا ہوں جس سے ایک طالب صادق انشاءاللہ مطمئن ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ اوّل توبہ نصوح کرکے رات کے وقت دو رکعت نماز پڑھیں جس کی پہلی رکعت میں سورہ یٰسین

بقیہ حاشیہ:-

کی آفات کے بس آہی پہنچی ہے (اس حدیث کے راوی) اُبیؓ کہتے ہیں کہ میں نے (ایک رات حضورؐ کے جگانے پر اٹھ کر) عرض کیا یارسول اللہ میں اپنی دعا کا ایک بہت بڑا حصہ حضور کے لئے مخصوص کر دیا کرتا ہوں سو کیا بہتر ہو کہ حضور خود ارشاد فرمادیں کہ میں اپنی دعا کا کتنا حصہ حضور کیلئے مخصوص کیا کروں۔ فرمایا جتنا چاہو میں نے عرض کیا ایک چوتھائی؟ فرمایا جتنا چاہو۔ اور اگر اس سے زیادہ (حصہ میرے لئے مخصوص کی[illegible]) تو زیادہ بہتر ہوگا۔ میں نے عرض کیا۔ نصف حصہ؟ فرمایا جتنا چاہو۔ اور اگر اس سے بھی بڑھا دو تو اور بھی بہتر ہوگا۔ میں نے عرض کیا دو تہائی! فرمایا جتنا چاہو۔ اور اگر اس سے بھی زیادہ کردو تو اور بھی بہتر ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ میں آئندہ اپنی تمام دعا کو حضورؐ کے لئے ہی مخصوص رکھا کروں گا۔ فرمایا اس میں تمہاری سب ضرورتیں اور حاجتیں آجائیں گی اور اللہ تعالیٰ تمہارے سارے کام درست کر دے گا۔ اور تمہاری ساری مرادیں پوری کر دیگا۔

حضرت مفتی صاحب نے اپنی ایک روایت کے ساتھ یہ بھی بیان کیا کہ اسوقت سے میرا یہی معمول ہے کہ میں تمام دعاؤں کی بجائے درود شریف ہی پڑھتا ہوں۔ اور یہ قبولیتِ دعا کا بہت بڑا ذریعہ میرے تجربہ میں آیا ہے۔

[✝] یعنی ہر شخص اپنے کسی خاص مقصد کے لئے نماز میں دعا کرتا ہے۔ مگر میری دعائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ کے لئے اور آپ کی کامیابیوں کے لئے ہوتی ہیں۔ (خاکسار مرتب)

اور دوسری رکعت میں اکیس ۲۱ مرتبہ سورہ اخلاص ہو۔ اور پھر بعد اس کے تین سو ۳۰۰ مرتبہ درود شریف اور تین سو ۳۰۰ مرتبہ استغفار پڑھ کر خدا تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ اے قادر کریم تو پوشیدہ حالات کو جانتا ہے اور ہم نہیں جانتے۔ اور مقبول اور مردود اور مفتری اور صادق تیری نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ پس ہم عاجزی سے تیری جناب میں التجا کرتے ہیں کہ اس شخص کا تیرے نزدیک جو مسیح موعود اور مہدی اور مجدد الوقت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیا حال ہے۔" (نشان آسمانی صفحہ ۴۰)

(ترجمہ از عربی) پچھلی رات کو اٹھ کر وضو کر کے گریہ و زاری اور عجز و تضرع کے ساتھ چند رکعت نماز پڑھو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور سلام بھیجو۔ اس کے بعد اپنے حق میں استغفار کرو۔ اور (اس کے بعد) خدا تعالیٰ سے حقیقت حال دریافت کرو۔ اور چالیس ۴۰ روز تک برابر روزانہ ایسا ہی کرو۔ اور تھکو نہیں۔ تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ضرور وہ امر کھولدیا جائے گا جو حق کی طرف تمہاری رہنمائی کرے گا۔* (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۶۰۶ و ۶۰۷)

مسماۃ امۃ الرحمن صاحبہ بڈوائف بنت حضرت قاضی ضیاء الدین صاحب بھٹی رضی اللہ عنہ (جن کا پہلا نام فاطمہ تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی بجائے امۃ الرحمن نام رکھ دیا تھا) نے خاکسار مرتب کے پاس بیان کیا کہ جن ایام میں مولوی کرم الدین بھیں والے کے مقدمہ کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک لمبے عرصہ تک گورداسپور میں رہنا پڑا تھا ان ایام میں حضور کی خدمت کی غرض سے میں بھی وہاں گئی ہوئی تھی اور حضور کے زنان خانہ میں رہتی تھی۔ جس روز اس مقدمہ کا فیصلہ سنایا جانے والا تھا۔ چونکہ جج کا رویہ خطرہ پیدا کرنیوالا تھا۔ اور ظاہر حالات تشویش ناک تھے۔ اس لئے اس روز حضورؑ نے مجھے بھی ارشاد فرمایا کہ تم بھی دعاء اور استخارہ کرو۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے تو استخارہ کی دعا یاد نہیں ہے۔ حضورؑ نے فرمایا کہ تم استخارہ کی نیت سے درود شریف ہی گیارہ بار پڑھ کر دعاء کر لو۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ اور اس کے بعد جب بھی مجھے استخارہ کی ضرورت پیش آتی ہے تو میں ایسا ہی

---

*اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے اوپر کے حوالہ میں جس تعداد کا ذکر ہے اس کی پابندی ضروری نہیں ہے۔ بلکہ اصل چیز کثرت سے اور بعقد ہمت سے درود شریف کا پڑھنا ہے۔ واللہ اعلم (خاکسار مرتب)

کرتی ہوں۔ اور خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے پیش آمدہ امر کے متعلق کسی نہ کسی رنگ میں میری رہنمائی کر دیتا ہے۔

معذوری کی حالت میں نماز تہجد کی بجائے

اگر کوئی شخص بیمار ہو یا کوئی اور ایسی وجہ ہو کہ وہ تہجد کے نوافل ادا نہ کر سکے تو وہ اٹھ کر استغفار درود شریف اور الحمد شریف ہی پڑھ لیا کرے۔" (اخبار البدر جلد ۲ ۴۱ ص ۳۲۵)

رمضان شریف کی خاص مبارک رات میں

جناب پیر سراج الحق صاحب نعمانی مرحوم و مغفور رضی اللہ عنہ اپنے مرتب کردہ مجموعہ الہامات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں الہام الٰہی "اَمِدُّوْا اللَّیْلَۃَ اَزْھَی اللَّیَالِیْ" کے ذیل میں لکھتے ہیں۔ "اَمِدُّوْا اللَّیْلَۃَ اَزْھَی اللَّیَالِیْ" ترجمہ۔ اس رات کو تسبیح تہلیل تکبیر درود اور استغفار وغیرہ سے شاغل رہو۔ کیونکہ یہ رات تمام راتوں سے افضل اور خوبصورت ہے۔

روز دوشنبہ بعد از نماز ظہر و قبل از عصر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ الہام ہوا۔ یعنی اس رات کو جو آج شام سے شروع ہوگی۔ یعنی شب سہ شنبہ ۲۷ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ۔ ۳۱ جولائی ۱۸۹۴ء مطابق ۱۵ ساون سمت ۱۹۵۱ اس رات کو عبادت تسبیح۔ تہلیل تکبیر درود اور استغفار وغیرہ سے شاغل کرو۔ کیونکہ یہ رات تمام راتوں سے افضل اور خوبصورت تر ہے۔

سو اس الہام اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق اکثر جو احباب قادیان دارالامان میں موجود تھے بعض ان میں سے رات کو جاگے اور عبادت کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے لکھا گیا جو فرمایا تھا کہ کہیں یادداشت لکھ رکھو۔ فقط"

کسی کرشمہ قدرت کو دیکھنے کے وقت

" اسلامی فطرت میں داخل ہے کہ مومن کسی ذوق کے وقت اور کسی مشاہدہ کرشمہ قدرت کے وقت درود بھیجتا ہے"۔ (اربعین نمبر ۳ ص ۷ حاشیہ)

مجالس تذکرہ نبویؐ میں

مجلس مولود کی نسبت ایک شخص نے حضرت اقدس سے بذریعہ خط کے استفسار کیا۔ اس کا جو جواب آپؑ نے تحریر فرمایا وہ یہ ہے :-

"میرا اس میں یہ مذہب ہے کہ اگر بمصالح اعلاء کلمۂ اسلام و تذکرۂ نبویؐ کی نیت سے کوئی ایسا جلسہ کیا جائے کہ جس میں سوانح مقدسہ نبوئیہ کا ذکر ہو۔ اور نہایت خوبی اور صحت و بلاغت سے اس تقریر کو سنایا جائے۔ کہ کیونکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تاریکی کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔ اور کس طرح بے سامانی کی حالت میں تمام قوموں کے جور و جفا اٹھا کر بفضلہ تعالےٰ کامیاب ہو گئے۔ اور کیسی خدا تعالیٰ نے اپنے اس مقبول بندہ کی وقتاً فوقتاً تائیدیں کیں۔ اور آخر کس طور سے اس دین کو مشارق و مغارب میں پھیلا دیا۔ اور اس تقریر میں کچھ کچھ نظم بھی ہو۔ اور پُر درد اور مؤثر بیان ہو۔ اور درمیان میں کثرت درود شریف کی سامعین کی طرف سے ہو۔ اور کوئی علت اور بدعت درمیان میں نہ ہو۔ تو ایسا جلسہ صرف جائز ہی نہیں بلکہ میری نظر میں موجب ثواب عظیم ہے۔ کیونکہ اس میں یہ نیت کی گئی ہے کہ تا سوانح مقدسہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تازہ طور پر لوگوں کو سنائے جائیں۔ اور مشتاقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بڑھائی جائے۔ اور لوگوں کو عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حرکت دی جائے اور ناواقفوں پر عظمت اس انسان کامل اور مرد فانی فی اللہ کی کھول دی جائے۔ جس نے دنیا میں تنہا آکر اور تمام دنیا کو شرک اور غفلت میں گرفتار پاکر بڑی مردی سے اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر ہر ایک قوم میں توحید کی صدا بلند کی۔ اور ہر ایک کان میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی آواز پہنچائی۔ غرض سوانح نبوئیہ کو خوش آوازی سے لوگوں پر ظاہر کرنا حقیقی مومنوں کا فرض ہے۔ وہ مومن کاہے کا ہے۔ جس میں سوانح نبوئیہ کی عزت نہیں۔ دوسرے لفظوں میں اسی جلسہ اظہار سوانح کا نام مجلس مولود ہے۔ اس جلسہ اظہار سوانح میں درحقیقت بڑے فوائد ہیں۔ ان سوانح کے سننے سے محبان رسولؐ کا وقت خوش ہو گا۔ اور ہر ایک مرد طالب جب ان سوانح کے ذریعہ سے ہمت اور صدق اور استقامت کے کام سنے گا۔ تو اس کو بھی ہمت اور صدق اور استقامت

کی طرف شوق بڑھے گا۔ اور اس کی طلب زیادہ ہوگی۔ اور مسلمان کہلا کر جو کچھ دین کی راہ میں کسل اور ضعف اور بزدلی رکھتا ہے سوانح نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سن کر خوش ہوگا۔ اور اپنے اسلام پر افسوس کرے گا۔ اور خدا تعالیٰ سے چاہے گا۔ کہ جس نبیؐ کے اقتداء کا اس کو دعویٰ ہے اس کی سرگرمی اور اس کا عشق اور اس کی ہمدردی اس کو بھی نصیب ہو۔ اور جس طرح ایک شخص جو ایک جنگل میں اکیلا بیٹھا ہو۔ اور درندوں اور دوسری بلاؤں سے ڈر رہا ہو۔ اور ناگاہ اس کو ایک قافلہ نظر آیا جس میں صدہا سپاہی ہیں۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ وہ شخص اس قافلہ کو پا کر کس طرح قوی دل ہو جائے گا۔ ایسا ہی سوانح طیبہ نبویہؐ ایک لشکر مسلح کی مانند ہیں جن کے سننے سے دل قوی ہو جاتا ہے۔ اور تخویفات شیطانی سے نجات ملتی ہے۔ اور حدیث صحیح میں ہے کہ عِنْدَ ذِكْرِ الصّٰلِحِيْنَ تَتَنَزَّلُ الرَّحْمَةُ یعنی ذکر صالحین کے وقت رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے وقت کس قدر نازل ہوگی۔ ہاں اس جلسہ کو بدعات سے محفوظ رکھنا چاہیے تا بجائے ثواب کے گناہ پیدا نہ ہو صرف سوانح نبویہ کا ذکر ہو۔ اور درود شریف اور تسبیح ہو۔ اگر کسی قسم کا شرک یا بدعت درمیان ہو تو یہ ہرگز جائز نہیں۔ لیکن جو میں نے ذکر کیا ہے وہ نہ صرف جائز بلکہ میری سمجھ میں ضروریات میں سے ہے۔"

(اخبار البدر جلد ۳ نمبر ۲۱،۲۲ صفحہ ۸ پرچہ ۲۴ مئی و یکم جون ۱۹۰۴ء)

درود شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچایا جاتا ہے

"ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اعلیٰ مرتبہ پر آسمان میں جس سے بڑھ کر اور کوئی مرتبہ نہیں تشریف فرما ہیں عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى۔ بِالرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى اور امت کے سلام و صلوٰۃ برابر آنحضرتؐ کے حضور میں پہنچائے جاتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَكْرَمَ مَا صَلَّيْتَ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْ اَنْبِيَائِكَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۲۵۰ حاشیہ)

(سوال) اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ جو کہا جاتا ہے کیا مردے سنتے ہیں؟

(جواب) خدا تعالیٰ وہ سلام ان کو پہنچا دیتا ہے ..... خدا تعالیٰ ملائکہ کو واسطہ بنا دیتا ہے

اسی طرح درود شریف ہے کہ ملائکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا دیتے ہیں۔"

(اخبار البدر جلد ۳ نمبر ۱۰ صفحہ ۵)

(از مکتوب مؤرخہ ۱۸ مارچ ۱۸۹۸ء بنام مفتی محمد صادق صاحب) "میں آپ کو تاکیدی طور پر اور حکماً لکھتا ہوں کہ آپ اُس وقت تک کہ خدا تعالیٰ کوئی باگنجائش اور کافی ترقی بخشے یہی تین روپے[1] بھیج دیا کریں..... ہاں بجائے زیادت کے درود شریف بہت پڑھا کریں کہ وہی ہدیہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچتا ہے۔ ممکن[2] ہے کہ اس ہدیہ کے ارسال میں آپ سے سستی ہوئی ہو۔"

درود شریف نماز کے ارکان میں سے ہے

نماز میں درود شریف اپنی زبان میں پڑھنا چاہیے

"کوشش کریں کہ نماز ایک گری ہوئی حالت میں نہ رہے۔ اور اس کے جس قدر ارکان حمد و ثنائے حضرتِ عزت اور توبہ و استغفار اور دعا اور درود ہیں وہ دلی جوش سے صادر ہوں۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۵)

"نمازوں میں دعائیں اور درود ہیں۔ یہ عربی زبان میں ہیں مگر..... نمازوں میں اپنی زبان میں بھی دعائیں مانگا کرو۔ ورنہ ترقی نہ ہوگی۔ خدا کا حکم ہے کہ نماز وہ ہے جس میں تضرع اور حضورِ قلب ہو۔ ایسے ہی لوگوں کے گناہ دور ہوتے ہیں۔"

(الحکم جلد ۸ پرچہ ۱۰، ۱۷ نومبر ۱۹۰۴ء)

برکات درود شریف

نزولِ انوار و برکات | "در آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں ایک زمانہ تک

حاشیہ:

[1] اس وقت حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی تنخواہ صرف ۳۰ روپیہ ماہوار تھی۔ خاکسار مرتب

[2] یہ مفتی صاحب کے ایک خط کا جواب ہے جس پر حضور نے انہیں یہ فرمان لکھا تھا مفتی صاحب نے اپنے خط میں اپنی ایک خواب لکھ کر اس کے متعلق تشویش کے ساتھ استفسار کیا تھا۔ خاکسار مرتب

مجھے بہت استغراق رہا۔ کیونکہ میرا یقین تھا کہ خدا تعالیٰ کی راہیں نہایت دقیق راہیں ہیں۔ وہ بجز وسیلہ نبی کریمؐ کے مل نہیں سکتیں جیسا کہ خدا بھی فرماتا ہے وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ۔ تب ایک مدت کے بعد کشفی حالت میں میں نے دیکھا کہ دو سقے یعنی ماشکی آئے اور ایک اندرونی راستے سے اور ایک بیرونی راہ سے میرے گھر میں داخل ہوئے ہیں۔ اور ان کے کاندھوں پر نور کی مشکیں ہیں۔ اور کہتے ہیں ھٰذَا بِمَا صَلَّیْتَ عَلٰی مُحَمَّدٍ[1]"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۸، حاشیہ)

"درود شریف سے پہلے اپنا یہ مذہب قائم کر لینا چاہئے کہ رابطۂ محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس درجہ تک پہونچ گیا ہے کہ ہرگز اپنا دل تجویز نہ کر سکے کہ ابتدائے زمانہ سے انتہاء تک کوئی ایسا فرد بشر گذرا ہے جو اس مرتبہ محبت سے زیادہ محبت رکھتا تھا یا کوئی ایسا فرد آنیوالا ہے جو اس سے ترقی کرے گا...... کچھ اپنا حصہ نہیں رکھنا چاہئے کہ اس سے مجھ کو یہ ثواب ہوگا یا یہ درجہ ملے گا۔ بلکہ خالص یہی مقصود ہونا چاہئے کہ برکات کاملہ الٰہیہ حضرت رسول مقبولؐ پر نازل ہوں۔ اور اس کا جلال دنیا اور آخرت میں چمکے۔ اور اسی مطلب پر انعقاد ہمت ہونا چاہئے۔ اور دن رات دوام توجہ چاہئے۔ یہانتک کہ کوئی مراد اپنے دل میں اس سے زیادہ نہ ہو۔ پس جب اس طور پر درود شریف پڑھا گیا۔ تو وہ رسم اور عادت سے باہر ہے۔ اور بلاشبہ اس کے عجیب انوار[2] صادر ہونگے۔"

(مکتوبات جلد اوّل صفحہ ۱۳)

---

[1] یعنی یہ نزولِ انوار اس درود کی وجہ سے ہے جو تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجا ہے۔ خاکسار مرتب

[2] درود شریف کی اس خاصیت کی طرف خود قرآن کریم بھی رہنمائی کرتا ہے کیونکہ آیت مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا بتاتی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے والے شخص پر اللہ تعالیٰ کم از کم دس بار درود بھیجتا ہے اور آیت هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بتاتی ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ درود بھیجے اسے انوار الٰہیہ اپنے اندر لے لیتے ہیں۔

(خاکسار مرتب)

"درود شریف کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عرش کو حرکت دینا ہے جس سے یہ نور کی نالیاں نکلتی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کا فیض اور فضل حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس کو لازم ہے کہ وہ کثرت سے درود شریف پڑھے۔ تاکہ اس فیض میں حرکت پیدا ہو۔"

(اخبار الحکم جلد ۷ ۸ صـ)

"درود شریف ..... تنویر باطن اور استقامت دین کے لئے بہت مؤثر ہے۔"

(مکتوبات جلد پنجم ۳ صـ)

"چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم پر فیضان حضرت احدیّت کے بے انتہاء ہیں۔ اس لئے درود بھیجنے والوں کو کہ جو ذاتی محبّت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے برکت چاہتے ہیں۔ بے انتہاء برکتوں سے بقدر اپنے جوش کے حصّہ ملتا ہے مگر بغیر روحانی جوش اور ذاتی محبت کے یہ فیضان بہت ہی کم ظاہر ہوتا ہے۔"

(مکتوبات جلد اوّل صفحہ ۲۵)

"درود شریف بہت پڑھیں تا اس کے برکات آپ پر نازل ہوں۔"

(رسالہ تشحیذ الاذہان جلد ا نمبر ۳)

"باوا صاحب ایک شبد گرنتھ میں فرماتے ہیں۔ پیر پیغمبر سالک۔ شہدے اور شہید۔ شیخ مشائخ قاضی ملاں در درویش رسید۔ برکت تن کو اگلی پڑھتے رہن درود۔ یعنی جس قدر پیر پیغمبر سالک اور شہید گذرے۔ اور شیخ مشائخ اور قاضی ملا اور نیک درویش ہوئے ہیں۔ ان میں سے انہیں کو برکت ملے گی جو جناب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں یہ اشارہ اس آیت کی طرف ہے اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ۔ یعنی اللہ اور تمام فرشتے اسکے اسی نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے وے لوگو جو ایماندار ہو تم بھی اس پہ درود اور سلام بھیجو اے نبی ان کو کہہ دے کہ اگر تم خدا سے پیار کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے

پیار کرے اور تمہارے گناہ بخش دیوے"۔ (ست بچن ص۱۰۳)

رضائے الٰہی

"جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے مناسبت و پیروی و محبت اور پھر کثرت درود شریف شرط ہے۔ یہ باتیں بالعرض[۱] حاصل ہوجاتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کے راضی ہونے کے بعد بآسانی یہ امور طے ہوجاتے ہیں"۔

(اخبار بدر جلد ۸، ۳۵ ص۳)

زیارت نبوی ؐ

"بعد نماز مغرب و عشاء جہاں تک ممکن ہو درود شریف بکثرت پڑھیں اور دلی محبت و اخلاص سے پڑھیں۔ اگر گیارہ ۱۱۰۰ سو دفعہ روز ورد مقرر کریں یا سات سو دفعہ ورد مقرر کریں تو بہتر ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ یہی درود شریف پڑھیں۔ اگر اس کی دلی ذوق اور محبت سے مداومت کی جائے تو زیارت رسول کریم ؐ بھی ہوجاتی ہے۔ اور تنویر باطن اور استقامت دین کے لئے بہت مؤثر ہے۔ اور بعد نماز صبح کم سے کم سو مرتبہ استغفار دلی تضرع سے پڑھنا چاہیئے"۔ (مکتوبات جلد پنجم ۳ ص۷)

"جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے مناسبت و پیروی و محبت اور پھر کثرتِ درود شریف شرط ہے"۔ (اخبار بدر جلد ۸، ۳۵ ص۳)

"مولوی صاحب[۳]..... چند بار ایں خارق امر ازاں مخدوم ذکر کردہ اند کہ مرا یک

---

[۱] بالعرض سے مراد بالواسطہ ہے۔ خاکسار مرتب [۲] اس زمانہ کے لوگوں کیلئے زیارت حقہ کی حقیقی علامت یہ ہے کہ اس زیارت کے ساتھ بعض ایسے خوارق اور علامات خاصہ ہوں جن کی وجہ سے اس رویا یا کشف کے منجانب اللہ ہونے پر یقین کیا جائے۔ (اشتہار ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء ضمیمہ رسالہ آسمانی فیصلہ)

[۳] حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ اور یہ حوالہ خواجہ غلام فرید صاحب سجادہ نشین چاچڑاں کے نام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک مکتوب کا ہے جسے حضور ؑ نے کتاب سراج منیر کے ضمیمہ میں درج فرمایا ہے۔ خاکسار مرتب

درود شریف برائے خواندن ارشاد فرمودند کہ ازیں زیارت حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم خواہد شد۔ چنانچہ ہماں شب مشرف بزیارت شدم*"۔ (ضمیمہ سراج منیر ص۱۲)

دفع قبض روحانی و حصول کیفیت ایمانی

"انسان پر قبض اور بسط کی حالت آتی ہے۔ بسط کی حالت میں ذوق اور شوق بڑھ جاتا ہے اور قلب میں ایک انشراح پیدا ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ بڑھتی ہے۔ نمازوں میں لذت اور سرور پیدا ہوتا ہے۔ لیکن بعض وقت ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ ذوق اور شوق جاتا رہتا ہے۔ اور دل میں ایک تنگی کی سی حالت ہو جاتی ہے۔ جب یہ صورت ہو تو اس کا علاج یہ ہے کہ کثرت کے ساتھ استغفار کرے۔ اور پھر درود شریف بہت پڑھے۔ نماز بھی بار بار پڑھیں۔ قبض کے دور ہونے کا یہی علاج ہے"۔ (الحکم ۱۰ جون ۱۹۰۳ء)

مکرمی مولوی غلام حسین صاحب ڈنگوی نے میرے (مرتب) پاس بیان کیا کہ جب میں نے (بچپن میں ۱۸۹۲ء میں بیعت سے مشرف ہونے کے بعد از سرِ نو ۱۸۹۵ء میں) بیعت کی تو اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں پہلے اہل حدیث میں سے تھا اور گو میں اس وقت سے نمازیں لمبی پڑھتا ہوں۔ مگر نورِ ایمان اور تقویٰ اور خشیت الٰہی سے کورا ہوں۔ حضور مجھے کوئی وظیفہ بتائیں جس سے یہ خشکی کی حالت دور ہو۔ اور ایمانی کیفیت دل میں پیدا ہو۔ حضور نے فرمایا کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجا کرو۔ اور استغفار کیا کرو۔ ان کی برکت سے یہ خشکی انشاء اللہ تعالیٰ دور ہو جائیگی۔ اور فرمایا کہ درود شریف وہی پڑھا کرو۔ جو نمازوں میں پڑھا جاتا ہے۔ سو جب میں نے اس پر عمل کرنا شروع کیا۔ تو اللہ تعالیٰ کے رحم اور کرم سے وہ خشکی کی حالت جاتی رہی۔

---

* یعنی مولوی (حکیم نور الدین) صاحب نے متعدد مرتبہ آپ کی اس کرامت کا ذکر کیا ہے۔ کہ آپ نے انہیں ایک درود شریف بتایا۔ اور کہا کہ اس کے پڑھنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوگی۔ چنانچہ پہلی ہی رات اس درود شریف کی برکت سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو گئے۔ (خاکسار مرتب)

حصولِ استقامت واستجابت دعاء

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ازدیاد اور تجدید کے لئے ہر نماز میں درود شریف کا پڑھنا ضروری ہوگیا تاکہ اس دعاء کی قبولیت کے لئے استقامت کا ایک ذریعہ ہاتھ آئے۔ درود شریف جو حصول استقامت کا ایک زبردست ذریعہ ہے۔ بکثرت پڑھو مگر نہ رسم اور عادت کے طور پر بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اور احسان کو مدنظر رکھ کر اور آپؐ کے مدارج اور مراتب کی ترقی کے لئے اور آپؐ کی کامیابیوں کے واسطے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قبولیت دعاء کا شیریں اور لذیذ پھل تم کو ملے گا۔ قبولیت دعاء کے تین ہی ذریعے ہیں۔ اوّل اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ۔ دوم يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا سوم۔ موہبت الٰہی"۔ (رسالہ ریویو آف ریلیجنز جلد ۳ صفحہ ۱۴ و ۱۵)

آنحضرتؐ کے غلاموں میں سے ہوجانے کی سعادت

"اگر تم چاہتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض حاصل کرو تو ضرور ہے کہ اس کے غلام ہوجاؤ۔ قرآن کریم میں خدا فرماتا ہے قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ الآیۃ۔ اس جگہ بندوں سے مراد غلام ہی ہیں نہ کہ مخلوق۔ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بندہ ہونے کے واسطے ضروری ہے کہ آپؐ پر درود پڑھو۔ اور آپؐ کے کسی حکم کی نافرمانی نہ کرو۔ سب حکموں پر کاربند رہو۔ جیسے کہ حکم ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ یعنی اگر تم خدا سے پیار کرنا چاہتے ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے فرمانبردار بن جاؤ۔ اور رسول کریمؐ کی راہ میں فنا ہو جاؤ۔ تب خدا تم سے محبت کریگا"۔ (البدر جلد ۲ نمبر ۱۴ صفحہ ۱۰۹)

حصولِ سیادت و محبوبیت وعلو مرتبت و شاہی۔

(رویاء) "دیکھا کہ زور سے اللہ اکبر اللہ اکبر (ساری اذان) کہہ رہا ہوں۔ ایک اونچے درخت پر ایک آدمی بیٹھا ہے وہ بھی یہی کلمات بول رہا ہے۔ اس کے بعد میں نے بآواز بلند درود شریف پڑھنا شروع کیا۔ اور اس کے بعد وہ آدمی نیچے اتر آیا۔ اور اس نے کہا کہ سید محمد علی شاہ آگئے ہیں۔ اس کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ بڑے زور سے زلزلہ آیا ہے۔

اور زمین اس طرح اُڑ رہی ہے جس طرح روئی دھنی جاتی ہے[1]۔" (اخبار بدر جلد ۷ نمبر ۱۱ صنہ)

کمی صدقہ کی تلافی

"میں آپ کو تاکیدی طور پر اور حکماً لکھتا ہوں کہ آپ اس وقت تک کہ خدا تعالیٰ کوئی با گنجائش اور کافی ترقی بخشے یہی تین روپے بھیج دیا کریں۔ اگر میرا کانشنس اس کے خلاف کہتا تو میں ایسا ہی لکھتا۔ مگر میرا نورِ قلب یہی مجھے اجازت دیتا ہے کہ آپ اس مقررہ چندہ پر قائم رہیں۔ ہاں بجائے زیادت کے درود شریف بہت پڑھا کریں گا۔" (مکتوب مؤرخہ ۱۸ مارچ ۱۹۰۸ء بنام حضرت مفتی محمد صادق صاحب)

جسمانی بیماریوں سے شفایابی اور ان سے حفاظت

"ایک مرتبہ میں ایسا سخت بیمار ہوا کہ میرا آخری وقت سمجھ کر مجھ کو مسنون طریقہ سے تین دفعہ سورۃ یٰسین سنائی گئی۔ اور میری زندگی سے سب مایوس ہو چکے تھے۔ اور بعض عزیز دیواروں کے پیچھے روتے تھے۔ تب اللہ تعالیٰ نے الہاماً مجھے یہ دعا سکھلائی سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ۔ اور القا ہوا کہ دریا کے پانی میں جس کے ساتھ ریت بھی ہو ہاتھ ڈال۔ اور یہ کلمات طیبہ پڑھ۔ اور اپنے سینے اور پشتِ سینہ اور دونوں ہاتھوں اور مُنہ پر اس کو پھیر۔ تو اس سے شفاء پائے گا چنانچہ اس پر عمل کیا گیا۔ اور ابھی پیالہ ختم نہ ہونے پایا تھا۔ کہ مجھے بکلّی صحت ہو گئی۔ پھر یہ الہام ہوا وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا

---

[1] اس رویاء سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی اور اس کی کبریائی کی تبلیغ اور اشاعت کرنے والے شخص کی آسمانی فرشتے تائید کرتے اور اس کی آواز کو دنیا میں پھیلاتے ہیں۔ اور یہ کہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کی اشاعت کے ساتھ اس کے دوسرے حصہ محمد رسول اللہ کی دنیا میں اشاعت کرنا اور آپ کے لئے دعائیں کرنا بھی ویسا ہی ضروری ہے بلکہ تمام ظاہری و باطنی برکات کے حصول کا دارومدار اسی بات پر ہے۔ اور یہ کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد کا پورا ہونا دل وجان سے چاہتا ہے۔ اس کی یہانتک اللہ تعالیٰ تائید کرتا ہے کہ اس کی خاطر دنیا پر سخت سے سخت زلازل بھی لاتا ہے جو اس کے بدخواہوں کی تباہی کا موجب ہوتے ہیں۔ اور اس کو سیادت وکمال محمودیت و علوشان اور شاہی عطا فرماتا ہے۔ واللہ اعلم۔ (خاکسار مرتب)

عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِشِفَاءٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ ۔ یعنی اگر تمہیں اس نشان میں شک ہو جو ہم نے شفاء دے کر دکھایا ہے۔ تو تم اس کی نظیر پیش کرو۔"

(نزول المسیح صفحہ ۲۰۷ و ۲۰۸)

میاں عبدالعزیز صاحب (فرزند حضرت میاں چراغ الدین صاحب مرحوم رئیس لاہور رضی اللہ عنہ) نے میرے (مرتب) پاس بیان کیا کہ جن دنوں پنجاب میں طاعون کا بہت زور تھا۔ میری موجودگی میں ایک دفعہ حضور نے ارشاد فرمایا تھا کہ جو شخص روزانہ نماز تہجد کے بعد کامل ایک گھنٹہ درود شریف پڑھے گا[1] اسے اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور رحم کے ساتھ طاعون سے محفوظ رکھے گا[2]۔

اور خان بہادر مولوی غلام محمد خاں صاحب بھیروی ثم گلگتی مہاجر نے میرے (مرتب) پاس بیان کیا کہ

حاشیہ: [1] تریاق القلوب میں ہے کہ "جس طرح خدا تعالیٰ نے مصائب سے نجات پانے کے لئے بعض اپنے نبیوں کو دعائیں سکھلائی تھیں۔ مجھے بھی خدا نے الہام کر کے ایک دعا سکھلائی اور وہ یہ ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ

حاشیہ: [2] اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص صحیح طور پر توجہ اور عقیدت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے وہ روحانی طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر کی چار دیواری کے اندر آجاتا ہے جس کے متعلق طاعون سے محفوظ رکھنے کا اللہ تعالےٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔ اور اس سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ درود شریف کے پڑھنے میں کسی تعداد کی پابندی ضروری نہیں ہے۔ بلکہ ظاہری طور پر اس کے لئے ایک سرسری اندازہ کافی ہوتا ہے۔ اور حقیقت میں ایک خاص کیفیت کا پیدا ہونا مطلوب ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضور دوسری جگہ تصریح سے فرماتے ہیں۔ "کسی تعداد کی شرط نہیں۔ اس قدر پڑھا جائے کہ کیفیت صلوٰۃ سے دل ممولو ہو جائے۔ اور ایک انشراح اور لذت اور حیات قلب پیدا ہو جائے گی۔" (مکتوبات احمدیہ جلد اوّل ص۲۶) "اس وقت تک ضرور پڑھتے رہیں کہ جب تک ایک حالت رقت اور بیخودی اور تاثر کی پیدا ہو جائے۔ اور سینہ میں انشراح اور ذوق پایا جائے" (ایضاً ص۱۸) واللہ اعلم بالصواب۔ خاکسار مرتب

کہ غالباً ۱۸۹۸ء کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ وباء کے ایام میں (یہ ٹھیک یاد نہیں کہ ہیضہ تھا یا طاعون کی ابتدا تھی)، ایک شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارے علاقہ میں آجکل وباء ہے۔ اس سے محفوظ رہنے کے لئے کیا کیا جائے۔ حضور نے فرمایا کہ درود شریف پڑھا کرو۔ اس نے عرض کیا کہ درود شریف پڑھنے سے وباء پر کیا اثر پڑے گا۔ فرمایا درود شریف کے پڑھتے وقت جو سانس نکلتا ہے اس سے وبائی کیڑے مرجاتے ہیں۔

حل مشکلات و دفع ہموم و غموم

"میرے نزدیک بہتر ہے کہ آپ بھی اس تشویش کے وقت اکیس ۲۱ مرتبہ کم سے کم استغفار اور سو ۱۰۰ مرتبہ درود شریف پڑھ کر اپنے لئے دعاء کر لیا کریں ..... اگر اس تردد کے وقت میں قادیان تشریف لاویں۔ تو غالباً دعاء کی قبولیت کے لئے یہ تکلیف کشی اور بھی زیادہ مؤثر ہوگی۔ سو اگر موانع اور حارج پیش نہ ہوں تو بعد استخارہ مسنون ان دنوں میں جو سفر کے بہت مناسب حال ہیں تشریف لاویں"۔ (از مکتوب بنام حضرت سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراسیؓ مؤرخہ ۱۳ نومبر ۹۷ء)

"میری نصیحت یہی ہے کہ آپ نہ گھبرائیں اور نہ مضطر ہوں۔ اور رحیم و کریم پر پورا یقین رکھیں۔ کہ اس کی ذات عجیب در عجیب قدرتیں رکھتی ہے۔ جن کو صبر کرنے والے آخر کار دیکھ لیتے ہیں۔ اور بے صبر شامتِ بے صبری سے محروم رہ جاتے ہیں۔ بلکہ ان کا ایمان بھی معرضِ خطر میں ہی ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ آمین ثم آمین۔ میرے نزدیک بہتر خیال ہے کہ ان دنوں میں آپ استغفار اور درود شریف کا التزام بہت رکھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جلد تر کامیاب کرے۔ آمین ثم آمین"۔ (ایضاً از مکتوب مؤرخہ ۲۶ نومبر ۹۷ء)

"آپ کا پُر درد و غم خط مجھ کو ملا۔ آپ صبر کریں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ کے صابر بندے صبر کرتے رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان غموں سے اور ان پریشانیوں سے نجات دے گا۔ اور درود شریف بہت پڑھیں تا اس کے برکات آپ پر نازل ہوں ...... اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں اگر طبیعت پریشان ہے تو چند ماہ کے لئے میرے پاس آجائیں"۔ (از مکتوب بنام قاضی ضیاء الدین صاحب بھٹی مرحوم رضی اللہ عنہ مؤرخہ ۲۸ جون ۱۸۹۲ء)

"صادق آں باشد کہ ایام بلا - مے گذارد با محبت باوفا.

ہر ایک مرضی الٰہی پر صبر کرنا اور اپنے مولیٰ سے کامل تعلق اور گاڑھا پیوند کرنا چاہیئے - اور مخالفین کی کوئی پروا نہ کرنی چاہیئے - متوکل علی اللہ رہنا چاہیئے - درود شریف - استغفار - و تلاوت قرآن مجید میں لگے رہنا بہتر ہے - خدا تعالیٰ وہ دن لاتا ہے کہ مخالف روسیاہ اور موافق مسرور و سرخرو ہوں گے۔" (از مکتوب بنام چوہدری اللّٰہ داد خانصاحب شاہ پوری مرحوم رضی اللہ عنہ - منقول از اخبار البدر جلد ۲ ۳۶؁ ۲۸۷)

حضرت شاہزادہ حاجی عبد المجید خاں صاحب لدھیانوی مبلغ ایران مرحوم و مغفور رضی اللہ عنہ اپنے ایک مکتوب بنام جناب پیر منظور محمد صاحب لدھیانوی میں لکھتے ہیں۔ "جب یہ عاجز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کر چکا - تو حضور نے فرمایا کہ مشکلات کے وقت بعد از نماز عشاء دو رکعت نماز قضائے حاجت* ادا کر کے سو دو سو دفعہ یا اس سے کم و بیش م درود شریف پڑھ کر خوب دعا مانگو - اللہ تعالیٰ حاجتوں کو نہیں اٹکا دے گا - چنانچہ ہر رات

---

* حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہٖ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص کو کوئی حاجت درپیش ہو جس کے پورا ہونے کے ظاہری اسباب نہ ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے ہی پوری ہو سکتی ہو یا اس میں کسی انسان کا بھی دخل ہو تو اسے چاہیئے کہ خوب اچھی طرح سے وضو کر کے دو رکعت نفل پڑھے - اور ان میں (سلام سے قبل) اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرے - اور خدا کے نبی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر درود بھیجے - اور اس کے بعد یوں دعا کرے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ - سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ - اَسْأَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَ عَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ - وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ - (جلاء الافہام ص۵۵ بحوالہ جامع ترمذی)

ترجمہ - اللہ کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق ہستی نہیں - وہ حلیم اور کریم ہے (میں) اللہ تعالیٰ

م استغفار - اور اتنی ہی سو دو سو دفعہ یا کم و بیش

بندہ ایسا ہی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خواب میں لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا کے ماتحت حل مشکلات اور قضائے حاجات کی بشارت دے دیتا ہے۔ اور دن میں اس کا ظہور ہو جاتا ہے فالحمد للہ علیٰ ذالک ۔"

جناب حافظ نبی بخش صاحب (والد حکیم فضل الرحمٰن صاحب مبلغ افریقہ) نے جو سابقین اولین میں سے ہیں۔ اور براہین احمدیہ کے زمانہ کے بزرگوں میں سے ہیں میرے (مرتب) پاس بیان کیا کہ میں نے متعدد مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہے آپؑ فرماتے تھے کہ درود شریف تمام فیوض کے حصول کی کلید ہے۔ اور جو بھی مشکل اور جو بھی حاجت پیش آئے اس کے حل کا ذریعہ ہے ؂

درود شریف انسان کو خدا تعالیٰ سے بے نیاز نہیں کر دیتا

مکرمی شیخ کرم الٰہی صاحب پٹیالوی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بہت پرانے مخلصین میں سے ہیں اپنے ایک خط بنام خاکسار میں لکھتے ہیں :۔

ایک دفعہ ہم دس بارہ آدمی پٹیالہ سے یہ معلوم کر کے کہ آجکل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام انبالہ چھاؤنی تشریف فرما ہیں۔ صرف زیارت کی غرض سے وہاں گئے۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ حضرت میر ناصر نواب صاحب (والد ماجد حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا) ہنوز بسلسلہ ملازمت انبالہ چھاؤنی میں رہتے تھے (جو زمانہ شیر خوارگی حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ تھا) جب ہم لوگ حضور کی خدمت میں بنگلہ ناگ پھنی میں جو حضور نے کرایہ پر لیا ہوا تھا حاضر ہوئے

بقیہ حاشیہ

کی تسبیح کرتا ہوں جو عرش عظیم کا مالک ہے۔ ہر ایک رنگ میں کامل تعریف اللہ ہی کی شان کے لائق ہے جو تمام مخلوقات کا رب ہے (اے اللہ) میں تجھ سے تیری رحمت (کے حصول) کے ذرائع۔ تیری کامل اور دائمی بخشش کے یقینی وسائل ہر ایک نیکی کی توفیق۔ اور ہر ایک گناہ کی بات سے سلامتی چاہتا ہوں۔ تو میرا ہر ایک گناہ بخش دے اور کوئی باقی نہ چھوڑ (اور) میری ہر ایک مشکل کو حل کر دے۔ اور میری ہر ایک حاجت کو جو تیری نظر میں پسندیدہ ہو پورا کر۔ اے وہ ذات جو ارحم الراحمین (تمام رحمت کرنیوالوں سے بڑھ کر رحمت کرنے والا) ہے   خاکسار مرتب

توحضورؓ نے اطلاع پاتے ہی شرف باریابی بخشا۔ اور قریب ایک گھنٹہ کے ہم خدمت میں حاضر رہے۔ اس جلسہ میں ہمارے ہمراہیوں میں سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ مجھ کو ایک درویش ایک خاص درود بتلا گئے ہیں جس کی تاثیر اس درویش نے یہ بتائی تھی۔ کہ جو مشکل پیش آئے اس درود شریف کو پڑھ لیا کرو۔ وہ مشکل حل ہو جائیگی۔ اور کہا کہ میرا تجربہ ہے کہ جب کوئی مشکل کا وقت آیا۔ تو جہاں میں نے اس درُود شریف کا وِرد کیا وہ مشکل فوراً حل ہو گئی۔ حضور کی اس بارہ میں کیا رائے ہے۔ حضورؓ نے فرمایا کہ۔ درُود شریف کے جس قدر بھی فضائل بیان کئے جائیں کم ہیں۔ میں خود اس کا صاحبِ تجربہ ہوں۔ مجھ پر خدا تعالیٰ کے انعامات ہیں۔ درود شریف کی برکات اور تاثیرات کا اس میں زیادہ حصّہ ہے۔ درُود شریف کا وِرد کرنے والا نہ صرف ثواب اخروی پاتا ہے بلکہ وہ اس دنیا میں بھی عزت پاتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے میں کسی ایسے درُود کا قائل نہیں کہ جو انسان کو خدا سے بے نیاز کر دے۔ اور جس کے وِرد کے بعد قضا و قدر کے احکام خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں نہ رہیں۔ بلکہ درُود خواں ان پر حاکم ہو جائے۔ اس مقام پر حضورؓ کے کلام میں جوش کے آثار نمایاں ہو گئے اور چہرہ پر سرخی آگئی۔ اور فرمایا کہ بے شک درود شریف کی بڑی برکات اور تاثیرات ہیں۔ اور اس کی کثرت سے انسان پر برکات نازل ہوتی ہیں اور اس کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی ہیں اور اس کے بے شمار فضائل ہیں۔ لیکن باوجود اس کے انسان کو خدا تعالیٰ کی بے پروائی اور بے نیازی سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہیئے۔ کبھی ایسا بھی وقت ہوتا تھا کہ جس (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) پر درُود بھیج کر لوگ خیر و برکت پاتے ہیں۔ خود اسے بھی خدا کے احکام کے آگے تسلیم و رضا کے سوا چارہ نہ تھا۔ پس درُود خوب پڑھو اور کثرت سے پڑھو۔ مگر اس بات کو بھی ہمیشہ پیشِ نظر رکھو۔ اور خدا تعالےٰ کو قادرِ مطلق اور بے نیاز خدا سمجھو۔ اور تسلیم اور رضا پر ایمان کی بنیاد رکھو۔ حضورؓ نے اس شخص سے وہ درُود شریف دریافت نہیں فرمایا تھا۔ اور آپ نے اسے فرمایا تھا کہ وہ درُود اچھا ہو گا اور ہر وہ کلام جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام ہو وہ درُود شریف ہی ہے۔ اگر آپ کو وہ پسند ہے تو وہی پڑھا کریں۔ لیکن جو درُود شریف نماز میں پڑھا جاتا ہے اس کے

الفاظ زیادہ صحیح احادیث سے ثابت ہیں:۔

درود شریف کے الفاظ

(۱) "درود شریف وہی بہتر ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا ہے اور وہ یہ ہے:۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔[2]

[1] صحیح بخاری کتاب الانبیاء میں عبدالرحمٰن بن ابی لیلےٰ (تابعی) سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ کعب بن عُجرہ (صحابی) رضی اللہ عنہ نے ایک ملاقات کے موقع پر مجھ کو بیان کیا۔ کہ کیا میں تمہیں ہدیۃً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد سناؤں۔ جو میں نے اپنے کانوں سے حضورؐ کی زبان مبارک سے سنا تھا۔ میں نے کہا آپ یہ ہدیہ ضرور مجھے دیں۔ انہوں نے کہا کہ ایک دفعہ ہم لوگوں نے (مراد بعض صحابہ رضی اللہ عنہم) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور پر سلام بھیجنے کا طریق تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتا دیا اور سکھا دیا ہے (جو نماز کے تشہد میں پڑھا جاتا ہے) اب ہم حضور پر مع حضورؐ کے اہل بیت کے درود بھیجنے کا طریق دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ جس پر حضور نے ہمیں ان الفاظ میں درود شریف پڑھنے کا ارشاد فرمایا اَللّٰھُمَّ صَلِّ۔ الخ خاکسار مرتب

[2] ترجمہ۔ اے اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر درود بھیج۔ جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی آل پر درود بھیجا ہے۔ تو بہت ہی تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر برکات نازل فرما۔ جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی آل پر برکات نازل کیں۔ تو بہت ہی تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔ خاکسار

جو الفاظ ایک پرہیزگار کے مُنہ سے نکلتے ہیں ان میں ضرور کسی قدر برکت ہوتی ہے پس خیال کرلینا چاہئے کہ جو پرہیزگاروں کا سردار۔ اور نبیوں کا سپہ سالار ہے اس کے مُنہ سے جو لفظ نکلے ہیں وہ کس قدر متبرک ہوں گے۔ غرض سب اقسام درُود شریف سے یہی درُود شریف زیادہ مبارک ہے۔ یہی اس عاجز کا وِرد ہے۔

اور کسی تعداد کی پابندی ضروری نہیں۔ اخلاص اور محبت اور حضور اور تضرع سے پڑھنا چاہئے۔ اور اس وقت تک ضرور پڑھتے رہیں کہ جب تک ایک حالت رِقّت اور بیخودی اور تاثّر کی پیدا ہوجائے۔ اور سینہ میں انشراح اور ذوق پایا جائے۔"

(مکتوبات احمدیہ جلد اول صفحہ ۱۸)

"بعد نماز مغرب وعشاء جہانتک ممکن ہو درُود شریف بکثرت پڑھیں۔ اور دلی محبت و اخلاص سے پڑھیں۔ اگر گیارہ سوؔ دفعہ روز وِرد مقرر کریں یا سات سو دفعہ وِرد مقرر کریں تو بہتر ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ (تا) کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ یہی درُود شریف پڑھیں۔

اگر اس کی دِلی ذوق اور محبت سے مداومت کی جائے تو زیارت رسُول کریمؐ بھی ہوجاتی ہے۔ اور تنویر باطن اور استقامتِ دین کے لئے بہت مؤثّر ہے۔"

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۳ ص۷۶)

مکرمی شیخ کرم الٰہی صاحب امیر جماعت احمدیہ پٹیالہ اپنے ایک مکتوب بنام خاکسار مرتّب میں لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ ایک صاحب کے ایک سوال کے جواب میں میری موجودگی میں ارشاد فرمایا تھا کہ ہر وہ کلام جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام ہو وہ درود شریف ہی ہے۔ لیکن جو درُود شریف نماز میں پڑھا جاتا ہے (یعنی مذکورہ بالا درُود شریف خاکسار مرتب) اس کے الفاظ زیادہ صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔

اور مکرمی ملک غلام حسین صاحب رہتاسی نے خاکسار مرتب کے پاس بیان

کیا کہ ایک دفعہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم لوگ آپ کی بیعت کا شرف پانے سے پہلے شیعہ تھے۔ اور اس وقت ہم اہل بیت پر بہت درود بھیجا کرتے تھے۔ اب ہم کونسا درود شریف پڑھا کریں۔ حضورؑ نے فرمایا کہ جو درود شریف نمازوں میں پڑھا جاتا ہے۔ وہی پڑھا کریں اور کثرت سے پڑھا کریں۔

(۲) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔[۱] (اشتہار تبلیغ الحق)

(۳) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَ اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔[۲] (دُرِّ مکنون ص۳۱)

(۴) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ (سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا) مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا اِبْرَاھِیْمَ وَ اٰلِ سَیِّدِنَا وَنَبِیِّنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (ایضاً ص۱۱)

(۵) مکرمی اخویم چوہدری حاکم علی صاحب سفید پوش و نمبردار چک پنیار ضلع شاہ پور نے خاکسار مرتب کے پاس بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں درود شریف کن الفاظ میں پڑھا کروں۔ تو حضورؑ نے مجھے یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔[۳] چوہدری صاحب فرماتے ہیں کہ میں اس وقت سے انہی الفاظ میں ہمیشہ درود شریف پڑھا کرتا ہوں۔

---

[۱] اے اللہ آنحضرت پر اور آنحضرت کی آل پر درود بھیج جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیمؑ اور ابراہیمؑ کی آل پر درود بھیجا۔ تو بہت ہی تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔ [۲] اے اللہ ہمارے آقا اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور ہمارے آقا اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر درود بھیج۔ جیسا کہ تو نے ہمارے آقا حضرت ابراہیمؑ پر اور ہمارے آقا حضرت ابراہیمؑ کی آل پر درود بھیجا یا درود بھیجنے کا وعدہ کیا تھا۔ تو بڑا ہی قدردان اور قابل ستائش اور بہت بزرگ شان والا ہے۔ [۳] اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر درود اور برکات اور سلام بھیج۔ تو بڑا ہی قدردان اور قابل ستائش اور بہت بزرگ شان والا ہے۔ خاکسار مرتب

(۶) مکرمی صوفی نبی بخش صاحب متوطن راولپنڈی سابق کلرک دفتر ریلوے لاہور نے جو سابقین اولین میں سے ہیں۔ خاکسار مرتب کے پاس بیان کیا۔ کہ شروع میں مسجد مبارک کی مغربی دیوار پر سامنے کی طرف درُود شریف کے یہ الفاظ مع چند آیات کے کتبہ کی صورت میں لکھے ہوئے تھے جو خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھوائے تھے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اور یہ بات اور بھی بہت سے پرانے صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی زبانی معلوم ہوتی ہے۔ جیسے پیر سراج الحق صاحب نعمانی مرحوم مغفور رضی اللہ عنہ۔ میاں عبدالعزیز صاحب مغل پسر حضرت میاں چراغ الدین صاحب مرحوم مغفور رئیس لاہور رضی اللہ عنہ۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی۔ حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری۔ میر مہدی حسین صاحب وغیرھم۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اور پیر سراج الحق صاحب نعمانی مرحوم نے خاکسار مرتب کے پاس یہ بھی بیان کیا تھا۔ کہ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ سے میں نے سُنا تھا کہ اس درُود شریف کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ مجددیت سے قبل بھی اور اس کے بعد بھی ہزارہا دفعہ پڑھا۔ اور اس کے پڑھتے سے بے شمار برکات اور معارف حضور پر نازل ہوئے

(۷) "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ" (کشتی نوح ص۶۶)

پیر سراج الحق صاحب نعمانی مرحوم مغفور رضی اللہ عنہ نے خاکسار مرتب کے پاس بیان کیا تھا کہ اوائل ایام دعویٰ مسیحیت و مہدویت میں جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لدھیانہ میں تشریف فرما تھے۔ ایک دفعہ میں نے حضور کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ حضور مجھے کوئی وظیفہ ارشاد فرمائیں۔ حضور نے فرمایا کہ آپ درود شریف بہت پڑھا کریں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور اپنی زبان مبارک سے درود شریف کے الفاظ پڑھ کر مجھے بتائیں۔ تاکہ میں وہی الفاظ پڑھا کروں۔ اُن میں زیادہ برکت ہوگی۔ اس پر حضورؑ نے درُود شریف کے الفاظ دو طرح پر پڑھ کر مجھے سنائے۔ اور فرمایا ان دونوں میں سے

کوئی سا درُود شریف پڑھ لیا کریں۔ ان میں سے پہلا درُود شریف وہ تھا جو نمازوں میں پڑھا جاتا ہے (جو اوپر نمبر ایک کے نیچے بیان ہو چکا ہے۔ خاکسار مرتب) اور دوسرا یہ درُود شریف تھا (جو کشتی نوح کے حوالہ سے یہاں نمبر ۷ کے نیچے بیان ہوا ہے۔ خاکسار مرتب)

اور حضرت قاضی ضیاء الدین صاحب بھیؓ مرحوم رضی اللہ عنہ کی لڑکی امۃ الرحمٰن صاحبہ مڈوانُف نے خاکسار مرتب کے پاس بیان کیا کہ میرے والد صاحب نے مجھے بتایا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے درُود شریف کے یہ الفاظ (مذکورہ بالا بحوالہ کشتی نوح ص۶۷) ارشاد فرمائے تھے۔ اور میں انہی الفاظ میں درُود شریف پڑھا کرتی ہوں

(۸) "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ وَحَبِیْبِکَ سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَاَفْضَلِ الرُّسُلِ وَ خَیْرِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیّٖنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ"

(براہین احمدیہ حصہ سوم ص۲۴۶و۲۴۷)

(۹) "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ" (براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۵۰۹)

(۱۰) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ اَفْضَلِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ النَّبِیّٖنَ"

(اشتہار ضمیمہ سرمہ چشم آریہ وغیرہ بزبان اردو و انگریزی)

(۱۱) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ" (سرمہ چشم آریہ ص۵۰)

ع۸ اے اللہ اپنے نبی اور اپنے محبوب اور اپنے تمام انبیاء کے سردار۔ اور تمام رسولوں میں سے افضل اور تمام پیغمبروں کے برگزیدہ اور تمام انبیاء کے خاتم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر اور آپ کے صحابہؓ پر درُود اور برکات اور سلام بھیج۔ ع۹ اے اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر درُود بھیج

ع۱۰ اے اللہ تمام رسولوں سے افضل اور خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر درُود بھیج۔ ع۱۱ اے اللہ ہمارے سردار اور آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ اور آپ کی تمام آل اور اصحابؓ پر درُود بھیج۔

(۱۲) "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَکْثَرَ مِمَّا صَلَّیْتَ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْ اَنْبِیَائِکَ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ" (ازالہ اوہام صہ ۲۵)

(۱۳) "یَا رَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ دَائِمًا۔ فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا وَبَعْثٍ ثَانٍ"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۹۳)

(۱۴) "رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی نَبِیِّکَ وَحَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَخَیْرِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ وَاَصْحَابِہٖ عَمَائِدِ الْمِلَّۃِ وَالدِّیْنِ وَعَلٰی جَمِیْعِ عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ" (سر الخلافہ صہ ۲)

(۱۵) "رَبِّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ خَیْرِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَھَبْ لَہٗ مَرَاتِبَ مَا وَھَبْتَ لِغَیْرِہٖ مِنَ النَّبِیِّیْنَ۔ رَبِّ اَعْطِہٖ مَا اَرَدْتَّ اَنْ تُعْطِیَنِیْ مِنَ النَّعْمَاءِ۔ ثُمَّ اغْفِرْلِیْ بِوَجْھِکَ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرُّحَمَاءِ" له (اعجاز المسیح صہ ۳۰)

(۱۶) "اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ بِعَدَدِ ھَمِّہٖ وَغَمِّہٖ وَحُزْنِہٖ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ وَاَنْزِلْ عَلَیْہِ اَنْوَارَ رَحْمَتِکَ اِلَی الْاَبَدِ" (برکات الدعا صہ)

له (اے میرے رب) تمام رسولوں میں سے برگزیدہ اور تمام متقیوں کے پیشوا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج اور آپ کو وہ مراتب بخش جو تو نے کسی اور نبی کو نہیں بخشے۔ اے میرے رب جو نعمتیں تو نے مجھے دینے کا ارادہ کیا ہے وہ بھی آپ کو ہی دے۔ اور پھر مجھے اپنے وجہ کریم کے طفیل بخش دے۔ اور تو تمام رحم کرنیوالوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے

خاکسار مرتب عرض کرتا ہے کہ اس دعاء کے مطابق ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ ارشاد بھی ہے جو آپ اس سوال کے جواب میں فرمایا کرتے تھے کہ خود آپ پر درود کن الفاظ میں بھیجا جائے۔ آپؑ اس سوال کے جواب میں ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی ہدایت فرما کر اس کے ضمن میں آپ پر درود بھیجنے کا ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ اس طور پر کہ (۱) درود شریف میں وَعَلٰی اٰلِ محمد کے الفاظ کہتے وقت آپ پر درود بھیجنے کی نیت بھی کر لی جائے (۲) وَعَلٰی خُلَفَاءِ مُحَمَّدٍ کے الفاظ بڑھا لئے جائیں (جو در اصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی درود ہے) چنانچہ مکرمی مولوی ذوالفقار علی خانصاحب رامپوری اپنے ایک خط بنام خاکسار مرتب میں لکھتے ہیں۔

"غالباً ۱۹۰۵ء میں میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ حضور ہم نمازوں میں درود شریف پڑھتے ہیں حضورؑ کا نام اسمیں کیوں نہ شامل کر لیا کریں۔ حضورؑ نے فرمایا کہ جب آلِ محمد کہتے ہیں ہمارا خیال کر لیا کریں ہم اسمیں شامل ہیں۔"

اور صاحبزادہ پیر افتخار احمدؓ صاحب لدھیانوی نے میرے پاس بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اگر درود شریف کے الفاظ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کہتے وقت مجھ پر درود بھیجنے کی نیت کر لی جائے تو اسطرح سے اس میں مجھ پر درود بھی آجاتا ہے،

اور حکیم مولوی محمد الدین صاحب مرحوم سابق گوجرانوالوی رضؓ نے میرے پاس ذکر کیا کہ یہی بات میں نے خود حضورؑ کی زبان مبارک سے

(۱۷) اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۔" (اتمام الحجہ ص۲۸) صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمَ (بروایت میر عنایت علی صاحب لدھیانوی) (۱۹) صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ خُلَفَاءِ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ ۔" (بروایت حضرت ام المومنین دام ظلہا) (۲۰) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى خُلَفَاءِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ ۔" (بروایت میاں محمد اسمٰعیل صاحب مالیر کوٹلوی مہاجر جلد ساز قادیان)

یا حضورؑ کی مجلس میں حاضرین میں سے کسی کے واسطہ سے سنی تھی۔ اور حضرت مولوی شیر علی صاحب نے مجھے بتایا کہ ایک دفعہ حضرت مولانا عبد الکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا کہ آج میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجا ہے۔ اور اسمیں آل محمد کا لفظ کہتے وقت حضورؑ پر درود بھیجنے کی نیت کر لیتا رہا ہوں۔ کیا میں نے یہ درست کیا ہے؟ حضورؑ نے فرمایا کہ ہاں درست کیا ہے۔ اور حافظ محمد ابراہیم صاحب امام مسجد محلہ دار الفضل قادیان نے مجھ سے ذکر کیا کہ ایک دفعہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا کہ حضورؑ پر درود کس طرح بھیجا جائے جس کے جواب میں حضورؑ نے ارشاد فرمایا کہ درود شریف کے الفاظ اٰلِ محمد میں مجھ پر درود بھی آجاتا ہے۔ اور پیر سراج الحق صاحب نعمانی رضی اللہ عنہ نے میرے پاس بیان کیا تھا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ مسیحیت و مہدویت کے اوائل ایام میں حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی نے حضور کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ کیا آنحضرت پر درود بھیجنے کے وقت آل محمد کہتے ہوئے حضور پر درود بھیجنے کی نیت کر لی جائے۔ فرمایا ہاں یہ لفظ کہتے وقت مجھ پر درود کی نیت بھی کر لی جائے۔ اور حضرت ام المومنین (دامت اللہ وبرکاتہ علیہم) نے بیان فرمایا کہ میں نے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا تھا کہ آپ پر درود کن الفاظ میں بھیجا جائے جس پر حضورؑ نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ خُلَفَاءِ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔ اور میاں محمد اسمٰعیل صاحب مالیر کوٹلوی مہاجر جلد ساز قادیان نے میرے پاس بیان کیا کہ جب میں نے ۱۹۰۲ء میں قادیان میں آکر حضورؑ کے ہاتھ پر بیعت کی تو اس کے بعد اسی مجلس میں ایک دوست نے حضورؑ کی خدمت میں یہ سوال پیش کیا کہ حضورؑ پر درود کس طرح بھیجا جائے۔ جس پر حضورؑ نے ان الفاظ میں درود بھیجنے کا ارشاد فرمایا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى خُلَفَاءِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ۔ اور میاں احمد الدین صاحب زرگر قادیان نے میرے پاس بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے ایک مجلس میں فرمایا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی سچائی کا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہونے کا اسقدر یقین تھا کہ جب ایک شخص نے حضور کی خدمت میں یہ سوال پیش کیا کہ حضور پر درود کس طرح بھیجا جائے تو حضور نے درود کے جو الفاظ بتائے ان میں تصریح سے اپنا ذکر کرنے کی بجائے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے خلفاء کا لفظ رکھا اور اسی کو کافی سمجھا۔ اور درود کے یہ الفاظ ارشاد فرمائے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى خُلَفَاءِ مُحَمَّدٍ اور فرمایا کہ خلفاء کے لفظ میں ہم بھی آجاتے ہیں (۳) حضرت مولوی عبد الستار صاحب مہاجر کابلی رضی اللہ عنہ (یکے از شاگردان حضرت شاہزادہ مولانا عبد اللطیف صاحب کابلی شہید رضی اللہ عنہ) نے میرے پاس بیان کیا تھا کہ مولوی غلام محمد خانصاحب احمدی مہاجر متوطن علاقہ خوست (کابل) نے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں اس مضمون کا عریضہ لکھا تھا۔ کہ حضورؑ پر درود کس طرح بھیجا جائے۔ جس کا جواب حضورؑ نے اپنے دست مبارک سے تحریر فرما کر بھیجا تھا۔ اور اس میں حضورؑ نے آپ پر درود بھیجنے کے لئے یہ الفاظ لکھے تھے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى عَبْدِكَ الْمَسِيْحِ الْمَوْعُوْدِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ اور ان الفاظ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج کر اسکے ضمن میں آپ پر درود بھیجنے کی ہی تعلیم ہے۔ خاکسار محمد اسمٰعیل مرتب عفی عنہ

درود شریف کے متعلق حضرت مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے ارشادات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے حد احسانات

"اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّیِّبَاتُ ہر دو رکعت کے بعد پڑھا جاتا ہے۔ جس قدر کوئی احسان کرے اسی قدر اس سے محبت بڑھتی ہے۔ اور ایثار پیدا ہوتا ہے۔ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا۔ جُبِلَتِ الْقُلُوْبُ عَلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْھَا (اللہ تعالیٰ نے دلوں کو ایسی فطرت بخشی ہے کہ جو احسان کرے اس سے فطرۃً دلی محبت پیدا ہو جاتی ہے)، اللہ تعالیٰ نے ہم پر کیا کیا احسان کئے ہیں..... وَاٰتٰکُمْ مِّنْ کُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْہُ (اللہ تعالیٰ نے تمہاری تمام ضرورتیں پوری کیں۔ اور جو کچھ تمہاری فطرت نے مانگا۔ وہ اس نے تمہیں دیا) پھر اس کے غلط استعمال یا اپنی شامت اعمال نے لَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمْ (صحیح محل پر خرچ کرنے کی اہلیت نہ رکھنے والوں کے قبضہ میں اموال نہ دو) کے ماتحت کسی کے لئے اس میں تنگی پیدا کر دی۔

پھر دوسرے درجہ پر محسن ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کیا تڑپ تڑپ کر دعائیں مانگی ہوں گی۔ کیا سوز دل سے التجائیں کی ہوں گی جب یہ دین اسلام ہم تک پہنچا پس اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ میں ہم آپ کے لئے سلامتی کی دعا مانگتے ہیں کہ دین اسلام سلامت رہے۔ قیامت کے دن آپ کی عزت میں فرق نہ آئے۔ وہ سید الاولین والآخرین ثابت ہو۔ پھر اسی چشمہ کو اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ میں اور بھی بڑھایا۔ اور جس قدر مخلوق میں اولیاء ہیں۔ خلفاء ہیں نواب (جانشین) ہیں۔ مبلغین ہیں۔ ان سب کے لئے سلامتی چاہی ہے۔ میں نے دیکھا کہ ایسی دعا سے بعض وقت آسمان پر شور پڑ جاتا ہے۔" (اخبار بدر جلد ۹ نمبر ۱۹ صفحہ ۲)

"اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ۔ قاعدہ کی بات ہے کہ ہر محسن اور مربی کی محبت کا جوش انسان کے دل میں فطرۃً پیدا ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ہم پر کیسے کیسے احسان ہیں۔ وہی ہیں جن کے ذریعہ سے ہم نے خدا کو جانا۔ مانا اور پہچانا۔ وہی ہیں جن کے ذریعہ سے ہمیں خدا کے اوامر ونواہی اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی راہیں بذریعہ قرآن شریف معلوم ہوئیں۔ وہی ہیں جن کے ذریعہ سے خدا کی عبادت کا اعلیٰ سے اعلیٰ طریقہ اذان اور نماز ہمیں میسر ہوا۔ اور وہی ہیں جن کے ذریعہ سے ہم اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج تک ترقی کر سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ خدا سے مکالمہ ومخاطبہ ہو سکتا ہے۔ وہی ہیں کہ جن کے ذریعے سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی پوری حقیقت ہم پر منکشف ہوئی۔ اور وہی ہیں جو خدا نمائی کا اعلیٰ ذریعہ ہیں۔

غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ہم پر اتنے احسانات اور انعامات ہیں۔ کہ جسطرح سے اور قومیں اپنے محسنوں اور نبیوں کو بوجہ ان کے انعامات کثیرہ کے غلطی سے بجائے اس کے کہ ان کو خدا نمائی اور خدا شناسی کا ایک آلہ سمجھتے۔ انہی کو خدا بنا لیا۔ اور توحید سکھانے والے لوگوں کو واحد ویگانہ مان لیا۔ اور اُن کی تعلیمات کو جو نہایت ہی خاکساری اور عبودیت سے بھری ہوئی تھیں بھول کر ترک کر دیا۔ اور انہی کو معبود یقین کر لیا۔ ہم مسلمان بھی ممکن تھا کہ ایسا کر بیٹھتے مگر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے اور اس امت مرحومہ پر رحم کرنے اور اسے خطرناک ابتلاء سے بچانے کی غرض سے مُحَمَّدٌ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ کا فقرہ ہمیشہ کے لئے توحید الٰہی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا جزو بنا کر مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے شرک سے بچا لیا۔

بلکہ اس باریک حکمت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی قبر بھی مدینہ منورہ میں بنوائی۔ مکہ معظمہ میں نہیں رکھی۔ کیونکہ اگر مکہ معظمہ میں آپؐ کی قبر ہوتی۔ تو ممکن تھا کہ کسی کے دل میں خیالِ پرستش آجاتا۔ یا کم از کم دشمن اور مخالف ہی اس بات پر اعتراض کرتے۔ مگر اب مدینہ میں قبر ہونے کو جو لوگ مکہ معظمہ میں جانب شمال سے جانب جنوب مُنہ کر کے نماز ادا کرتے ہیں۔ تو ان کی پیٹھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کی طرف ہوتی ہے۔ اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے یہ ایک راہ آپؐ کی قبر کے نہ پوجا جاتے اور مسلمانوں کے شرک میں مبتلا نہ ہونے کے واسطے بنا دی۔ غرض اسی طرح جن باتوں میں اس بات کا وہم وگمان بھی ہو سکتا تھا۔ کہ کوئی انسان آپ کو خدا بنائے گا یا آپ کے شریک فی الذات یا فی الصفات ہونے کا گمان بھی جن باتوں سے ممکن تھا

ان کا خود خدا نے اسلام کی سچی اور پاک تعلیم میں ایسا بندوبست کیا۔ کہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی مسلمان اس امر کا مرتکب ہو۔

مگر چونکہ محسن سے محبت کرنا اور گرویدۂ احسان ہونا انسانی فطرت کا تقاضا تھا۔ اس واسطے ایک راہ کھول دی کہ ہم آپ کے لئے دعا کیا کریں۔ اور اس طرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے مدارج میں ترقی ہوا کرے۔ چنانچہ ہر مسلمان نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کا پاک تحیہ پیش کرتا ہے۔ اور ورد دل سے گداز ہو کر گویا آپ کے احسانات اور مہربانیوں کے خیال سے آپ کی ایسی محبت پیدا کر لیتا ہے۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس کے سامنے موجود ہیں۔ آپ کے حسن و احسانات کے نقشہ اور مہربانیوں سے آپکا وجود حاضر کی طرح سامنے لا کر مخاطب کے رنگ میں دعا کرتا ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ ..... مطلب یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی امت میں ہمیشہ کچھ ایسے پاک لوگ پیدا ہوتے رہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصلی اور حقیقی مذہب اور تعلیم توحید کو قائم کرتے اور شرک و بدعات کا جو کبھی امتداد زمانہ کی وجہ سے اسلام میں راہ پا جاویں ان کا قلع قمع کرتے رہیں۔ اور یہ ضروری بات ہے کہ آپ کی سچی تعلیم و تربیت کا نمونہ ہمیشہ بعض ایسے لوگوں کے ذریعہ سے ظاہر ہوتا رہے جو امت مرحومہ میں ہر زمانہ میں موجود ہوا کریں۔ چنانچہ قرآن شریف میں بھی بڑی صراحت سے اس بات کو بالفاظ ذیل بیان کیا گیا ہے۔ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَ (نور ع)

اسی طرح سے اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ کہنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کے دین کے سچے خادموں۔ جو صحابہؓ۔ اولیاء اللہ اصفیاء۔ اتقیاء اور ابدال کے رنگ میں آئے۔ اور قیامت تک آتے رہیں گے کے واسطے بھی بوجہ ان کی حسن خدمات کے جن کی وجہ سے انہوں نے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم پہ بہت بڑے بھاری احسانات اور انعامات

سکئے دعا کرے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کوئی اس گروہ پاک کی مخالفت کرے گا۔ اور اس کو نظر عزت سے نہ دیکھے گا۔ اور ان کے احکام اور فیصلوں کی پروا نہ کرے گا۔ تو وہ فاسق ہوگا۔ بلکہ وہاں تک جہانتک تعظیم الٰہی اور تعظیم کتاب اللہ اور تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اجازت دیتی ہو۔ اس گروہ کا ادب و عزت کرنے۔ اور اس خیل پاک کے حق میں دعائیں کرنے کا حکم قرآن سے ثابت ہے۔ چنانچہ آیت ذیل میں اس مضمون کو یوں ادا کیا گیا ہے وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (پ ۲۸ ع)

غرض اپنے پہلے بزرگوں اور خادمانِ اسلام و شریعت محمدیہ کے واسطے دعائیں کرنا اور ان کی طرف سے کوئی بغض و کینہ غل و غش دل میں نہ رکھنا یہ بھی ایمان اور ایمان کی سلامتی کا ایک نشان ہے ...... تمام صالحین کے واسطے دعائیں کرتے رہنا چاہیئے۔ ان کے احسانات اسلام اور مسلمانوں پر بہت کثرت سے ہیں۔ غور کا مقام ہے کہ انہوں نے یہ دین اور یہ کتاب اور یہ سنت یہ نماز و روزہ ہم تک پہنچانے کے واسطے کس طرح اپنی جانیں خرچ کر دیں۔ خون پانی کی طرح بہا دیئے اپنے نفسوں پر آرام اور نیند حرام کر لی۔ کتنے بڑے بڑے سفر پا پیادہ اُس مشکلات کے زمانہ میں کئے۔ ایک ایک حدیث کی تحقیقات اور اس کے راوی کے مُنہ سے سننے کے واسطے سینکڑوں کوسوں کے ناقابل گذر اور دشوار گذار سفر انہوں نے کئے پس ان کے احسانات ان کی مساعی جمیلہ کوششوں محنتوں اور جانفشانیوں کو نظر کے سامنے رکھ کر ان کے واسطے دردمند دل سے تڑپ تڑپ کر دعائیں کرو۔ اگر ان کی ایسی محنتیں اور کوششیں نہ ہوتیں۔ اور وہ بھی ہماری طرح سست اور کاہل ہوتے۔ تو غور کرو۔ کہ کیا اسلام موجودہ حالت میں ہو سکتا تھا۔ اور ہم مسلمان کہلانے کے مستحق ہو سکتے تھے؟ ہرگز نہیں پس ان کے واسطے دعائیں کرنا اور نماز میں ان کے حقوق ادا کرنے کا جزو ہونا بھی لازم اور ضروری تھا۔ بلکہ از بس ضروری تھا۔ کیونکہ مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ" (الحکم جلد ۱۲ ص ۱۵)

"جب اس بات کا خیال کیا جاتا ہے کہ دنیا میں خصوصاً عرب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل کس قدر سلامتیاں پھیلیں۔ تو بے اختیار ان کے لئے سلامتی کی دعا کرنے کو ابال اٹھتا ہے۔

اور مُنہ سے نکلتا ہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ الٰہی تو میرے پیارے نبی کی عزّت و درجہ کو ترقی دے۔ اپنی خاص رحمتوں کا نزول فرمائیو۔ اپنی برکات نازل کیجیو۔" (بدر جلد ۹ نمبر ۳۱ تاریخ)

آنحضرتؐ پر دُرُود دردِ دل سے بھیجنا چاہئیے

اگر ہم اللہ تعالیٰ کے پورے بندے اور عابد اور تعظیم کرنے والے ہیں۔ اور مخلوق پر شفقت اور رحم کرنے والے۔ اور علوم اور عقائد سے خوشحال ہیں۔ تو یہ سب فیضان اور احسان حقیقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ہے۔ آپ کے دل کے درد اور جوش نہ ہوتے تو قرآن کریم جیسی پاک کتاب کا نزول کیسے ہوتا۔ آپ کی مہربانیاں اور توجہات اور محنتیں اور تکالیف شاقہ نہ ہوتیں تو یہ پاک دین ہم تک کیسے پہنچ سکتا۔ آپ نے یہ دین ہم تک پہنچانے کی غرض سے خون کی ندیاں بہا دیں۔ اور ہمدردی خلق کے لئے اپنی جان کو جوکھوں میں ڈالا۔ تو پھر غور کا مقام ہے کہ جب ادنیٰ ادنیٰ محسنوں سے ہمیں محبت پیدا ہو جانا ہماری فطرت سلیمہ کا تقاضا ہے۔ تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا جوش کیوں مسلمان کے دل میں موجزن نہ ہوگا۔

درود بھی درد سے ہی نکلا ہُوا ہے۔ یعنی خاص درد سوز گداز اور رِقّت سے خدا کے حضور التجا کرنی۔ کہ اے مولیٰ تو ہی ہماری طرف سے خاص خاص انعامات اور مدارج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کر ہم کر ہی کیا سکتے ہیں۔ اور کس طرح سے آپ کے احسانات کا بدلہ دے سکتے ہیں۔ بجز اس کے کہ تیرے ہی حضور میں التجا کریں۔ کہ تو ہی آپ کو ان سچی محنتوں اور جانفشانیوں کا سچا بدلہ جو تو نے آپ کے واسطے مقرر فرما رکھا ہے۔ وہ آپ کو عطا فرما۔ انسان جب اس خاص رِقّت اور حضورِ قلب اور تڑپ سے گداز ہو کر آپ کے واسطے دعائیں کرتا ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج میں ترقی ہوتی ہے۔ اور خاص رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ اور پھر اس دعاگو دَرُود خواں کے واسطے بھی اُدھر سے رحمت کا نزول ہوتا ہے اور ایک دَرُود کے بدلہ میں دس گنا اجر اسے دیا جاتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح اس درود خواں اور آپ کی ترقی مدارج کے خواہاں سے خوش ہوتی ہے۔ اور اس خوشی کا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔ کہ اس کو دس گنا اجر عطا کیا جاتا ہے انبیاءؑ کسی کا احسان اپنے ذمہ نہیں رکھتے۔" (الحکم ۱۷ اپریل ۱۹۰۸ء)

شیخ کرم الٰہی صاحب پٹیالوی خاکسار مرتب کو لکھتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

زمانہ مبارک میں ایک دفعہ جب میں قادیان سے واپس آنے کے لئے تیار ہؤا تو میں نے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے کوئی وظیفہ بتایا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت صاحب اکثر درُود شریف اور استغفار کثرت سے پڑھنے کا ہی ارشاد فرمایا کرتے ہیں۔ ہم اس سے زیادہ اور کیا بتا سکتے ہیں۔ پس درُود شریف کا جس قدر ممکن ہو وِرد رکھو۔ اور چلتے پھرتے استغفار پڑھا کرو۔ چنانچہ حسب توفیق میں اس پر کاربند رہا۔ اس کے بعد جب میں پھر قادیان آیا۔ اور چند روز رہ کر واپسی کے وقت حضرت ممدوح کی خدمت میں حاضر ہؤا۔ تو میں نے عرض کیا۔ کہ میں حسب الارشاد دُرُود شریف پڑھتا رہا ہوں۔ مگر کوئی خاص تاثیر یا برکت کے آثار نمایاں نہیں ہوئے۔ فرمایا دُرود شریف ایک دعا ہے۔ اور تم کو اپنی بعض پیش آمدہ مشکلات کیلئے دعائیں کرنیکا بھی موقع ملتا ہوگا۔ پس جس رجوع۔ درد اور تڑپ کے ساتھ تم اپنے مطالب کے لئے دعائیں کرتے ہو۔ کیا وہ تڑپ کبھی دُرُود شریف میں بھی پیدا ہوئی ہے۔ یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئی تو پھر عدم ظہور تاثیر کی شکایت دُرست نہیں۔ آپ دردِ دل کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم پر دُرود بھیجا کریں۔ تو انشاء اللہ تعالےٰ ضرور نمایاں طور پر آثارِ برکت مشہود ہوں گے۔

درُود میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیا مانگا جاتا ہے

سوال ۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ۔ اس کے بعد دُرود شریف پڑھ کر محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیا مانگا جاسکتا ہے؟

جواب:۔ یاد رکھو ایک خدا کا فضل ہوتا ہے اور ایک تکمیل دین ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل محدود نہیں ہوتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خود محدود نہیں۔ پس ایسا ہی اس کے فضل بھی محدود نہیں۔ اس کے گھر کا دِوالہ کبھی نہیں نکلتا۔ وہ جو کچھ کسی کو عنایت کرتا ہے۔ اس سے بھی بدرجہا بڑھ کر دے سکتا ہے اسی واسطے مسلمانوں نے بہشت اور بہشت کی نعماء کو ابدی اور لاانقطاع ابدی مانا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ اور پھر فرمایا لَامَقْطُوْعَةٍ وَّلَامَمْنُوْعَةٍ غرض جبکہ خدا کے فضل بے انت ٹھہرے۔ اور ہم جناب الٰہی سے اپنے محسن کے لئے دردِ دل سے خاص رحمتوں کا نزول طلب

کرینگے۔ توخدا تعالیٰ ہماری عرضداشت پر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خاص رحمتوں کا بھیجنا منظور فرمائے گا۔ اور چونکہ اس دعا کے لئے اس نے خود ہمیں حکم دیا ہے۔ اس واسطے یقیناً صلوٰۃ اور سلام کی دعا قبول ہوگی۔ اور اس ذریعہ سے جب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص انعامات حاصل ہوں گے۔ تو وہ خوش ہو کر ملأ اعلیٰ میں ہمارے لئے توجہ کریں گے۔ پس درود شریف کے پڑھنے سے مومن کو چار فائدے حاصل ہو سکتے ہیں (۱) خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ کیونکہ وہ ایک ایسی بلند شان والی قادر اور توانا ہستی ہے کہ سب کے سب انبیاءؑ رسولؐ اور دیگر اولوالعزم ہر وقت اس کے محتاج ہیں۔

(۲) خدا تعالیٰ کا کمالِ غنا ظاہر ہوگا کہ سارا جہان اس سے سوال کرتا رہے مگر اس کے خزانے ختم نہیں ہو سکتے۔ اور جتنا دیتا ہے اس سے بھی بدرجہا بڑھ کر دینے کے لئے اس کے پاس موجود ہے

(۳) اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ اعتقاد پختہ ہو جائے گا کہ وہ خدا کا محتاج ہے۔ اور ہر آن میں محتاج ہے۔ خدائی کے مرتبہ تک نہیں پہنچا اور نہ پہنچے گا۔ بلکہ عبد کا عبد ہے۔ اور عبد ہی رہیگا۔ خدا تعالیٰ کا فیضان ان پر ہمیشہ ہوتا رہتا ہے اور ہوتا رہے گا۔

(۴) درُود شریف کے پڑھنے والا اس ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس ترقی میں شریک رہے گا۔" (اخبار الحکم جلد ۱۲ ۲۰ پرچہ ۴ جنوری ۱۹۰۸ء)

"کوئی نبی یا رسول کہلاتے سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر نہیں ہو سکتا۔ میرا اعتقاد حضرت نبی کریمؐ کی نسبت وہی ہے۔ جو درس میں بعض وقت بے اختیار کہہ دیا کرتا ہوں۔ کہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی کامل انسان آپ کی مثل پیدا ہو۔ مسیحؑ اور موسیٰؑ بھی رسول تھے۔ مگر محمد رسول اللہؐ کے مقابل میں کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ تمام مذہبوں کا مشترک مسئلہ دعا ہے۔ تیرہ سو برس سے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کی دعا ہو رہی ہے۔ جو کسی نبی کو نصیب نہیں ہوئی۔ پس ان کے مدارج میں کس قدر ترقی ہوئی ہوگی۔" (بدر جلد ۸ ۲۶)

درُود میں کَمَا صَلَّیْتَ کہہ کر آنحضرتؐ کے لئے کیا مانگا جاتا ہے؟

سوال ۔ درُود شریف پڑھ کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو کچھ مانگا جاتا ہے

وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کم درجہ کیوں مانگا جاتا ہے۔ جیسا کہ کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم سے ظاہر ہوتا ہے۔

جواب :۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل میں بھی داخل ہیں۔ اور صلوٰۃ بھیجنے والا چاہتا ہے۔ کہ جس قدر برکات اور انعامات الٰہیہ حضرت ابراہیمؑ اور اس کی اولاد پر ہوئے ہیں ان سب کا مجموعہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہو۔ اس سے یہ تو ثابت نہیں ہو سکتا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کمتر درجہ پر ہیں۔ بلکہ اس سے تو ان کے اعلیٰ مدارج کا پتہ لگتا ہے۔

چونکہ درود شریف پڑھنا ایک نیک کام ہے۔ اور یہ ایک حکم ہے۔ کہ جو کوئی نیکی سکھاتا ہے۔ تو اس کو بھی اسی قدر ثواب پہنچتا ہے جس قدر کہ سیکھ کر عمل کرنے والے کو۔ اس لئے دنیا میں جسقدر لوگ نمازیں پڑھتے ہیں۔ اور عبادتیں کرتے ہیں ان سب کا ثواب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پہنچتا ہے۔ اور ہر وقت پہنچتا ہے۔ کیونکہ زمین گول ہے۔ اگر ایک جگہ فجر ہے تو دوسری جگہ عشا ہے۔ ایک جگہ اگر عشا ہے تو دوسری جگہ شام ہے۔ ایسے ہی اگر ایک جگہ ظہر کا وقت ہے۔ تو دوسری جگہ عصر کا وقت ہوگا۔ غرض ہر گھڑی اور ہر وقت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ثواب پہنچتا رہتا ہے دنیا میں کروڑ در کروڑ رکوع اور سجود کرتے اور درود پڑھنے اور دوسری دعائیں مانگتے ہیں۔ اور پھر اس کے علاوہ دوسرے احکام پر چلتے۔ روزے رکھتے۔ زکوٰتیں ادا کرتے ہیں۔ اس لئے ماننا پڑیگا۔ کہ ہر آن میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان عبادات کا ثواب پہنچتا رہتا ہے۔ کیونکہ اسی نے تو یہ باتیں سکھائی ہیں۔ کہ تم لوگ نمازیں پڑھو۔ زکوٰتیں دو۔ اور مجھ پر درود بھیجو۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی رُوح جو دعائیں مانگتی ہوگی وہ ان کے علاوہ ہیں۔ اب تم سوچ سکتے ہو کہ جب سے مسلمان شروع ہوئے اور جب تک رہیں گے ان سب کی عبادتیں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نامۂ اعمال میں بھی ہونی چاہئیں۔ اس لئے ماننا پڑے گا۔ کہ وہ دنیا کی کل مخلوقات کا سردار ہے۔ کیونکہ اس کے اعمال تمام دنیا سے بڑھے ہوئے ہیں۔ کیونکہ جو کوئی مسلمان نیکی کریگا۔ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نامۂ اعمال میں ضرور لکھی جائیگی۔ اور اس سے ثابت ہوتا ہے

کہ وہ تمام رسولوں۔ نبیوں اور اولیاء کا بھی سردار ہے۔ کیونکہ دنیا میں جس قدر رسول گذرے ہیں ان کی امتیں ان کے لئے دعائیں نہیں کرتیں۔ مگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آپ کی امت دن رات دعائیں مانگتی رہتی ہے۔ اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام نبیوں اور تمام مخلوق سے بڑھ کر ہونے کا یہ ایک ثبوت ہے" (الحکم جلد ۱۲ نمبر ۴ مورخہ ۱۴ جنوری ۱۹۰۸ء)

طریق دعا اور اس میں درود شریف

"سورہ اَلْحَمْدُ میں اللہ تعالیٰ نے دعا کرنے کا طریق سکھایا ہے۔ جب انسان کو کوئی امر پیش آئے تو چاہیئے کہ تازہ وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھے۔ استغفار کرے۔ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ بخشوائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔ پھر اپنے مطلب کی دعا مانگے۔ خواہ اپنی زبان میں ہو۔ انشاء اللہ قبول ہوگی۔ دعا نماز کے اندر بھی سلام پھرنے سے پہلے مانگنی چاہیئے۔"

حدیث میں ایک دعائے حاجت سکھلائی گئی ہے۔ دعائے حاجت ابن ماجہ میں ہے۔ روایت ہے، عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے جس شخص کو کچھ حاجت ہو اللہ کی طرف یا بنی آدم کی طرف تو چاہیئے کہ وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے۔ پھر چاہیئے کہ تعریف کرے اللہ تعالیٰ کی۔ اور درود بھیجے نبی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پر۔ پھر چاہیئے کہ کہے "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ" تا آخر (بدر جلد ۱۶ ص)

دُرود شریف کے بعض خاص مواقع

"نماز میں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ بھی آتا ہے صَلِّ کے معنے ہیں خاص الخاص رحمتیں ہوں۔ ذکر جمیل ہمیشہ ہوتا رہے آپ کا شرف فضیلت۔ خیر و برکت اور کامیابی کے نتائج دنیا میں قائم رہیں۔ لعنت کا لفظ صلوٰۃ کے مقابل ہے اسلام میں پچاس جگہ درود شریف پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ بعض موقع تو عام میسر نہیں ہوتے جیسے (حج وغیرہ کے موقع پر) صفا و مروہ پر (طواف کرتے وقت) استلام حجر (کے موقع پر) اور بعض میسر ہو سکتے ہیں۔ مثلاً نماز کے آخری التحیات میں۔ دعا قنوت کے آخر میں وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ۔ پہلے التحیات میں بھی بعض محدثین نے مستحب قرار دیا ہے۔ صلوٰۃ جنازہ میں خطبہ عید و خطبہ جمعہ و نکاح میں۔ اذان سن چکنے کے بعد۔ جب نماز کی تکبیر پڑھی جائے۔ دعاؤں کے ابتدا۔ آخر اور وسط میں مسجد میں داخل ہونیکے

وقت بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آئے۔ جب نیند سے اٹھے جب اکٹھے بیٹھے ہوں اس وقت بھی کسی نہ کسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر درود بھیجنا چاہیئے۔ جب کوئی تفرقہ مٹے۔ اس وقت بھی تبلیغ و وعظ کے وقت محتاج انسان حاجت کے وقت وضو سے فارغ ہو کر میں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ درود کی بہت ہی عادت ڈالو۔ اس کا ادنیٰ فائدہ تو یہ ہے مَنْ صَلّٰی عَلَیْہِ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا جب ایک بار اخلاص کے ساتھ تم نبی کریم کیلئے شرف و کامیابی و رحمت کاملہ کے نزول کی دعا کرو گے۔ تو خدا تعالیٰ دس بار تم پر ایسی رحمتیں بھیجے گا

(بدر پرچہ ۱۸ / اگست ۱۹۰۸ء)

درود شریف کیلئے وقت کسطرح نکالا جاسکتا ہے

مکرمی شیخ کرم الٰہی صاحب پٹیالوی کی روایت ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی میں حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا کہ جب ہم کسی شخص کو درود شریف استغفار کے لئے کہتے ہیں تو اکثر لوگ عدیم الفرصتی اور وقت کی کمی کا عذر کر دیتے ہیں۔ مگر یہ عذر درست نہیں۔ دیکھو ہم حضرت صاحب کی باتیں بھی توجہ سے سنتے رہے ہیں۔ اور اس ایک گھنٹہ کے قریب وقت میں ہم نے پانچ سو مرتبہ درود شریف بھی پڑھا ہے۔ شیخ صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے اس زریں اصول کی پابندی سے بفضلہ تعالیٰ بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ اور اگر غفلت یا شامت اعمال حائل نہ ہو۔ تو اس طرح انسان تضییعِ اوقات سے بہت حد تک بچ سکتا ہے۔ وباللّٰہ التوفیق

درود شریف کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے ارشادات

تسبیح و تحمید۔ استغفار اور درود شریف کی تاکید

"جماعت کو چاہیئے کہ ذکر الٰہی میں بھی اپنے اوقات خرچ کرے۔ تا اس کا قلب خدا کی صفات کا جلوہ گاہ بن جائے۔ اور اس کے انوار کا اس پر نزول شروع ہو جائے۔ جب انسان ذکر الٰہی سے اپنے دل کی کیفیت بدل ڈالے تو اس کا وہ مقصد پورا ہو جاتا ہے جس کے لئے اسے دنیا میں بھیجا گیا پس میں پھر جماعت سے کہتا ہوں کہ وہ نماز کے علاوہ بھی ذکر الٰہی کرے ...... پھر ذکروں میں بھی

بعض ذکر ایسے ہیں جو زیادہ مفید ہیں۔ اور جلد ہی ایک شخص کے دل کو پاک اور انوار الٰہی کا مہبط اور نزول گاہ بنا دیتے ہیں۔ ان ذکروں میں سے خصوصیت کے ساتھ تسبیح و تحمید ہے۔ اس سے انسان جلدی ترقی کرنی شروع کر دیتا ہے ...... دوسرا خاص ذکر الٰہی استغفار ہے ...... اور ایسا ذکر الٰہی ہے کہ اسے کثرت سے کرنا چاہیئے۔ کیونکہ انسان بغیر خدا کی مدد و نصرت کے کچھ کر نہیں سکتا۔ اور نہ ہی بغیر اس کے اسے کچھ مل سکتا ہے۔ پھر استغفار میں اپنی غلطیوں کی معافی بھی ہوتی ہے ..... اس کے علاوہ دُرود ہے۔ دُرود سے بھی انسان روحانی ترقی کرتا اور روحانی فوائد پاتا ہے۔ ہماری جماعت کو چاہیئے کہ خصوصیت کے ساتھ دُرود کی کثرت کو اپنے لئے لازم کریں۔ اور مسجد میں آکر بالضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم پر دُرود پڑھنا چاہیئے۔

دُرود کی حقیقت دُرود دراصل اس احسان کا اقرار ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہم پر کیا۔ اور احسان کا اقرار انسان کے لئے از حد ضروری ہے۔ کبھی کسی شخص کے اعمال میں پاکیزگی نہیں پیدا ہو سکتی۔ جبتک وہ اپنے احسان کرنیوالے کا احسان مند نہیں ہوتا۔ کیونکہ تمام صفائی اعمال میں احسان مندی سے ہی پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے ہمارے لئے یہ [illegible] ضروری ہے کہ ہم کثرت سے درود پڑھیں۔ تاکہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے [illegible] کے لئے آپ کے احسان مند ہوں۔ اور پھر ہمارے اعمال میں بھی پاکیزگی اور صفائی پیدا ہو۔

جو شخص اپنے محسن کا احسان مند نہیں ہوتا۔ وہ فتنہ و فساد کا بیج بوتا ہے۔ کیونکہ نا احسانمندی اور ناشکر گذاری ہمیشہ فساد اور جھگڑا پیدا کرتی ہے۔ غور کر کے دیکھ لو جتنی لڑائیاں اور جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔ وہ نا احسان مندی سے ہی ہوتے ہیں پس ہمیں احسان فراموش نہیں بننا چاہیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے بیشمار احسان ہم پر ہیں۔ ہمیں انکو یاد رکھنا چاہیئے۔ اور انکا اقرار کرتے رہنا چاہیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم جب مدینہ تشریف لے گئے۔ تو مدینہ کے بعض لوگوں نے اس سے بُرا منایا۔ حالانکہ آپ کے بہت سے احسان ان پر تھے۔ مگر ان لوگوں نے ناشکری کی۔ اور طعن وغیرہ کرنے شروع کر دئیے۔ اگرچہ بعض ان میں سے دبی زبان سے کرتے تھے مگر ایسے لوگوں نے بھی آپ کے احسانوں کی ناشکری ضرور کی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ یہ ناشکری کا بیج بڑھتا بڑھتا ان کو منافق بنا گیا۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے احسانوں کو یاد کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کے حضور میں کہنا چاہئے کہ ہم تو ان کا کچھ بدلہ نہیں دے سکتے۔ تو ہی ان کا عوض رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دے۔ اور اس کا اجر آپ کو عطا فرما۔ یہی درود کا مطلب ہے۔ پس چاہئے کہ اس کی کثرت اختیار کی جائے۔ اور اس کے ذریعہ سے اپنی احسان مندی کو بہترین صورت میں ظاہر کیا جائے ...... پھر درود سے ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے۔ کہ جو شخص درود کثرت سے پڑھتا ہے اس کی دعائیں کثرت سے قبول ہوتی ہیں۔ دنیا میں یہ طریق ہے۔ کہ اگر کسی سے کچھ کام کرانا ہوتا ہے۔ تو اس کی پیاری چیز سے پیار کیا جاتا ہے۔ کسی عورت سے اگر کوئی کام کرانا ہو۔ تو اس کے بچے سے محبت کرو۔ پھر دیکھو وہ کیسی مہربان ہوتی ہے۔ فقیر بھی جب خیرات لینے کے لئے دروازہ پر جاتا ہے تو یہ صدا کرتا ہے۔ "مائی تیرے بچے جیئیں" کیونکہ فقیر بھی جانتے ہیں۔ کہ اس صدا کا ماں پر بہت اثر ہوتا ہے۔ جب ماں یہ آواز سنتی ہے تو دوڑی آتی ہے۔ اور فقیر کو خیرات دیتی ہے۔ دیکھو اس آواز کے سنتے ہی جو اس کے پیارے بچے کے لئے ایک دعا ہوتی ہے۔ وہ کس طرح دوڑی آتی ہے۔ اسی طرح درود پڑھنے والے شخص کے متعلق جب خدا دیکھتا ہے کہ اس نے اس کے پیارے کے لئے دعا کی ہے۔ تو کہتا ہے تو نے میرے پیارے کے لئے دعا کی ہے۔ آ میں تیری دعا بھی قبول کرتا ہوں ...... ہم مسجدوں میں جب آئیں تب بھی درود پڑھیں۔ اور گھروں میں جب جائیں تب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود پڑھیں۔" (الفضل جلد ۱۳ ۶۸ پرچہ ۱۱ دسمبر ۱۹۲۵ء)

درود شریف کے برکات

"دعا کرنے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم وہ انسان ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کے حضور تمام بنی نوع انسان سے زیادہ مقبول ہیں۔ خواہ وہ آپ سے پہلے گذرے یا بعد میں آئے۔ یا آئیں گے۔ ہر ایک انسان کی نظر میں اس کا استاد یا اس کے خاندان کا بزرگ بڑا ہوتا ہے ...... مگر ہم کو جس انسان سے اس زمانہ میں نور ملا ہے ہم اس کو بھی مستثنےٰ نہیں کرتے۔ اور علی الاعلان کہتے ہیں کہ سب انسانوں کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا مقام اعلیٰ اور ارفع ہے۔ اور آپ ایک ایسے مقام پر ہیں کہ گویا سب سے علیحدہ ہو کر ایک اکیلے نظر آتے ہیں۔ یہی

وجہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کلمۂ توحید کے ساتھ آپ کا نام بھی رکھ دیا ہے۔ ایسے انسان کی نسبت جو درود بھیج کر خدا تعالیٰ سے برکات چاہے۔ خدا تعالیٰ کی رحمت جوش میں آکر اس پر فضل کرنا شروع کر دیتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے تمام انعامات کا وارث کرنے اور سب سے بڑا رتبہ عطا کرنے کے لئے اس طریق سے بھی کام لیا ہے۔ کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر درود بھیج کر دعا کریں گے۔ ان کی دعائیں زیادہ قبول ہوں گی"۔

(از رسالہ قبولیت دعا کے طریق)

ایک شخص نے عرض کیا کہ ملیریا اثر سے بچنے کی کیا تدابیر ہیں۔ فرمایا "غذا کی احتیاط کونین کا استعمال ..... دعاء درود۔ تسبیح و تحمید"

درود شریف کے الفاظ کَمَا صَلَّیْتَ کی تفسیر

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بڑھ کر تھے۔ ورنہ آپ خاتم النبیین اور سید ولد آدم نہیں ہو سکتے مگر ایک چیز حضرت ابراہیم علیہ السلام میں ایسی پائی جاتی ہے جو انکی ذاتی خوبی نہیں بلکہ انکی قوم کی فضیلت ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ کہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہی نبوت نہیں دی تھی۔ بلکہ اس کی ذریت کو بھی بڑا درجہ دیا تھا۔ انمیں نبوت رکھ دی تھی یہ وہ فضیلت ہے جو حضرت ابراہیمؑ کی نسل کو خاص طور پر حاصل ہوئی۔ کہ اس میں نبوت رکھی گئی۔

اس کے ساتھ ہی ہم ایک اور بات دیکھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے خدا تعالیٰ سے دعا مانگی تھی کہ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ (۲-۱۲۱) کہ میری اور اسمٰعیل کی اولاد سے امت مسلمہ پیدا کر دے۔ اب دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام تو یہ دعا مانگتے ہیں۔ کہ ان کو امت مسلمہ ملے۔ مگر خدا تعالیٰ اس دعا کو اس رنگ میں قبول کرتا ہے کہ ہم نبیوں کی جماعت پیدا کرینگے۔ گویا حضرت ابراہیمؑ نے خدا تعالیٰ سے جو مانگا۔ اس سے بڑھکر خدا تعالیٰ نے دیا۔ ..... انہوں نے مانگے مسلم اور ملے نبی۔ اب یہی بات رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق سمجھو۔ اور درود کے یہ معنے کرو کہ خدایا جو معاملہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کیا۔ وہی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کر۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو مانگا اس سے بڑھ کر ان کو دیا۔ اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے جو مانگا اس سے بڑھکر ان کو دے۔

اب درجہ کے لحاظ سے فرق یہ ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے عرفان کے مطابق اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیں۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عرفان کے مطابق۔ کیونکہ جتنی جتنی معرفت ہوتی ہے

اس کے مطابق مطالبہ کیا جاتا ہے..... جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرفان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بڑھے ہوئے تھے تو یقینی بات ہے کہ آپکی دعائیں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں سے بڑھی ہوئی ہونگی۔

پس درود میں جو دعا مانگی جاتی ہے اس کا صحیح مطلب یہ ہوا کہ الہٰی حضرت ابراہیمؑ نے آپ سے جو مانگا انہیں آپنے اس سے بڑھ کر دیا۔ اب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو مانگا انہیں بھی مانگنے سے بڑھ کر عطا کیجئے۔ دوسرے لفظوں میں اسکے یہ معنی ہوئے کہ جو کچھ حضرت ابراہیمؑ کو ملا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے بڑھ کر دیا جائے۔ اور وہ چیز جس کے لئے حضرت ابراہیمؑ سے بڑھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دینے کی دعا کی گئی ہے یہی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے امت مسلمہ مانگی۔ انکی نسل میں نبوت قائم کر دی گئی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کے لئے ان سے بڑھ کر دعا کی۔ اس لئے آپکی امت کو انکی امت سے بڑھ کر نعمت دی جائے۔ اس نکتہ کو مدنظر رکھتے ہوئے درود کو دیکھو تو معلوم ہو سکتا ہے کہ کتنے عظیم الشان مدارج کے حصول کیلئے ہمیں دعا سکھائی گئی ہے

اور جب ہم درود پڑھتے ہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر احسان نہیں کر رہے ہوتے۔ بلکہ اپنے لئے دعا کر رہے ہوتے ہیں۔ کیونکہ اسمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی ترقی کی دعا ہے اور اتنی جامع دعا ہے۔ کہ اس سے بڑھ کر خیال میں بھی نہیں آسکتی۔ اسمیں یہ سکھایا گیا ہے کہ وہ رحمتیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ سے نازل ہوئیں۔ ان سے بڑھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے نازل کی جائیں۔ یعنی جس طرح ان کو مانگنے سے بڑھ کر دیا گیا۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ مانگا ۔ اس سے بڑھ کر آپ کو دیا جائے۔

چونکہ وسعت فیض کے لحاظ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائیں بڑھی ہوئی تھیں۔ اس لئے ان سے بڑھ کر دینے کا یہ مطلب ہؤا کہ آپکی شان سب سے بڑھی ہوئی تھی۔ دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواہش کی کہ ایک بچہ ملے جو نسل چلائے۔ مگر خدا تعالیٰ نے اس کے مقابل میں فرمایا میں تیری نسل کو اتنا بڑھاؤں گا۔ کہ جس طرح آسمان کے ستارے گنے نہیں جاتے اسی طرح وہ بھی گنی نہیں جائیگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہؤا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچہ نہ مانگا بلکہ یہ فرمایا۔ اِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْاُمَمَ۔ کہ میں اپنی امت کی کثرت پر فخر کروں گا۔ اس وجہ سے خدا تعالیٰ نے آپکو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی زیادہ امت دی۔ پس درود کی دعا کا یہ مطلب ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیم کی دعائیں ان کی امت کے متعلق اس سے بڑھ کر قبول ہوئیں

جس قدر کہ کی گئی تھیں۔ اسی طرح امت محمدیہ کو کیفیت اور کمیت کے لحاظ سے ان دعاؤں سے بڑھ کر دیا جائے۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کی ہیں۔

اب یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اس کے لئے دُرود کیوں رکھا مسلمان یہ دعائیں کر سکتے تھے۔ کہ جو کچھ پہلی امتوں کو ملا۔ اس سے بڑھکر انہیں دیا جائے۔ میرے نزدیک درود کے ذریعے دعاء سکھانے میں بہت بڑی حکمت ہے۔ اور وہ یہ کہ مسلمانوں کو یہ دھوکہ لگنے والا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی امت کو جو کچھ ملا۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذریّت کو نہیں مل سکتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق تو خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ کہ ہم تمہاری ذُریّت میں نبوت رکھتے ہیں۔ مگر مسلمانوں نے یہ دھوکا کھانا تھا۔ کہ اُمّتِ محمدیہ اس نعمت سے محروم کر دی گئی ہے۔ اور اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ہتک ہوتی تھی۔ اس لئے یہ دعا سکھائی گئی۔ کہ جو کچھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اُمّت کو ملا اس سے بڑھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی امت کو ملے۔ اور اس میں نبوت بھی آگئی۔ پس جب کوئی مُسلمان دُرود کی دعا پڑھتا ہے۔ تو گویا یہ کہتا ہے کہ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ کا جو انعام حضرت ابراہیمؑ پر ہوا تھا وہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر بھی ہو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چونکہ جسمانی ذریت بھی تھی۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا کوئی جسمانی بیٹا نہ تھا۔ اس لئے خیال کیا جا سکتا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جو وعدہ کیا گیا وہ یہاں پورا نہ ہوگا۔ اس خیال کو دُور کرنے کے لئے درود کے ذریعہ سے یہ بتایا گیا۔ کہ اے مسلمانو! تم ہی محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذریت ہو۔ تمہیں یہ انعام دیا جا سکتا ہے۔

پس درود میں یہ دعا کی جاتی ہے۔ کہ جو کچھ حضرت ابراہیمؑ کی امت کو دیا گیا اس سے بڑھکر ہمیں دے۔ اور یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی امت میں جو نبی آئے وہ ابراہیمی سلسلہ کے نبیوں سے بڑھ کر ہو۔

ہاں ان میں یہ بھی فرق ہوگا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی روحانی ذُریّت میں نبوت رکھی۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جسمانی ذُریّت میں۔ اس میں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ کہ اگر مومن سے کسی کو جسمانی رشتہ

ہو۔ تو اس کا بھی لحاظ رکھا جاتا ہے۔ اس وجہ سے حضرت ابراہیمؑ کی نسل کو جو نبوت ملی اس میں جسمانی رشتہ کا بھی لحاظ رکھا گیا تھا۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر جو فیض ہؤا۔ وہ صرف روحانی تعلق کی وجہ سے اور روحانیت میں کمال حاصل کرنے کے باعث ہؤا۔

پس درود مسلمانوں کو یہ بتانے کے لئے ہے کہ تمہارے اندر اُن فیوض سے بڑھ کر جو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت پر ہوئے جاری رہیں گے۔ اور یہ دعا مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کے لئے تھی کہ تمہیں وہ کچھ ملنا ہے جو مانگنے سے بڑھ کر ہوگا۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ایسا ہی ہؤا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر عرفان کس کو ہو سکتا ہے۔ اور آپ نے اپنی امت کے لئے کیا کیا دعائیں نہ کی ہونگی۔ مگر باوجود اس کے خدا تعالیٰ آپ کی امت سے یہ دعا کرانا ہے۔ کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے مانگنے سے بڑھ کر دیا گیا۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو دعائیں کیں۔ ان سے بڑھ کر دیا جائے۔ یہ کیسی جامع دعا ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی کیا مانگ سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیاء کہتے چلے آئے ہیں کہ روحانی ترقی کا گر درود ہے یہ حسن کرنا دان کہتے ہیں۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے رحمت و برکت درود میں مانگی جاتی ہے۔ اپنے لئے اس میں کیا ہے کہ اس کے ذریعہ سے روحانی ترقی ہو سکتی ہے؟ مگر درود دراصل اپنے ہی لئے دعا ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نسبت دیکر اس دعا کی وسعت اور جامعیت کو اور زیادہ بڑھا دیا گیا ہے۔ پس درود بہترین دعا ہے۔ اور اس پر جتنا زور دیا جائے۔ اتنا ہی تھوڑا ہے میں سمجھتا ہوں۔ اس نکتہ کو یاد رکھ کر اگر کوئی درود پڑھے گا۔ تو اسے دعاؤں میں خاص لطف اور مزا آئیگا کیونکہ اب پڑھنے والے کے لئے اس کے الفاظ کوئی چیستان اور معمے نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ تک پہنچانے کے لئے کھلا ہؤا راستہ ہے۔ غور و فکر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ورنہ خدا اور رسولؐ کی طرف سے جتنی باتیں سکھائی گئی ہیں ان میں بڑی بڑی حکمتیں ہیں۔ انسان اپنی نادانی سے انہیں قابل اعتراض سمجھتا ہے۔ مگر وہ بڑی بڑی برکتیں اپنے اندر رکھتی ہیں“۔ (الفضل ۱۲ جنوری ۱۹۳۶ء)

خاکسار محمد اسمٰعیل عفی عنہ از قادیان ۸ شوال ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۴ جنوری ۱۹۳۶ء

سلام بحضور سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم

(از حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب سول سرجن)

بہ درگاہِ ذی شانِ خیر الانام
شفیع الوریٰ مرجعِ خاص و عام
بصد عجز و منت بصد احترام
یہ کرتا ہے عرض آپ کا اِک غلام
کہ اے شاہِ کونین عالی مقام
عَلَیْكَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْكَ السَّلَام

حسینانِ عالم ہوئے شرمگیں
جو دیکھا وہ حُسن اور وہ نورِ جبیں
پھر اس پر وہ اخلاق اکمل تریں
کہ دشمن بھی کہنے لگے آفریں
زہے خُلقِ کامل زہے حُسنِ تام
عَلَیْكَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْكَ السَّلَام

خلائق کے دل تھے یقیں سے تہی
بتوں نے تھی حق کی جگہ گھیر لی
ضلالت تھی دنیا پہ وہ چھا رہی
کہ توحید ڈھونڈے سے ملتی نہ تھی
ہوا آپؐ کے دم سے اس کا قیام
عَلَیْكَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْكَ السَّلَام

محبت سے گھائل کیا آپ نے
دلائل سے قائل کیا آپ نے
جہالت کو زائل کیا آپ نے
شریعت کو کامل کیا آپ نے
بیاں کر دیئے سب حلال اور حرام
عَلَیْكَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْكَ السَّلَام

نبوت کے تھے جس قدر بھی کمال
وہ سب آپ میں جمع ہیں لا محال
صفاتِ جمال اور صفاتِ جلال
ہر اک رنگ ہے بس عدیم المثال
لیا ظلم کا عفو سے انتقام
عَلَیْكَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْكَ السَّلَام

مقدس حیات اور مطہر مذاق
اطاعت میں یکتا عبادت میں طاق
سوارِ جہاں گیر یکراں براق
کہ بگذشت از قصرِ نیلی رواق
محمد ہی نام اور محمد ہی کام
عَلَیْكَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْكَ السَّلَام

علمدارِ عشاق ذاتِ یگاں
سپہدارِ افواجِ قدوسیاں
معارف کا اک قلزمِ بے کراں
افاضات میں زندۂ جاوداں
پلا ساقیا آبِ کوثر کا جام
عَلَیْكَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْكَ السَّلَام

مدح نبوی ؐ از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے
کہ وہ کوئے صنم کا رہنما ہے

خدا کو اُس سے مِل کر ہم نے پایا
وہی اک راہ دیں کا رہنما ہے

ہو اس کے نام پر قربان سب کچھ
کہ وہ شاہنشہِ ہر دو سرا ہے

مِرا ہر ذرّہ ہو قربانِ احمدؐ
مِرے دِل کا یہی اِک مدعا ہے

اُسی کے عشق میں نکلے مِری جاں
کہ یادِ یار میں بھی اک مزا ہے

اُسی سے میرا دِل پاتا ہے تسکیں
وہی آرام میری روح کا ہے

مِرا دل اس نے روشن کر دیا ہے
اندھیرے گھر کا میرے وہ دیا ہے

مجھے اس بات پر ہے فخر محمود
مِرا معشوق محبوبِ خدا ہے

(گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں مولوی محمد اسمٰعیل پرنٹر پبلشر نے چھپوا کر جامعہ احمدیہ قادیان سے شائع کی)